MAHS101CCT

تاریخ ہندوستان

(ماقبل تاریخ سے موریہ دور تک)

History of India

(From Pre-History to the Mauryas)

فاصلاتی اور روایتی نصاب پر مبنی خود اکتسابی مواد

ایم۔اے۔(پہلا سمسٹر)

پہلا پرچہ

نظامت فاصلاتی تعلیم

مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی

حیدرآباد، تلنگانہ، انڈیا – 500 032

© Maulana Azad National Urdu University, Hyderabad

Course : History of India from Pre-History to the Mauryas

ISBN : 978-93-95203-32-6

Edition: December 2022

Publisher	:	Registrar, Maulana Azad National Urdu University, Hyderabad
Publication	:	2022
Copies	:	1000
Copy Editing	:	*Vidya Vachaspati* Shaik Mahaboob Basha, History Programme Coordinator, DDE, MANUU, Hyderabad Dr. Syed Meer Abul Hussain, DDE, MANUU, Hyderabad Mr. Mohd Aasim, DDE, MANUU, Hyderabad
Cover Designing	:	Dr. Mohd Akmal Khan, DDE, MANUU, Hyderabad
Printer	:	Print Time and Bussiness Enterprises, Hyderabad

M.A. History

History of India
(From Pre-History to the Mauryas)
1st Semester

On behalf of the Registrar, Published by:

Directorate of Distance Education

Maulana Azad National Urdu University

Gachibowli, Hyderabad-500 032 (Telangana State), India

Director: dir.dde@manuu.edu.in *Publication:* ddepublication@manuu.edu.in

Phone number: 040-23008314 Website: manuu.edu.in

© All rights reserved. No part of this publication may be reproduced or transmitted in any form or by any means, electronically or mechanically, including photocopying, recording or any information storage or retrieval system, without prior permission in writing from the publisher (registrar@manuu.edu.in).

مدیر اعلیٰ

Chief Editor

Prof. S.M. Azizuddin Husain
Former Head, Department of History & Culture
Jamia Millia Islamia, New Delhi
&
Maulana Azad Chair Professor
Maulana Azad National Urdu University
Hyderabad

پروفیسر سید محمد عزیز الدین حسین
سابق صدر، شعبہ تاریخ و ثقافت
جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی
مولانا آزاد چیئر پروفیسر
مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی،
حیدرآباد

مدیر

Editor

***Vidya Vachaspati* Shaik Mahaboob Basha**
Programme Coordinator – History
Directorate of Distance Education
Maulana Azad National Urdu University
Hyderabad

ودیا واچسپتی شیخ محبوب باشا
پروگرام کوآرڈی نیٹر، تاریخ
نظامت فاصلاتی تعلیم
مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی
حیدرآباد

مدیر زبان

Language Editor

Dr. Mohd Akmal Khan
Assistant Professor of Urdu (C) / Guest Faculty
Directorate of Distance Education
Maulana Azad National Urdu University
Hyderabad

ڈاکٹر محمد اکمل خان
اسسٹنٹ پروفیسر اردو (عارضی)/ گیسٹ فیکلٹی
نظامت فاصلاتی تعلیم
مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی
حیدرآباد

مجلس ادارت

Editorial Board

Prof. Perwez Nazir
Centre for Advanced Studies
Department of History
Aligarh Muslim University, Aligarh

پروفیسر پرویز نظیر
سینٹر فار ایڈوانسڈ اسٹڈیز، شعبہ تاریخ
علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

Prof. Alauddin Khan
Head, Department of History
Shibli National College, Azamgarh

پروفیسر علاؤالدین خان
صدر، شعبہ تاریخ
شبلی نیشنل کالج، اعظم گڑھ

***Vidya Vachaspati* Shaik Mahaboob Basha**
Programme Coordinator – History
Directorate of Distance Education
Maulana Azad National Urdu University
Hyderabad

ودیاواچسپتی شیخ محبوب باشا
پروگرام کوآرڈی نیٹر، تاریخ
نظامت فاصلاتی تعلیم
مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی، حیدرآباد

Dr. Ahmad
PGT (History)
MANUU Model School
Hyderabad

ڈاکٹر احمد
پی جی ٹی (تاریخ)
مانو ماڈل اسکول، حیدرآباد

Dr. Syed Meer Abul Hussain
Assistant Professor of History (C) / Guest Faculty
Directorate of Distance Education
Maulana Azad National Urdu University
Hyderabad

ڈاکٹر سید میر ابوالحسین
اسسٹنٹ پروفیسر تاریخ (عارضی)/ گیسٹ فیکلٹی
نظامت فاصلاتی تعلیم
مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی، حیدرآباد

Mr. Mohd. Aasim
Assistant Professor of History (C) / Guest Faculty
Directorate of Distance Education
Maulana Azad National Urdu University
Hyderabad

جناب محمد عاصم
اسسٹنٹ پروفیسر تاریخ (عارضی)/ گیسٹ فیکلٹی
نظامت فاصلاتی تعلیم
مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی، حیدرآباد

پروگرام کوآرڈی نیٹر:
ودیا واچسپتی شیخ محبوب باشا
اسسٹنٹ پروفیسر (تاریخ)، نظامت فاصلاتی تعلیم
مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی
حیدرآباد

مصنفین	**اکائی نمبر**
• ڈاکٹر محمد نذرالباری	1،2،3،4،5،6،7،8،9
• جناب محمد عاصم	10
• ڈاکٹر احمد	11،12
• جناب سعید احمد	13
• ڈاکٹر خورشید احمد بٹ	14،15،16

پروف ریڈرس:

1. جناب محمد عاصم
2. ڈاکٹر سید میر ابوالحسین
3. ودیا واچسپتی شیخ محبوب باشا

فہرست

پیغام	وائس چانسلر	7
پیغام	ڈائرکٹر	8
کورس کا تعارف	پروگرام کوآرڈی نیٹر	9
بلاک-I	**قدیم ہندوستانی تاریخ کے ماخذ: ایک جائزہ**	
اکائی1	علم آثار قدیمہ، علم کتبات اور علم مسکوکات	13
اکائی2	ادبی ماخذ: معیاری اور تخلیقی	33
اکائی3	ماقبل تاریخ: قدیم، وسطی اور جدید پتھر کے دور کی ثقافتیں	50
اکائی4	نیم تاریخ: تانبے پتھر کے دور کی ثقافت	75
اکائی5	ہڑپا تہذیب اور ثقافت	98
بلاک-II	**ویدک دور**	
اکائی6	ویدک دور: ابتدائی اور آخری ویدک دور	121
اکائی7	آریہ: تاریخی بحث	143
بلاک-III	**پیچیدہ سماج کی طرف**	
اکائی8	شہری مراکز، سماج، معیشت، آہن اور سماجی تبدیلی	161
اکائی9	جن پد اور مہاجن پد: ریاستی نظام کا آغاز، شاہی اور جمہوری حکومتیں	184
اکائی10	ایرانی اور مقدونی حملے اور ہندوستان پر ان کے اثرات	207

اکائی 11	جین مت	224
اکائی 12	بدھ مت	242
اکائی 13	آجیوک مت	259
بلاک-IV	**موریہ دور**	
اکائی 14	موریہ دور کا ہندوستان	273
اکائی 15	موریہ سلطنت کی سمجھ: سماج، معیشت، دھم، فن اور فن تعمیر	295
اکائی 16	موریہ سلطنت کا زوال	316
نمونہ امتحانی پرچہ		328

پیغام

مولانا آزاد نیشنل اُردو یونیورسٹی 1998 میں وطنِ عزیز کی پارلیمنٹ کے ایکٹ کے تحت قائم کی گئی۔ اس کے چار نکاتی مینڈیٹس یہ ہیں۔ (1) اردو زبان کی ترویج و ترقی (2) اردو میڈیم میں پیشہ ورانہ اور تکنیکی تعلیم کی فراہمی (3) روایتی اور فاصلاتی تدریس سے تعلیم کی فراہمی اور (4) تعلیم نسواں پر خصوصی توجہ۔ یہ وہ بنیادی نکات ہیں جو اِس مرکزی یونیورسٹی کو دیگر مرکزی جامعات سے منفرد اور ممتاز بناتے ہیں۔ قومی تعلیمی پالیسی 2020 میں بھی مادری اور علاقائی زبانوں میں تعلیم کی فراہمی پر کافی زور دیا گیا ہے۔

اُردو کے ذریعے علوم کو فروغ دینے کا واحد مقصد و منشا اُردو داں طبقے تک عصری علوم کو پہنچانا ہے۔ ایک طویل عرصے سے اُردو کا دامن علمی مواد سے لگ بھگ خالی رہا ہے۔ کسی بھی کتب خانے یا کتب فروش کی الماریوں کا سرسری جائزہ اس بات کی تصدیق کر دیتا ہے کہ اُردو زبان سمٹ کر چند ''ادبی'' اصناف تک محدود رہ گئی ہے۔ یہی کیفیت اکثر رسائل و اخبارات میں دیکھنے کو ملتی ہے۔ اردو میں دستیاب تحریریں قاری کو کبھی عشق و محبت کی پُر پیچ راہوں کی سیر کراتی ہیں تو کبھی جذباتیت سے پُر سیاسی مسائل میں اُلجھاتی ہیں، کبھی مسلکی اور فکری پس منظر میں مذاہب کی توضیح کرتی ہیں تو کبھی شکوہ و شکایت سے ذہن کو گراں بار کرتی ہیں۔ تاہم اُردو قاری اور اُردو سماج دورِ حاضر کے اہم ترین علمی موضوعات سے نابلد ہیں۔ چاہے یہ خود ان کی صحت و بقا سے متعلق ہوں یا معاشی اور تجارتی نظام سے، یا مشینی آلات ہوں یا ان کے گرد و پیش ماحول کے مسائل ہوں، عوامی سطح پر اِن شعبہ جات سے متعلق اردو میں مواد کی عدم دستیابی نے عصری علوم کے تئیں ایک عدم دلچسپی کی فضا پیدا کر دی ہے۔ یہی وہ مبارزات (challenges) ہیں جن سے اُردو یونیورسٹی کو نبرد آزما ہونا ہے۔ نصابی مواد کی صورت حال بھی کچھ مختلف نہیں ہے۔ اِسکولی سطح پر اُردو کتب کی عدم دستیابی کے چرچے ہر تعلیمی سال کے شروع میں زیر بحث آتے ہیں۔ چوں کہ اُردو یونیورسٹی کا ذریعہ تعلیم اُردو ہے اور اس میں عصری علوم کے تقریباً سبھی اہم شعبہ جات کے کورسز موجود ہیں لہٰذا اِن تمام علوم کے لیے نصابی کتابوں کی تیاری اِس یونیورسٹی کی اہم ترین ذمہ داری ہے۔ انہیں مقاصد کے حصول کے لیے اردو یونیورسٹی کا آغاز فاصلاتی تعلیم سے 1998 میں ہوا تھا۔

مجھے اِس بات کی بے حد خوشی ہے کہ اس کے ذمہ داران بشمول اساتذہ کرام کی انتھک محنت اور ماہرینِ علم کے بھرپور تعاون کی بنا پر کتب کی اشاعت کا سلسلہ بڑے پیمانے پر شروع ہو گیا ہے۔ فاصلاتی تعلیم کے طلباء کے لیے کم سے کم وقت میں خود اکتسابی مواد اور خود اکتسابی کتب کی اشاعت کا کام عمل میں آگیا ہے۔ پہلے اور دوسرے سمسٹر کی کتب شائع ہو کر طلباء و طالبات تک پہنچ چکی ہیں۔ تیسرے سمسٹر کی کتابیں بھی جلد طلباء تک پہنچیں گی۔ مجھے یقین ہے کہ اس سے ہم ایک بڑی اردو آبادی کی ضروریات کو پورا کر سکیں گے اور اِس یونیورسٹی کے وجود اور اِس میں اپنی موجودگی کا حق ادا کر سکیں گے۔

پروفیسر سید عین الحسن

وائس چانسلر

پیغام

فاصلاتی طریقۂ تعلیم پوری دنیا میں ایک انتہائی کارگر اور مفید طریقۂ تعلیم کی حیثیت سے تسلیم کیا جاچکا ہے اور اس طریقۂ تعلیم سے بڑی تعداد میں لوگ مستفید ہو رہے ہیں۔ مولانا آزاد نیشنل اُردو یونیورسٹی نے بھی اپنے قیام کے ابتدائی دنوں ہی سے اردو آبادی کی تعلیمی صورت حال کو محسوس کرتے ہوئے اِس طرزِ تعلیم کو اختیار کیا۔ مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی کا آغاز 1998 میں نظامتِ فاصلاتی تعلیم اور ٹرانسلیشن ڈویژن سے ہوا اور اس کے بعد 2004 میں باقاعدہ روایتی طرز تعلیم کا آغاز ہوا اور بعد ازاں متعدد روایتی تدریس کے شعبہ جات قائم کیے گئے۔ نو قائم کردہ شعبہ جات اور ٹرانسلیشن ڈویژن میں تقرریاں عمل میں آئیں۔ اس وقت کے اربابِ مجاز کے بھرپور تعاون سے مناسب تعداد میں خود مطالعاتی مواد تحریر و ترجمے کے ذریعے تیار کرائے گئے۔

گزشتہ کئی برسوں سے یو جی سی۔ ڈی ای بی UGC-DEB اس بات پر زور دیتا رہا ہے کہ فاصلاتی نظامِ تعلیم کے نصابات اور نظامات کو روایتی نظامِ تعلیم کے نصابات اور نظامات سے کماحقہ ہم آہنگ کر کے نظامتِ فاصلاتی تعلیم کے طلبا کے معیار کو بلند کیا جائے۔ چوں کہ مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی فاصلاتی اور روایتی طرزِ تعلیم کی جامعہ ہے، لہٰذا اس مقصد کے حصول کے لیے یو جی سی۔ ڈی ای بی کے رہنمایانہ اصولوں کے مطابق نظامتِ فاصلاتی تعلیم اور روایتی نظامِ تعلیم کے نصابات کو ہم آہنگ اور معیار بلند کر کے خود اکتسابی مواد SLM از سرِ نو بالترتیب یو جی اور پی جی طلبا کے لیے چھ بلاک چوبیس اکائیوں اور چار بلاک سولہ اکائیوں پر مشتمل نئے طرز کی ساخت پر تیار کرائے جا رہے ہیں۔

نظامتِ فاصلاتی تعلیم یو جی، پی جی، بی ایڈ، ڈپلوما اور سرٹیفکیٹ کورسز پر مشتمل جملہ پندرہ کورسز چلا رہا ہے۔ بہت جلد تکنیکی ہنر پر مبنی کورسز بھی شروع کیے جائیں گے۔ متعلمین کی سہولت کے لیے 9 علاقائی مراکز بنگلورو، بھوپال، دربھنگہ، دہلی، کولکاتا، ممبئی، پٹنہ، رانچی اور سری نگر اور 5 ذیلی علاقائی مراکز حیدرآباد، لکھنؤ، جموں، نوح اور امراوتی کا ایک بہت بڑا نیٹ ورک تیار کیا ہے۔ ان مراکز کے تحت سرِ دست 155 متعلم امدادی مراکز (Learner Support Centre) کام کر رہے ہیں، جو طلبا کو تعلیمی اور انتظامی مدد فراہم کرتے ہیں۔ نظامت فاصلاتی تعلیم نے اپنی تعلیمی اور انتظامی سرگرمیوں میں آئی سی ٹی کا استعمال شروع کر دیا ہے، نیز اپنے تمام پروگراموں میں داخلے صرف آن لائن طریقے ہی سے دے رہا ہے۔

نظامتِ فاصلاتی تعلیم کی ویب سائٹ پر متعلمین کو خود اکتسابی مواد کی سافٹ کاپیاں بھی فراہم کی جا رہی ہیں، نیز جلد ہی آڈیو۔ ویڈیو ریکارڈنگ کا لنک بھی ویب سائٹ پر فراہم کیا جائے گا۔ اس کے علاوہ متعلمین کے درمیان رابطے کے لیے ایس ایم ایس کی سہولت فراہم کی جا رہی ہے، جس کے ذریعے متعلمین کو پروگرام کے مختلف پہلوؤں جیسے کورس کے رجسٹریشن، مفوضات، کونسلنگ، امتحانات وغیرہ کے بارے میں مطلع کیا جاتا ہے۔

امید ہے کہ ملک کی تعلیمی اور معاشی حیثیت سے پچھڑی اردو آبادی کو مرکزی دھارے میں لانے میں نظامتِ فاصلاتی تعلیم کا بھی نمایاں رول ہو گا۔

پروفیسر محمد رضاء اللہ خان

ڈائرکٹر، نظامت فاصلاتی تعلیم

کورس کا تعارف

عزیز متعلمین، '' تاریخِ ہند: ما قبل تاریخ سے موریا دور تک '' کورس کے مطالعے میں خوش آمدید۔ اس کورس میں، آپ جانیں گے کہ ہندوستانی برصغیر میں انسانی تہذیب کس طرح قبل از تاریخ کے زمانے سے ہی ارتقا پذیر ہوئی۔ آپ پہلی شہری تہذیب یعنی ہڑپہ تہذیب کے ظہور اور اس کی مختلف اہم خصوصیات کو سمجھیں گے۔ علم تاریخ کی بنیاد، ماٰخذ اور تاریخی حقائق پر ہے اور اس لیے ہم نے ان ماٰخذ پر بھی توجہ مرکوز کی ہے، جو علمِ تاریخ کی شہ رگ ہیں۔ مزید آپ شاندار ویدک تہذیب، قدیم ہندوستان میں ریاستی نظام کے ظہور، موریاؤں کے تناظر میں ہندوستان کی پہلی مرکزی ریاست، اور مختلف النوع مذہبی اور فلسفیانہ تحریکات اور ہندوستانی تہذیب کے لیے ان کی اہمیت کو سمجھیں گے۔ برطانوی نو آبادیاتی حکمرانوں نے الزام لگایا کہ ہندوستانیوں میں تاریخ کے احساس کی کمی ہے۔ لیکن یہ غلط اور بڑی حد تک انگریزوں کے ذریعے دانستہ طور پر اخذ کیے گئے نتائج کو قدیم ہندوستان کے بہت سے مشہور و معروف مورخین نے غلط ثابت کیا ہے۔ انہوں نے ثابت کیا کہ ہندوستانی تہذیب نے تاریخ کا اپنا ورژن تیار کیا۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ ہندوستان، ایک تہذیب کے طور پر، مشہور راج ترنگنی سے بہت پہلے تاریخ کا اپنا نقطہ نظر اور ورژن تیار کر چکا تھا اور، اس کورس میں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے۔

حالیہ دور تک تاریخ کو بادشاہوں اور شہنشاہوں کے عظیم کارناموں/بداعمالیوں کے طور پر سمجھا جاتا تھا۔ ملکائیں بھی زیادہ تر اپنے عظیم مردوں کے تعلق کی وجہ سے ظاہر ہوئیں۔ دوسرے لفظوں میں، تاریخ کو بادشاہوں اور ریاستوں، شہنشاہوں اور سلطنتوں، کے ناموں کی ایک لمبی فہرست سمجھا جاتا تھا۔ اس میں ان کے ذریعے لڑی جانے والی جنگوں اور ان کی محبوباؤں وغیرہ کا تذکرہ بھی شامل تھا۔ مختصراً، تاریخ کا مطلب سیاسی تاریخ تھا اور بدقسمتی سے یہ سوچ عام لوگوں کے ذہنوں پر ابھی بھی حاوی ہے۔ عام لوگ، محنت کش عوام، جو اصل تاریخ ساز تھے، شاید ہی کبھی تاریخ کے ڈرامے میں نظر آئے۔ لیکن، اب تاریخ کے بارے میں نقطہ نظر بڑی حد تک تبدیل ہو چکا ہے اور اسی لیے تاریخ لکھنے کا طریقہ بھی بدل گیا ہے۔ عام لوگ بشمول مرد و خواتین، نے تاریخ میں اپنے حصے کا دعویٰ کرنا شروع کر دیا ہے۔ اب تاریخ کی توجہ حکمرانوں سے رعایا کی طرف منتقل ہو رہی ہے۔ جیسا کہ تیلگو شاعر سری سری (سری رنگم سری نواس راؤ Srirangam Srinivasa Rao) نے اپنی نظم میں مناسب طریقے سے بیان کیا ہے، اب مورخین اس کی کھوج کرنا چاہتے ہیں اور "تاریخ کے اندھیرے میں دبی پڑی سب کہانیوں پر روشنی ڈالنا چاہتے ہیں۔ وہ پوچھنے لگے کہ دریائے نیل کی تہذیب میں عام زندگی کیسی تھی اور تاج محل کی تعمیر میں پتھر ڈھونے والے قلی کون تھے اور سلطنتوں کے باہمی جنگوں میں عام لوگوں کی بہادری کیسی تھی۔ ناوہ ڈولی گنتی کی تھی چڑھ بیٹھا جس پر راجا، اس کے وا ایک قلی کون تھے؟'' یہ بے حد ضروری ہے کہ تاریخ کا مطالعہ عام لوگوں کے نقطۂ نظر سے کیا جائے۔ مشہور ادیب جارج اورویل (George Orwell) نے تاریخ کو مختصر الفاظ میں بیان کرتے ہوئے کہا کہ: "جو ماضی کو قابو کرتے ہیں وہی مستقبل کو قابو کرتے ہیں: جو حال کو قابو کرتے ہیں وہی ماضی کو قابو کرتے ہیں۔" ممتاز مورخ پروفیسر کے ایس ایس شیشن (Prof. K.S.S. Sheshan) نے زور دیا کہ "تاریخ کا سماج سے وہی رشتہ ہے جو یادداشت کا فرد سے ہے۔ ودیا واچسپتی ایس ایم باشا (*Vidya Vachaspati* S.M. Basha) کے مطابق جو ماضی کو اچھے سے سمجھتے ہیں، وہ حال کو بہترین طریقے سے سمجھ سکتے ہیں؛ اور اسی طرح ماضی کو اچھے ڈھنگ سے سمجھنے کے لیے حال کا گہرا علم ضروری ہے۔

UGC-DEB کی ہدایات کے مطابق، نظامت فاصلاتی تعلیم، مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی نے سیلف لرننگ مٹیریل لکھنے کے لیے بہترین مصنفین کو راغب کرنے کی پوری کوشش کی ہے۔ امید ہے کہ یہ نہ صرف آپ کی تعلیمی کارکردگی کے لیے کارآمد ثابت ہوگا بلکہ مختلف مسابقتی امتحانات کو اعتماد کے ساتھ دینے کے قابل بھی بنائے گا۔ ہم شعبہ تاریخ، نظامت فاصلاتی تعلیم میں، آپ کی خدمت کے لیے ہر وقت تیار ہیں۔ کورس میں ایک بار پھر خوش آمدید اور میں آپ کے لیے نیک خواہشات کا اظہار کرتا ہوں۔

ودیا واچسپتی شیخ محبوب باشا

پروگرام کوآرڈی نیٹر

تاریخ ہندوستان

(ماقبل تاریخ سے موریہ دور تک)

History of India

(From Pre-History to the Mauryas)

اکائی 1۔ علم آثار قدیمہ، علم کتبات اور علم مسکوکات

(Archaeology, Epigraphy, and Numismatics)

اکائی کے اجزا

1.0 تمہید

1.1 مقاصد

1.2 علم آثار قدیمہ: ایک تعارف

1.3 علم آثار قدیمہ کی اقسام

1.3.1 ماحولیاتی علم آثار قدیمہ

1.3.2 نسلی علم آثار قدیمہ

1.3.3 رہائشی علم آثار قدیمہ اور توسیعی تجزیہ

1.3.4 قدرتی مناظر سے متعلق علم آثار قدیمہ

1.3.5 ضمنی علم آثار قدیمہ

1.3.6 مارکس وادی علم آثار قدیمہ

1.3.7 صنفی علم آثار قدیمہ

1.3.8 تجارتی علم آثار قدیمہ

1.3.9 فارنسک علم آثار قدیمہ

1.3.10 بحری علم آثار قدیمہ

1.3.11 صنعتی علم آثار قدیمہ

1.3.12 مشاہداتی علم آثار قدیمہ

1.4 آثاری باقیات اور تاریخی عمارتیں

1.4.1 برتن، منکے اور ہڈیاں

1.4.2 تعمیراتی باقیات

1.4.3 مجسمے

1.4.4 تصاویر

1.4.5 دیگر مادی باقیات

1.5 علم کتبات

1.6 علم مسکوکات

1.7 اکتسابی نتائج

1.8 کلیدی الفاظ

1.9 نمونہ امتحانی سوالات

1.9.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات

1.9.2 معروضی جوابات کے حامل سوالات

1.9.3 طویل جوابات کے حامل سوالات

1.10 مزید مطالعہ کے لیے تجویز کردہ کتابیں

1.0 تمہید (Introduction)

تاریخ کا اہم مقصد ماضی پر روشنی ڈالنا ہے۔ یہ مقصد مختلف اقسام کے تاریخی مآخذ کی دریافت اور مطالعے سے حاصل ہوگا۔ ماضی قریب کی تاریخ نویسی کے لیے مآخذ کی دریافت نسبتاً آسان ہے، کیونکہ جدید ریاست اور سماج سے متعلق کافی کچھ مواد ہاتھ سے لکھی تحریروں اور طبع شدہ شکل میں دستیاب ہے۔ عہد وسطیٰ سے متعلق بھی کافی کچھ مواد مل جاتا ہے، تاہم اصل دشواری قدیم تاریخ نویسی میں درپیش ہوتی ہے۔ تحریری مآخذ کی اس کمی کو دور کرنے کے لیے ہمیں آثاری مآخذ بالخصوص آثار قدیمہ کی رپورٹس، کندہ تحریروں کے شواہد اور مختلف حکمرانوں کے جاری کردہ سکوں کا تفصیلی مطالعہ کرنا پڑتا ہے۔

قدیم یونان اور روم میں ہیروڈوٹس، تھوسی ڈائڈیز، لیوی، ٹیسی ٹس وغیرہ جیسے مورخین تھے جنہوں نے اپنے دور کے حالات کو قلم بند کیا۔ تاہم قدیم ہندوستانیوں نے، جنہوں نے کئی موضوعات پر تحریر کیا لیکن باقاعدہ تاریخ نویسی پر توجہ نہیں دی۔ انہوں نے بڑی تعداد میں کتابیں تصنیف کیں لیکن ان میں سے بیشتر مذہبی نوعیت کی ہیں اور دوسرے یہ کہ کافی کچھ قدیم مواد متعدد ناگریز وجوہات سے ضائع ہو گیا۔ چنانچہ ہندوستان کے قدیم دور کی بازیافت کسی چیلنج سے کم نہیں ہے، پھر بھی ایسے مآخذ ہیں جن سے تاریخ نویسی کی جاسکتی ہے۔ یہ مآخذ دو اہم گروہوں میں منقسم ہیں یعنی آثاریات اور تحریری مواد۔ آثاری مآخذ کو مزید تین زمروں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

1. آثاری باقیات اور تاریخی عمارتیں
2. کتبات
3. سکے

آثاری ماٰخذ کسی علاقے کی قدیم تاریخ جاننے میں بے حد اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ آثاری ماٰخذ ہمارے ماضی کے بارے میں ہماری معلومات میں اضافہ کرتے ہیں اور ایسا مواد بھی فراہم کرتے ہیں جو تحریری ماٰخذ کی کمی کو دور کر سکے۔

1.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کے مطالعے کے بعد آپ

- علم آثار قدیمہ کی تعریف، نوعیت اور وسعت کے بارے میں جان سکیں گے۔
- متعدد ماٰخذ اور علم آثار قدیمہ کی اقسام کو سمجھ سکیں گے۔
- تاریخ نویسی میں کتباتی ماٰخذ کی قدر و قیمت کا جائزہ لے سکیں گے۔
- علم مسکوکات اور سکوں کی اہمیت کا تجزیہ کر سکیں گے۔

1.2 علم آثار قدیمہ: ایک تعارف (Archaeology: An Introduction)

تعریف (Meaning)

لفظ 'Archaeology' دراصل قدیم یونان کے دو الفاظ '*Archeos*' (قدیم) اور '*Logia*' (مطالعہ) سے ماخوذ ہے۔ مادّی باقیات کی دریافت اور تجزیے کے ذریعہ قدیم اور جدید انسانی تاریخ کے مطالعے کو 'آرکیالوجی' یا 'علم آثار قدیمہ' کہتے ہیں۔ بیشتر ماہرین اسے علم بشریات (Anthropology) کی ذیلی شاخ تصور کرتے ہیں، جس کے کئی دیگر ذیلی شعبے ہیں جو حیاتیاتی، تہذیبی اور لسانیاتی بشریات پر مشتمل ہیں۔ علم آثار قدیمہ کو سماجی علم اور انسانیات (Humanities) کی یا دونوں کی ایک شاخ سمجھا جا سکتا ہے۔ تاہم، اس میں علوم کی دیگر شاخیں جیسے حیاتیات (Biology)، کیمیاء (Chemistry)، نباتات (Botany)، جغرافیہ (Geography)، علم طبقات الارض (Stratigraphy) اور مختلف دیگر علوم شامل ہیں، جن کا استعمال کرتے ہوئے ماہرین آثار قدیمہ ماضی کی انسانی تہذیبوں کو سمجھتے ہیں اور اس قدیم ماحول کی دوبارہ تعمیر کرتے ہیں جن میں یہ گزرے ہوئے سماج رہتے بستے تھے۔

علم آثار قدیمہ مادّی دنیا میں انسانی افعال کے مطالعہ کے لیے دستیاب واحد طریقہ ہے جب کہ دیگر آثار و شواہد جیسے متعدد تحریری متون اور زبانی روایات بعض باتوں کو بیان کرنے سے قاصر ہوتے ہیں، ساتھ ہی تحریری دستاویزات بہت کم وقت تک باقی رہتے ہیں۔ علم آثار قدیمہ، مادّی باقیات کی بنیاد پر ماضی کی انسانی سرگرمیوں کی تشریح کرنے کے لیے اضافی ماٰخذ فراہم کرتا ہے۔ اس نقطہ نظر سے علم آثار قدیمہ

صرف انسانی سرگرمیوں کے مادّی باقیات کی تشریح نہیں کرتا بلکہ ماضی کے واقعات کی تحریری تشریحات پر بھی روشنی ڈالتا ہے۔ یہ ہمیں ہمارے مشترکہ انسانی ورثے سے واقفیت اوراس کے تحفظ میں مدد دیتا ہے۔ یہ ہمیں ماضی سے آگاہ کرتا ہے اور یہ سمجھنے میں مدد دیتا ہے کہ ہم کہاں سے آئے اور بتاتا ہے کہ لوگوں نے کیسے زندگی بسر کی، چنوتیوں سے کیسے نپٹے اور کیسے ان سماجوں کو فروغ دیا جن میں آج ہم رہتے ہیں۔

علم آثار قدیمہ کے ارتقاء کی جڑیں تاریخ میں پیوست ہیں اور ان سے وابستہ ہیں جو ماضی میں دلچسپی رکھتے تھے، جیسے حکمراں جو اپنی ریاستوں کے تابناک ماضی کو اجاگر کرنے کے خواہاں ہوا کرتے تھے۔ پانچویں صدی ق۔م میں یونانی مورخ ہیروڈوٹس، وہ پہلا محقق ہے جس نے ماضی کا منظم انداز میں مطالعہ کیا اور شاید پہلا شخص ہے جس نے فنی نمونوں کا تجزیہ کیا اور ان کی حقیقت کی جانچ کی۔ چین کے سنگ عہد حکومت (960-1279ء) میں عہدیداروں نے قدیم مصنوعات کا پتہ چلایا، ان کا مطالعہ کیا اور ان کی درجہ بندی کی۔ 15ویں اور 1 چھٹی صدیوں میں نشاۃ ثانیہ کے یوروپ میں فنی نمونوں کو اکٹھا کرنے میں دلچسپی رکھنے والے نادر اشیا کے شائقین کی تعداد میں اضافہ ہوا۔ فنی نمونوں کے تحفظ کی اس تحریک کے نتیجے میں متعدد نجی ذخیروں وجود میں آئے، جنہیں قوم پرستی کے عروج کے بعد قومی عجائب گھروں میں تبدیل کیا جانے لگا۔ 19ویں صدی عیسوی کے آخر میں یہ زیادہ منظم علم کے شعبہ میں تبدیل ہوا اور وسیع طور پر استعمال کیا جانے لگا۔

نوعیت (Nature)

جنوبی ایشیاء کے تناظر میں آثار قدیمہ کا دائرہ ٹھوس مواد یا سائنسی صحت پر مبنی نہیں ہے۔ ہمارے یہاں پامپی جیسا کوئی شہر نہیں ہے۔ بیشتر معاملات میں ماہرین آثار قدیمہ ایسے مواد سے استفادہ کرتے ہیں جو قدیم لوگوں نے استعمال کیا ہو۔ جس جگہ سے یہ چیزیں پائی جاتی ہیں ان کا کچھ سیاق وسباق تو جگہ سے پتہ چلتا ہے۔ چنانچہ آثار قدیمہ کی کسی شے کو کھدائی سے دریافت ہونے والے دیگر سامان کے تناظر میں اور جہاں سے اسے حاصل کیا گیا، اس کے حوالے سے سمجھا جاتا ہے۔ یہ آثاری ماخذ بذات خود نسلی شناخت کے بارے میں دلیل نہیں بن سکتے اگرچہ کہ باقیات کے مختلف النوع ہونے کے سبب مختلف گروہوں کی موجودگی کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس طرح کے معاملات میں دوسرے ماخذ جیسے متن، کتبات یا سکوں سے مدد لینی پڑتی ہے۔ بعض معاملات میں دیگر معاون ثبوت موجود نہیں ہوتے تو ایسے حالات میں ماہرین آثار قدیمہ کو ما قبل تاریخ وجود کی بنیاد پر ایک عام اندازہ لگانا پڑتا ہے۔ اپنے مشاہد کی بنیاد پر موجودہ قدیم باقیات سے ربط جوڑنے کی کوشش کرنی پڑتی ہے۔ مادّی باقیات کی کثرت بھی علم آثار قدیمہ کے روبرو متعدد سوالات کھڑے کر سکتی ہے۔ تاریخی نقطہ نظر سے یہ بات وسیع طور پر ان حالات پر منحصر ہے جس میں کہ مواد کو کھدائی سے حاصل کیا گیا ساتھ ہی اس کے استدلال کے ضمن پر غور کرنا پڑتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک گھنی تانبے پتھر کے دور کی بستی کی کھدائی کی جائے تو اس سے متعدد قسم کی اشیاء حاصل ہوں گی۔ مثال کے طور پر برتن، جانوروں کی ہڈیاں، اناج، حیوانی ڈھانچے وغیرہ۔ ان اشیاء کو سمجھنے کے لیے ہمیں اس حالات کا تجزیہ کرنا ہوگا جس میں انہیں حاصل کیا گیا۔ اس کے لیے علم طبقات الارض کا مطالعہ تمام اشیاء کے تعلق کے ساتھ کرنا اہم ہوگا۔ انعام گاؤں کی مثال لیجیے، جس کی کھدائی، دکن کالج، پونا کے ماہرین کے ذریعے 1968 اور 1983 کے درمیان کی گئی۔ ہندوستان کے تناظر میں یہ غالباً طویل ترین کھدائی ہے جو کسی تانبے پتھر کے دور کے کسی مقام پر کی گئی۔ انعام گاؤ ں کی کھدائی، ہمیں 1600 سے 700 ق۔م کے درمیان مادّی تہذیب میں آنے والی تبدیلیوں کو سمجھنے کا موقع فراہم کرتی ہے۔ اس دور کو علم

طبقات اور ماڈی تہذیبی تسلسل کی بنیاد پر مزید تین ادوار مالوہ (اولین)، ابتدائی جوروے اور اواخر جوروے میں تقسیم کیا گیا ہے۔ اشیاء کی نوعیت، سماجی طبقہ بندی اور آبادی کی بدلتی ہوئی نوعیت بھی کافی اہمیت رکھتی ہے۔ مزید عمومیت سماجی ڈھانچے سے متعلق مسائل سے اخذ کی جاسکتی ہے۔ اس بارے میں الگ الگ رائے ہوسکتی ہے کیونکہ جہاں ہم کتبات، یا سکوں یا زبانی روایات یا تحریری ذرائع کی شکل میں کوئی معاون ثبوت و شواہد نہیں پاتے ہیں، وہاں کھدائی کی جگہ اور اس جگہ سے ملے آثاری ثبوت ہی واحد شہادت ثابت ہوتے ہیں۔ یہ بھی یاد رہنا چاہئے کہ علم آثار قدیمہ اپنے آپ میں ایک شعبہ ہے۔ اس طرح کا شعبہ خود اپنے علمی نظریات اور تاریخ نویسی رکھتا ہے۔ تشریح کا انحصار اس پر ہوگا کہ ماہر آثار قدیمہ نے نظریات قائم کرنے کے لیے کن تاریخی روایات کو قبول کیا ہے۔ اس لحاظ سے علم آثار قدیمہ، علم کتبات یا علم مسکوکات کی طرح تاریخ کا کوئی ذیلی شعبہ نہیں ہے۔

وسعت (Scope)

ماقبل تاریخ علم آثار قدیمہ اب ایک ادارہ بن گیا ہے جو مختلف علوم پر محیط ہے جن سے ذیلی شعبے تشکیل پاتے ہیں۔ ہر ذیلی شعبہ نئے نظریات کی تشہیر کرتا ہے اور مختلف طرز کے ساتھ مختلف طریقہ کار اختیار کرتا ہے۔ ماضی قریب میں، یہ ایک ابھرتی ہوئی حقیقت سامنے آئی کہ ماقبل تاریخ علم آثار قدیمہ نے نہ صرف فنی نمونوں یا ماضی کے سماجوں کے باقیات کا مطالعہ کرنے میں مدد کی بلکہ ماقبل تاریخ دور کی روایات کی روشنی میں عام تکنیک کے ساتھ دور جدید کے لوگوں یا عصری سماجوں کا مطالعہ کرنے میں بھی کافی تعاون کیا ہے۔ یہ مخصوص آثاری مطالعات میں بھی معاون ہوسکتا ہے جب کہ عصری سماج کا طرز حیات، ماضی کی زندگی سے بہت زیادہ مماثلت رکھتا ہو۔ فی الحال یہ موضوع تحقیق کا مرکز ہے۔ آج ہم کسی نہ کسی طرح ہمارے استعمال کی چیزوں کا ماضی سے مقابلہ کرتے ہیں، مثال کے طور پر سنگ کلاں (Megalith) کا چلن یا تاریخی عمارتیں کی تعمیر میں سنگ کلاں کا استعمال دنیا کے بیشتر حصوں میں ہو چکا ہے۔ لیکن شمال مشرقی ہندوستان بالخصوص ناگالینڈ، منی پور اور میگھالیہ میں اسی انداز میں یا کسی ترمیم و تبدیلی کے ساتھ ہنوز رائج ہے۔ ان قبائلی سماجوں میں سنگ کلاں کا چلن ایک زندہ روایت ہے۔ نسلی آثار قدیمہ کے کئی ماہرین ان علاقوں کے قدیم لوگوں کے ماضی کی زندگی کی تشکیل جدید کرنے میں خاص دلچسپی رکھتے ہیں۔

1.3 علم آثار قدیمہ کی اقسام (Types of Archaeology)

علم آثار قدیمہ کے بنیادی مقاصد میں سے ایک ماڈی باقیات کے توسط سے انسان کے ماضی کی دریافت ہے۔ انسانی اعتبار سے ماڈی تہذیب کی اس طرح تشریح ایک دلچسپ مشغلہ ہے۔ اس کے لیے عملی طور پر سخت جانفشانی ساتھ ہی ساتھ نظریہ سازی کی بھی ضرورت ہے۔ چنانچہ ایک ماہر آثار قدیمہ کو دیگر متعلقہ شعبہ جات جیسے تاریخ، بشریات اور دیگر متعلقہ سماجی اور عام علوم سے بھی واقف ہونا چاہئے۔ بہر حال، علم آثار قدیمہ سے متعلق فرد کی کثیر شعبہ جاتی سمجھ ناگزیر ہے۔ کام کی نوعیت اور تاریخی ادوار کی بنیاد پر علم آثار قدیمہ کی کئی قسمیں ہیں اور ہر قسم میں مخصوص مہارتوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ علم آثار قدیمہ کی چند اہم اقسام سے ذیل میں بحث کی گئی ہے۔

1.3.1 ماحولیاتی علم آثار قدیمہ (Environmental Archaeology)

ماحولیاتی آثار قدیمہ علم آثار قدیمہ کا ایک ذیلی شعبہ ہے جو ماضی کے سماجوں اور ان کے فطری ماحول کے مابین تعلق کے مطالعے سے سروکار رکھتا ہے۔اسے بالعموم تین ذیلی شعبوں میں تقسیم کیا گیا ہے

- حیاتیاتی علم آثار قدیمہ: یہ قدیم حیوانات کے باقیات کے مطالعے سے متعلق ہے۔
- جغرافیائی علم آثار قدیمہ: اس کا تعلق مٹی، گاد، چٹانوں، فطری ذخائر وغیرہ اور آثاری باقیات کے طور پر ان کی اہمیت سے ہے۔
- قدیم علم نباتات: اس میں قدیم نباتاتی باقیات کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔

ماحولیاتی علم آثار قدیمہ ان فطری بستیوں کی نوعیت سے متعلق سوالوں کو حل کرتا ہے، جس میں ماضی کے سماج زندگی بسر کرتے تھے یا جو نباتات و حیوانات اُن میں موجود تھے۔یہ جنگلی اور کاشت کردہ فصلوں کی اقسام، شکار کردہ اور پالتو جانور، ناپید پودوں اور جانوروں کی انواع، کسی خاص دور میں عوام کی زندگیوں پر اثرانداز فطری ماحولیاتی تبدیلیوں اور ان کے غائب ہو جانے سے بھی بحث کرتا ہے۔ماحولیاتی علم آثار قدیمہ میں لیبارٹری تجربات کے ساتھ ساتھ میدانی اور عملی مطالعات شامل ہیں۔کارل بوزر (Karl Butzer) اس شعبہ کا بانی ہے۔

1.3.2 نسلی علم آثار قدیمہ (Ethno-Archaeology)

نسلی علم آثار قدیمہ، آثاری ذرائع سے گزشتہ اقوام کا نسلی مطالعہ ہے جو بالعموم کسی سماج کے مادّی باقیات کے مطالعے کے ذریعہ کیا جاتا ہے۔نسلی علم آثار قدیمہ، جدید سماجوں کی مادّی اور غیر مادّی روایتوں کے مطالعے کے ذریعے، قدیم طرز زندگی کی تشکیل جدید میں ماہرین آثار قدیمہ کی مدد کرتا ہے۔علاوہ ازیں نسلی علم آثار قدیمہ کسی قوم کی قدیم اصل اور اس کے پھلنے پھولنے کو سمجھنے میں مدد دیتا ہے۔آثاری ماہرین یہ بھی اشارہ کرتے ہیں کہ یکساں قسم کے ماحول میں قدیم اور جدید سماج یکساں طرز کی تکنیک استعمال کرتے ہیں۔لیوس بنفورڈ (1931-2011) اور ایان ہوڈر (پیدائش 1948) نے کناڈا اور افریقہ کے کئی حصوں میں انیوٹ (اسکیموز) میں نسلی آثاری مطالعات کیے تاکہ ماقبل تاریخ شکاری گروہوں کو بہتر طور پر سمجھا جاسکے۔

1.3.3 رہائشی آثار قدیمہ اور توسیعی تجزیہ (Settlement Archaeology and Spatial Analysis)

رہائشی آثار قدیمہ، جدید علم آثار قدیمہ کی ایک شاخ ہے جس کی بنیاد بروس جی ٹریگر (1937-2006) نے رکھی۔اس علم میں آثاری مواد کو استعمال کرتے ہوئے سماجیاتی تعلق کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔اس میں ماضی کی آبادیوں اور غیر آباد علاقوں، مکانات اور آبادیوں کی نوعیت اور تمام علاقوں کی ماقبل تاریخ آبادی کی کھوج کی جاتی ہے۔یہ قدیم انسانی سرگرمیوں اور پیشوں کی وسیع تقسیم کا مطالعہ ہے جو تنہا کمرہ سے کسی علاقہ کی منظم بستیوں تک سرگرمیوں کے مختلف مقامات تک پھیلا ہوا ہے۔آثار قدیمہ کی خوبیوں کا خصوصی نمونہ ماحول کے استعمال، فطری ماخذ کی تقسیم، رسم و رواج کے طریقوں، سماجی تعلقات اور دیگر متعلقہ معاملات کے استعمال سے متعلق ماضی کے فیصلوں کی تشکیل جدید کے مقصد سے کیا جانے والا تجزیہ ہے۔وادیٔ ویرو میں ماقبل تاریخ رہائشی طرز پر گورڈن ویلے (1913-2002) کی جانب سے تیار کردہ

رپورٹ ماقبل تاریخ رہائشی طرز کے مطالعہ کی پہلی کوشش تھی۔

1.3.4 قدرتی مناظر سے متعلق علم آثار قدیمہ (Landscape Archaeology)

علم آثار قدیمہ میں قدرتی مناظر علم آثار قدیمہ ایک شاخ ہے جو ان طریقوں سے بحث کرتی ہے جس میں ماضی کے لوگ ان کے اطراف پائے جانے والے ماحول کی تعمیر کرتے تھے اور ان کا استعمال کرتے تھے۔ یہ مختلف قدرتی خطوں میں فطری طور پر یا انسانی مداخلت کے ساتھ ہی سہی واقع ہونے والی کئی قسم کی تبدیلیوں کا مطالعہ ہے۔ آثار قدیمہ کے مقاصد کے لیے، قدرتی مناظر کی فطری اور ثقافتی خطوں میں درجہ بندی کی گئی ہے۔ قدرتی مناظر اور فطری رہائش گاہیں کس طرح انسانی برتاؤ اور ثقافتی تبدیلیوں سے جڑی ہیں، اس کا مطالعہ ایک وسیع میدان ہے۔ قدرتی مناظر میں گزرے ہوئے ایک دور کے ساتھ کئی تبدیلیاں رونماء ہوتی ہیں۔

1.3.5 ضمنی علم آثار قدیمہ (Contextual Archaeology)

ضمنی علم آثار قدیمہ وہ طریقہ کار ہے جو ایان ہوڈر نے 1980 کی دہائی کے درمیان آثار قدیمہ کی تشریح کے لیے تجویز کیا گیا جس میں ضمنی مفہوم تک رسائی کے لیے ان کی شناخت اور مطالعے کے طریقہ کار پر زور دیا گیا۔ اس میں دو طرح کی تحقیق شامل ہے۔ پہلی تو کسی عمل کے ماحولیاتی اور عملی تناظر پر غور کرنا، مثال کے طور پر کسی شئے کو اس طرح سمجھنا کہ اسے مجموعی طور پر اس وسیع کام کاج سے جوڑا جا سکے جہاں سے کہ وہ حاصل کیا گیا۔ دوسرے، ان رابطوں کے جال پر نگاہ رکھنا جہاں کہ اشیاء ماضی میں رکھی پائی گئیں اور پھر ایسے مجموعوں سے مفہوم برآمد کرنے کی کوشش کرنا گویا کہ یہ اشیاء کسی متن کے الفاظ ہوں۔

1.3.6 مارکس وادی علم آثار قدیمہ (Marxist Archaeology)

مارکسی نظریہ کے چوکھٹے میں آثار قدیمہ کی معلومات کی تشریح کا نظریہ مارکسی علم آثار قدیمہ کہلاتا ہے۔ یہ آثار قدیمہ کی تشریح و توضیح کے لیے کارل مارکس اور فریڈرک انجلز کی تحقیق کی پر مبنی ہے تاکہ سماجی تبدیلی اور سماجی تعلقات کے مرکزی سوالات کے مادّی نمونوں کو دریافت کیا جائے۔ اگرچہ کہ مارکس اور نہ ہی اینجلس نے یہ بتایا کہ علم آثار قدیمہ کو تاریخ کے مارکسی تصور میں کیسے سمجھا جا سکتا ہے۔ اسے تو بیسویں صدی کے اوائل میں سویت یونین کے ماہرین آثار قدیمہ نے فروغ دیا۔ اس سے پہلے ہر سماجی تبدیلی کی وضاحت میں حکمرانوں اور ان کے طرز حکمرانی اور کام کاج کی معلومات کو سب سے اہم سمجھا جاتا تھا۔ مارکس وادی ہر انسانی سماج کو اس کے 'ذرائع پیداوار' کی تعریف و شکل کی حیثیت سے دیکھتے ہیں، جس میں 'پیداواری طاقتیں' (سائنس، تکنیک اور تمام دیگر انسانی اور قدرتی وسائل) اور 'پیداواری تعلقات' (یعنی وہ ذرائع جن کے ذریعہ لوگ پیداوار کی فراہمی اور اشیاء کی تقسیم کی غرض سے ایک دوسرے سے تعلق رکھتے ہیں) دونوں شامل ہیں۔ گورڈن چائلڈ (1892-1957) پہلا ایسا مغربی ماہر آثار قدیمہ ہے جو مارکسی نظریہ سے بہت زیادہ متاثر ہوا۔ اس نے ماقبل تاریخ معیشت، سماج اور نظریات پر بنیادی طور پر اثر انداز عوامل کی حیثیت سے پیداوار کی قوتوں پر زور دیا۔ اپنی کئی ابتدائی تحقیقات میں، چائلڈ نے پُر زور انداز میں اس دور میں مقبول ماقبل تاریخ کے فاشسٹ جرمن نواز نظریات کو چنوتی دی۔

1.3.7 صنفی علم آثار قدیمہ (Gender Archaeology)

صنفی علم آثار قدیمہ ماضی کے سماجوں کا ان کی مادّی تہذیب کے ذریعہ کیا جانے والا طرز مطالعہ ہے جس میں صنفی شناخت اور تعلقات کی سماجی تشکیل کی قریب سے کھوج کی جاتی ہے۔ یہ مرد و خواتین کی شناختوں، کردار، سرگرمیوں اور نظریات اور پھر ان کے درمیان پائے جانے والے اختلافات کا مطالعہ ہے۔ یہ سمجھا جاتا ہے کہ علم آثار قدیمہ میں ہر شئے کو مرد کی نگاہوں سے دیکھا گیا ہے اور خواتین کو محض ماں اور شریک حیات جیسے حیاتیاتی کرداروں میں سمجھا گیا اور مرد و عورت کے درمیان فرق کی وضاحت قطبی جانبین کی حیثیت سے کی گئی یعنی ایک دم الگ سمجھا گیا۔ اس نظریے کو مرد مرکوز(Androcentrism) کہا جاتا ہے۔ مارگریٹ کونکی (پیدائش 1943) اور جانیٹ ڈی اسپیکٹر (1944-2011) کو علم آثار قدیمہ کے نظریہ و عمل کا تجزیہ کرنے میں میں نسوانی زاویہ فکر شامل کرنے والے اینگلوامریکن طریقہ کار کا بانی سمجھا جاتا ہے۔ خواتین کی سرگرمیوں کو بھی مرد کی سرگرمیوں کی طرح توجہ دیتے ہوئے دونوں کو علم آثار قدیمہ کا یکساں موضوع سمجھتے ہوئے صنفی علم آثار قدیمہ کی تخلیق کی گئی تاکہ یہ ظاہر کیا جاسکے کہ خواتین تمام تہذیبوں میں ایک جیسی نہیں تھیں اور ان کی سرگرمیاں تقابلی مطالعے کا موضوع ہیں۔ قدیم بحر رومی دنیا میں خواتین پر کام کرنے والی سارہ پومروئے (پیدائش 1938) ایک صنفی ماہر آثار قدیمہ ہیں۔

1.3.8 تجارتی علم آثار قدیمہ (Commercial Archaeology)

آثار قدیمہ کی ایک شاخ 'تجارتی علم آثار قدیمہ' ہے جو تجارت و حرفت سے جڑی ہر شئے سے بحث کرتی ہے۔ یہ تجارتی اور لین دین کی مصنوعات، سکوں کی دریافت، قدیم تجارتی حمل و نقل کے ذرائع وغیرہ سے متعلق آثار و شواہد پر روشنی ڈالتا ہے۔ قدیم تجارتی راستوں، بندرگاہوں اور بازاروں کا مطالعہ بھی تجارتی علم آثار قدیمہ میں شامل کیا گیا ہے۔ یہ ایک دلچسپ مطالعہ ہے کیونکہ اس میں ایسے سوالوں کے جواب ملتے ہیں جیسے کن ممالک کے باہمی تجارتی تعلقات تھے، وہ کن اشیاء کی تجارت کرتے تھے، ان کے درمیان تبادلے کا وسیلہ کیا تھا، اشیاء کی منتقلی کس طرح عمل میں آتی تھی، اس سے کون لوگ وابستہ تھے اور ان کے درمیان تال میل کیسا تھا وغیرہ وغیرہ۔ بعض اوقات تجارتی مقامات پر قدیم کتبات اور سکے بھی پائے گئے جو معاشی تاریخ کو نئے سرے سے سمجھنے کے لیے قابل قدر ماخذ ہیں۔

1.3.9 فارنسک علم آثار قدیمہ (Forensic Archaeology)

فارنسک علم آثار قدیمہ حال ہی میں فروغ دی گئی علم آثار قدیمہ کی ایک شاخ ہے۔ اس کا تعلق جرائم کے مقامات پر ثبوت و شواہد اکٹھا کرنے میں آثار قدیمہ کے طریقوں کے استعمال سے ہے۔ فارنسک ماہرین آثار قدیمہ بالعموم سکیوریٹی خدمات سے وابستہ ہوتے ہیں تاکہ جرائم کی تحقیقات کی جائے اور مجرمین کو پکڑا جاسکے۔ فارنسک ماہرین آثار قدیمہ مدفون انسانی ڈھانچے، فنی شاہکار، قدموں کے نشانات، اوزار و کے باقیات وغیرہ اکٹھا کرتے ہیں اور اس صورتحال کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں جس میں کوئی خاص جرم انجام پذیر ہو سکتا ہے۔ وہ اشیاء کے باقیات پر اثرانداز ہونے والے خارجی عوامل کا بھی تعین کرتے ہیں جو مقام واردات کو متاثر کر سکتے ہیں اور یہ بھی پتہ چلانے کی کوشش کرتے ہیں کہ آیا تمام باقیات جوں کے توں ہیں یا نہیں اور اگر نہیں تو انہیں کیسے اور کب وہاں ڈالا گیا جہاں کہ وہ فی الحال پائے گئے۔ فارنسک آثاری

ماہرین کی دریافتیں عدالتوں میں کافی اہم ہوتی ہے اور ارتکاب کردہ جرم کی تحقیقات میں پولیس کے لیے بہت ہی معاون ومددگار ہوتی ہے۔

1.3.10 بحری علم آثار قدیمہ (Marine Archaeology)

یہ علم آثار قدیمہ کا ایک مکمل شعبہ ہے جس میں سمندر، جھیلوں اور دریاؤں کے ساتھ انسانی رابطے کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ اس کا تعلق پانی کی تہہ میں پائے جانے والے ثبوتوں جیسے بحری جہاز کا ملبہ، سمندر میں ڈوب چکے شہر اور دیگر ساز و سامان کے باقیات سے ہے۔ یہ علم آثار قدیمہ کی بہت ہی مہنگی شاخ ہے اور کسی بھی زمینی آثاری کھدائی سے کہیں زیادہ لاگت طلب کرتی ہے۔ سمندر یا دیگر زیر آب ماحول میں پائے جانے والے آثاری باقیات کا معاملہ زمین پر موجود اشیاء سے بہت زیادہ مختلف ہوتا ہے۔ زیر آب کھدائیوں کے لیے مخصوص تکنیک اور طریقہ کار کا علم ضروری ہوتا ہے۔ زیر آب علم آثار قدیمہ کے ماہرین آثار قدیمہ کے جدید اوزاروں کے ساتھ گہرے پانی میں غوطہ زن ہوتے ہیں اور غرق آب ثبوتوں کو تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ بعض مرتبہ زیر آب کھدائی میں کسی قدر جوکھم بھی ہو سکتا ہے کیونکہ کوئی اندازہ نہیں کر سکتا کہ سمندر کی تہہ میں کیا صورتحال ہوگی۔ تاہم مہم جوؤں کے لیے یہ ایک پُرکشش پیشہ ہوتا ہے۔ راجا ہنری ہشتم کے جنگی جہاز میری روز اور ٹائٹینک کی کھوج اور حصول بحری علم آثار قدیمہ کے شعبہ میں غیر معمولی کامیابی تصور کی جاتی ہے۔

1.3.11 صنعتی علم آثار قدیمہ (Industrial Archaeology)

صنعتی علم آثار قدیمہ صنعتی ماضی سے متعلق مادّی ثبوتوں کے باضابطہ مطالعہ کا نام ہے۔ صنعتی ورثہ سے مجموعی طور پر جڑے ہوئے ثبوتوں میں عمارتیں، مشینیں، مصنوعات، کارگاہیں، بنیادی ڈھانچے، دستاویزات کے علاوہ پیداوار، تیاری اور کسی شئے یا اشیاء کی تعمیر یا منتقلی سے متعلق چیزیں شامل ہیں۔ صنعتی علم آثار قدیمہ، متعدد علوم بشمول علم آثار قدیمہ، فن لطیفہ، علم عجائب گھر، تکنیک، شہری منصوبہ بندی اور دیگر مہارتوں پر محیط ہے تاکہ صنعتی سرگرمیوں کی تاریخ کو یکجا کیا جا سکے۔

1.3.12 مشاہداتی علم آثار قدیمہ (Observational Archaeology)

علم آثار قدیمہ کی ایک قسم مشاہداتی علم آثار قدیمہ ہے جس میں ماہرین آثار قدیمہ یہ جاننے کی کوشش کرتے ہیں کہ آثار قدیمہ کے شواہد کس طرح تشکیل پائے۔ اس تحقیق کے دوران وہ ایسے مختلف مراحل کا مشاہدہ کرتے ہیں جو ان کے خیال میں ماضی کے لوگوں نے آثار قدیمہ کا ذخیرہ بننے والی تمام اشیاء کو بنانے کے لیے اختیار کیا تھا۔ یہ اس شعبہ کے آغاز سے ہی علم آثار قدیمہ کا حصہ بنا ہوا ہے۔ مصنوعات کی شناخت اور زمانی تسلسل کے ساتھ ترتیب کی جاتی ہے تاکہ ان کی پیداوار اور استعمال کے بارے میں تصورات قائم کیے جائیں۔ ماقبل تاریخ پتھر کے اوزار کی نقل تیار کرنا ایک دلچسپ سرگرمی ہے جو مشاہداتی علم آثار قدیمہ میں انجام دی جاتی ہے۔ ماقبل تاریخ زراعت میں بعض مشہور عملی تجربات ڈنمارک میں بیسویں صدی کے نصف اول میں کیے گئے، تاہم آثار قدیمہ کے ایک وسیلہ کی حیثیت سے 1960 کی دہائی میں اس تصور کو باضابطہ طور پر تسلیم کیا گیا۔ مشاہداتی علم آثار قدیمہ کو 1970 کی دہائی میں جان کولس اور رابرٹ آشر کی جانب سے شائع کردہ دو اہم کتابوں میں باضابطہ طور پر تسلیم کیا گیا۔

1.4 آثاری باقیات اور تاریخی عمارتیں (Archaeological Remains and Historical Monuments)

علم آثار قدیمہ جیسا کہ مندرجہ بالا سطور میں بحث کی گئی ہے، ایسا علم اور طریقہ کار ہے جس کے ذریعہ قدیم کھنڈرات اور باقیات کو دریافت کیا جاتا اور سمجھا جاتا ہے۔ لوگ ادارے اور ماڈی ڈھانچے بناتے ہیں اور بعض ناپسندیدہ حالات میں اس مقام کو چھوڑ کر چلے جاتے ہیں۔ وہ مقام ماڈی باقیات کے ساتھ ویران ہو جاتا ہے جہاں کہ لوگ نہ چاہتے ہوئے بھی اسے چھوڑ جاتے ہیں، پھر ماحولیاتی عناصر جیسے ہوا، مٹی، بارش، مٹی کے تودے اس مقام پر جمع ہو جاتے ہیں۔ کچھ وقت بعد انسانوں کا ایک دوسرا گروہ وہاں آباد ہو جاتا ہے اور یہی سلسلہ چلتا رہتا ہے۔ چنانچہ، پے درپے آبادی اور ویرانی کے بعد اس مقام پر مٹی کے ٹیلے جمع ہو جاتے ہیں۔ ایسے تودوں کو 'آثاری ٹیلے' (Mound) کہا جاتا ہے جس کے بطن میں انسانی تاریخ دفن ہوتی ہے۔ بعد کے دور میں ماہرین آثار قدیمہ کھدائی کے ذریعہ ان ٹیلوں کو بازیافت کرتے ہیں جس سے کہ اس مخصوص رہائش گاہ کے بارے معلومات حاصل ہو سکے۔ ان کے دریافت کردہ ثبوتوں کو اس مخصوص آبادی کی تاریخ کے ماٰخذ کے طور پر استعمال کیا جاسکتا ہے۔ یہ ثبوت ہمیں وہاں رہنے والے عام لوگوں کے بارے میں جاننے کا موقع فراہم کرتے ہیں جنھیں تحریری ماٰخذ میں نظر انداز کر دیا گیا ہو یا جو لکھنے پڑھنے سے قبل کے ادوار میں رہے ہوں۔ اس کے علاوہ آثاری ماٰخذ، تحریری ماٰخذ سے تشکیل کردہ تاریخ میں اضافہ یا درستگی پیدا کرتے ہیں۔

کھدائی اور کھوج سے حاصل شدہ آثاری باقیات اس لیے بھی اہم ہیں کیونکہ وہ تجارت، ریاست، معیشت، سماج، مذہب اور لوگوں کے طرز زندگی، کھانے پینے اور پہننے کے بارے میں اہم مواد فراہم کرتے ہیں۔ یہ آثار قدیمہ کے ثبوت ہی ہیں جو ہمیں ما قبل تاریخ دور کا مطالعہ کرنے کا موقع فراہم کرتے ہیں۔ کھدائیوں سے پتھر کے قدیم، درمیانی اور آخری دور، تانبے پتھر کے دور، لوہے کا دور، بڑے پتھر کے دور اور کئی دیگر ثقافتوں پر معلومات فراہم ہوتی ہے۔ ہندوستان میں ابتدائی تاریخی دور کی تشکیل جدید بھی آثار قدیمہ کی بنیاد پر کی گئی ہے مثال کے طور پر ہڑپا تہذیب کے بارے میں ہمیں علم آثار قدیمہ سے معلومات حاصل ہوئی کیونکہ ہڑپا کی تحریر ابھی تک پڑھی نہیں جاسکی ہے۔ یہ ہمیں تہذیب کی ابتدا، پھیلاؤ، طرز آبادی، شہری منصوبہ بندی، تجارت، انتظامیہ، معیشت، زراعت، شکار، فصلوں، زرعی طور طریقوں، تکنیک، منکوں، مہروں، آتشی قربان گاہوں، مذہب اور تہذیب کے زوال کے بارے میں بتاتے ہیں۔

تمام آثاری ماٰخذ جیسے قدیم کھنڈرات، عمارتی باقیات اور تاریخی عمارتیں وغیرہ، ریڈیو کاربن اور تواریخ کے تعین کے دیگر سائنسی طریقہ کار کے ذریعہ سائنسی جانچ کے ساتھ جڑے ہیں۔ کئی تاریخی مقامات، زمین میں دفن ہیں۔ تاہم ایسے مقامات کو منظر عام پر لانے کے لیے کھدائیاں کی جارہی ہیں جن سے حاصل ہونے والے ماڈی باقیات اور کھنڈرات ماضی کے بارے میں بہت کچھ انکشاف کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر 1920 تک، ہندوستانی تہذیب کے بارے میں یہ تصور تھا کہ اس کا آغاز آریاؤں کی آمد سے ہوا۔ لیکن مہر گڈھ، رحمٰن ڈھیری، ہڑپہ، موہنجوداڑو اور کالی بنگن کی کھدائیوں سے ثابت ہوا کہ یہ 7,000 ق م سے بھی زیادہ قدیم ہے۔

1.4.1 برتن، منکے اور ہڈیاں (Pottery, Beads, and Bones)

ماقبل تاریخ دور سے قرون وسطیٰ کے ابتدائی دور تک، عام لوگوں کے زیر استعمال بنیادی آلہ برتن تھا۔ برتن مختلف اشیاء جیسے کٹورے، رکابیاں، گھڑے وغیرہ پر مشتمل ہوتا ہے۔ یاد رہے کہ تہذیبوں کے لحاظ سے برتن بھی مختلف ہوتے ہیں۔ یہ فرق شکل، ساخت، سطحی بناوٹ (کپڑا، رنگ، ڈیزائن، تصویر کشی)، برتن سازی کی تکنیک کے لحاظ سے مختلف ہوتا ہے۔ چنانچہ، مخصوص نوعیت کے برتن کسی مخصوص سماج دور کی نمائندگی کرتے ہیں۔ اس طرح کی منطق کے ساتھ، ماہرین آثار قدیمہ ان اختلافات کی بنیاد پر موزوں طور پر مقام کے دور کا تعین کر سکتے ہیں۔ بہر حال برتنوں کو مذکورہ مقام کے حرف اول کی حیثیت سے متصور کیا جا سکتا ہے۔

نامعلوم دور سے ہی منکوں کی صنعت ہندوستان کی عالمی شہرت یافتہ صنعتوں میں سے ایک رہی ہے۔ یہ بیج مختلف مادّوں جیسے پتھر، نیم قیمتی پتھر (جیسے عقیق، سنگ یمانی، بلور، فیروزہ، سنگ لاجورد)، کانچ، دھاتیں جیسے سونا، تانبہ، خستہ سرخ مٹی، ہاتھی دانت، سیپی وغیرہ سے بنائے جاتے تھے۔ علاوہ ازیں یہ مختلف شکلوں جیسے گول، مربع، کرّوی، بیارل وغیرہ کی شکل کے ہوتے تھے۔ ان اشیاء کو تکنیک کی ترقی اور کسی مخصوص دور کے لوگوں کے ذوقِ فنون لطیفہ کو جاننے کے وسیلے کے طور پر استعمال کیا جا سکتا ہے۔

کھدائیوں سے انسانوں اور جانوروں کی ہڈیاں یا حیوانی باقیات کی بڑی تعداد کا بھی پتہ چلتا ہے۔ یہ چیزیں اُس مخصوص مقام کے اطراف واکناف پائے جانے والے تاریخی ماحول اور اُس دور کے لوگوں کی کھانے پینے کی عادات واطوار پر بھی روشنی ڈالتی ہیں۔

1.4.2 تعمیراتی باقیات (Building Remains)

افقی کھدائی کے دوران ہمیں متعلقہ دور کے فن تعمیر کی بنیادیں ملتی ہیں۔ فن تعمیر میں شہری فن تعمیر جیسے جھونپڑیاں، مکانات، محلات، اسٹیڈیمس، اسمبلی ہالس، حمام، گودام، عام سرگرمی کے علاقے جیسے باورچی خانہ، خوابگاہیں، دالان، برآمدہ، غلہ کوٹنے کے فرش، سڑکیں، صفائی کا نظام، آبی ذرائع وغیرہ شامل ہیں۔ باندھ اور بندرگاہیں معیشت اور تکنیک کی ترقی پر روشنی ڈالتے ہیں جو اُس دور کے لوگوں نے حاصل کی تھی۔ جب کہ دفاعی عمارات جیسے فصیل بندی، قلعے، خندقیں اُس مخصوص مقام کی خوشحالی اور اس مقام کو لاحق خطرے کی کیفیت کو ظاہر کرتے ہیں۔

عوامی عمارتیں (Public Buildings)

جہاں تک عوامی اور غیر مذہبی فن تعمیر کا تعلق ہے، اس کی اولین مثالیں مغربی اور شمال مغربی ہندوستان میں ہڑپہ تہذیب میں ملتی ہیں جو کہ ہندوستان میں پہلی شہر کاری کا دور تھا۔ چنانچہ اس تہذیب کے شہروں میں اہم عوامی تعمیرات پائی گئیں۔ اس میں وسیع وعریض سڑکیں، بڑے بڑے حمام، تالاب، اناج کے گودام، غلہ کوٹنے کے فرش، گودیاں، مصنوعی بندرگاہیں، صفائی کے مقامات جیسے کنویں اور نالیاں، حصار بندی اور شہری مکانات وغیرہ شامل ہیں۔ اس کے بعد، موریائی اور مابعد موریائی دور میں ہمیں وسیع قلعے (پاٹلی پتر)، محلات (پاٹلی پتر)، تماشا

گاہ (ناگار جنا کونڈا)، ندی کو جانے والی سیڑھیاں (ناگار جن کونڈ) اور مکانات کے باقیات اُس دور کے معیار زندگی اور عام حالات کے بارے میں معلومات فراہم کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں وہ متعلقہ لوگوں کے شہری شعور، صاف صفائی کے احساس کو بھی نمایاں کرتے ہیں۔ اس طرح کے مآخذ ہمیں متعلقہ دور میں سماجی و معاشی صورت حال، طرز حکمرانی، دفاعی حکمت عملی، آبی نظم و نسق، شہری شعور اور عوام کی طرز زندگی سے بھی واقف کرواتے ہیں۔

مذہبی عمارتیں (Religious Buildings)

مذہبی عمارات کا سلسلہ موریائی دور سے شروع ہوتا ہے۔ اس کا آغاز آجیوکوں کے لیے بنائی گئیں بہار کی برابر اور ناگار جنی پہاڑی گفاؤں سے ہوتا ہے، جس کے بعد ہمیں ہندوستان میں بڑی تعداد میں بودھ عمارتیں ملتی ہیں۔ گپت دور سے ہمیں ہندوستان میں ہندو تعمیرات کے آغاز و ارتقا اور کلاسیکی اثرات کا پتہ چلتا ہے۔

بودھ عمارتیں:۔ ابتدائی تاریخی دور ہی سے ہندوستان میں بودھ استوپ، چیتیہ اور وہاروں کی کثرت ملتی ہے۔ تعمیرات کا آغاز شمالی ہندوستان سے ہوا پھر گجرات سے گزرتے ہوئے مہاراشٹر اتک اور اڑیسہ سے آندھرا پردیش تک پہنچا۔ یہ استوپ بودھ یا مشہور بودھ راہبوں کے استعمال شدہ اوزار یا مادّی باقیات پر تعمیر کیے گئے۔ ان استوپوں کو خوبصورت اور منقش باب الداخلہ (تورن) سے آراستہ کیا گیا جیسے سانچی، برہت (مدھیہ پردیش)، امراوتی (آندھرا پردیش)، پاونی (مہاراشٹرا)، سنتی (کرناٹک) کے استوپ وغیرہ۔

ہندو مندر:۔ گپت دور سے ہم مندروں کے علاحدہ فن تعمیر کا مشاہدہ کرتے ہیں، جو کہ ابتداء میں بودھ گفاؤں کے فن تعمیر سے متاثر تھے۔ البتہ گفاؤں کے برخلاف یہ کثیر آبادی کو ایک مقام پر لانے کے لیے میدانوں میں بنائے گئے تھے۔ مندر فن تعمیر کا پہلا نمونہ سانچی کے مندر نمبر 7 میں دیکھا جاسکتا ہے جو کہ صرف دو حصوں گربھ گرہ (جائے عبادت) اور مکھ منڈپ (برآمدہ) پر مشتمل ہے۔ ابتدائی مکمل مندر ہمیں مدھیہ پردیش میں، تیگاوا (Tigawa)، نچنا (Nachna) اور دیوگڑھ (Deogarh) میں ملتے ہیں جس کے اطراف تین جانب گربھ گرہ سے منسلک پردکشنا پتھ اور مکھ منڈپ ہے اور خوبصورت مجسمے والی محرابیں ہیں۔ شکھر کی خوبصورتی اس کی بلندی میں ہے جس کا اوپری حصہ مخروطی ہے۔ چنانچہ جب کوئی اس مندر کی طرف دیکھتا ہے تو نیچے سے اوپر تک حیرت سے نظارہ کرتا ہے۔ اس طرز تعمیر کو 'ناگر طرز' کہتے ہیں۔ تاہم، دکن اور جنوبی ہند میں مندر فن تعمیر کا ارتقا مختلف انداز سے ہوا۔ ابتداء میں چالوکیوں نے چٹانوں سے تراش کر مندر بنائے (بادامی) اور اس کے بعد علاحدہ مندروں (پٹڈکل اور ایہول) کی تعمیر کا تجربہ کیا۔ تقریباً اسی دور میں پلووں نے چٹان تراش کر مندر بنائے (مہابلی پورم کے رتھ مندر) اور پھر چول حکمرانوں نے بڑے بڑے مندر تعمیر کیے۔ ان تجربات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے راشٹر کوٹوں نے بے حد شاندار اور خوبصورت مندر تعمیر کرائے جس کی بہترین مثال ایلورا کا کیلاش مندر ہے۔ دکن اور جنوبی ہند کے ان مندروں میں عام طور پر پتھروں کے ستونوں کا استعمال کیا گیا جنہیں شکھر بنانے کے لیے ایک دوسرے کے اوپر رکھا جاتا تھا۔ شکھر سیڑھیوں کی مانند نظر آتے تھے جن سے آلتی پالتی بیٹھنے کا تصور پیدا ہوتا تھا۔ اس طرح کے فن تعمیر کو 'دراوڑ طرز' کہا جاتا ہے۔

1.4.3 مجسمے (Statues)

ہڑپہ کے دور ہی سے ہمیں ہندوستان میں مجسموں کے نمونے ملتے ہیں۔ یہ مجسمے مختلف اشیاء جیسے پتھر، ابرق، مٹی، سرخ پکی ہوئی مٹی، چونا، کانسہ، ہاتھی دانت، لکڑی وغیرہ سے بنائے گئے تھے۔ ان میں بعض کو مندروں میں رکھا گیا اور وہ مورتی یا بت بن گئے۔ ان میں سے بعض مجسموں کو مندر کی دیواروں کو دیدہ زیب بنانے کے لیے استعمال کیا گیا۔ ان میں بعض مجسمے تنہا تھے جو مختلف مقاصد جیسے کھلونوں اور تفریح کے لیے بنائے گئے۔ رقاصہ کے کانسے کے مجسمے (ہڑپہ تہذیب) اور تانبے پتھر کے دور میں بنائے گئے کھلونے (دائم آباد)، فن کے معیار اور ہندوستان میں دھات سازی میں مہارت کو ظاہر کرتے ہیں۔ ہڑپائی مجسمے، تفریح کے طریقے، بالوں کی تراش خراش، زیورات اور لباس کو ظاہر کرتے ہیں۔ شنگ دور سے تعلق رکھنے والے سرخ پکی ہوئی مٹی کے کھلونوں کا بھی یہی معاملہ ہے۔ موریائی مجسمے جیسے دیدار گنج کی یاکشی، اس دور کی خوشحالی اور لوگوں کے جمالیاتی ذوق کی نشاندہی کرتے ہیں۔ استوپ (سانچی اور برہوت) کے داخلی دروازوں کے مجسمے نہ صرف بودھ نظریات بلکہ دیگر کئی چیزوں جیسے نباتات، حیوانات اور شہری فن تعمیر وغیرہ کے فروغ کو بھی ظاہر کرتے ہیں۔ کنشک کے مجسمے میں پنڈلیوں تک جوتے، اوور کوٹ، تلوار کی نیام اور غیر ملکی وضع قطع کا لباس، راجا کے غیر ملکی نژاد ہونے کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ پوسیڈن کا کانسے کا مجسمہ، کانسے کی رکابیاں، آئینے کے دستوں پر کشیدہ کاری (کولھاپور) سے ساتواہن دور میں کولھاپور اور روم کے درمیان تجارتی تعلقات کی نشاندہی ہوتی ہے۔ یہ چیز پومپی (قدیم روما) کے مقام پر لکشمی کے ہاتھی دانت کے مجسمے سے بھی معلوم ہوتی ہے۔ گپت دور کے مجسمے اعلیٰ ترین معیار فن کو ظاہر کرتے ہیں۔ اُس وقت، فن مجسمہ سازی کلاسیکی مہارت سے آراستہ اور عروج پر تھا۔ گپت دور کے بعد بھی مجسمے اسی طرز پر بنائے جاتے رہے۔ اسی طرح انداز نشست اور اسلحہ تھامنے میں تبدیلی اور ترقی کے ساتھ مقدس مورتیوں کی تیاری، مذہبی نظریہ کے ارتقاء اور مختلف ماخذ سے ان کے اثر قبول کرنے کا اشارہ دیتی ہے۔ یہ مختلف مسلکوں کے یکجا ہونے کی بھی نشاندہی کرتی ہے۔ Iconography (مطالعہ بت سازی) کے نام سے ایک علاحدہ شاخ ہے جس میں اس طرح کی تبدیلیوں کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔

1.4.4 تصاویر (Pictures)

فن مصوری کے ابتدائی نمونے بھیم بیٹکا (مدھیہ پردیش) کی چٹانی پناہ گاہوں میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ یہ وسطی پتھر کے عہد کے لوگوں نے بنائیں جس میں قدرتی رنگوں اور اشیاء کا استعمال کیا گیا۔ چٹانوں پر بنائی گئی ان تصویروں سے ہم وسطی پتھر کے عہد کے لوگوں کے طرز زندگی کو سمجھ سکتے ہیں جیسے ان کے رہنے سہنے کا ڈھنگ، شکار کے طریقے، ان کے اطراف پائے جانے والے پودے اور حیوانات وغیرہ۔ پھر ہمیں بالخصوص 'اجنتا' اور 'باگھ' میں بھی خوبصورت مصوری ملتی ہے۔ اجنتا کی مشہور زمانہ تصاویر مذہبی نظریے، روحانی سکون، زیورات، لباس، غیر ملکی مہمانوں وغیرہ کے بارے میں معلومات فراہم کرتی اور یقیناً ان تصاویر کے ذریعہ ہم متعلقہ دور کے معیار فن اور غیر معمولی جمالیاتی ذوق کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ دوسری طرف تامل ناڈو کے مندروں کی دیواروں پر چول راجاؤں کی تصویریں، چول سیاست میں 'الوہی حکمرانی' کے تصور کو اجاگر کرتی ہیں۔

1.4.5 دیگرمادی باقیات (Other Material Remains)

کھدائیوں سے کھانے پکانے کے سامان (برتن، چولہا، چمچے یا کفچے، ہاتھ کی چکی وغیرہ)، زیورات، تفریح کے سامان جیسے کھلونے وغیرہ برآمد ہوتے ہیں۔ان کے علاوہ زراعتی ساز و سامان جیسے کدال اور ہل، مچھلی پکڑنے کے آلات جیسے کانٹے اور جال، تجارتی آلات جیسے ترازو، باٹ، پیمائش، مہریں، مہربندیاں اور سکے شامل ہیں۔ یہ مختلف مادّوں جیسے پتھر، مٹی، سرخ پکی ہوئی مٹی(Terracotta)، مختلف نوعیت کی دھاتوں سے بنائے گئے تھے۔ یہ ساز و سامان پتھر، مٹی، سرخ پکی ہوئی مٹی، دھات، سیپ، ہاتھی دانت وغیرہ سے بنائے گئے تھے

کھدائی سے کسی بھی قسم کی جلی ہوئی پائی جانے والی شئے کو 'کوئلہ'(Coal) کہتے ہیں۔اس کوئلے کو خاص مقدار میں اور لیبارٹری تجزیوں کے ذریعے وقت کے تعین کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے جسے 'کاربن 14' کہا جاتا ہے۔

کئی تاریخی مقامات زمین کی تہوں میں مدفون ہیں۔تاہم ایسے بعض مقامات سے آگہی کے لیے کھدائیاں کی جاتی رہی ہیں۔ کھدائیوں سے مادّی باقیات کی بازیافت ہوتی ہے اور کھنڈر ماضی کے بارے میں بہت کچھ انکشاف کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر موہنجو دارو اور ہڑپہ کی کھدائیوں کے نتیجہ میں دنیا، ہڑپہ تہذیب کے وجود سے واقف ہوئی۔ تکشیلا، پاٹلی پتر، راجگیر، نالندا، سانچی، برہوت، سارناتھ، متھرا اور کئی دیگر مقامات پر بھی اس طرح کی کھدائیاں کی گئیں۔قدیم مقامات اور مٹی کے ٹیلوں کی کھدائی اور مادّی باقیات کی بازیافت کے ذریعہ مورخین ماضی کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

ہندوستان میں مندر، استوپ، مٹھ، قلعے، محلات اور اس جیسی بے شمار تاریخی یادگاریں پائی جاتی ہیں جو اپنے دور کی کہانی سناتی ہیں۔ اسی طرح، اوزار، ساز و سامان، اسلحہ اور برتن وغیرہ عوام کے گزر بسر کے حالات کی عکاسی کرتے ہیں۔ یہ اشیاء مورخین کے لیے معلومات کے ذرائع ہیں۔چند مشہور محققین کی رائے ہے کہ تیسری صدی ق۔م سے پہلے کے دور کی ہندوستان کی تاریخ کا اصل ماخذ آثار قدیمہ کی تحقیق ہے۔ تحریری مواد اور زبانی روایات سے حاصل شدہ معلومات کو اسی وقت تاریخی ثبوت کے طور پر قبول کیا جاسکتا ہے جب آثار قدیمہ کے شواہد اس کی تائید میں موجود ہوں۔ بہرحال عوام الناس کی تاریخ کی تشکیل جدید کے لیے آثار قدیمہ کے مواد کو اہم وسیلہ کے طور پر دیکھا جاسکتا ہے۔

1.5 علم کتبات (Epigraphy)

قدیم ہندوستان کی سیاسی و ثقافتی تاریخ کے لیے علم کتبات ناگزیر ہے اور یہ دیگر ماخذ کو صحیح یا غلط ٹھہرانے کے ساتھ ساتھ دوسرے ماخذ کی غیر موجودگی میں بے حد اہم معلومات فراہم کرتا ہے۔ کئی حکمراں خاندانوں جیسے موریہ اور شنگ کے بارے میں درست معلومات ان کے کتبوں کے ذریعے حاصل ہوئی۔اس کے علاوہ قدیم زبان اور رسم الخط کے ارتقا کے بارے میں کتبوں ہی کے ذریعے معلومات ملتی ہیں۔

لفظ Epigraphy(علم کتبات) دو یونانی الفاظ 'epi'(اوپر) اور 'graph'(لکھنا) سے مل کر بنا ہے۔اس کی بنیاد پر علم کتبات کی تعریف، کتبات کے کسی بھی توضیحی اور تجزیاتی مطالعہ سے کی جاسکتی ہے۔ایک لفظ Inscription(کندہ کاری) بھی Epigraphy

کے ہم معنی لفظ کے طور پر بہ کثرت استعمال کیا گیا ہے۔ یہ لفظ لاطینی زبان سے ماخوذ ہے جس کے معنی کندہ کرنے کے ہوتے ہیں۔ ڈاکٹر ڈی سی سرکار کے مطابق Inscription کے لغوی معنٰی کسی شے پر ابھری ہوئی تحریر ہے۔ 'انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا' کے مطابق "کتبے وہ دستاویزات ہیں جنہیں حروف یا دیگر روایتی علامتوں کی شکل میں کسی سخت مستقل شیئ پر ریکارڈ کو محفوظ کرنے یا کچھ معلومات سے آگاہ کرنے کے مقصد سے لکھا گیا ہو۔" اس لیے یہ کاغذ، پیپرس، چھال یا کسی چکنی سطح پر برش، قلم یا رنگ سے لکھی ہوئی متن یا دستاویز سے الگ ہیں۔

کتبے مہروں، تانبے کی تختیوں، مندر کی دیواروں، لکڑی کے ٹکڑوں، سنگی ستونوں، چٹانوں کی سطح، اینٹوں یا تصاویر پر کندہ کیے جاتے ہیں۔ قدیم ترین کتبے ہڑپہ کے 2500 ق۔م کے ہیں جنہیں ابھی پڑھا نہیں جا سکا ہے۔ ابتدائی سمجھے جانے والے کتبات موریہ حکمراں اشوک کے ہیں جو ہندوستان کے طول و عرض میں چٹانوں کی سطحوں اور پتھر کے ستونوں پر پائے گئے ہیں۔ بنگال میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے ایک ملازم جیمس پرنسپ نے 1837 میں سب سے پہلے ان کتبات کو حل کیا۔ ان میں سے بیشتر براہمی اور خروشٹی رسم الخط میں ہیں جو کہ غالباً اس سے قبل کے دور میں بھی موجود تھا۔ سری لنکا کے انورادھا پور میں کی گئی کھدائیوں میں برتنوں کے ٹکڑوں پر مختصر کتبے پائے گئے جو کہ چوتھی صدی ق۔م کے ماقبل موریائی دور سے تعلق رکھتے تھے۔ خالص سنسکرت کے اولین کتبات پہلی صدی ق۔م میں سامنے آئے۔ ابتدائی کتبات پراکرت اور سنسکرت کی ملی جلی تحریریں تھیں جنہیں پانچویں صدی عیسوی میں سنسکرت میں تبدیل کیا گیا۔

نوعیت (Nature)

علم کتبات، بنیادی طور پر حروف اور الفاظ کے مطالعے سے متعلق ہے۔ یہ اس دور کے حقائق اور حالات پر روشنی ڈالتا ہے جب کہ اسے کندہ کیا گیا۔ علم کتبات چار مخصوص مدارج پر مبنی ہے۔ پہلا مرحلہ کتبات کی نقل حاصل کرنا ہے۔ دوسرے مرحلے میں کتبے میں ابھرے ہوئے حروف کی یکے بعد دیگرے احتیاط سے شناخت کی جاتی ہے اور تحریر شدہ متن کو حل کیا جاتا ہے اور تکنیکی اعتبار سے مشکل عبارت کو پڑھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ تیسرا مرحلہ تاریخ نویسی کے لیے کتبے کے متن کا استعمال ہے اور چوتھا مرحلہ تجزیہ اور تشریح کہلاتا ہے۔ کسی کندہ عبارت کو حل کرنے کے بعد تاریخ نویسی کے لیے اس کا استعمال ایسا ہے جیسے کسی نظریہ کو عملی حیثیت میں تبدیل کیا جاتا ہو۔

وسعت (Scope)

ہندوستان میں علم کتبات یا کندہ تحریروں کے مطالعے کے وسیع تر مواقع پائے جاتے ہیں کیوں کہ یہ کتبے ملک کے طول و عرض میں پھیلے ہوئے ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ ہندوستان میں ابتدائی کتبے عظیم ہڑپہ تہذیب سے مربوط ہیں لیکن ابھی ان کو پڑھنے میں کامیابی نہیں ملی۔ تیسری صدی ق۔م سے ہندوستان میں پہلی مرتبہ عظیم موریہ حکمراں 'دیونام پریادرشی' (اشوک) کے کتبات سامنے آئے جو کہ مکمل، ترقی یافتہ اور پڑھی جانے لائق تحریر (یعنی براہمی) میں تھے۔ اس کے بعد ان کے ملنے کا سلسلہ جدید دور سے پہلے تک جاری رہا۔ ہندوستان میں یوروپی نوآبادیت کے بعد علم کتبات کے تعلق سے کئی تبدیلیاں آئیں۔ چھپائی تکنیک کو متعارف کرانے کے ساتھ ساتھ ان نوواردوں نے قدیم کتبات کو بھی حل کیا۔ چنانچہ ماقبل یوروپی دور کو علم کتبات کے مطالعے کا دائرہ کار سمجھا جا سکتا ہے۔

ہندوستانی تاریخ میں علم کتبات کی اہمیت (Importance of Epigraphy for Indian History)

اُس دور میں جب کہ معلومات کے کوئی ذرائع نہیں تھے، بعض تاریخی شخصیات اور واقعات کے بارے میں کتبوں سے جو ناقابل انکار مدد ملی وہ بے حد اہمیت رکھتی ہے۔ اہم سیاسی دستاویزات ہونے کے ساتھ ساتھ کتبات غیر معمولی ثقافتی اہمیت کے بھی حامل ہوتے ہیں۔ عظیم موریہ حکمران اشوک کے کتباتی فرامین ہندوستانی تاریخ کی تشکیل میں اہم رول ادا کرتے ہیں۔ سمدر گپت کا الٰہ باد ستونی کتبہ ہمیں سمدر گپت کی سیاسی زندگی اور اس کی جانب سے فتح کیے گئے ممالک کی تفصیلات فراہم کرتا ہے۔ کتبات سماجی رسوم و رواج پر بھی روشنی ڈالتے ہیں۔ مثال کے طور پر 'برہمادے یم کتبہ' راجندر چول کی رانی کی جانب سے کی گئی ستی سے متعلق ہے۔ چولا راجہ پرانتک اول کا 'اترامیرور کتبہ' مقامی حکمرانی کے ڈھانچے اور نظام کی ایک صحیح تصویر فراہم کرتا ہے۔ کتبات کے لیے تانبے کی تختیاں بھی استعمال کی گئیں جنہیں تمرا سسانا یا تامر پتر کہتے ہیں۔ ایسے کتبات زیادہ تر اراضی کے عطیات سے متعلق ہیں۔ انہیں نظم و نسق کے احکام جاری کرنے کے علاوہ کئی دیگر مقاصد کے لیے بھی استعمال کیا گیا۔ مورخین کے لیے ان میں کافی دلچسپی ہے۔

قرون وسطیٰ کے اوائل میں دکن اور جنوبی ہند میں ایسے سینکڑوں کتبات ملتے ہیں جن میں کسی مندر یا خانقاہ کے قیام کا اندراج ہے۔ یہ ایک ایسے دستاویز ہیں جو برہمنوں اور دیگر استفادہ کنندوں کو اراضی اور دیگر مال و متاع عطا کرنے کی معلومات فراہم کرتے ہیں۔ جن کتبات میں کندہ کرنے والے کے سرپرست کی تعریف کی گئی وہ پرشستی کہلاتے ہیں۔ اس کی مثالیں پہلی صدی عیسوی میں کلنگ (اڑیشہ) کے راجا کھارویل کے ہاتھی گمفا اور گپت حکمراں سمدر گپتا کے الٰہ آباد (پریاگ راج) ستون کے کتبات ہیں۔ بعض کتبات پر باندھ، تالاب، کنویں یا خیراتی لنگر کی تعمیر کا ریکارڈ درج ہے۔ شک حکمران رردادامن کے جوناگڑھ (گرنار) کتبے پر چندر گپت موریا کے دور میں تعمیر کردہ جھیل کا تذکرہ ملتا ہے جو سدرشن تالاب سے موسوم ہے۔ موریہ دور کی اس جھیل کی مرمت دوسری صدی عیسوی میں کی گئی۔

کتبات سیاسی، سماجی اور معاشی تاریخ سے واقفیت کا بھی ایک اچھا وسیلہ ہے۔ وہ مورخین کے لیے گراں قدر ذرائع ہوتے ہیں کیونکہ وہ ہمیں اُس دور کے واقعات اور عام لوگوں کے بارے میں معلومات سے آگاہ کرتے ہیں۔ کتبات کے پھیلاؤ سے برسر اقتدار حکمراں کے دائرہ حکمرانی کا بھی پتہ چلتا ہے۔ متعدد کتبات میں سلسلہ نسب، جانشینی کی تفصیلات اور بعض مرتبہ ان راجاؤں کے نام بھی ملتے ہیں جو متنوں میں شامل ہونے سے رہ گئے۔ پلو، چالوکیہ اور چول دور کے کتبات ہمیں مال گزاری نظام، زرعی تفصیلات اور سیاسی ڈھانچوں کے بارے میں واقف کرواتے ہیں۔ کتبات، تحریری متن سے کہیں زیادہ قابل اعتبار ہیں کیونکہ وہ ہمیشہ مذہبی نوعیت کے نہیں ہوتے ہیں۔

1.6 علم مسکوکات (Numismatics)

سکوں کا مطالعہ علم مسکوکات کہلاتا ہے۔ سکے انسانوں کی معاشی سرگرمیوں کا اولین ثبوت ہیں۔ ابتدائی انسان نے جب فاضل پیداوار حاصل کرنا شروع کیا، تب تبادلے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ قدیم سماج میں، یہ تبادلہ، مبادلہ نظام(Barter System) سے کیا جاتا تھا یعنی اشیاء کے بدلے اشیاء یا خدمات کے بدلے اشیاء حاصل کی جاتی تھیں۔ تاہم جیسے جیسے سماجی ڈھانچہ پیچیدہ ہونا شروع ہوا عوام کی

ضروریات میں اضافہ ہوتا گیااور دھات کااستعمال شروع ہوا۔ مختلف سماجوں میں یہ دھاتی ذریعہ مختلف تھا۔ ہندوستان میں ویدک سماج کا زیور 'نشکا' چلن میں تھاتو چین میں لوہے کا چاقو استعمال کیا جاتا تھا۔ پھر متعین وزن اور مقدار کے دھاتی ٹکڑوں کا استعمال ہونے لگا جن پر غالباًان کے وزن اور کمیت کے بتانے کے لیے بعض علامات کندہ ہوتیں تھیں۔ بہر حال ہندوستان میں اولین ٹھپہ دار سکے بدھ کے دور سے ملتے ہیں۔

تاریخ بالخصوص قدیم تاریخ کے مطالعے کے لیے یہ اہمیت کے حامل ہیں۔ وہ تاریخ کی توثیق، ترمیم اور وضاحت کرتے ہیں۔ ملک کی سیاسی و معاشی تاریخ بڑی حد تک علم مسکوکات پر منحصر ہے اور تاریخی حقائق کو اکثر و بیشتر اس کی بنیاد پر قبول یا مسترد کیا جاتا ہے۔ قدیم ہندوستان کے تاریخی جغرافیہ، نظم و نسق اور مذہبی تاریخ سے متعلق کئی حقائق ہمیں سکوں کے مطالعے سے معلوم ہوئے۔ ایسا کہا جاتا ہے کہ علم مسکوکات اور علم کتبات محض تاریخ کی توثیق کرتے ہیں لیکن شاذ و نادر ہی اس میں ترمیم یا اضافہ کرتے ہیں۔ تاہم یہ بات ہندوستان کے پس منظر میں صحیح نہیں۔ کلہن کی راج ترنگنی سے قبل ہندوستان کی کوئی مربوط تحریری تاریخ ہم تک نہیں پہنچی۔ چنانچہ ہم اشیاء کو جس حد تک سمجھ سکتے ہیں اسی پر تاریخ نویسی کا انحصار کرتے ہیں۔ روایتی ہندوستان کے مطالعے میں علم کتبات کی خصوصی اہمیت کی بنیادی وجہ، قدیم دور کے تحریری مآخذ سے تاریخی معلومات کا انتہائی فقدان ہے جو دنیا کی دیگر تہذیبوں میں دستیاب ہیں۔

قدیم ہندوستانی تاریخ کی تشکیل میں علم کتبات کے مقابلے علم مسکوکات کا تعاون زیادہ رہا ہے۔ دوسری صدی قبل مسیح سے تیسری صدی عیسوی تک، جب کہ ہند یونانی، شک، پارتھی اور کشان شمال اور شمال مغربی ہند پر حکمراں تھے، اگر سکوں کا مطالعہ نہ ہوتا تو ان کے بارے میں ہم تقریباً انجان ہوتے۔ تقریباً کتیس ہند یونانی حکمرانوں کے بارے میں ہماری معلومات صرف سکوں ہی پر منحصر ہے۔ کشانوں کی بیشتر تاریخ ہم تک ان سکوں کے ذریعہ ہی پہنچی ہے۔ اجین کے شکوں کی سیاسی زندگی کا انکشاف بھی سکوں کے ذریعہ ہوا۔ یقینا، جسٹن اور اسٹرابو جیسے یونانی مورخین نے ان میں سے بعض کے بارے میں یادداشتیں محفوظ کی ہیں لیکن وہ صرف چار یا پانچ حکمرانوں تک محدود ہیں اور محض نصف صدی تک محیط ہیں۔ دوسری جانب ان کے سکوں کے مطالعے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ایسے یونانی شہزادے 37 سے کم نہیں تھے، جن کا دور ڈھائی صدیوں سے بھی زیادہ مدت تک پھیلا ہوا ہے۔ اگرچہ کہ بے شمار سکے سطح زمین پر پائے گئے لیکن بیشتر کی دریافت ٹیلوں کی کھدائی کے دوران ہوئی۔ ہندوستان میں اولین دریافت شدہ سکے چاندی کے بنے ہوئے تھے جس کے بعد تانبے، سونے اور سیسے کے قدیم سکے بھی چلن میں آئے۔ ہندوستان کے قدیم سکوں پر چند علامتیں ملتی ہیں لیکن بعد کے سکوں پر راجاؤں اور دیوتاؤں کے نام یا تاریخیں درج ہیں۔ قدیم سکوں سے ہندوستان میں جمہوریتوں کی موجودگی کا بھی پتہ چلتا ہے۔ جیسے، یودھیہ، مالو، ارجنا ین وغیرہ۔

قدیم لوگ مٹی یا تانبے کے برتنوں میں دولت جمع کرتے تھے۔ ملک کے مختلف حصوں میں ایسے کئی ذخائر دریافت ہوئے جن میں دیسی اور بیرون ملک جیسے رومی مملکت میں ڈھ اوزار گئے، دونوں قسم کے سکے دریافت ہوئے۔ جن علاقوں میں وہ پائے گئے، وہ ان کے رائج مقامات کی نشاندہی کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ سکوں کا خالص ہونا کسی دور کے معاشی حالات کا انکشاف کرتا ہے۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ ہندوستان کے قدیم رسم الخط خروشتی اور براہمی کا مطالعہ در حقیقت کشان دور کے سکوں کی مدد سے ممکن ہو

سکا، کیوں کہ ان میں ایک ہی تحریر یونانی اور خروشٹی دونوں میں لکھی تھی۔ ایک مخصوص دور میں ڈھالا گیا ہر سکہ صدیوں بعد انکشافات میں کام آتا ہے۔ جیسا کہ ہندوستان کی وسیع تاریخ میں ملک کے ہر حصے میں متعدد بڑے اور چھوٹے شاہی سلسلے اور ریاستیں پھیلی ہوئی ہیں، ان کی موجودگی کا کوئی ٹھوس ثبوت یا شہادت موجود نہیں ہے، تاہم یہ محسوس کیا گیا کہ تقریباً ہر حکمران نے اپنے نام سے سکوں کو رائج کرنے کی کوشش کی جن کی بنیاد پر اُس دور کے بارے میں کافی اہم معلومات حاصل ہوئیں۔ سکے ماضی کی مملکتوں اور حکمرانوں کے سماجی، سیاسی، ثقافتی اور انتظامی پہلوؤں کو سمجھنے میں مدد کرتے ہیں، ساتھ ہی اُس دور کے مذہبی عقائد اور روایات کا بھی انکشاف کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر، کشان خاندان کے سکوں پر پہلی مرتبہ گوتم بدھ کی تصویر ملتی ہے جب کہ قبل ازیں اسے علامتی طور پر ظاہر کیا گیا تھا۔ اسی طرح گپت حکمرانوں کے سکوں پر درگا، لکشمی اور گنگا دیویوں کی شکلیں دیکھی جاسکتی ہیں۔ عہد وسطیٰ میں دہلی سلطانوں، مغلوں اور علاقائی حکمرانوں نے پہلے سے زیادہ بہتر اور درست ڈھ اوزار ہوئے سکے جاری کیے اور یہ سلسلہ اب تک جاری ہے۔ بہر حال ہندوستانی سکوں کی تاریخ دلچسپ بھی ہے اور پیچیدہ بھی، جب کہ اس کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ ان گنت حکومتوں میں سکہ سازی کا بھی طویل سلسلہ ہے جو اُس دور کے رسم و رواج اور روایات پر روشنی ڈالتا ہے۔ بہر حال علم مسکوکات، تاریخ میں ادوار کی تبدیلیوں کی تفصیلات جاننے میں نہایت اہمیت کا حامل ہے۔

1.7 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

ہندوستان عظیم ثقافتی ورثے کا حامل ہے۔ تاہم، جب ہم ماضی میں جاتے ہیں تو اس کی تاریخ کی تشکیل جدید کرنے میں تحریری ماٰخذ کی بہت بڑی کمی پائی جاتی ہے۔ جو تھوڑے سے تحریری ماٰخذ ہیں، ان میں بیشتر مذہبی نوعیت کے ہیں اور انہیں محتاط طور پر استعمال کرنے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ انہیں چند افراد کے گروہ نے اپنے نقطہ نظر سے لکھا ہے جو کہ حقیقت پر مبنی ہو بھی سکتا ہے اور نہیں بھی۔ تحریری ماٰخذ کی غیر موجودگی یا ناقابل یقین ہونے کی صورت میں ہمیں دوسرے ماٰخذ کا رخ کرنا پڑتا ہے۔ اس کا اہم ترین ذریعہ علم آثار قدیمہ ہے۔ خواندگی کے آغاز سے قبل کے ہندوستان کو سمجھنے، عام لوگوں کے حالات زندگی جاننے اور سائنسی انداز میں وقت یا دور کے تعین میں آثاری باقیات اور کھدائی میں حاصل شدہ مادی باقیات سے ہمیں کافی مدد ملتی ہے۔ اس کی متعدد اقسام ہیں اور حالات کی مناسبت سے ان کا استعمال کیا جاتا ہے۔ صبر آزما اور ذہانت آمیز سروے، منطقی مطالعے، خاموش ماٰخذ کی جامع اور محتاط عقدہ کشائی ہماری معلومات میں اضافہ کرتی ہے۔ علم آثار قدیمہ کے علاوہ علم کتبات اور علم مسکوکات بھی قدیم ہندوستان کی تاریخ کو سمجھنے میں بے حد اہم ثابت ہوتے ہیں۔ ہڑپہ کے تعمیری باقیات، اشوک کے کتبات، کشانوں کے سکے اپنے اپنے دور کی تاریخ میں موجود بے حد اہم خلا کو پر کرتے ہیں، جو کہ ان کی غیر موجودگی میں ناممکن تھا۔

1.8 کلیدی الفاظ (Keywords)

Carbon Dating : کسی جاندار ہستی کی عمر کو جاننے کا بنیادی طریقہ ہے۔ اس کا انحصار ریڈیائی محرک کاربن آئسوٹوپ C 14، کی تنزلی کی شرح پر ہے جس کو تمام زندہ اجسام اپنی حیات میں حاصل کرتے ہیں اور مرنے کے بعد خارج کرنے لگتے ہیں۔

Epigraphy	:	تاریخ نویسی کے مقصد سے کتبوں کے مطالعے کو علم کتبات کہا جاتا ہے۔
Obverse	:	کسی سکے کا اگلا، اصل، اوپری یا سروں والا رخ ہے جس پر بالعموم تصویر ہوتی ہے۔
Palaeography	:	قدیم کتبوں اور دستاویزات پر کندہ تحریروں کو پڑھنے کا علم ہے
Sectional Distribution	:	دو ڈھانچوں کے درمیان خلاء کی مقدار جو کسی سماج میں سماجی و معاشی فرق کو ظاہر کرتا ہے۔
Horizontal Excavation	:	افقی کھدائی: تاریخ کی تشکیل جدید کے لیے، کسی جگہ ٹیلے کو مکمل طور سے کھودنے اور اس میں مدفون ڈھانچوں کی بازیافت کا آثار قدیمہ کا ایک طریقہ ہے۔
Vertical Excavation	:	عمودی کھدائی: عمودی طریقہ میں ایک ہی گڑھا کھودا جاتا ہے جو اوپر سے نیچے یا پھر ٹیلے کے ایک خط پر ہوتا ہے۔

1.9 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

1.9.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1. آثار قدیمہ کی تعریف کیجیے۔
2. کھدائی اور دریافت کے مابین کیا فرق ہے؟
3. چند اشیاء کے نام لکھیے جو اکثر و بیشتر کھدائی سے سامنے آتے ہیں۔
4. نسلی آثار قدیمہ سے آپ کیا سمجھتے ہیں؟
5. مارکس وادی آثار قدیمہ کی تعریف کیجیے۔
6. آثار قدیمہ کی کھدائی میں برتنوں کی کیا اہمیت ہے۔
7. علم کتبات کی تعریف کیجیے۔
8. علم مسکوکات کا کیا مطلب ہے؟
9. تاریخ نویسی میں ہماری مدد کرنے والے چند آثار قدیمہ کی اشیاء کے نام لکھیے۔
10. بحری آثار قدیمہ سے آپ کیا مطلب سمجھتے ہیں؟

1.9.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. آثاری ماخذ کی نوعیت پر نوٹ تحریر کیجیے۔
2. آثار قدیمہ کے امکان کا جائزہ لیجیے۔
3. تاریخ نویسی میں علم مسکوکات کی اہمیت کی وضاحت کیجیے۔

4. آثاری ماخذ کی اہمیت پر نوٹ تحریر کیجیے۔
5. علم کتبہ نویسی کی اہمیت کا جائزہ لیجیے۔

1.9.3 طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. قدیم ہندوستان کی تاریخ نویسی کے لیے آثاری ماخذ پر ایک مضمون لکھیے۔
2. علم کتبات کے وسیلہ کی صداقت اور تاریخ نویسی میں اس کے استعمال کا تجزیہ کیجیے۔
3. علم مسکوکات کے ثبوت وشواہد سے حاصل شدہ دستیاب معلومات کا تنقیدی جائزہ لیجیے۔

1.10 مزید مطالعہ کے لیے تجویز کردہ کتابیں (Suggested Books for Further Reading)

---

1. Brajadulal Chattopadhyaya, *Studying Early India: Archaeology*, *Texts and Early Issues*, New Delhi, Permanent Black, 2003.
2. P.L. Gupta, *Coins*, New Delhi, National Book Trust, 1996.
3. R.S. Sharma, *India's Ancient Past*, New Delhi, Oxford University Press, 2005.
4. S. Gopal and Romila Thapar, *Problems of History Writings in India*, New Delhi, India International Centre, 1963.

اکائی 2۔ادبی ماخذ: معیاری اور تخلیقی

(Literary Sources: Normative and Creative)

اکائی کے اجزا

2.0 تمہید

2.1 مقاصد

2.2 ادبی ماخذ

2.3 مذہبی ادب

2.3.1 ہندو مذہبی ادب

2.3.2 بدھ مذہبی ادب

2.3.3 جین مذہبی ادب

2.4 غیر مذہبی اور سیاسی ادب

2.5 غیر ملکی ادب

2.6 چرت یا سوانحی کام

2.7 اکتسابی نتائج

2.8 کلیدی الفاظ

2.9 نمونہ امتحانی سوالات

2.9.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات

2.9.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات

2.9.3 طویل جوابات کے حامل سوالات

2.10 مزید مطالعہ کے لیے تجویز کردہ کتابیں

2.0 تمہید (Introduction)

تاریخ صرف حکمرانوں کی فہرست کو قلمبند کرنے کا نام نہیں ہے بلکہ یہ زیادہ تر لوگوں کی زندگی اور رہن سہن کے تحفظ کا نام ہے۔ ہر دور کا ادب اپنے دور کا آئینہ ہوتا ہے۔ اسی طرح لوگوں کے ذہنی اور سماجی حالات کا اندازہ بھی ادب کے ذریعے سے ہی معلوم ہوتا ہے۔ عظیم ہندوستان کی رزمیہ نظم مہابھارت ہمیں یہ بتاتی ہے کہ "تاریخ ایک ایسا دلچسپ تذکرہ ہے جو دولت، خواہش، نجات اور بھلائی سے متعلق ہدایات بہم پہنو نچاتا ہے"۔ دوسرے لفظوں میں، ہندوستان کے قدیم اہل بصیرت نے ان واقعات پر زیادہ زور دیا جن میں حقیقی واقعات کے بجائے معیاری نصب العین موجود تھا۔ قدیم یونان اور روم میں اپنے زمانے کے احوال لکھنے کے لیے مورخین موجود تھے، لیکن قدیم ہندوستانیوں نے مختلف موضوعات پر تو بہت لکھا لیکن تاریخ پر کم ہی لکھا۔ سریندر ناتھ بنرجی نے ایک حیرت انگیز بات کی طرف نشاندہی کی کہ قدیم ہندوستان کا تاریخی ادب اچھی مقدار میں موجود تھا، لیکن ان میں سے زیادہ تر وقت کی تباہ کاریوں اور حملوں کی وجہ سے ضائع ہو گیا۔ لیکن جب ہمارے پاس فلسفہ، ڈرامہ، گرامر، شاعری، آرٹ، فلکیات، طب یا مذہب، جیسے مختلف موضوعات سے متعلق ادب کی بڑی مقدار موجود ہے، پھر یہ سمجھنے کی بھی کوئی وجہ نہیں ہے کہ قسمت یا حملہ آور یا موسمی حالات نے صرف تاریخی تحریروں ہی کو متاثر کیا ہو۔ دستیاب مآخذ کی آسان سمجھ کی غرض سے، ہم نے انہیں آثاری اور ادبی دو مختلف زمروں میں تقسیم کیا ہے۔ پچھلے باب میں آثاری ماخذ سے متعلق ہم پہلے ہی بحث کر چکے ہیں اب ہم قدیم ہندوستان کی تاریخ نویسی میں ادبی مآخذ کے کردار کا جائزہ لیں گے۔

2.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کے مطالعے کے بعد آپ

- قدیم ہندوستان کے ادبی مآخذ کی اہمیت کا جائزہ لے سکیں گے۔
- ادبی مآخذ کی متعدد اقسام کی نوعیت کا تجزیہ کر سکیں گے۔
- ادبی مآخذ کی خوبیوں اور کمیوں کی نشان دہی کر سکیں گے۔

2.2 ادبی مآخذ (Literary Sources)

ادبی مآخذ سے مراد وہ تمام ایسے تحریری متون ہیں جو قدیم دور کے لوگ اپنے پیچھے چھوڑ کر گئے۔ قدیم ہندوستان کی تاریخ کی خامیوں میں سے ایک خامی یہ ہے کہ وہ باقاعدہ تاریخی بیانیہ سے محروم ہے۔ 1950 کی دہائی میں آر سی مجمدار نے لکھا تھا کہ 13 ویں صدی عیسوی سے پہلے ہمارے پاس کسی بھی قسم کا کوئی تاریخی متن موجود نہیں ہے۔ اس نے 13 ویں صدی کا حوالہ اس لیے دیا کیونکہ یہ وہ وقت تھا جب شمالی ہندوستان، پر ترکوں کی حکومت قائم ہوئی۔ اس کے بعد مؤرخین نے فارسی میں ہندوستان کی تاریخیں مرتب کیں۔ یہاں تک کہ البیرونی جس نے محمود غزنوی کے ساتھ ہندوستان کا دورہ کیا تھا کہتا ہے کہ ہندو واقعات کی تاریخی ترتیب پر زیادہ توجہ نہیں دیتے۔ وہ حکمرانوں کی جانشینی کی ترتیب کے سلسلے میں بہت لاپرواہ ہیں۔ اسی لیے ہمیں تاریخ اور ثقافت کی تعمیر نو کے لیے بہت سے مآخذ پر انحصار کرنا ہوگا۔

ہندوستانی ادب کے ماہرین نے، کبھی بھی حکمرانوں کے ریکارڈ اور خاندانوں کے عروج وزوال کی تاریخ نویسی پر توجہ نہیں دی۔ تاہم، قدیم دور میں تاریخی مطالعہ کا واحد ذریعہ پرانوں (Puranas) اور رزمیہ نظموں (Epics) میں محفوظ حکمرانوں کی طویل فہرست کی شکل میں پایا جاتا ہے۔ پارگیٹر (Pargiter) وہ پہلا شخص تھا جس نے مہابھارت کی جنگ سے پہلے کی مختلف تفصیلات کو مربوط کرنے کی جرات مندانہ کوشش کی تھی۔ اس کے بعد دستیاب ماخذ کی مدد سے تاریخ کو بحال کرنے کی مختلف کوششیں کی گئیں۔ ان تمام کوششوں کے باوجود ابھی بھی ہم اس مقام پر نہیں ہیں کہ بدھ کے دور سے پہلے ہندوستان کی سیاسی تاریخ کے تسلسل کو بہتر طور پر سے سمجھ سکیں۔ ابھی اس پر مزید تحقیق کی ضرورت ہے۔ آسانی کے لیے قدیم ہندوستان کے ادبی ماخذ کو مندرجہ ذیل قسموں میں بانٹا جاسکتا ہے۔

- قدیم مذہبی مقدس کتابیں
- غیر ملکی ادبی مواد
- سیاسی متون
- ڈرامہ
- سوانح حیات
- علاقائی تاریخ پر مبنی ادب
- سنگم ادب
- سائنسی ادب

2.3 مذہبی ادب (Religious Literature)

قدیم دنیا کے سماج میں بنیادی حیثیت صرف مذہب کو حاصل تھی اور ہندوستان بھی اس سے مستثنیٰ نہیں تھا۔ لہٰذا، ہمیں قدیم ہندوستان میں رائج مختلف مذاہب کے مذہبی ادب کی بڑی مقدار ملتی ہے۔ جس میں مذہبی، سماجی و اقتصادی پہلو کے ساتھ ساتھ سیاسی فکر اور اس دور کا نظریہ بھی دیکھنے کو ملتا ہے۔ تاہم، اس طرح کے ماخذ کا استعمال احتیاط کے ساتھ کیا جانا چاہئے کیونکہ زیادہ تر مذہبی ماخذ زبانی طور پر منتقل ہوئے ہیں اور اصل تخلیق کے سینکڑوں سالوں بعد ان کو تحریری شکل میں لایا گیا۔ اس طرح ان میں وقتاً فوقتاً اضافے ہوتے رہے۔ اس کے علاوہ مذہبی ادب بنیادی طور پر مثالی نقطۂ نظر کے ساتھ رہنمائی فراہم کرنے کی غرض سے لکھے گئے تھے، اس لیے وہاں جو کچھ بھی لکھا گیا ہے وہ "ممنوعات ومباحات" کی نوعیت کا ہے نہ کہ 'حقیقی صورت کا ترجمان'۔ بعض اوقات یہ مذہبی ادب جیسے پران، جو چوتھی صدی عیسوی میں لکھے گئے، اس انداز میں لکھے گئے جیسے وہ ہزار سال پرانے ہوں اور جو آئندہ ہزار سال کی پیشن گوئی کرتے ہیں۔ لہٰذا، داخلی اور خارجی تنقید کا استعمال کر کے ایک مورخ ان ماخذ سے استفادہ کر سکتا ہے اور قدیم ہندوستان کی تاریخ کو از سر نو تشکیل دے سکتا ہے۔ سماجی و مذہبی زندگی سے متعلق کتابوں کو سمجھنے کے لیے اس قسم کے ماخذ کو مزید تین اہم زمروں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ پہلا زمرہ سنسکرت تحریروں کا ہے جس میں اکثریت ہندو مذہبی کتابیں کی ہے۔ دوسرے اور تیسرے میں بودھ اور جین مذہبی ادب شامل ہے۔

2.3.1 ہندو مذہبی ادب (Hindu Religious Literature)

ویدک ادب (Vedic Literature)

وید ('Vid' جاننا) بنیادی طور پر دیوتاؤں سے کی گئی آریاؤں کی دعاؤں کا مجموعہ ہے۔ آریاؤں کے مطابق، وید الہامی تھے اور کسی بشر کے ذریعہ تخلیق کردہ نہیں تھے۔ اس لیے انہیں 'شروتی'، 'اپوروشیا' (جو انسانی تخلیق نہیں ہے) اور 'سمہتا' بھی کہا جاتا ہے۔ پورے ویدک ادب کے بارے میں یہ یقین کیا جاتا ہے کہ وہ خدا کی طرف سے نازل کردہ ہے اور اس وجہ سے اس کو مقدس سمجھا جاتا ہے۔ تاریخی لحاظ سے، یہ ایک ہزار سال پر محیط ہے جس میں سے کچھ کا تعلق پہلے دور سے ہے اور کچھ حصے بعد کے دور کے ہیں۔ رگوید سب سے قدیم ترین ہے جو تقریبا دس کتابوں یا منڈلوں (Mandalas) پر مشتمل ہے۔ 2تا7 منڈل قدیم ترین ہیں جنہیں خاندانی کتابیں بھی کہا جاتا ہے کیونکہ ان میں سے ہر ایک خاص رشیوں کے خاندانوں کی روایات سے منسوب ہیں۔ جب ہم ابتدائی ویدک ادب کا حوالہ دیتے ہیں، تو ہم بنیادی طور پر رگوید کی دو سے سات تک کی کتابوں کا حوالہ دیتے ہیں، جن کے بارے میں خیال کیا جاتا ہے کہ یہ 1500-1000 قبل مسیح کے درمیان لکھی گئی تھیں۔ بعد کے ویدک ادب میں رگوید کی پہلی، آٹھویں، نویں، اور دسویں کتاب کے علاوہ رگوید، سام وید، یجروید، اور آتھر وید، براہمن، آرنیک، اور اپنشد شامل ہیں۔ یہ تمام کتابیں 1000 قبل مسیح سے 500 قبل مسیح کے درمیان ترتیب دی گئی تھیں۔ اگرچہ زیادہ تر ویدک ادب میں گیت، دعائیں، مذہبی اور نظریاتی مواد شامل ہے، لیکن ان کا استعمال مورخین نے سیاسی، مذہبی اور سماجی حالات کے مطالعہ کے لیے منتخب کیا ہے۔ اہم معلومات جیسے، رگوید کے خانہ بدوش اور، قبائلی سماج سے زرعی اور طبقاتی سماج، اور ریاست کی تشکیل ان تحریروں سے حاصل کی گئی ہیں۔ ویدوں کے علاوہ آریاؤں نے کچھ اور اہم تصنیفات بھی مرتب کیں۔ یہ بنیادی طور پر ویدوں میں موجود خیالات اور قوانین کو سمجھانے کے لیے لکھی گئیں تاکہ انہیں مزید قابل فہم بنایا جاسکے۔ یہ ویدوں کے ضمیمہ کے طور پر کام کرتے ہیں اور زیادہ تر نثر پر مشتمل تھے۔ جیسے برہمن، آرنیک، اپنشد، وید نگ، شاد درشن۔

وید چار ہیں یعنی رگوید، یجروید، سام وید اور اتھروو وید۔

رگوید : رگوید چار ویدوں میں سب سے قدیم ہے۔ یہ 10 منڈلوں (Mandalas) یعنی ابواب اور 1028 سوکتوں (Suktas) یعنی منتروں پر مشتمل ہے۔ یہ اندر، ورون، اگنی، پرجنیا، وایو، ماروت وغیرہ جیسے دیوتاؤں سے کی گئی دعائیں ہیں۔ اس کے دسویں منڈل میں 'پروش سوکت' ہندوستان میں ورن نظام کے آغاز کی تصویر کھینچتا ہے۔

یجروید : اس میں قربانی یعنی یگیہ (Yajna) کرتے وقت پڑھی جانے والی دعائیں شامل ہیں۔ دراصل، اس میں دعاؤں کا ایک بڑا حصہ خود رگوید سے مستعار لیا گیا ہے۔ اس کے دو حصے شکل (Shukla) اور کرشنا (Krishna) کہے جاتے ہیں۔

سام وید : یہ ان دعاؤں پر مشتمل ہے جس میں یہ سکھایا جاتا ہے کہ قربانی کرتے وقت دعاؤں کو کیسے پڑھا جائے۔ اس میں بھی رگوید سے لی گئیں دعائیں شامل ہیں اور ان کو پڑھنے کے سلیقے بتائے گئے ہیں۔ اسی لیے اسے ہندوستان کی کلاسیکی موسیقی کا ماخذ سمجھا جاتا ہے۔

اتھروو وید : اس میں مختلف مضامین جیسے جادو، کالا جادو، توہم پرستی وغیرہ شامل ہیں اور ہمیں اس وید میں ادویات، نباتیات اور سرجری کی ابتدا

ملتی ہے۔

یہ چاروں وید ویدک آریاؤں کے طرز زندگی پر روشنی ڈالتے ہیں۔اسی سے ہم یہ جان پائے ہیں کہ،جب آریہ قبائل ابتدا میں سپت سندھو (Saptasindhu) کے علاقے میں آباد ہوئے تھے، تب ان کی طرزِ زندگی کیا تھی۔ اس کے بارے میں ہمیں رگوید کے دوسرے سے ساتویں منڈل سے معلومات فراہم ہوئی ہیں۔ لیکن جب وہ اپنے اصل مقام سے مشرقی حصوں میں ہجرت کر گئے اور دوسرے گروہوں کے رابطے میں آئے، تو ہمیں ان کے طرز زندگی میں زبردست تبدیلیاں نظر آئیں۔اس طرح کی تبدیلیوں کے سلسلے میں ہمیں رگوید کے پہلے اور آٹھویں ،نویں اور دسویں منڈل سے پتا چلتا ہے۔ لہذا، ہمیں ویدک آریاؤں کو سمجھنے کے لیے ان کو دو ادوار میں تقسیم کرنا ہوگا۔ابتدائی ویدک دور اور آخری ویدک دور۔

برہمن : برہمنوں کو قربانیوں کے طریقہ کار کو سکھانے کے لیے لکھا گیا تھا جن کو ویدوں سے مرتب کیا گیا تھا۔لہذا، ہر وید کا اپنا برہمن ہے، جیسے رگوید کا ایتریہ برہمن، سام وید کا جیمینیہ برہمن، یجر وید کا شت پتھ برہمن اور اتھر وید کا گوپت برہمن۔ان سے ہمیں ویدک آریاؤں کے مختلف اداروں جیسے چار ورنوں، چار آشرموں اور فلسفہ وغیرہ کی معلومات ملتی ہیں۔

آرنیک : آرنیک کو ویدک مذہب کے صوفیانہ فلسفے اور خلوت نشینی کا سبق سکھانے کے لیے تیار کیا گیا تھا۔ایتریہ آرنیک، رگوید کے لیے ہے جبکہ تیتریہ آرنیک، یجر وید کے لیے لکھا گیا۔

اپنشد : لفظ اپنشد کا مطلب ہے 'اپنے استاد کے قریب بیٹھ کر سیکھنا'۔ان کو ویدک روحانیت کی تعلیم دینے کے لیے تیار کیا گیا تھا، جس میں اپنی خودی کا علم، خدا کی معرفت، خدا اور اپنی خودی کے درمیان رشتہ، کائنات کی تخلیق، اس وسیع دنیا میں ہمارا مقام وغیرہ موضوعات شامل ہیں۔ روایت کے اعتبار سے تقریباً ایک سو آٹھ اپنشد موجود ہیں جن میں سے کچھ اہم، جیسے، کین، کٹھ، پرشنا، ایتریہ، چھندوگیہ وغیرہ شامل ہیں۔چونکہ یہ تاریخی اعتبار سے ویدوں کے آخر میں آتے ہیں، اسی لیے اپنشدوں کو 'ویدانت' کے نام سے بھی جانا جاتا ہے یعنی وید کا اختتام۔اپنشدوں کو ہندوستانی مذاہب کی ریڑھ کی ہڈی تسلیم کیا جاتا ہے۔ لہذا، موخر الذکر کی مدد سے، ہم ہندوستانی مذاہب کو زیادہ جامع طور پر سمجھ سکتے ہیں۔

ویدانگ : یہ ویدوں کو مزید قابل فہم بنانے کے لیے لکھے گئے تھے، جیسا کہ نیچے مذکور ہے۔

شکشا : ویدک دعاؤں کو صحیح تلفظ کے ساتھ کیسے ادا کیجیے۔

کلپ : قربانی کو صحیح طریقے سے انجام دینے کے احکام

ویاکرن : سنسکرت زبان کی صحیح گرامر جاننا

نیروکت : علم صرف جو کہ ویدوں میں مذکور ہے۔

چھند : مختلف منتر جنہیں ویدک شلوکوں کی تلاوت کے لیے ترتیب دیا گیا ہے۔اس میں گایتری منتر، انشتوبھا منتر وغیرہ شامل تھے۔

جوتش : یہ موزوں وقت (Shakun) سے متعلق ہے جس وقت قربانی کا عمل ممکن ہے۔ یہ فلکیات کے مضامین جیسے سورج، چاند، نجوم

اور موسموں کے چکر وغیرہ پر بھی بحث کرتا ہے۔

شٹ درشن : یہ ویدوں کی فلسفیانہ تعلیم یا اس کے پہلوؤں سے متعلق ہے۔ یہ مکمل چھ ہیں، ویشیشک (کناد)، نیایا (کناد)، سنکھیا (کپل)، یوگ (پتانجلی)، میمانسا (جیمنی)، اور اتر ممنسا (بدرائن)۔ ان میں نظریہ، منطق، روح کا خدا کے ساتھ اتحاد، جوہر، ویدک رسومات، کائنات کی ساخت وغیرہ جیسے موضوعات کا احاطہ کیا گیا ہے۔

سوتر : چھٹی صدی قبل مسیح، ہندوستان کی تاریخ کا سنگ میل تھا۔ یہ دور ابتدائی ریاستوں کے ظہور اور معیشت و سکے کی ترقی کا شاہد ہے۔ اسی دور میں ہندوستان اپنی دوسری شہر کاری کے مرحلہ (Second Urbanisation) سے گزرا تھا۔ یہ وہ دور تھا جہاں بدھ مت، جین مت، اجیوک جیسے آزاد خیال مذاہب کی ترقی ہوئی تھی۔ ان مذاہب نے ویدک مذہب اور اس کی خامیوں کو چیلنج کیا اور ایک مضبوط متبادل بھی پیش کیا۔ اس کے علاوہ، اس دور میں، ہندوستان نے غیر ملکیوں کے ساتھ اپنے رابطوں کو مضبوط کیا تھا۔ یہ مسلسل تحریک اور تیز رفتار عمل کا دور تھا۔ اس طرح کی تبدیلیوں کے رد میں، ویدک مذہب کے رکھوالوں نے اپنے مذہب کی تشکیل نو اور منظم کرنے کا کام شروع کیا۔ لہذا سوترا کو ویدک مذہب کے قواعد، اصول اور ضابطے فراہم کرنے کے لیے بنایا گیا تھا۔ سوترا تقریباً چھٹی صدی عیسوی میں مرتب کیا گیا تھا سوتر تین ہیں، جس میں دھرم سوتر، شرواسوتر، اور گرہستھ سوتر شامل ہیں مجموعی طور پر ان کو کلپ سوترا کہا جاتا ہے۔

اسمرتی : قبل مسیح کی آخری صدیوں اور سن عیسوی کی ابتدائی صدیوں کے دوران، ہندوستان نے ایک بار پھر تیز رفتار تبدیلیوں کا دور دیکھا۔ معیشت پروان چڑھ رہی تھی، ہندوستان کے رومی دنیا کے ساتھ اچھے تعلقات تھے۔ بدھ مت اپنے عروج پر تھا۔ مقامی خاندان اپنی ریاستیں تشکیل دے رہے تھے۔ کوئی بھی ایسا علاقہ، خواہ وہ سماج ہو یا ثقافت، ان تبدیلیوں کے اثر سے بچا نہیں تھا۔ ویدک مذہب نے ایک بار پھر اپنے مذہب کی تشکیل نو کی ضرورت کو محسوس کیا اور اس طرح اسمرتی کو جنم دیا۔ سوترا کی طرح، اسمرتی بھی ویدک مذہب کو مضبوط کرنے اور دوبارہ تعمیر کرنے کے اصول، قوانین وضوابط کی کتابیں ہیں۔ یہ مختلف دانشوروں کے ذریعہ لکھی گئی ہیں، جن میں منو، نارد، پراشر، یگیہ ویلکیہ وغیرہ اہم ہیں۔ اس لیے ہمیں ان کے نام پر بہت سی اسمریتی ملتی ہیں، جیسے۔ منو اسمرتی، نارد اسمرتی وغیرہ۔

رامائن اور مہابھارت : دو مشہور رزمیہ نظمیں مہابھارت اور رامائن کو اتہاس (جیسا کہ تھا) یا بیانیہ کے نام سے جانا جاتا ہے۔ ان دونوں کو منظم شکل میں آنے میں کئی صدیاں لگ گئی اور تقریباً ان کے لیے تفویض کردہ مدت 500 قبل مسیح -500 عیسوی ہے۔ ویاس مہابھارت پرانی ہے جو ممکنہ طور پر دسویں صدی قبل مسیح تا چوتھی صدی عیسوی کے حالات کی عکاسی کرتی ہے۔ کورو اور پانڈو تنازعہ سے جڑا مرکزی بیانیہ کا تعلق آخری ویدک دور سے ہو سکتا ہے جبکہ اسکا توضیحی (Descriptive) حصہ مابعد ویدک اور ناصحانہ حصہ (Didactic) عموماً موریہ اور گپت کے بعد کے ادوار سے متعلق ہو سکتے ہیں۔ چونکہ مہابھارت اور رامائن دونوں میں مختلف اوقات میں اضافہ کیا گیا ہے، اس لیے مورخین کو مواد کی چھانٹ میں احتیاط برتنی ہوگی اور اسکی مختلف تاریخی تہوں پر نظر رکھنی ہوگی۔ رامائن اور مہابھارت میں ذکر کیے گئے کچھ مقامات کی کھدائی بھی کی جاچکی ہے۔ ایودھیا کی کھدائی سے پتہ چلا ہے کہ وہاں آبادکاری 600 ق م سے پہلے کی ہے۔ ہستینا پورہ، کروکشیتر، پانی پت، باغپت، متھرا، تلپت اور بیرات کی کھدائی کی گئی ہے اور یہ پہلے ہزار سال قبل مسیح کی ہیں۔ دونوں رزمیہ نظمیں مذہبی جماعتوں کے

بارے میں معلومات کا ایک خزانہ ہے، کہ کیسے ہندوازم مرکزی دھارے، سماجی طریقوں اور اس وقت کے موجودہ اصولوں اور فلسفے میں ضم ہوئے۔

پران : چوتھی صدی عیسوی تک بدھ مت اپنے عروج پر تھا۔ مہایان(Mahayana) کے تحت بدھ کے مجسمہ کی پوجا شروع کردی گئی تھی، اور اس طرح اس نے مقبولیت حاصل کی۔ دوسری طرف ویدک مذہب الگ تھلک نظر آیا جسے عوام میں مقبولیت کی ضرورت تھی، جو اپنے خیالات کے تجزیہ کرنے میں مصروف تھا جس کے نتیجہ میں ویدک مذہب نے عام عوام کے لیے ایک خاص قسم کا ادب تخلیق کیا اور اس کے ذریعے عام لوگوں کے لیے مذہب کے دروازے کھول دیے۔ ادب کی اس صنف کو 'پران' کہا جاتا ہے۔ پران جو کہ بنیادی طور پر 18 پرانوں پر مشتمل ہیں اور ان کی درجہ بندی برہمنی مذہب کے فرقوں جو چوتھی صدی عیسوی اور اس کے بعد وجود میں آئے تھے، کے مطابق کی گئی تھی۔ مثال کے طور پر، شیو کے پرانوں میں شیوپران، وایوپران، سکندپران شامل ہیں۔ جبکہ ویشنو کے پرانوں میں وشنوپران، گروڑپران، متسیہ پران، اور وراہ پران قابل ذکر ہیں۔ شکتی مسلک (ماں دیویوں کے لیے وقف ہے) اور گنپتی فرقے نے بھی اپنے پران خود بنائے۔ اس طرح کے پرانوں میں مشترک حصے ہوتے ہیں، جیسے کائنات کی ابتدا، دیوتا اور اس کے خاندان سے متعلق کہانیاں، تیرتھ اور وہاں جانے کی اہمیت، سیاسی خاندان اور نسب کے افسانے (ونش اور ونشانوچرت) وغیرہ۔ آگے چل کر پرانوں میں، نقش نگاری، فن تعمیر (وشنودھرموترپران)، ادویات، جغرافیہ، سیاسی تاریخ وغیرہ موضوعات بھی شامل کیے گئے ہیں۔ مختصر یہ کہ چوتھی سے ساتویں صدی عیسوی کے ہندوستان کو سمجھنے کے لیے، پران(Puranas)، تاریخ دانوں کی بڑی مدد کرتے ہیں۔

2.3.2 بدھ مذہبی ادب (Buddhist Religious Literature)

دانشوروں کی عمومی رائے کے مطابق بدھ مت اور جین مت میں زیادہ مستند تاریخی معلومات ملتی ہیں جن کی بنیاد پر قدیم ہندوستان کی سیاسی تاریخ کو وقتاً فوقتاً اور ترتیب وار طریقہ سے کم و بیش معلوم کیا جاتا رہا ہے۔ ابتدائی ہندوستان کے غیر برہمنی اور غیر سنسکرت ماخذ میں بدھ مت اور جین ادب ایک اہم زمرہ ہے جس کے سلسلے میں کہا جاتا ہے کہ وہ مہاتمابدھ کی موت کے بعد تیار کیا گیا تھا۔ پالی متون میں تری پٹک (Tripitaka) یا تین ٹوکریاں (سُتّ، ونے اور ابھی دھم)، ہمیں بدھ اور سولہ 16 مہاجنپدوں کے وقت ہندوستان میں موجود حالات کے بارے میں بتاتی ہیں۔ یہ دراصل پالی زبان میں لکھی گئی بدھ مذہبی ادب اور اس کی تفسیریں ہیں جس کے نسخے پالی، چینی اور تبتی تینوں زبانون میں ملتے ہیں۔ سُتّ پٹک(Sutta Pitaka) کہانیوں، نظموں اور مکالمے کی شکل میں گوتم بدھ کے مختلف نظریاتی مسائل پر مشتمل ہے۔ ونے پٹک(Vinaya Pitaka)، بودھ سنگھ کے راہبوں اور راہبات کے لیے 227 اصول و ضوابط ہیں۔ اس میں ہر اصول کی پر مہاتمابدھ کے ذریعہ کی گئی وضاحتیں شامل ہیں۔ اس میں گوتم بدھ کی زندگی، واقعات اور بدھ مت کی پہلی تقسیم تک کے بارے میں معلومات شامل ہیں ۔ یہ 386 قبل مسیح میں لکھی گئی تھی۔ ابھیدھم پٹک(Abhidhamma Pitaka) لفظی طور پر 'اعلی دھما'، تھیرواد اسکول کے مطابق بدھ مت کے فلسفے سے متعلق معاملات پر مشتمل ہے اور یہ فہرستیں، خلاصے اور سوالات و جوابات پر محیط ہے۔ سُتّ پٹک میں پانچ نکائے(Nikaya) ہیں جن میں سے کھدکا نکایا(Khuddaka Nikaya) تقریروں کا مجموعہ ہے۔ اسی میں جاتک(Jatakas)

اور تھیرا گا تھا یا تھیر یگا تھا(Therigatha یا Theragatha) شامل ہیں جو مورخین کے لیے اہم ماخذ ہیں۔

جاتکوں میں مہاتما بدھ کی سابقہ پیدائشوں کی کہانیاں دیو، انسان، جانور، پریوں، روح یا کسی افسانوی کردار کی شکل میں موجود ہیں۔ ان کی مقبولیت کی وجہ سے ان کی بھرہت، سانچی، ناگ ارجن کونڈا اور امراوتی میں مجسمہ کی شکل میں منظر کشی کی گئی۔ تھیرا گا تھا (بزرگ راہبوں کے اقوال) اور تھیری گا تھا (بزرگ راہبات کے اقوال) نظموں کا ایک مجموعہ ہے جنہیں بدھ سنگھ کے ابتدائی ممبران نے تخلیق کیا تھا۔ تھیری گا تھا پہلی محفوظ شاعری ہے جس کے بارے میں قیاس کیا جاتا ہے کہ اسے ہندوستان کی خواتین نے ترتیب دیا تھا۔ اس لیے یہ نہ صرف بدھ مت بلکہ صنفی مطالعہ کے لیے بھی اہم ہے۔ تھیری گا تھا کے قصے اس نظریہ کی بھرپور تائید کرتے ہیں کہ خواتین روحانی اعتبار سے مردوں کے برابر ہیں۔

غیر مذہبی بدھ ادب میں ملند پنہو(*Milindapanho*)(پہلی صدی قبل مسیح تا پہلی صدی عیسوی) شامل ہے جو ہند یونانی راجا میناندر اور بدھ راہب ناگ سین کے درمیان مکالمے پر مشتمل ہے۔ اشو گھوش(Ashvaghosha) کی تصنیفات، جیسے بدھ چرت، سوندر نند کاویہ (جو کہ جزوی طور پر مذہبی اور جزوی طور پر سیکولر ہیں) اور وجر سوچی وغیرہ کشان دور میں قدیم ہندوستانی تاریخ کے مختلف پہلوؤں پر قیمتی تاریخی مواد پیش کرتی ہیں۔ ایک اور اہم بدھ تصنیف منجو سری مول کلپ ہے جو سمندر گپت کی ذاتی خوبیوں پر روشنی ڈالتی ہے۔ بدھ مت کی یہ تحریریں ہمیں چھٹی صدی قبل مسیح کی سیاسی زندگی، مختلف حکمرانوں، ان کے خاندانوں اور ان کی ریاستوں کے بارے میں مفید معلومات فراہم کرتی ہیں اور اس دور کے لوگوں کی سماجی، معاشی، مذہبی اور ثقافتی زندگی سے جڑا مواد بھی فراہم کرتی ہیں۔

2.3.3 جین مذہبی ادب (Jain Religious Literature)

جین ادب زیادہ تر پراکرت میں ہے جسے اردھ مگدھی(Ardha-Magadhi) بھی کہتے ہیں۔ دگمبر جینیوں کا ادب شورسینی بولی میں ہے جبکہ شویتامبروں کا ادب اردھ مگدھی کی دو بولیوں میں لکھا گیا ہے۔ مہاویر وردھمان کی اپنے مریدوں کو دی گئی تعلیم کو پہلے 14 پرانوں میں مرتب کیا گیا ہے۔ چوتھی صدی قبل مسیح میں استھول بھدر نے پاٹلی پترا میں ایک عظیم کونسل بلائی اور 12 انگوں میں جین مذہب کی شریعت کی تشکیل نو کی۔ اس کے بعد پانچویں صدی عیسوی میں وَلّبھی(Vallabhi) کی ایک کونسل میں موجودہ متون کو رسمی شکل دے کر تحریری شکل میں لایا گیا۔ شویتامبروں کے ذریعہ قبول شدہ صحیفے یہ ہیں: 12 انگ (Angas)، 12 اپنگ (Upangas)، 10 پراکرن(Prakirnas)، 6 چیدا سوتر (Chedasutras)، 2 سوتر (Sutras) اور 4 مول سوتر (Mulasutras)۔

یہ نصوص اخلاق، مختلف داستانوں، جین مذہب کے عقائد اور مابعد الطبیعات سے متعلق ہیں۔ دگمبروں کا خیال ہے کہ زیادہ تر اصل قدیم پروا(Parvas) تلف ہو چکے ہیں۔ لہٰذا دگمبر ان صحیفوں کو نہیں مانتے جو شیوتامبروں نے قبول کیے تھے۔ دگمبر عظیم آچاریوں کے لکھے ہوئے صحیفوں کو استعمال کرتے ہیں جو اپنے مذہبی طریقوں کے لیے مہاویر کی اصل قدیم تعلیمات پر مبنی ہیں۔ ہم جین مت کی تاریخ اور عقیدہ، حریف مکاتب کے عقائد، درویشوں کی زندگی کی کہانیاں اور سنگھ میں راہبوں کی زندگی کے بارے میں معلومات کے لیے جین ادب کا

استعمال کر سکتے ہیں ۔واسودیو ہندی(Vasudeva Hindi)، ورہت کلپ سوتر بھاشیہ *Vrahat Kalpasutra* (*Bhashya*)، کا لیکا پران کتھا کوش(*Kalika Purana Kathakosha*)اور دیگر جین مذہبی متون بھی ہمیں مفید تاریخی مواد فراہم کرتے ہیں۔ بعد کی جین مذہبی کتابوں میں سب سے نمایاں پر ی ششٹا پرون(*Parishishtaparvan*)ہے جو 12ویں صدی کے دوران تیار کیا گیا تھا۔

2.4 غیر مذہبی اور سیاسی ادب (Secular and Political Literature)

سیاسی متون (Political Literature)

ارتھ شاستر (*Arthashastra*) : اس کتاب کا اصل موضوع 'علم سیاست' ہے، جسے چندر گپت موریہ کے وزیر اعظم کوٹلیہ یا چانکیہ نے لکھا۔ وہ ارتھ شاستر کی تعارف میں لکھتا ہے ''طاقت سے کیسے فائدہ اٹھایا جائے اور اسے کیسے مضبوط کیا جائے، اسی کا مطالعہ ارتھ شاستر ہے۔'' مختصراً، یہ ہمیں طاقت کے حصول کے طریقوں اور اسے برقرار رکھنے کے لیے مختلف قسم کی انتظامی پالیسیوں کے بارے میں آگاہ کرتی ہے۔ یہ کتاب وہ پہلی اور بنیادی دستاویز ہے جو ہمیں موریہ سلطنت کے سیاسی اور انتظامی نظام کے بارے میں بتاتی ہے۔ چونکہ یہ ایک انتظامی دستاویز ہے اور خاص طور پر موریہ حکمراں کے لیے لکھی گئی اس لیے یہ سرکاری زبان یعنی سنسکرت میں ہے۔ ارتھ شاستر 15 پرادھیکرنوں (Pradhi Karan) یعنی حصوں پر مشتمل ہے جو درج ذیل ہیں۔

1۔ادھیکش پراچار(منتظم کی ذمہ داریاں: قلعے، ٹیکس، ناپ تول، جاسوسی وغیرہ)
2۔ کنٹک شودھن(سزا)
3۔منڈل یونی(بیرونی پولیس: کون دوست ہیں اور کون دشمن)
4۔ویاسناذ کراکا(مسائل کی اصل وجہ کو کیسے تلاش کیا جائے)
5۔سنگرامک(جنگی حکمت عملی)
6۔ابلیہ(کمزور ریاست کو زیادہ طاقتور دشمن سے کیسے بچایا جائے)
7۔اشدنشدک(دشمن کو شکست دینے کے مختلف طریقے)
8۔دھرمستیہ(شادی سے متعلق قوانین)
9۔یوگ ورتا(نوکروں کے فرائض)
10۔شداگنا(خارجی امور)
11۔ابھیسیت کرم(جنگ سے پہلے تیاری)
12۔سنگھاورت(تقسیم کر کے حکومت کا طریقہ)
13۔درگ لابھوپیہ(قلعوں پر قبضہ کیسے کریں)
14۔تنتریکتی(ارتھ شاستر کے معنی، یعنی سیاسیات)
15۔ونےادھیکار(وزراء کے تقررات)

مختصراً یہ کہ ارتھ شاستر نے ریاستی تحفظ کے تقریبا تمام معاملات کا احاطہ کیا ہے، جیسے ریاستی نظام کا جزولازم سپت انگ (Saptanga) کا نظریہ، مختلف ریاستوں کے درمیان تعلقات، افسروں اور نوکروں کے فرائض، سلطنت کی انتظامی تقسیم، ٹیکس کا نظام، قوانین، امور خارجہ وغیرہ۔ دیگر موضوعات پر بھی بات کی گئی ہے، جیسے کہ مختلف خطوں میں سماجی حالات، دواؤں کے پودے، کانوں اور کان کنی کا فن، کاشت کاری کے طریقے، آبپاشی کا نظام وغیرہ۔

اشٹ ادھیائی (*Ashthadhyayi*): یہ قدیم ترین سنسکرت گرامر پر ایک کتاب ہے جسے ہندوستانی قواعد داں پانینی (Panini) نے چھٹی سے چوتھی صدی قبل مسیح کے درمیان لکھا تھا۔ اس کام نے کلاسیکی سنسکرت کے لیے لسانی معیارات مرتب کیے تھے۔ اس کا خلاصہ 4,000 سوترا (Sutras) پر مشتمل ہے جو صوتیات اور گرامر کے علم پر بحث کرتی ہیں جو ویدک مذہب میں تیار ہوا تھا۔ پانینی نے اپنے کام کو آٹھ ابواب میں تقسیم کیا ہے۔ سنسکرت زبان کے صرف اور نحو کی وضاحت کے علاوہ، اشٹ ادھیائی بولی جانے والی زبان اور مقدس متون کی زبان کے درمیان مناسب استعمال کے فرق کو واضح کرتا ہے۔

مہابھاشیہ (*Mahabhashya*): پتنجلی (Patanjali) کی مہابھاشیہ، شنگ خاندان کی تاریخ سے متعلق مواد کی دریافت میں ہماری مدد کرتا ہے۔

کام سوتر (*Kamasutra*): واتسیاین کے ذریعہ لکھا گیا کام سوتر ایک قدیم ہندوستانی سنسکرت متن ہے جو جنسیت، ہیجان، شہوت انگیزی اور معاشرتی زندگی کی جذباتی تکمیل پر روشنی ڈالتی ہے۔

نیتی سار (*Nitisara*): کامندک (Kamandaka) کا لکھا ہوا رسالہ نیتی سار جس کو کامندکیہ نیتی سار بھی کہا جاتا ہے، گپت دور میں تشکیل دیا گیا جو کوٹلیہ کی ارتھ شاستر پر مبنی تھا۔

ڈرامے (Drama):

ڈرامے بھی قدیم ہندوستان کے مطالعے کے لیے اہم ماخذ ہیں۔ وشاکھ دت (Vishakhadatta) کا لکھا ہوا ڈرامہ مدرا راکشس نند اور موریہ حکمرانوں کے تعلقات پر روشنی ڈالتا ہے۔ اس کی ایک اور تصنیف دیوی چندر گپتم ہے جو گپتوں کے شجرہ نسب اور تخت نشینی کے جھگڑوں کے بارے میں معتبر تاریخی معلومات رکھتی ہے۔ کالی داس کی لکھی ہوئی مالویکا اگنی مترا، شنگ خاندان کی تاریخ سے متعلق مواد کی دریافت میں ہماری مدد کرتی ہے۔ اسی طرح شودرک (Sudraka) کی مرچھ کٹک (*Mricchakatika*) اور داندن (Dandin) کی لکھی ہوئی دس کمار چریت (*Dashakumaracharita*) عصری سماجی زندگی پر مفید روشنی ڈالتی ہے۔ پشیہ بھوتی حکمراں ہرش وردھن کی پریہ درشیکا، رتناولی اور ناگ نند (ڈرامے) بھی معلومات کی فراہمی میں مساوی اہمیت رکھتے ہیں۔ بعد کے دور میں لکھی گئی سوم دیو (Somdeva) کی کی کتھا سرت ساگر ہمیں موریائی دور سے متعلق مفید تاریخی معلومات فراہم کرتی ہے۔

2.5 غیر ملکی ادب (Foreign Literature)

اہل فارس اور یونانیوں کے حملے کے بعد ہندوستان دوبارہ قدیم دنیا کے سامنے نمایاں ہو گیا۔ اس دوران کچھ جنگی واقعات تو ہوئے، تاہم دو مختلف علاقوں کے درمیان لوگوں کی نقل و حرکت کا عمل قدیم ہندوستان میں ایک مستقل رجحان بن گیا۔ غیر ملکی مسافروں پر علاقے کی کسی بھی راجات کی طرف سے کوئی پابندی نہیں تھی۔ لہذا، ان کی تحریریں غیر جانبدار ہیں۔ عینی شاہد ہونے کی حیثیت سے ہمیں ان کی تحریروں سے ابتدائی اور اولین معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ تاہم یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ چونکہ وہ غیر ملکی تھے اور ہندوستانی تمدن سے

واقف نہیں تھے،اس لیےان سے ہندوستان کے سماجی،اقتصادی اور سیاسی افکار اور اداروں کے بارے میں کامل علم کی توقع نہیں کی جاسکتی۔

میگاستھنیز (Megasthenes): یہ سیلوکس نیکیٹر (Seleucus Nicator) کا سفیر تھا، جو چندر گپت موریہ کے دربار میں تعینات تھا۔ اپنی تصنیف انڈیکا (*Indica*) میں وہ پاٹلی پتر (Pataliputra) کی ترتیب وار تفصیل بیان کرتا ہے جیسے کہ یہ ایک بہت بڑا شہر ہے جس کا رقبہ 2 x 14 کلو میٹر وسیع ہے۔اس میں 570 برج اور 67 باب داخلہ کے ساتھ ایک بہت بڑا شاہی محل ہے۔ شہری انتظامیہ کے لیے پانچ کمیٹیاں ہیں۔ وہ سماجی ڈھانچے اور سماج کے 7 حصوں میں بٹے ہونے کا ذکر کرتا ہے۔ حالانکہ اصل انڈیکا تلف ہو چکی ہے۔ تاہم، کلاسیکی یونانی مصنفین کے حوالوں اور اقتباس کے ذریعے یعنی بالواسطہ طور پر ہم 'انڈیکا' کو بطور ماخذ استعمال کر سکتے ہیں۔

پیری پلس آف دی ایریتھرین سی (*Peryplus of The Erythraen Sea*): یہ سفر نامہ ایک گمنام تصنیف ہے، جسے مصر کے ایک ملاح نے لکھا تھا۔ یہ کام ہمیں ابتدائی تاریخی دور میں ہند رومی تجارت کے بارے میں غیر جانبدارانہ اور معروضی معلومات فراہم کرتا ہے۔ یہ ہمیں ہندوستان کی ساحلی علاقہ پر موجود بندرگاہوں، ہندوستان میں تجارتی مراکز، تجارتی راستوں سے جوڑنے والے تجارتی مراکز اور بندرگاہوں، مراکز کے درمیان فاصلہ، تجارت کی اشیاء کی فہرست، تجارت کی سالانہ مقدار، مختلف اقسام کے جہازوں، اور اشیاء کی قیمتوں کے بارے میں مطلع کرتا ہے۔

فاہیان (Fa-Hien):

فاہیان (337-422 عیسوی) نامی چینی سیاح نے گپت دور میں ہندوستان کا دورہ کیا تھا۔ یہ ایک بدھ مت کے ایک راہب تھے جنہوں نے دیو بھومی (یعنی ہندوستان) سے علم حاصل کرنے اور بدھ مت کی زیارت گاہوں کا دورہ کرنے کے لیے ہندوستان کا سفر کیا۔ اپنے تین سال کے سفر کی بنیاد پر اس نے اپنی کتاب *Records of Buddhistic Kingdoms* میں شمالی ہندوستان کے سماج اور ثقافت کے علاوہ گپت انتظامیہ کے مختلف عوامل پر بھی لکھا ہے۔

ہیون سانگ (Hiuen-Tsiang):

ہیون سانگ (602–664 AD) نامی چینی بدھ راہب تمام مشکلات کے باوجود ہرش وردھن کے دور حکومت میں ہندوستان آیا۔ اس نے اپنا سفر 629 عیسوی میں گانسو (Gansu) سے شروع کیا اور پھر صحرائے گوبی، کرغزستان، ازبکستان، سمرقند اور بلخ سے ہوتا ہوا 630ء میں ہندوستان آیا۔ اس نے بدھ مت کی زیارت گاہوں کا دورہ کیا۔ نالندہ بدھ خانقاہ میں قیام کیا اور بدھ مت کا مطالعہ کیا۔ بدھ مت کے حقیقی اور اصل مسودے اور نشانیاں جمع کیں اور ان کے نسخے تیار کیے۔ ہرش کی اسمبلی میں شرکت کی اور ہندوستان بھر میں 15 سال کے سفر کے بعد 645 عیسوی میں چین واپس آگیا۔ چین میں اس نے اپنی سرگزشت کو 'سی یو کی' (مغربی علاقوں پر عظیم تانگ ریکارڈز) کے طور پر لکھا۔ وہ راجاؤں خصوصاً ہرش اور اس کی سخاوت، ہندوستان کے مختلف خطوں کے لوگوں، رسوم و رواج، طرز زندگی وغیرہ کے بارے میں معلومات فراہم کرتا ہے۔

سری لنکا کے دانشوروں کی طرف سے لکھے گئے دیپ ومس(*Dipavamsa*) اور مہاومس(*Mahavamsa*) بھی ہندوستان میں بدھ مت کی تاریخ کے بارے میں ہماری رہنمائی کرتی ہیں۔ دیگر کتابیں جیسے تاراناتھ (تبتی بدھ راہب) کی کانگیور اور تانگیور قرون وسطی کے ابتدائی ہندوستان کی عکاسی کرتی ہیں۔

مسلمانوں میں سلیمان اور المسعودی نے ہندوستان کی مختصر سرگزشت چھوڑی ہے جبکہ البیرونی نے جو محمود غزنوی کے ساتھ ہندوستان آیا تھا ہندوستان کے بارے میں بہترین تفصیلات فراہم کی ہیں۔ البیرونی کی کتاب 'کتاب الہند' ہمیں 11ویں صدی میں شمالی ہندوستان کی ثقافتی، سیاسی، اور سماجی احوال سے متعلق اچھی معلومات فراہم کرتی ہیں۔

2.6 چرت یا سوانحی کام (Charita and Biographical Works)

چند اہم سوانح عمریاں ہیں، جس میں ہمیں گوتم بدھ اور قدیم دور کے بعض اہم حکمرانوں کی نجی زندگی اور ان کے کاموں کے بارے میں جانکاری ملتی ہے۔ کاویہ یا شاعرانہ انداز میں اشوگھوش(Asvaghosa) کے ذریعہ بدھ کی زندگی پر لکھی گئی بدھ چریت اور سندرانندا کاویہ ہیں۔ ہرش وردھن(Harshavardhan) کی زندگی پر بان بھٹ(Banabhatta) کی ہرش چرت، گوڑ یعنی بنگال کے حکمراں ششانک (Sahasanka) پر پدم گپت(Padmagupta) کی نوششانک چریت، بنگال اور بہار کے حکمراں یشوورمن (Yashovarman) پر درباری شاعر واکپتی (Vakpati) کی گوڑدیواہو (Gaudevaho) اور چالوکیہ (Chalukya) حکمراں وکرمادتیہ(Vikramaditya) پر بلہن(Bilhana) کی وکرمانک دیو چریت، ان حکمرانوں کے عظیم کارناموں کو بیان کرتی ہے۔ جے سمہا(Jayasimha) کی پال حکمراں کمار پال کے بارے میں لکھی گئی کمار پال چریت، ہیم چندر(Hemachandra) کی چالوکیہ حکمراں کمار پال کے بارے میں لکھی ہوئی کمار پال چریت، نے چندر(Nayachandra) کا ہمیر کاویہ، بلال(Ballal) کا بھوج پربندھ، چند بردائی(Chandbardai) کا پرتھوی راج راسو، سندھیاکرنندی(Sandhyakarnandi) کا رام چریت اور ایک گمنام مصنف کی پرتھوی راج وجے، قدیم سوانحی ادب یا چرت میں خصوصی اہمیت کی حامل ہیں۔

سنگم ادب (Sangam Literature):

سب سے قدیم تمل تحریریں سنگم ادب میں ملتی ہیں۔ تمل زبان میں لکھا گیا سنگم ادب ہمیں تیسری صدی عیسوی تک ہندوستان کے جنوب بعید میں چیرا، چول اور پانڈیا خاندانوں کی تاریخ کے بارے میں اچھی معلومات فراہم کرتا ہے۔ جنوبی ہند میں تملوں کا سنگم ادب، جو کاویہ (نظم) کے انداز میں لکھا گیا ہے، جنوب کے سیکولر ادب کا سب سے اہم نمائندہ ہے۔ سنگم ادب جو مثالیت پسندی کو حقیقت پسندی کے ساتھ اور کلاسکی حسن کو دیسی صنعت اور طاقت کے ساتھ جوڑتا ہے اسے بجا طور پر تمل ادب کا بہترین مائندہ سمجھا جاتا ہے۔ یہ عوامی اور سماجی سرگرمیوں جیسے حکومت، جنگی حکمت عملی، تجارت، معیشت، زراعت وغیرہ سے متعلق سیکولر معاملات سے متعلق ہے۔

قدیم تمل شعرا، مجالس میں جمع ہوتے جنہیں سنگم کہا جاتا تھااور ان مجالسمیں جو ادب تیار ہوتا تھااسے سنگم ادب کہا جاتا تھا۔ تین سنگم یاادبی مجالس منعقد ہوئے۔ پہلا اور آخری مدورائی میں اور دوسرا کپتاپورم میں ہوا۔ یہ پورا ادب دوسری صدی قبل مسیح سے دوسری صدی عیسوی کے درمیان کا مانا جاتا ہے، اگرچہ وہ چھٹی صدی عیسوی تک مکمل کیا گیا ہوگا۔ تاہم، ان مجالس کی تاریخی ہونے کے بارے میں کچھ شکوک و شبہات موجود ہیں۔ اس لیے دانشور اسے سنگم ادب کے بجائے 'ابتدائی کلاسیکی تمل ادب' کہنا پسند کرتے ہیں۔ یہ نظمیں محبت اور جنگ کے موضوع پر تھیں اور ان کے مرتب ہونے سے پہلے ایک طویل عرصے تک زبانی طور پر منتقل کی گئیں تھیں۔ وہ مذہبی ادب کے زمرے میں نہیں آتیں۔ شاعر ہر شعبہ ہائے زندگی سے آئے تھے اور ان میں استاد، سوداگر، بڑھئی، سنار، لوہار، سپاہی، وزیر اور راجا شامل تھے۔ اپنے متنوع موضوعات اور تصنیف کی وجہ سے وہ اپنے دور کے لوگوں کی روزمرہ کی زندگی کے بارے میں معلومات کا خزانہ ہیں۔

بہت سی نظموں میں حکمرانوں یا ہیرو کا نام لے کر ذکر کیا گیا ہے اور ان میں فوجی کارناموں کی تفصیلات بیان کی گئی ہیں۔ درباری شاعروں اور جنگجوؤں کو حکمران کی جانب سے عطا کیے گئے انعام واکرام اور اس کے جشن کا بھی کا ذکر کیا جاتا ہے۔ ہو سکتا ہے دربار میں یہ اشعار پڑھے گئے ہوں گے اور ایک یہ بھی امکان ہے کہ حکمرانوں کے نام، بطور تاریخی شخصیات استعمال کیے گئے ہیں۔ ان میں چول، چیر اور پانڈیہ حکمرانوں کا تذکرہ بطور عطیہ دہندگان کیا جاتا ہے۔

سنگم ادب میں ترقی پذیر شہروں کا ذکر ہے جیسے، کاویری پٹنم، پہار اور مدرائی وغیرہ۔ وہ یونوں (Yavanas)یعنی یونانیوں یا غیر ملکیوں کے آنے اور سونے کے بدلے کالی مرچ خریدنے اور مقامی لوگوں کو شراب اور خواتین غلاموں کی فراہمی کا ذکر کرتے ہیں۔ تجارت کے بارے میں ان کی معلومات کی تصدیق، آثار قدیمہ اور غیر ملکی تحریروں سے ہوتی ہے۔

سنگم دور کے شاعروں اور مفکرین میں، تروولوور(Tiruvalluvar)،الانگواڈیگل(Illango Adigal)، سیتلائی ستنار (Sittalai Sattanar)، نکیرار(Nakkirar)،اوویئر(Auvaiyar)منگوڈی مرڈنار(Mangodi Marudanar) چند اہم شخصیات ہیں۔ سنگم ادب، اٹھارہ عظیم تصانیف (پٹینین میلکنکو Patinenmēlkaṇakku) پر مشتمل ہے، جس میں دس نظمیں (پتوپٹو Pattupattu)اور آٹھ دیوان (ایتوتوگئی Ettutogai) شامل ہیں۔ سنگم ادب کی سب سے بڑی خوبی معیارات کے ساتھ ان کی مکمل لگن اور ادبی کنونشنوں کی پابندی ہے۔ تولکاپیم(Tolkappiyam)، کپییار کی لکھی ہوئی سب سے قدیم تامل گرامر ہے جسے تین بڑے حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے اور اس کے کل 1612 سوتر ہیں ۔تمل داستانوی تصانیف سلپادیکرم(*Silappadikaram*)اور منی میکلائی(*Manimekhalai*) بھی اس دور کے حالات پر روشنی ڈالتے ہیں۔

سنگم ادب زیادہ تر سیکولر ہے اور عام مردوں اور عورتوں کی حقیقی فطرت اور ان کے طرز زندگی کی عکاسی کرتا ہے۔ اگر ہم اس کا گہرائی سے جائزہ لیں تو انتہائی اہم معلومات کا بہت بڑا ذخیرہ سامنے آسکتا ہے، جیسے کہ قدیم ماحولیات، بقائے زندگی کے طریقے اور غذا کی پیداوار کی تکنیک، جنگل، سمندر، سادہ مصنوعات، فصل کے نمونے اور ان کا چکر، طریقہ آبپاشی، سماجی احوال اور سماجی گروہوں میں تناؤ، ماحولیاتی

خطوں کی آزادی اور ایک دوسرے پر انحصار وغیرہ۔ جب کہ دوسری طرف، تمل حکومت، درباری اور دیگر فرائض، قصبوں اور قصبوں کی انتظامیہ، قوانین، عدلیہ، شہر کی ترتیب، اندرونی اور بیرونی تجارت وغیرہ پر بھی معلومات حاصل ہوتی ہے۔

سائنسی ادب

ہمارے پاس قدیم ہندوستان سے جڑی چند سائنسی ادبی تصانیف ہیں جو ہمیں اس دور کی سائنسی سرگرمیوں کی جھلک دکھاتی ہیں۔ یہ ماخذ ہمیں بتاتے ہیں کہ ہندوستان، قدیم زمانے میں ، فلکیات، ریاضی اور طبّی سائنس کے میدان میں بہت ترقی یافتہ تھا۔ وراہ مہر (Varahamihir) کی پنچ سدھانت کو ہندوستانی فلکیات کی بائبل مانا جاتا ہے۔ آریہ بھٹ نے شاندار فلکیاتی کتابیں لکھیں جیسے دسگیتیکا سوترا، آریستاستا (Aryastasata)، آریہ بھٹکا وغیرہ۔ چرک سمہتا (*Charaka Samhita*) طبّی سائنس پر ایک اہم کتاب ہے۔ یہ تمام کتابیں اگرچہ سائنس کی مختلف شاخوں سے تعلق رکھتی ہیں، ہمارے تاریخی علم میں بہت اہم کردار ادا کرتی ہیں۔

تاریخی ادب (Historical Literature):

ادبی مواد کے علاوہ قدیم ہندوستان کی پہلی باقاعدہ تاریخی تصنیف میں بلاشبہ کشمیر کی تاریخ، راج ترنگنی ہے۔ یہ غالباً ہندوستان کی پہلی اہم باقاعدہ تاریخی تصنیف تھی جسے جدید مغربی اور ہندوستانی مورخین نے متفقہ طور پر تاریخ کے دائرے میں رکھا ہے۔ اسے کلہن (کشمیر میں 1100 عیسوی میں پیدا ہوا) نے 1148 میں لکھا تھا۔ اس نے یہ کتاب کشمیر کے راجا جے سمہا کے دور میں دو سال کے اندر مکمل کی۔ یہ سنسکرت زبان میں ہے جس میں آٹھ ابواب ہیں۔ یہ مہابھارت جنگ کے دور سے لے کر 12 ویں صدی عیسوی تک کشمیر کی تاریخ پیش کرتی ہے۔ تاہم صرف 9 ویں صدی سے ایک مستند تاریخ حاصل کی جاسکتی ہے۔ کلہن ایک غیر جانبدار مورخ تھا جس نے تاریخ لکھنے کے لیے وسیع النظری اور مختلف ماخذ کا استعمال کیا اور تمام دستیاب اعداد و شمار کا جائزہ لے کر سائنسی نقطہ نظر کی پیروی کی۔ اس نے فیلڈ ورک کیا اور پورے کشمیر کا سفر کیا۔ اپنے سفر کے دوران اس نے نہ صرف ماخذ جمع کیے بلکہ مقامی لوگوں سے بات چیت بھی کی اور زبانی روایات بھی اکٹھا کیں۔ اس کا کام کشمیر سے اس کی محبت اور اپنے سرپرست راجہ کے احترام کو ظاہر کرتا ہے۔ تاہم ایک مورخ کے طور پر، وہ اپنے راجہ کے منفی رخ پر بھی تنقید کرتا ہے۔ اس کام میں اس کے خوبصورت بیانیہ، تفصیلی انداز، ڈرامائی مکالمے، اچھے تجاویز جابجا نظر آتے ہیں۔ راج ترنگنی، تاریخ نویسی کے لیے ماخذ کی اہمیت اور ان میں تنوع کو ظاہر کرتی ہے اور مؤرخ کی غیر جانبداری اور غیر متعصب فطرت پر بھی زور دیتی ہے۔ کلہن کے مطابق، "ایسے شخص (مؤرخ) کی تعریف کی جانی چاہیے جس کی تحریر کسی بھی قسم کے تعصب کے بغیر تاریخی واقعات کو بیان کرتے ہوئے غیر جانبداری اختیار کرے۔"

2.7 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

اوپر دی گئی فہرست مکمل نہیں ہے۔ مختلف دانشوروں نے مختلف اوقات میں سنسکرت، پالی، پراکرت، تمل اور دیگر زبانوں میں مذہبی اور سیکولر تحریریں لکھی ہیں۔ ان میں سے بہت سے معروف ہیں اور بہت سا ذخیرہ شاید جدید دانشوروں سے چھوٹ گیا ہے۔ اس کے

علاوہ تاریخ کے طالب علم کو قدیم ہندوستانی تاریخی ادب کی کھوج میں بہت محتاط رہنا چاہیے، خواہ وہ مذہبی مواد ہو یا سیکولر قدیم ہندوستانی تاریخ میں مذہبی متون کوئی تاریخی ترتیب سے موجود نہیں ہیں اور سوانح نگاری کا مقصد بنیادی طور پر حکمرانوں کی حمد بیان کرنا ہوتا ہے۔ غیر ملکیوں کی تحریریں زیادہ تر ضمنی معلومات پر مبنی ہوتی ہیں۔ پھر بھی، ان تمام کمیوں کے باوجود، ادبی ماخذ یقیناً ہندوستانی تاریخ کے طالب علموں کو قیمتی مدد فراہم کرتے ہیں۔ مذکورہ بالا بحث سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ قدیم ہندوستانی ادب کا بڑا حصہ مذہبی ہے۔ یہ خیال اس تصور کی بنیاد بن گیا ہے کہ ابتدائی ہندوستان میں کوئی تاریخ نہیں لکھی گئی۔ ہندوستانی ماہرین جس چیز کی تلاش کر رہے تھے وہ دستاویزات سے آگاہی، اسباب میں دلچسپی، تاریخ پر مبنی اعلیٰ مدارج اور ابتدائی ہندوستانی سنسکرت متون میں ترتیب وار بیانیہ تھا۔ اس کے بجائے انہیں جو کچھ ملا وہ وہی تھا جسے انہوں نے تخیل، افسانے، مذہبی محاورے اور غیر ملکی کہانیوں سے منسوب کیا۔ دانشوروں کے حالیہ مطالعے نے ان طریقوں سے پردہ اٹھانے کی کوشش کی ہے جن سے کچھ سماج مختلف وجوہات کی بنا پر ماضی کو ایک خاص تناظر میں بیان کرتے ہیں۔

رومیلا تھاپر (Romila Thapar) ایسی ہی ایک روایت کے بارے میں بات کرتی ہیں جو کہ ابتدائی ہندوستان میں 'اتہاس پران روایت' کے نام سے موسوم ہے۔ وہ لکھتی ہیں، ''اس حقیقت کی اہمیت کو سمجھنا ضروری ہے کہ کچھ سماج اپنے ماضی کو مخصوص شکلوں میں محفوظ کرنے کا انتخاب کرتے ہیں۔ ایسی ہی ایک شکل وہ شعوری سطح ہے جو قدیم کتابوں کے اندر سرایت کی ہوئی ہے اور اسے دریافت کرنے کی ضرورت ہے۔ ان میں اساطیر، ہیروز کی تعریف میں تحریریں یا قدیم نسل کے گروہوں کے نسب نامے شامل ہیں۔ کچھ دوسری تحریروں میں تاریخ کی زیادہ واضح شکل ہے، جیسے کہ حکمرانوں کی سوانح عمری اور ان کے اختیارات، جو کہ قابل شناخت شکل میں لکھے گئے ہیں۔''

2.8 کلیدی الفاظ (Keywords)

انگ: انگا (جسے اگم بھی کہا جاتا ہے) جین مت کے 45 مقدس متون ہیں جو مفکرین کی گفتگو پر مبنی ہیں۔

اشٹ ادھیائی: پانینی کی تحریر کردہ اشٹ ادھیائی سنسکرت گرامر پر سب سے قدیم کتاب ہے جو چھٹی سے پانچویں صدی قبل مسیح میں لکھی گئی تھی۔

پالی زبان: پالی ایک کلاسیکی زبان تھی جو بنیادی طور پر گنگا کے علاقے میں بدھ کے زمانے میں اور اس کے بعد بھی مشہور تھی۔ ابتدائی بدھ مت دور کا مذہبی ادب پالی زبان میں لکھا گیا ہے۔

پراکرت زبان: پراکرت قدیم ہندوستان میں عام لوگوں کی زبانوں میں سے ایک تھی۔ جین مذہبی متن بھی اسی زبان میں لکھا گیا تھا۔ تولکاپیم (*Tolkappiyam*) سب سے قدیم موجودہ تمل گرامر ہے جسے Tokkappiyar نے لکھا ہے،

کتاب الہند: البیرونی کی عربی زبان میں تحریر کردہ کتاب ہے جو ہندوستان آیا اور محمود غزنی کے ساتھ 11 ویں صدی عیسوی میں فتح حاصل کی۔

2.9 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

2.9.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1. قدیم ہندوستان کے دو عظیم افسانوں اور ان کے مصنفین کا نام لکھیں۔
2. بدھ مت کے تین پتا کا کیا ہیں۔
3. دو چینی مسافروں اور ان کے کاموں کے نام بتائیں جنہوں نے قدیم دور میں ہندوستان کا دورہ کیا تھا۔
4. سنسکرت پر لکھی گئی گرامر کی پہلی کتاب کا نام بتائیں۔
5. چاروں ویدوں کے نام لکھیں۔
6. دو ماخذوں کے نام بتائیں جو قدیم ہندوستان میں غیر ملکی مصنفین نے لکھے تھے۔
7. سنگم دور میں لکھی گئی دو اہم کتابیں لکھیں۔
8. جین مذہب کی چند اہم مذہبی کتابوں کے نام بتائیں۔
9. کالیداس کے لکھے ہوئے دو ڈراموں کے نام لکھیں۔
10. قدیم ہندوستان میں سائنس کی ترقی سے متعلق کسی دو ادب کا نام بتائیں۔

2.9.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. قدیم ہندوستان کے غیر ملکی ماخذ کے بارے میں ایک نوٹ لکھیں۔
2. ابتدائی اور آخری ویدک دور کی تاریخ لکھنے میں ویدوں کی اہمیت پر روشنی ڈالیں۔
3. قدیم دور میں سائنسی ادب کی ترقی کا جائزہ لیں۔
4. کتاب *Indica* میں ہندوستان کے بارے میں Megasthenes کے ذریعہ دی گئی تفصیل کے بارے میں لکھیں۔
5. موریہ دور کو سمجھنے کے لیے ارتھ شاستر کی اہمیت پر ایک نوٹ لکھیں۔

2.9.3 طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. قدیم ہندوستانی تاریخ کی تعمیر نو میں مقامی ادبی ماخذ کی اہمیت پر بحث کیجیے۔
2. قدیم ہندوستان کی تاریخ لکھنے کے مقصد کے لیے مذہبی ماخذ اور اس کی نوعیت کا تنقیدی جائزہ لیں۔
3. سنگم ادب پر ایک مضمون لکھیں۔

2.10 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں (Suggested Books for Further Reading)

1. B. Shaik Ali, *History*: *Its Theory and Method*, New Delhi, Trinity Publication, 2019.
2. E.H. Carr, *What is History*? Harmondsworth, Pelican Books, 1964.
3. E. Sreedharan, *A Textbook of Historiography*, New Delhi, Orient Black Swan, 2004.
4. Romila Thapar, *Early India*: *From the Origins to AD 1300*, New Delhi, OUP, 2000.
5. Romila Thapar, *The Penguin History of Early India: From the Origins to AD 1300*, New Delhi, Penguin Books, 2002.
6. R.S. Sharma, *Material Culture and Social Formation in Ancient India*, New Delhi, Macmillan, 1983.
7. S. Gopal and Romila Thapar, *Problems of History Writings in India*, New Delhi, India International Centre, 1963.
8. K. A. Nilakanta Sastri, *A History of South India from Prehistoric Times to the Fall of Vijaynagar*, Madras, Oxford University Press, 1975.
9. Upinder Singh, *History of Ancient and Early Medieval India: From the Stone Age to the 12th Century*, New Delhi, Dorling Kindersley (India) Pvt. Ltd., 2008.
10. V. S. Pathak, *Historians of Ancient India: A Study in Historical Biographies*, Bombay, Asia Publishing House, 1966.

اکائی 3۔ ما قبل تاریخ: قدیم، وسطی اور جدید پتھر کے دور کی ثقافتیں

(Pre-History: Palaeolithic, Mesolithic, and Neolithic Cultures)

اکائی کے اجزا

3.0 تمہید

3.1 مقاصد

3.2 ما قبل تاریخ

3.3 ہندوستان کی جغرافیائی خصوصیات

3.4 قدیم پتھر کا دور

3.4.1 ہندوستان میں قدیم پتھر کے دور کی ثقافت

3.4.2 ہندوستان میں قدیم پتھر کے دور کے مراحل

3.4.3 قدیم پتھر کے دور کے آثاری باقیات

3.4.3.1 زیریں قدیم پتھر کا دور

3.4.3.2 درمیانی قدیم پتھر کا دور

3.4.3.3 بالائی قدیم پتھر کا دور

3.4.5 قدیم پتھر کے دور کے کچھ مقامات

3.5 وسطی پتھر کا دور

3.5.1 باریکالے: آلات کی اقسام اور تکنیک

3.5.2 وسطی پتھر کے دور کے اہم مقامات

3.5.3 وسطی پتھر کے دور کی چٹانی مصوری

3.6 جدید پتھر کا دور

3.6.1 جدید حجری انقلاب کا تصور

3.6.2 موسم میں ہونے والی تبدیلیاں

3.6.3 جدید پتھر کے دور کے آلات اور تکنیک
3.6.4 شکار سے زراعت کی جانب منتقلی
3.6.5 کھیتی باڑی کی شروعات
3.6.6 ہندوستان میں جدید پتھر کا دور
3.6.7 سماجی تنظیم
3.6.8 ہندوستان میں جدید پتھر کے دور کی خصوصیات
3.7 اکتسابی نتائج
3.8 کلیدی الفاظ
3.9 نمونہ امتحانی سوالات
3.9.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات
3.9.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات
3.9.3 طویل جوابات کے حامل سوالات
3.10 مزید مطالعہ کے لیے تجویز کردہ کتابیں

3.0 تمہید (Introduction)

اس اکائی میں ہم انسان کے حیاتیاتی اور ثقافتی ارتقاء کی تاریخ کے سب سے ابتدائی دور کے بارے میں جانیں گے۔ یہ وہ مرحلہ ہے جب انسان کے آباؤاجداد اپنے بندر نما ہم نسلوں سے الگ ہو رہے تھے۔ یہ سفر 2.5 ملین سال کے عرصے پر محیط ہے اور اس میں حیاتیاتی ساخت سے متعلق پہلو جیسے دو پیروں پر چلنا اور دماغ کی توسیع اور ثقافتی رویے میں بہتری شامل ہے۔ ساتھ ہی میں پتھر اور لکڑی جیسے قدرتی مواد سے ارادی طور پر اوزاروں اور ہتھیار کی تیاری اس کا حصہ ہے۔ آثار قدیمہ کی وہ شاخ جو انسانی تاریخ کے اس ابتدائی مرحلے کا مطالعہ کرتی ہے اسے علم ما قبل تاریخ (Pre-History) کہا جاتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں کہا جائے تو تحریری نظام کی آمد سے پہلے انسانی سماجوں کی ابتداء اور نمو سے متعلق ہے، جو ہندوستان کے معاملے میں تیسری صدی قبل مسیح کے آس پاس کا دور ہے۔ ہڑپہ تہذیب کے (ابھی تک غیر واضح) رسم الخط جیسے شواہد کو مد نظر رکھتے ہوئے ہندوستان میں تاریخ اور ما قبل تاریخ کے درمیان ایک عبوری مرحلہ موجود ہے جسے ابتدائی تاریخ (Proto-History) کہا جاتا ہے۔ موٹے طور پر دیکھا جائے تو یہ مرحلہ تیسری اور دوسری ہزار سالہ اور پہلی ہزار سالہ قبل مسیح کے ابتدائی نصف پر محیط ہے۔ اس کی خصوصیت جدید پتھر اور تانبے پتھر کے دور کی بہت سی ابتدائی زرعی اور چرواہا آبادیوں کا ابھرنا ہے جس کا مطلب دیہی زندگی،

جانور پالنا، گندم، جو، چاول اور باجرا جیسی فصلوں کی کھیتی، اور مختلف دستکاریوں کا نشوونما ہے۔ وادی سندھ میں اسی دور میں شہری منصوبہ بندی اور کانسہ کی تکنیک پر مبنی شہری تہذیب کی ترقی ہوئی۔ کھیتی باڑی اور مویشی پالنے کے مرحلے سے پہلے شکار اور غذا اکٹھا کرنے پر مبنی طرز زندگی کا ایک طویل عرصہ ہے جو ما قبل از تاریخ کا موضوع بنتا ہے۔

3.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کے مطالعے کے بعد آپ

- پتھر کے دور میں زندگی گزارنے کے طور طریقہ کو سمجھ سکیں گے۔
- شکار اور غذا اکٹھا کرنے کے مرحلے سے ترقی یافتہ زندگی تک، ماضی کے انسانوں کی نشوونما کا پتہ لگا سکیں گے۔
- جدید پتھر کے دور میں اہم تبدیلیوں اور کھیتی باڑی کی شروعات کو سمجھ سکیں گے۔
- وسطی پتھر کے دور اور جدید پتھر کے دور میں فرق کر سکیں گے۔

3.2 ما قبل تاریخ (Pre-History)

ما قبل تاریخ سے مراد وہ دور ہے جب انسان ابھی تحریر سے ناواقف تھا۔ بالفاظ دیگر لوگ ناخواندہ تھے اور لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے۔ یہ اکائی ہندوستان میں پتھر کے دور سے متعلق ہے جس کا ہمارے پاس کوئی تحریری ثبوت نہیں ہے اور تاریخ ریکارڈ کرنے کے لیے لوگوں کے زیر استعمال سنگی اوزار کے علاوہ کوئی اور ذریعہ موجود نہیں تھا۔

ما قبل تاریخ کی اصل کھوج مئی 1859 میں اس وقت ہوئی جب تین برطانوی سائنسدانوں کی ایک ٹیم (جوزف پریسٹوِچ، ماہر ارضیات، ہف فالکنر، ماہر حیاتیات اور جان ایونز، ماہر آثار قدیمہ) نے اصل مقامات کے بذات خود معائنہ کی بنیاد پر، لندن میں رائل سوسائٹی کے سامنے انگلینڈ کے جان فرایر اور شمالی فرانس کے بائچر ڈی پرتھیس (Boucher de Perthes) کی دریافتوں کی توثیق کی۔ اس تحقیق میں قدیم پتھروں میں جنگلی مویشیوں اور دیگر بڑے معدوم جنگلی جانوروں کے ڈھانچوں کو دریافت کیا گیا۔ ڈارون کی کتاب نے ما قبل تاریخ کے مطالعے کی اہمیت کو تحریک دی۔ اپنی کتاب پری ہسٹورک ٹائمز (Prehistoric Times, 1865) میں سر جان لبّوک (Sir John Lubbock) نے نہ صرف ایک نئی سائنس کی ابتداء کا اعلان کیا جسے قبل از تاریخ کہا جاتا ہے بلکہ پتھر کے زمانے کو قدیم پتھر اور جدید پتھر کے ادوار میں تقسیم کیا ہے۔ جیولوجیکل سروے آف انڈیا (Geological Survey of India) کے رابرٹ بروس فوٹ (Robert Bruce Foote) نے یورپ میں قبل از تاریخ کی ابتداء کے صرف چار سال بعد 1863 میں مدراس کے قریب قدیم پتھر کے دور کے مقامات کا پتہ لگایا تھا۔ قبل از تاریخ کے بعد ابتدائی تاریخ کا مرحلہ آتا ہے جو ہندوستان میں قبل از تاریخ اور تاریخ کے مابین ایک عبوری مرحلہ ہے۔ انسانی ماضی یا تاریخ کو تین اہم ادوار میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

1۔ پتھر کا دور　　2۔ کانسہ کا دور　　3۔ لوہے کا دور

پتھر کے دور کا مطلب یہ ہے کہ جس دور میں اوزار بنانے کا بنیادی ذریعہ صرف پتھر ہی تھا۔اسی طرح کانسے اور لوہے کے دور کا مطلب یہ ہے کہ اس میں ان دھاتوں سے اوزار بنائے جانے لگے اور ساتھ ہی پچھلے طریقوں سے بھی اوزار بنائے جاتے رہے۔۔ان کا اصل مطلب غذائی معیشت یا خوراک حاصل کرنے کے طریقے، سماجی تنظیم، مردوں کی تدفین، فن اور زندگی کے دیگر پہلوؤں سے متعلق تبدیلیان ہیں۔لفظ 'lithic' یونانی لفظ 'lithos' سے ماخوذ ہے، جس کا مطلب ہے پتھر۔پتھر کے دور کو تین ادوار میں تقسیم کیا جاتا ہے:

- قدیم پتھر کا دور (Palaeolithic Age)
- وسطی پتھر کا دور (Mesolithic Age)
- جدید پتھر کا دور (Neolithic Age)

3.3 ہندوستان کی جغرافیائی خصوصیات (Features of Indian Geography)

برصغیر ہندوستان (یا عمومی جغرافیائی اور ثقافتی مقاصد کے لیے جنوبی ایشیا) کی سطح کا ایک الگ جغرافیائی وجود ہے۔ یہ جغرافیائی، ثقافتی اور لسانی لحاظ سے بہت زیادہ متنوع سرزمین ہے۔اس کے اہم جغرافیائی خطوں میں شمال میں برف پوش ہمالیہ، شمال مغرب میں کوہ ہندوکش اور قراقرم پہاڑی سلسلہ، سندھ، گنگا اور برہم پتر کے زرخیز میدانی علاقے، مغربی راجستھان کا بنجر صحرائے تھار، جنوبی جزیرہ نما جو مغرب میں سہیادری، نیلگری اور مشرق میں مشرقی گھاٹ سے جڑا ہوا ہے اور شمال مشرقی ہندوستان کا پہاڑی علاقہ شامل ہیں۔ ہر علاقے میں زمین، مٹی، بارش اور نباتات کے لحاظ سے زبردست تغیر پایا جاتا ہے۔ ہندوستانی سرزمین شکار کرنے اور خوراک جمع کرنے پر مبنی طرز زندگی کی تمام خصوصیات سے آراستہ تھی۔ مناسب زمین جو شکاری گروہوں کو آزادانہ نقل و حرکت کی اجازت دیتی تھیں، اوزار بنانے کے لیے مختلف قسم کی بنیادی چٹانوں اور چونا پتھر (Siliceous Stones) کی موجودگی، بڑی اور چھوٹی ندیوں اور چشموں کی شکل میں سال بھر دستیاب آبی ذخائر اور جنگلی پودوں اور جانوروں کی خوراک کی وافر مقدار میں دستیابی وغیرہ۔ لہٰذا یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ ہمالیائی پٹی کو چھوڑ کر اور ہند-گنگا کے زرخیز خطوں کو چھوڑ کر پتھر کے دور کے باشندے پوری ہندوستانی سرزمین پر موجود تھے۔ یہ دلچسپ بات ہے کہ مغربی راجستھان کے صحرائی علاقے بھی ماضی میں ندیوں، جھیلوں اور تالابوں سے آباد تھے جنہوں نے قدیم پتھر کے دور سے لے کر وسطی پتھر کے دور کے باشندوں کو اپنی جانب راغب کیا۔

3.4 قدیم پتھر کا دور (Palaeolithic Period)

Palaeolithic Age، (یونانی زبان میں 'Palaeo' کا مطلب ہے قدیم اور 'Lithic' کا مطلب پتھر)، جسے قدیم پتھر کا دور بھی کہا جاتا ہے، قدیم ثقافتی مرحلہ، یا انسانی ترقی کی وہ سطح ہے جس میں پتھر کے ابتدائی اوزاروں کا استعمال کیا گیا اور اسے ماہر آثار قدیمہ جان لبوک (John Lubbock) نے 1865 میں وضع کیا تھا۔ یہ انسانی زندگی کا سب سے طویل دور ہے۔ انسانی ارتقا سے متعلق علوم اس عہد کے آغاز کو مختلف واقعات سے جوڑتے ہیں۔ آثار قدیمہ کے نقطہ نظر سے ماحول اور اوزار سازی میں انسانی ہنرمندی فیصلہ کن عنصر ہے،

جس کے نشانات کھدائی میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ اس زمانے میں تیار اور استعمال ہونے والا سب سے اہم آوزار پتھر کا ہے، جس کے ساتھ شاید لکڑی اور ہڈیوں کے اوزار بھی موجود تھے۔ لوگ کھلی فضاؤں یا بند غاروں میں رہتے تھے۔ یہ دور دنیا بھر میں مختلف جگہوں پر مختلف وقت میں شروع ہوا، پہلے افریقہ جیسی جگہوں پر اور بعد میں چین جیسے مقامات پر۔

3.4.1 ہندوستان میں قدیم پتھر کے دور کی ثقافت (Paleolithic Culture in India)

ہندوستان میں پتھر کے زمانے کی ثقافت کا پہلا ثبوت 1842 میں کرناٹک میں اس وقت سامنے آیا جب پرائم روز نے کرناٹک کے رائچور ضلع کے لنگسوگور (Lingsugur) میں چکنے پتھر کے چاقو اور تیر کے نشانات دریافت کیے تھے۔ بعد میں رابرٹ بروس فوٹ نے 1863 میں علم ما قبل تاریخ کو آگے بڑھایا جب اس نے اولین قدیم پتھر کے دور کی دریافت کی۔ اس کے بعد، اگلی دو دہائیوں میں جنوبی جزیرہ نما میں بہت سے قبل از تاریخ مقامات کی اطلاع ملی لیکن صرف 1930 کی دہائی میں H. De Terra اور T.T. Paterson نے کشمیر، پوٹھوار اور جموں جیسے علاقوں کا تفصیلی سروے کیا۔ اس کے بعد قبل از تاریخ کی تحقیق نے زور پکڑا اور بہت سے دانشوروں نے اپنی توجہ نئی دریافتوں، ثقافتی تاریخ کی ترتیب معلوم کرنے اور قدیم پتھر کے دور کی تشکیل نو پر مرکوز کرنا شروع کی۔ 1960 کی دہائی میں ہندوستان میں ما قبل تاریخ پر کام کرنے والے دانشوروں نے پورے اعتماد کے ساتھ برفانی دور (Pleistocene) کے دوران قدیم پتھر کے دور کو اوزار و اشیا کی شکل، حجم اور تیاری کے طریقوں اور اقسام کی بنیاد پر زیریں، درمیانی اور بالائی قدیم پتھر کے ادوار میں تقسیم کیا۔

3.4.2 ہندوستان میں قدیم پتھر کے دور کے مراحل (Phases of the Paleolithic Age in India)

آزادی کے بعد کچھ عرصے کے لیے ماہرین آثار قدیمہ نے ہندوستان میں بالائی قدیم پتھر کے دور کے مرحلے کے وجود کے بارے میں شبہات کا اظہار کیا تھا لیکن آندھرا پردیش میں کرنول (Kurnool) غاروں، مدھیہ پردیش میں بھیم بیٹکا (Bhimbetka) غاروں اور آندھرا پردیش میں رینی گنٹا (Renigunta) اور مہاراشٹر میں پٹنے (Patne) کے کھلے مقامات پر کھدائی نے اس مرحلے کی واضح ثقافتی سطحوں کو ظاہر کیا ہے۔ لہٰذا ہندوستانی قدیم پتھر کے دور کو اب تین مراحل میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

1. زیریں قدیم پتھر کا دور
2. درمیانی قدیم پتھر کا دور
3. بالائی قدیم پتھر کا دور

گزشتہ صدی کی آخری چوتھائی میں، ریڈیو کاربن (Rediocorbon)، پیلیو میگنیٹزم (Palaeomagnetism)، تھرمولومینیسیس (Thermoluminiscence)، پوٹاشیم آرگن (Potassium-Organ)، آرگن آرگن (Organ-Organ)، یورینیم تھوریئم (Uranium Thorium) جیسی سائنسی تعین وقت تکنیکوں کے ذریعے کچھ مقامات کی صحیح تاریخ کا تعین ممکن ہوا ہے۔ پاکستان میں سوات کے مقام پر ندی کی گاد میں ایک 70 میٹر گہرے حصے میں ایک پختہ بجری اور کچھ دیگر نمونے ملے۔ یہ بجری

پیلیو میگنیٹزم کی بنیاد پر 1.9 ملین سال قدیم (بعد میں 2.5 ملین سال قدیم) بتائی گئی ہے۔اسی طرح، جموں کے اتر بائنی(Uttarbaini) میں، سیوالک کی ترائی میں کچھ غیر مفصل باقیات پائے گئے جن کی عمر 1.6 ملین سال (نظر ثانی کے بعد 2.8 ملین سال) فشن ٹریک طریقہ سے مقرر کی گئی ہے۔

شمالی کرناٹک میں اسام پور(Isampur) کے مقام پر جانوروں کے دانتوں کی تاریخ الیکٹران اسپن ریزونس طریقہ (Electron Spin Resonance)کے مطابق 1.2 ملین سال قدیم بتائی گئی ہےاور یہ برصغیر کے قدیم ترین اشولی (Acheulian)آثاری مقام میں شامل ہے۔دیگر اشولی مقامات جیسے دینااور جلالپور (پاکستان)، ڈڈوانہ (راجستھان)، عمریٹھی اور آدی چڑی واو (گجرات)، نیواسا، بوری اور مورگاؤں (مہاراشٹر)، اور صداب، تیگی ہلی، اور یدوروادی(کرناٹک) کی مختلف مواد جیسے کیلکریٹ(Calcretes)، ملیولائٹس(Miliolites)اور آتش فشانی(Volcanic)راکھ کے ذریعے تاریخ متعین کی گئی ہے جو کہ لگ بھگ 0.7اور 0.2 ملین سال کے درمیان ہے۔اس طرح ان آثار کی بنیاد پر تجویز کیا جاتا ہے کہ اشولی ثقافت 10 لاکھ سال تک قائم رہی۔ ڈڈوانا(راجستھان)، کالپی(یوپی)، جیت پور (گجرات)، دھوم اور مولاڈیم (مہاراشٹر)اور جوالاپورم (آندھراپردیش)سے درمیانی قدیم پتھر کے مقامات کے لیے واضح تاریخیں دستیاب ہیں۔یہ تاریخیں 1,65,000 سال سے لے کر 31,000 سال پہلے کی ہیں۔

3.4.3 قدیم پتھر کے دور کے آثاری باقیات (Archaeological Remains of Paleolithic Period)

آیئے اب اس دور کے آثاری باقیات کی نوعیت کا جائزہ لیتے ہیں (یعنی انسانی رہائش کے آثار جو وقت کی تباہ کاریوں سے بچ گئے تھے)۔

قدیم پتھر کے مقامات کی دو بنیادی اقسام ہیں: 1۔ کھلی ہوا کی جگہیں 2۔غاریں یاچٹانوں کی پناہ گاہیں

1. کھلے مقامات(Open Sites): یہ ہندوستان کے تمام حصوں میں زیادہ عام ہیں اور یہ چھوٹے بڑے دریاؤں پر یا اس کے قریب اندرونی وادیوں اور پہاڑی سلسلوں کے دامن میں بھی واقع ہوتی ہیں۔وہ تشکیل کے مختلف نوعیت کی نمائندگی کرتے ہیں جن میں کوئی خلل نہ پڑنے والی جگہوں سے لے کر فرسودہ چٹانی مقامات یا پھر نرم گادسے لے کر دریائی بجریاں شامل ہیں۔
2. غار اور چٹانی پناہ گاہوں کے مقامات(Cave or Rock Sites): یہ پہاڑی علاقوں میں پائے جاتے ہیں جو رسوبی پتھروں (چوناپتھر، بلواپتھر) سے ڈھکے ہوئے ہیں۔مدھیہ پردیش میں بھیم بیٹکا احاطہ اور آندھراپردیش میں کرنول غار اس کی معروف مثالیں ہیں۔ان مقامات پر پائے جانے والے ثقافتی باقیات کے بنیادی پہلو درج ذیل ہیں۔

آثاری باقیات بنیادی طور پر پتھر کے اوزاروں پر مشتمل ہیں جو بنیادی چٹانوں سنگ خارا(Quartzite)، لاواپتھر(Dolerite)، گرینائٹ(Granite)،چونا پتھر(Limestone)، بلور کوہی(Chert) اور سنگ مردار (Chalcedony)جیسے سلیکا مواد سے بنے ہیں۔قدیم ترین لکڑی کے نمونے جرمنی میں شوننگن(Schoningen)میں پائے جانے والے نیزوں پر مشتمل ہیں۔یہ 0.4 ملین سال پہلے کے ہیں اور گھوڑوں کے شکار کے لیے استعمال ہوتے تھے۔ہندوستان میں بھی نیزوں،

نوکدار اشیا اور تیروں کو بنانے کے لیے لکڑی کا استعمال کیا گیا ہوگا اور دنیا کے بہت سے حصوں میں بھی اس کام کے لیے استعمال کیا گیا ہوگا، لیکن ان آثار میں سے کچھ بھی باقی نہیں ہے۔ جانوروں کی ہڈیوں سے بنے اوزار چند قدیم پتھر کے مقامات سے معلوم ہوتے ہیں جیسے وادی یمنا میں کالپی میں درمیانی قدیم پتھر کا مقام اور کرنول کے علاقے میں بالائی قدیم پتھر کا غار۔

آثاری مقامات سے دریائی گاد اور باقیات کے علاوہ، جنگلی مویشیوں، ہرنوں اور دوسرے جانوروں کی ہڈیوں کی تھوڑی مقدار مل جاتی ہے، جیسے آندھرا پردیش میں کرنول غار، کرناٹک میں ہنسگی (Hunsgi) اور بائچبل (Baichbal) کی وادیوں میں اشولی مقامات۔ پودوں کی باقیات انتہائی نایاب ہیں۔ خمیر کی باقیات اور کیلے کی دو اقسام شری لنکا کے بیلی لینا کی اوزار گالا (Beli-lena Kitulgala) غار میں پائی جاتی ہیں، جس کی تاریخ 10,000 سے 8,000 قبل مسیح تک ہے۔ اسرائیل کے رہنے والے Ya'akov Gesher Benot نامی شخص نے 0.8 ملین سال پہلے جلے ہوئے جنگلی میوے Nuts کی ایک قسم کی باقیات حاصل کی ہیں۔ چولہے کی شکل میں آگ کے شواہد کرنول کے علاقے میں بالائی قدیم پتھر کے دور کے غاروں سے معلوم ہوتے ہیں اور یہ تقریباً 16,000 سال پرانے ہیں۔

انسانی ڈھانچوں کی باقیات دریائے نرمدا پر ہتھنورہ (Hathnora) سے حاصل ہوئے ہیں لیکن یہ وسطی پتھر کے دور سے زیادہ عام ہیں۔ بھیم بیٹکا کے مقام اور دیگر غاروں کی کچھ تصویریں بالائی قدیم پتھر کے آخری مرحلے سے متعلق ہو سکتی ہیں۔ ہڈیوں کی مالا اور لاکٹ کی شکل میں ذاتی سجاوٹ پٹنے اور مغربی ہندوستان کے دیگر مقامات پر بالائی قدیم پتھر کے مرحلے میں ظاہر ہوتی ہے۔

3.4.3.1 زیریں قدیم پتھر کا دور (Lower Palaeolithic Age)

زیریں یا ابتدائی قدیم پتھر کے لوگ ہاتھ کی کلہاڑی، چھرے، کاٹنے کے اوزار، اور متعدد شکلوں والے دھار دار اوزاروں کا استعمال کرتے تھے۔ تمام اوزار کسی بلاک یا پتھر کے قلب (Core) سے پرتیں (Flackes) کو ہٹا کر بنائے گئے تھے جب تک کہ یہ مطلوبہ سائز (حجم) اور شکل تک نہ پہنچ جائے۔ مہاراشٹر میں بوری (Bori) کو قدیم ترین ابتدائی قدیم پتھر کے دور کا مانا جاتا ہے۔ وادی سوان (پاکستان)، کشمیر اور صحرائے تھار میں کئی مقامات سے ابتدائی قدیم پتھر کے دور کے اوزار ملے ہیں۔ ان کو سوآنی صنعتوں کے نام سے جانا جاتا تھا، جب کہ ہندوستان کے باقی حصوں میں پائے جانے والے نمونے اشولی یا مدراسی کے نام سے جانے جاتے تھے۔ سوآنی پتھر بنیادی طور پر چھیلنے اور کاٹنے والے اوزار کے طور پر خصوصیت رکھتے تھے۔

کرناٹک کی وادی ہنسگی (Hunsgi) میں، چونا پتھر استعمال کیا جاتا تھا۔ وسطی ہند میں للت پور میں گلابی گرینائٹ کا انتخاب کیا گیا جبکہ مہاراشٹر اور وسطی بھارت کے کچھ حصوں میں کالے لاوا پتھر کو ترجیح دی گئی۔ اترپردیش میں بیلان وادی، راجستھان میں ڈیڈوانا کا صحرائی علاقہ، مہاراشٹر میں چرکی نیواسا اور آندھرا پردیش میں ناگرجنا کونڈا ابتدائی قدیم پتھر کے دور کی خصوصیات ظاہر کرتے ہیں۔ برصغیر کے تمام حصوں میں پائے جانے والے ابتدائی قدیم پتھر کے نمونے کی اکثریت خارا پتھر (Quartzite) سے بنی ہے۔

3.4.3.2 درمیانی قدیم پتھر کادور (Middle Palaeolithic Age)

زیریں قدیم پتھر کی ثقافت آہستہ آہستہ نئی شکلوں اور نئی تکنیکوں کے استعمال کے ساتھ درمیانی قدیم پتھر کی ثقافت میں تبدیل ہوگئی۔ درمیانی قدیم پتھر کی صنعتوں کی خصوصیت چھوٹے اور ہلکے اوزاروں سے ہوتی ہے جو کہ پرتوں (Flackes) سے بنائے جاتے تھے اور بعض صورتوں میں احتیاط سے بنائے جاتے یا پہلے سے ہی تیار شدہ ہوتے تھے۔ ابتدائی قدیم پتھر کے دور کے عناصر درمیانی قدیم پتھر کے دور تک جاری رہے۔ تاہم، باریک دانے والی سیلیکا چٹانوں جیسے کہ لاوا پتھر اور سنگ مردار، کو بعد میں اوزار بنانے کے لیے ترجیح دی جانے لگی، اور کچا مال اکثر کئی کلومیٹر کے فاصلے پر منتقل کیا جاتا تھا۔ درمیانی قدیم پتھر کی انسان نما نسل (Hominids) نے بڑے پیمانے پر ابتدائی قدیم پتھر کے دوران آباد علاقوں پر قبضے کو برقرار رکھا۔ لیکن، ہندوستان کے کچھ حصوں جیسے کہ تامل ناڈو میں، پہلی بار پہاڑی پناہ گاہوں پر قبضہ ہونا شروع ہوا۔ درمیانی قدیم پتھر کے دور کے نمونے دریائے نرمدا کے کئی مقامات پر اور دریائے تنگا بھدرا کے جنوب میں کئی مقامات پر پائے جاتے ہیں۔ میواڑ میں واگاون اور کداملی ندیاں، درمیانی قدیم پتھر کے مقامات سے مالا مال ہیں۔ اس علاقے میں مختلف قسم کے کھرچنے والے آلات، گڑھے اور نوکدار آلات دریافت ہوئے ہیں۔ نیواسا کے قریب چرکی، وادی اور سنڈ کے قریب بھنڈار پور سے درمیانی قدیم پتھر کے آثار کی اطلاع ملی ہے۔ بھیم بیٹکا میں، اشولی روایت کی نمائندگی کرنے والے اوزاروں کو بعد کے مرحلے میں درمیانی قدیم پتھر کی ثقافت نے تبدیل کر دیا تھا۔

ہندوستان میں درمیانی قدیم پتھر کے اہم مقامات میں، لونی وادی، ڈیڈوانہ کے آس پاس، راجستھان میں بدھا پشکر، بیلان کی وادیاں، دریائے سون، دریائے نرمدا اور وسطی ہندوستان میں ان کی معاون ندیاں (بشمول بھیمبیٹک) اور چھوٹا ناگپور پٹھار، دکن کے پٹھار اور مشرقی گھاٹ میں کچھ مقامات ہیں جنکا شمار خصوصی طور پر کیا جاتا ہے۔

3.4.3.3 بالائی قدیم پتھر کادور (Upper Palaeolithic Age)

تقریباً 10,000 سال قبل، برفانی دور (Pleistocene) کے اختتام پر، آلات کی اقسام اور تکنیک میں ایک واضح تبدیلی آئی، جس کا تعلق یا تو شکار کے طریقوں میں یا وسائل کے استعمال میں اور ماحولیاتی تبدیلی یا اس کے ردعمل میں عام تبدیلی سے ہو سکتا ہے۔ جنوبی ایشیا میں بالائی یا ترقی یافتہ قدیم پتھر کے اوزار نمایاں طور پر موجود نہیں ہے اور صرف چند علاقوں سے انکے شواہد دستیاب ہیں۔ اس دور کی خصوصیت اوزاروں کی تکنیک، درمیانی قدیم پتھر کے دور کے مقابلے، بہتر ہوتی دکھائی دیتی ہے۔ اس عرصے کے دوران مختلف النوع آلات کا استعمال دکھائی دیتا ہے، جیسے مخصوص چکنے اوزاروں (Retouched Tools) اور مختلف شکل کے پتھر کے بنے ہوئے باریک آلے (Geometric Microlithics) ہیں جو بڑے اوزاروں کو تیار کرنے کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ چھینیاں (Burins) اور پکے ہوئے اوزاروں (Baked Tools) میں سے کچھ ہیں جو مقامی استعمال کی بناوٹ کے حساب سے ہیں ہے۔

ترقی یافتہ قدیم پتھر کے دور کے اوزاروں (Tools) کو ابتدائی اور درمیانی ادوار میں مزید بہتر بنایا گیا اور تکنیک میں بہتری اور تیار

شدہ اوزاروں کی شکلوں میں معیاری حوالے سے ایک نمایاں علاقائی تنوع ظاہر کیا گیا ہے۔ انسان نے ترقی یافتہ قدیم پتھر کے زمانے میں پھندوں اور جالوں کے نمونے بھی استعمال کیے۔ اوزاروں میں ترقی، پتھر کی چھیدنیوں اور پیسنے والی چکیاں وغیرہ سے ظاہر ہوتی ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ سوراخ دار پتھروں کو ماہی گیر اس دور میں بھی دریائی ماہی گیری اور سمندری ماہی گیری میں جال ڈوبانے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ اوزاروں کی اقسام میں کھرچنیاں، پکے چاقو، نوکیں، مختلف قسم کے پتھر اور چھیدنیوں کی ایک وسیع تعداد شامل ہے، اور کاٹنے کی تکنیک اور ذخیرے کی ساخت میں علاقائی تغیرات کی اب واضح طور پر نشاندہی کی جاسکتی ہے۔ کرنول کی چونے پتھر کے غاروں میں پہلی بار ہڈیوں کے اوزار دکھائی دیتے ہیں۔

بالائی یا ترقی یافتہ قدیم پتھر کے دور کی ثقافت بالائی برفانی دور (Upper Pleistocene Age) کے بعد کے حصے میں وجود میں آئی۔ قدیم پتھر کے آخری دور میں ہندوستانی جزیرہ نما کے دریاؤں میں بہت سارے مقامات پر حیوانی باقیات کو دیکھا گیا ہے۔ ایک اہم دریافت راجستھان، مدھیہ پردیش اور مہاراشٹر میں 40 سے زیادہ مقامات پر شتر مرغ (Ostrich) کے انڈے کے خولوں کی ہے، جس سے پتہ چلتا ہے کہ شتر مرغ، ایک خشک آب وہوا کے مطابق اپنے آپ کو ڈھال لینے والا پرندہ ہے، جو مغربی ہندوستان میں بالائی برفانی دور کے بعد کے حصے کے مابین رہتا ہے۔ قدیم پتھر کے دور کی دیگر حیوانی باقیات بتاتی ہیں کہ لوگ بنیادی طور پر شکار اور غذا اکٹھا کرنے کے مرحلے میں تھے۔ قدیم پتھر کی لوگ، جانوروں جیسے بیل، بائسن، نیلگائے، چنکارا، غزال، کالے ہرن، سانبر، داغدار ہرن، جنگلی ریچھ، مختلف قسم کے پرندے، کچھوے، مچھلیاں، شہد اور پودوں کی جڑوں جیسے پھلوں کی جڑوں کے بیج اور پتوں پر گزارہ کرتے تھے۔ بھیم بیٹکا میں پائی جانے والی چٹانی تصویروں اور نقش ونگار میں شکار کو زندہ پکڑنے کی کوشش کا اظہار ہوتا ہے۔ بھیم بیٹکا میں قدیم ترین تصاویر، ترقی یافتہ قدیم پتھر کے دور سے تعلق رکھتی ہیں جب لوگ چھوٹے گروہوں میں رہتے تھے۔

3.4.5 قدیم پتھر کے دور کے کچھ مقامات (Some Sites of Palaeolithic Age)

حالیہ چند سالوں میں کیے گئے کچھ مطالعات، قدیم پتھر کے دور کے زمینی استعمال کے نمونوں کی تعمیر نو میں مددگار ثابت ہوئے ہیں۔ 2004 میں آر کوریستر (Ravi Kori Settar) نے یہ نظریہ پیش کیا کہ جزیرہ نما ہندوستان یعنی وندھیاچل، چھتیس گڑھ، کڑپہ، بھیما اور کلادگی دریائی طاس (basin) کی رسوبی چٹانیں، قدیم پتھر کے دور کی رہائش کے بنیادی علاقے ہیں۔ اس کی طرف سے پیش کی جانے والی بنیادی وجہ یہ تھی کہ ان علاقوں نے پتھر کے دور کے باشندوں کو گزر بسر کے لیے فائدہ پہنچایا ہے، جیسے نشیبی زمینوں، مختلف قسم کے اوزار سازی کے لیے موزوں چٹانوں، غاروں اور چٹانی پناہ گاہوں کی موجودگی، بارہماسی پانی کے چشمے، اور متعدد جنگلی جانوروں اور پودوں کی خوراک کے ساتھ بھرپور آب وہوا وغیرہ۔

2004-2005 میں، اجیت پرساد (Ajit Prasad) نے گجرات میں اُرسانگ (Orsang) نامی دریا کے درمیانی راستوں کے 300 کلومیٹر کے رقبے میں 40 اشولی مقامات کے ایک گروہ کو دریافت کیا۔ یہ بنیادی مقامات ہیں جو زندگی گزارنے کے مختلف طریقوں

کے شواہد کے ساتھ پہاڑیوں کے دامن میں واقع ہیں۔اس کے علاوہ اس علاقے میں 70 قسم کے جنگلی پودوں کی موجودگی بھی نوٹ کی گئی تھی۔

وی ڈی مشرا اور جے این پال کی قیادت میں پہاڑیوں اور چٹانوں کی ڈھلوانوں پر 17 اشولی مقامات تلاش کیے گئے جو کیمور رینج(Kaimur Range) کے کنارے کو نشان زد کرتے ہیں اور دریائے بیلان کا پتا دیتے ہیں۔ چٹانوں کے درمیان مضبوط پتھروں کا سلسلہ یہ وہ جگہیں ہیں جہاں مقامی طور پر دستیاب چٹانیں آلات بنانے کے لیے استعمال ہوتی تھیں۔ نقل و حرکت کا مشاہدہ کرنے کے لیے ان کے مقامات قدیم انسانی گروہوں کے لیے موزوں تھے۔

1990 کی دہائی میں، آر ایس۔ پپو(R.S. Pappu)اور سشما دیو(Sushma Dev)نے شمالی کرناٹک کی کالادگی طاس میں پتھر کے زمانے میں زمینی استعمال کے نمونوں کی تحقیقات کی۔ وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ قدیم پتھر کے زمانے کے باشندوں نے عام طور پر مغربی گھاٹوں کے قریب گھنے جنگلات اور زیادہ بارش والے علاقوں سے گریز کیا اور اس کے بجائے اپنی سرگرمیاں دریا کے کناروں پر مرکوز کیں اور مالاپربھا اور گھاٹ پربھا دریاؤں کے درمیانی راستوں میں پہاڑیوں کے دامن والے علاقے میں پناہ لینے کو ترجیح دی۔ کے۔ پدیا (K. Paddayya) کی 1970 سے ہنسگی اور بایچیبل وادی میں تین دہائیوں پر محیط تحقیق نے پتھر کے زمانے کے 400 سے زیادہ مقامات کو سامنے لایا۔ یہ دونوں وادیاں ایک محلے کی شکل بناتی ہیں، جس کی پیائش تقریباً 500 کلومیٹر ہے اور یہ کھردرے چونے پتھر کی ہموار زمینوں یا گرینائٹ پہاڑیوں سے گھری ہوئی ہے۔ قدیم پتھر کے زمانے کے مقامات میں 200 اشولی مقامات شامل ہیں جن کی تشکیل کے عمل کے نقطہ نظر سے تحقیق کی گئی تھی۔ بستیوں کے رہائشی نظام کے اعتبار سے ان کی تقسیم سے متعلق ڈیٹا، ہنسگی، یدیہ پور اور اسام پور کے قریب چار علاقوں میں کھدائی اور سطحی پانی کے ذرائع کے ساتھ ساتھ جنگلی پودوں اور جانوروں کی خوراک کی موسمی دستیابی کے بارے میں نسلی اعداد و شمار نے ایک بستی سے اشولی ثقافت کی تعمیر نو کو ممکن بنایا۔

3.5 وسطی پتھر کا دور (Mesolithic Period)

Mesolithic کی اصطلاح دو الفاظ، 'meso' اور 'lithic' کا مجموعہ ہے۔ یونانی میں 'میسو' کا مطلب درمیانی اور 'لیتھک' کا مطلب پتھر ہے۔ لہٰذا، قبل از تاریخ کے میسولتھک دور کو درمیانی پتھر کے دور کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔ یہ قدیم پتھر اور جدید پتھر کے ادوار کے درمیان عبوری مرحلہ تھا۔ وسطی پتھر کا دور، قدیم پتھر کے دور کے مقابلے میں بہت مختصر مدت کا تھا۔ یہ سری لنکا اور افریقہ کے کچھ حصوں میں تیس ہزار سال سے لے کر ہندوستان اور مغربی ایشیا میں تقریباً سات ہزار سال قبل مسیح تک جاری رہا۔ آثار قدیمہ کی دریافتوں کی بنیاد پر، برصغیر میں وسطی پتھر کے دور کا آغاز تقریباً 10,000 قبل مسیح میں بتایا جاتا ہے۔اس عرصے میں درجہ حرارت میں اضافہ دیکھا گیا جس کے نتیجے میں آب و ہوا گرم ہو گئی۔ان تبدیلیوں کے نتیجے میں پہلے زمانے کی برف پگھلنے لگی اور نباتات و حیوانات میں تبدیلیاں آنے لگیں ۔موسم میں تبدیلی کا تعلق گرم دور(Holocene) کے آغاز کے ساتھ تھا جو کہ برفانی دور کے بعد آیا۔ گرم دور یا ہولوسین کو نیو

تھرمل(Neo-Thermal)مرحلے کے طور پر بھی جانا جاتا ہے اور ہم اسی دور میں زندگی گزار رہے ہیں۔ گرم دور کا آغاز 10,000 قبل مسیح کے قریب ہوا۔ اگرچہ انسان ابھی شکار کرنے کے مرحلے میں تھا، لیکن اب اس نے مچھلیاں پکڑنا اور کچھ جانوروں کو پالنا شروع کر دیا تھا۔ انہوں نے جو اہم اوزار استعمال کیے انہیں باریکالے (Microlith) یا چھوٹے پتھر کے اوزار کہا جاتا ہے۔ باریکالے کے استعمال کے علاوہ، وسطی پتھر کے دور لوگوں نے بہت سی تکنیکی اختراعات کیں جیسے شکار کے لیے کمان اور تیر، چکی، پیسنے کے آلات اور ہتھوڑے کے پتھر اور ساتھ ہی پیسنے کے لیے پودوں کی جڑوں اور کندوں کا استعمال تھا۔ انہوں نے چٹانوں اور غاروں پر سینکڑوں تصاویر اور نقش کندہ کیے جو نہ صرف ہمیں ان کے جمالیاتی ذوق کے بارے میں بتاتے ہیں بلکہ ان کی تکنیکی سمجھ، طرز معیشت، مادی اشیاء، سماجی تنظیم اور مذہبی فکر کو بھی ظاہر کرتے ہیں۔ ہندوستان کی باریک پتھر کی ثقافت کے نام سے مشہور وسطی پتھر کے دور کی جڑیں بالائی قدیم پتھر کے دور کے آخری صنعتوں سے جڑی تھیں۔ علم طبقات الارض (Stratigraphy) کے تسلسل اور سابقہ صنعت سے بعد کی صنعت کے اوزاروں کے ارتقا سے بالائی قدیم پتھر کے دور سے باریک پتھر کے دور میں تسلسل اور عبور دونوں سے ثابت ہوتا ہے۔

3.5.1 باریکالے: آلات کی اقسام اور تکنیک (Microliths: Similarities and Technology)

اس ثقافتی مرحلے کی غالب اور سب سے عام اوزار پتھر کے باریکالے (Microliths) ہیں۔ تکنیکی طور پر، یہ ابتدائی قدیم پتھر کے دور کا تسلسل ہے۔ پتھر کے باریکالے، قدیم پتھر کی ثقافت کے آخری مرحلے میں شروع ہوتے ہیں۔ ایک باریکالے کا تعین کرنے کے لیے لمبائی کی حد کے طور پر تین سینٹی میٹر لیے جاتے ہیں۔ مزید برآں، وسطی پتھر کے دور کے باریکالے وں کو انتہائی عمدہ اوزار بنانے کی تکنیک کے ذریعے بنایا گیا تھا۔ یہ بنیادی طور پر اوزار کے کام کرنے کی صلاحیت کو جانچنے یا اوزار کے کونوں کو تیز کرنے میں ظاہر ہوتا ہے۔ استعمال کی جانے والی تکنیک پیچ اور دباؤ تھی، جو قدیم پتھر کے بالائی دور میں تیار ہوئی۔ اس وجہ سے، وسطی پتھر کے دور کے باریکالے وں کی شناخت بڑی حد تک اس کی تلاش اور تاریخوں کے سیاق وسباق پر منحصر ہے۔ پتھر کے باریکالے وں کو الجبرائی اور غیر الجبرائی اشکال کے لحاظ سے بیان کیا جاتا ہے۔ الجبرائی قسمیں ہیں جیسے ٹریپیز، مثلث، چاند نما یا ہلالی۔ غیر الجبرائی اقسام کا نام سرے کے تیز کرنے کی نوعیت سے رکھا گیا ہے، جیسے کہ جزوی طور پر، مکمل طور پر یا ترچھا تیز کیا ہوا چاقو یا ان کے افعال جیسے کھرچنیاں، کھودنی، چاقو، چھرے، مخروطے، چھیدنیاں اور سوراخ کرنے والے آلات وغیرہ۔ باریکالے وں کو پودوں کو اکٹھا کرنے اور کٹائی کرنے، چھوٹے ٹکڑے بنانے، جھنجھنانے، پیڑ پودوں کو لگانے کے لیے جامع اوزار کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا جیسے لائنوں، پھندے، جال اور جال کے لیے، چمٹے، چھیدنیاں اور ہتھوڑی وغیرہ۔ ان ٹکڑوں کو لکڑی، ہڈی اور سینگ پر باندھا گیا تھا۔ یہ ایک سیدھی نوک دینے کے لیے قطار میں لگائے گئے ہیں۔ اکثر وہ ترچھے چاقوؤں، چھوٹے چاقوؤں، چوڑے ٹریپیز، نوکدار اور دندانے دار چاقوؤں کے ساتھ سیٹ کیے جاتے تھے۔ کبھی کبھی چاندے اور مثلث کو عمودی طور پر مختلف قسم کی آری کے دندانے بنانے کے لیے سیٹ کیا جاتا تھا۔ مخلوط اوزار بنانے کی یہ روایت بالائی قدیم پتھر کے دور سے وسطی پتھر کے دور تک پھیلی ہوئی ہوگی۔ باریکالے وں کو لمبے فاصلے تک لے جانے میں آسانی تھی اور یہاں تک کہ ان جگہوں پر بھی، جہاں مناسب چٹان دستیاب نہیں تھی، ان کی مدد سے وسطی پتھر کے دور لوگ طویل مدت کے لیے آباد ہو سکتے تھے۔ اس لیے انہوں نے انتہائی تیز اور سخت مواد کا استعمال کیا جیسے چقماق، لاوا پتھر،

عقیق،سنگ یشب وغیرہ جو چھوٹے پتھروں کی صورت میں پائے جاتے ہیں۔

باریکالے، بالائی قدیم پتھر کے دور کے اوزاروں جیسے کھرچنیوں (Scrapers) کا تسلسل تھے۔ان میں نئی اقسام کلہاڑیاں (Axes)اور نیزے(Picks) بھی شامل ہوگئے۔یہ بہت مضبوط اوزار مانے جاتے ہیں۔زیادہ تر چقماق کو تراش کر اور تیز نوک بنا کر بنائے جاتے ہیں۔استعمال کی نوعیت کے مطابق انہیں کلہاڑی یا بسولا کہا جاتا ہے۔ان کا مقصد لکڑی پر باندھ کر کام کرنا ہوتا تھا۔کلہاڑی، بسولے اور کھرچنے، لکڑی، ہڈی یا سینگ پر باندھے جاتے تھے۔ان آلات نے ان کے استعمال کرنے والوں کو جنگلاتی ماحول سے نمٹنے میں مدد کی۔ہڈی اور سینگ کے اوزار، وسطی پتھر کے دور کے لوگوں کے ذریعہ استعمال ہونے والے اوزاروں کی ایک اور قسم ہیں۔ہڈیوں کے اوزار بنیادی طور پر خاردار ہک کی صورت میں پائے جاتے ہیں۔کانٹے، سوئیوں کی تعداد، دستے کے ساتھ سوئیوں کے محل وقوع اور ان کی نوعیت اور شکل کے لحاظ سے مختلف ہوتے ہیں۔وہ مچھلی کے کانٹے(Fish Hooks)اور نوک کے طور پر استعمال ہوتے تھے۔مخلوط اوزار بنانے کے لیے ہڈیوں کو دستے کے طور پر بھی استعمال کیا جاتا تھا۔زیادہ تر کٹے ہوئے سینگوں کو ہی اوزار بنانے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔سینگ کو ماقبل تاریخ دور میں پیشانی کے علاقے کے ساتھ کاٹ کر کلہاڑی یا بسولے کی شکل دی گئی تھی۔

3.5.2 وسطی پتھر کے دور کے اہم مقامات (Important Sites of Mesolithic Period)

بالائی قدیم پتھر کے دور کی شکار اور غذا اکٹھا کرنے والی معیشت، ہندوستان میں وسطی پتھر کے دور کے ابتدائی حصے تک جاری رہی۔ انسانی آبادی میں نمایاں اضافہ ہوا جس کی تصدیق، مقامات(sites) کی نمایاں طور پر بڑھی ہوئی تعداد سے ہو جاتی ہے۔مثال کے طور پر وسطی ہندوستان میں پہاڑی پناہ گاہوں میں کافی اضافہ ہوا جب کہ قدیم پتھر کے دور میں صرف چند پناہ گاہوں کا وجود ملتا ہے، وہیں وسطی پتھر کے دور کی ثقافت کا ثبوت عملی طور پر کئی ہزار پناہ گاہوں میں سے ہر ایک میں یا تو انسانی رہائش یا تصاویر یا دونوں کی شکل میں پایا جاتا ہے۔اسی طرح وسطی پتھر کے دور کے فنی نمونے مغربی راجستھان اور گجرات کے بنجر اور نیم بنجر علاقوں میں ہزاروں ریت کے ٹیلوں میں دفن ہیں۔ایک اہم حقیقت یہ ہے کہ گنگا کے میدانوں میں انسانوں کی پہلی بار بساوٹ اسی عرصے کے دوران ہوئی تھی، جیسا کہ اتر پردیش کے الٰہ آباد، پرتاپ گڑھ، جونپور، مرزاپور اور وارانسی اضلاع میں دو سو سے زیادہ آثاری مقامات کی موجودگی سے واضح ہوتا ہے۔اسی طرح، مغربی بنگال اور مغربی ساحل، خاص طور پر ممبئی اور کیرالہ کے آس پاس کے ساحلی علاقے کی باقاعدہ بساوٹ صرف اسی عرصے کے دوران ہوئی تھی۔انسانی بستیوں میں اس نمایاں اضافے کا سبب، گرم دور کے آغاز میں بڑھتی ہوئی بارش اور پودوں اور حیوانی زندگی کی نشو ونما پر اس کے اثرات ہو سکتے ہیں جس کا ثبوت مغربی راجستھان کی نمکین جھیلوں کی بڑھتی ہوئی تعداد، راجستھان اور گجرات میں ریت کے ٹیلوں کے پھیلنے اور وسطی ہندوستانی پہاڑی پناہ گاہوں میں ہوا سے اڑا کر لائی جانے والی کالی مٹی کے ذخائر کی موجودگی سے ملتا ہے۔اس کی وجہ سے پورے ملک میں غذائی وسائل میں اضافہ ہوا اور آبادی میں بھی اضافہ ہوا۔

باریکالے وں اور دیگر وسطی پتھر کے دور کے آلات کی ابتدائی دریافت اے سی کارلائل(A.C. Carlyle) نے کی ہے۔

انہوں نے اتر پردیش کے مرزاپور ضلع کی پہاڑی پناہ گاہوں میں باریکالے وں، چٹانی تصاویر، پیسنے کے نشانات والے برتنوں کے ٹکڑے، انسانی ڈھانچے، جانوروں کی ہڈیاں، راکھ، کوئلے کے ٹکڑے دریافت کیے۔ انہوں نے شکاری تصاویر دریافت کیں جن میں نیزوں، کمانوں تیروں اور کلہاڑوں سے جنگلی جانوروں کے شکار کیے جانے کے مناظر دکھائے گئے تھے۔ یہ تصاویر کی پہلی دریافت تھی جس میں وسطی پتھر کے دور کے طرز زندگی کو دکھایا گیا تھا۔ چنانچہ اسی کے بعد اتر پردیش، آندھرا پردیش کے کرنول غاروں اور جنوبی ہندوستان اور گجرات کے دیگر مقامات پر مزید تحقیق کی گئی۔ وسطی پتھر کے دور کے مقامات شمال مشرق کے سوا تقریباً پورے ہندوستان میں پائے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ گنگا کے میدانی علاقے، جہاں پتھر کے وسائل کی کمی ہے وہاں پر بھی یہ پائے گئے۔

تلواڑا، باگور، راجستھان میں گنیشوار، لنگھناج، اخاج، والاسانہ، ہیرپورہ، امراپور، دیونیموری، ڈھیکواڈلو، گجرات میں ترسنگ، مہاراشٹر میں پٹنے، پچھڑ، ہنکھمبا، مورکھانہ، لیکھاہیہ، بگھائی کھور، سرائے نہر رائے، مہادہا، دمدمہ، چوپانی منڈو، بیدھاپٹپوریہوااتر پردیش میں، پچمڑھی، آدم گڑھ، پوتلی کرار، بھیم بیٹکا، باگھور II، بگھور III، مدھیہ پردیش میں گھگھریا، بہار میں پیسرا، اوڈیشہ میں کچائی، مغربی بنگال میں بیربھن پور موچتلا چنتامانوگاوی، آندھرا پردیش میں گوری گنڈم، کرناٹک میں سنگانکالو، کیرالہ میں ٹینمالائی اس دور کے چند اہم مقامات ہیں۔

باگور، سرائے نہر رائے، مہادہا اور آدم گڑھ جیسے مقامات اپنی ابتدائی تاریخوں اور متعلقہ مادی ثقافت کی وجہ سے واقعی وسطی پتھر کے دور مقامات ہیں۔ مندرجہ بالا کھدائی شدہ مقامات نے ہمیں تکنیک، مادی باقیات، تدفین کے طریقوں، اور جسمانی باقیات، تدفین سے منسلک رسم ورواج، مقامات کی تعین وقت کے لیے آرٹ اور کوئلے کے حوالے سے بہت ساری معلومات فراہم کی ہیں۔ ہمارے پاس بیس سے زیادہ مقامات سے تقریباً ساٹھ ریڈیو کاربن (Radio Corbon) اور آٹھ تھرمولومینیسیس (Thermoluminiscence) تاریخیں (dates) ہیں۔ یہ ظاہر کرتے ہیں کہ وسطی پتھر کے دور لوگ 10000 سے 2000 قبل مسیح کے درمیان رہتے تھے۔ اس تعامل کے نتیجے میں، ان کے خانہ بدوش اور شکار کو جمع کرنے کے طریقہ اور طرز زندگی میں تبدیلی آئی۔

3.5.3 وسطی پتھر کے دور کی چٹانی مصوری (Rock Paintings of Mesolithic Period)

ہندوستان میں پہلی چٹانی تصاویر (اور درحقیقت دنیا میں کہیں بھی) اے۔ سی۔ ایل۔ کارلائل (A. C. L. Carlyle) نے 1867-68 میں دریافت کی جو کہ (UP) موجودہ ضلع مرزاپور میں کیمور کی پہاڑیوں میں سوہاگی گھاٹ پر موجود ہے۔ آج، برصغیر کے مختلف حصوں میں 150 سے زیادہ وسطی پتھر کے دور راک آرٹ مقامات پائی گئی ہیں اور وسطی ہندوستان میں خاص طور پر بہت زیادہ مقامات موجود ہیں۔ تصاویر وسطی پتھر کے دور باشندوں کی زندگیوں کے بارے میں معلومات کا ایک اہم ذریعہ ہیں اور ملک بھر میں حیرت انگیز موضوعاتی مماثلتیں ظاہر کرتی ہیں۔ بھمبیٹکا (Bhimbetka) نامی دنیا کے سب سے شاندار راک آرٹ مقامات میں سے ایک کو آثار قدیمہ کے ماہر وی ایس واکانگر (V.S. Wakangar) نے 1957 میں دریافت کیا تھا۔ بھیم بیٹکا میں، 642 راک شیلٹرز (Rock Shelters) ہیں، جن میں سے تقریباً 400 میں تصاویر، کندہ کاری اور جسم کے جلنے کے نشانات ہیں۔ اس کا انداز، خیال اور پہنی ہوئی حالت

اس بات کی نشاندہی کرتی ہے کہ ان کا تعلق پرانے زمانے سے ہے۔ وسطی پتھر کے دور تصاویر مدھیہ پردیش کے دیگر مقامات پر بھی پائی گئی ہیں جیسے کہ کھروار، جوڑہ، کٹھوتیا، اور لکھاجور اور زیادہ تر وسطی پتھر کے دور راک آرٹ مقامات پر، جانور بھیم بیٹکا کے مناظر پر غلبہ رکھتے ہیں۔ بھیم بیٹکا اور دیگر مقامات پر وسطی پتھر کے دور تصاویر میں بھی مردوں اور عورتوں، جوانوں اور بوڑھوں کی تصویر کشی کی گئی ہے۔

ہم مختلف جگہوں پر پائے جانے والے آرٹ اور تصاویر سے وسطی پتھر کے دور لوگوں کی سماجی زندگی اور معاشی سرگرمیوں کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ وسطی پتھر کے دور چٹانی تصاویر میں لوگوں کو شکار کا کھیل، پودوں کے وسائل کو اکٹھا کرتے ہوئے، جانوروں کو پھنساتے ہوئے، ایک ساتھ کھانا کھاتے، رقص کرتے اور آلات بجاتے دکھایا گیا ہے۔ جانور سب سے زیادہ دکھائے گئے ہیں. دیگر مضامین میں جانوروں کے سر والے انسانی اعداد و شمار شامل ہیں۔ چوکور اور طوطے جزوی طور پر جھونپڑیوں کے ڈیزائن سے بھرے ہوئے ہیں جو جھونپڑیوں یا دیواروں کی نمائندگی کر سکتے ہیں اور جو غیر معمولی واقعات کی تصویریں دکھائی دیتی ہیں، جیسے کہ مرزاپور کے قریب چٹان پناہ گاہوں کے مورہانہ پہاڑ (Morhana Pahar) گروہ میں نیزوں اور کمانوں اور تیروں سے لیس مردوں کی طرف سے تیار کردہ رتھ۔ ماہی گیری اور چھوٹے کھیل کے شکار کے لیے رنگوں اور بھورے رنگ کے جال، مادی ثقافت کی بھرپوریت کو نمایاں کرتے ہیں جس کا آثار قدیمہ کے ریکارڈ میں کوئی نشان باقی نہیں رہتا۔

3.6 جدید پتھر کا دور (Neolithic Period)

Neolithic کی اصطلاح دو لاطینی الفاظ سے ماخوذ ہے یعنی 'Neo' کا مطلب ہے نیا اور 'lithic' کا مطلب پتھر، اسی لیے جدید پتھر کے دور کو پتھر کے نئے دور کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔ جدید پتھر کے دور کو عام طور پر زندگی کے اس طور طریقہ سے تعبیر کیا جاتا ہے جس میں فصل کی کاشت، مویشی پالنا اور آباد زندگی شامل ہے۔ اس مرحلے کے آنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ زندگی کے دوسرے پہلے سے موجود طریقے غائب ہو گئے۔ وہ زندگی کی نئی راہوں کے ساتھ ساتھ موجود رہے۔ جدید پتھر کے دور بنیادی طور پر آباد زراعت کی ترقی اور پالش شدہ پتھروں سے بنے اوزاروں اور ہتھیاروں کے استعمال سے نمایاں ہے۔ اس دور میں اگائی جانے والی اہم فصلیں راگی، چنا، کپاس، چاول، گندم اور جو تھیں۔ مٹی کے برتن سب سے پہلے اس زمانے میں نمودار ہوئے۔ جدید پتھر کے دور کو کئی جگہوں پر سب سے پہلے وجود میں آنے والے زرعی انقلاب کے طور پر بھی جانا جاتا ہے جس کی نشاندہی خوراک اور مزدوری کے لیے جانوروں کے پالنے کے علم، سمجھ اور کھیتی باڑی کی پہلی مثالوں کے ذریعہ کی جاتی ہے۔ انسانوں کے لیے یہ ترقی وہی ہے جس نے دریائی وادی کی تہذیبوں کو پہلی بار حکومتوں، مذاہب، کیلنڈروں اور بعد کی ریاستوں کو پروان چڑھنے اور پروان چڑھانے کا موقع دیا۔ شمالی شام میں ٹیل قرمل (Tell Qaramal) کے علاقہ میں جدید پتھر کے دور تقریباً 10700 سے 9400 قبل مسیح شروع ہوا۔ جنوبی ایشیا میں جدید پتھر کے دور کے لیے تفویض کردہ تاریخ 7000 قبل مسیح ہے اور اس کی ابتدائی مثال مہر گڑھ ثقافت ہے۔ مہر گڑھ برصغیر کی سب سے قدیم زرعی بستی ہے جو دریائے سندھ کی ایک معاون دریا بولان (Bolan River) کے کنارے پر واقع ہے، جو بلوچستان کے پٹھار کے مشرقی کنارے پر ہے اور سندھ کے میدان سے دکھائی دیتی

ہے۔ شکار کے جمع کرنے دور سے خوراک کی پیداوار تک اس منتقلی کو نیو لیتھک انقلاب کہا جاتا ہے۔ جارج آرمیلا گوس (George Armelagos) نے بجا طور پر کہا کہ نیو لیتھک انقلاب نے دستیاب خوراک کے تنوع کو بہت زیادہ تنگ اور کم کر دیا، جس کے نتیجے میں انسانی غذائیت کے معیار میں گراوٹ آئی۔

اس دور کو اہم ثقافتی مراحل میں سے ایک سمجھا جاتا ہے جب انسان نے خوراک پیدا کرنا شروع کی اور اپنے شکار کے پچھلے مرحلے سے پیداواری معیشت کی طرف منتقل ہو گیا۔ انہوں نے اس معاشی رویے کی مناسبت سے خصوصی آلات بھی بنانا شروع کیے اور اپنے سماجی رویے میں کافی حد تک تبدیلیاں بھی کیں جو کہ مادی ریکارڈ سے ظاہر ہوتی ہیں۔ لوگ جو آلے استعمال کرتے تھے وہ خاص طور پر زمینی تھے اور پالش شدہ ڈائک پتھر تیز کلہاڑیوں اور ہتھوڑیوں کے ذریعہ کام کرتے تھے ان کو عام اصطلاح سیلٹ سے بھی کہا جاتا ہے۔ یہ خیال کیا جاتا ہے کہ یہ مخالف سمت سے نوک والے اوزار خاص طور پر درختوں اور جھاڑیوں کو کاٹنے کے لیے تیار کیے گئے تھے تاکہ زمین کو زرعی استعمال کے لیے صاف کیا جا سکے۔

جدید پتھر کی ثقافت (Neolithic Culture) اصطلاح سب سے پہلے سر جان لبّوک (Sir John Lubbock) نے 1865 میں شائع ہونے والی اپنی کتاب *Pre-Historic Times* میں استعمال کیا تھا۔ وہ انگلینڈ میں ایوبری (Avebury) گاؤں کے پہلے بیرن (Baron) تھے۔ قدیم پتھر کے دور کے برعکس اس دور میں لوگوں نے چکنے (Polished) پتھر کے لمبے اور پتلے کلہاڑی نما اوزار استعمال کرنا شروع کیے، جنہیں سیلٹ (Celt) کہا جاتا تھا۔ جدید پتھر کے دور کے اوزار قدیم پتھر کے دور کے کھردرے اوزاروں سے زیادہ بہتر دکھائی دیتے ہیں۔ اس عہد کے لوگوں کو مختلف قسم کے آلات کی ضرورت پڑتی تھی کیونکہ وہ مختلف النوع سرگرمیوں سے جڑے ہوتے تھے۔

3.6.1 جدید حجری انقلاب کا تصور (Neolithic Revolution)

ابتدائی گرم دور (Holocene) کی زرعی چراگاہی ثقافتی پیشرفت کو 1941 میں وی گورڈن چائلڈ نے پتھر کے دور کے انقلاب سے موسوم کیا۔ ان کے ذریعہ پتھر کے دور کا انقلاب (Neolithic Revolution) اور تانبے کا عہد (Chalcolithic) ثقافتوں کو خوراک پیدا کرنے والی معیشتوں کے حیثیت سے سمجھا جاتا تھا۔ پتھر کے دور کا انقلاب (Neolithic Revolution)، زراعت، جانوروں کے پالنے اور ایک طے شدہ طرز زندگی کی ابتدا کا نام ہے۔ یہ خوراک جمع کرنے والے سماج سے خوراک پیدا کرنے والی معیشت میں تبدیلی کی طرف نشاندہی کرتا ہے۔ پتھر کے دور کی طرز زندگی سے متعلق انقلاب، انسانی ثقافتی موافقت میں ایک بڑی تبدیلی کی طرف نشاندہی کرتا ہے۔ مائلز برکٹ (Miles Burkitt) نے صیقل شدہ (Polished) اوزاروں، جانوروں اور پودوں کے پالنے کے ساتھ پتھر کے دور کی ثقافت کی نشاندہی کی ہے۔ اس طرح، پتھر کے دور (Neolithic) اکیلے نئے آلات کے استعمال کی نشاندہی نہیں کرتا ہے، بلکہ عمل توافق کے نئے طریقوں اور طرز زندگی کو بھی ظاہر کرتا ہے۔ پودوں اور جانوروں کو پالنے کے تعارف نے بڑی مقدار میں اناج اور جانوروں

کی خوراک کی پیداوار کی ہے۔ان کی تیار کردہ خوراک کو ذخیرہ کرنا پڑتا تھااور اسی وجہ سے مٹی کے برتن بنانے کا کام سامنے آیا۔انہیں غاروں سے دور کھلے علاقوں میں آباد ہونا پڑااور اس طرح گھر بنائے گئے۔ بڑے گاؤں کی ترقی ہوئی اور مستقل رہائش گاہیں تعمیر ہوئیں۔بستیوں کو باڑی لگائی گئی کیونکہ مویشیوں اور بھیڑوں کی حفاظت کرنی تھی۔ یہ سرگرمیاں دھیرے دھیرے فاضل خوراک اور دستکاری کی مہارت کا باعث بنیں۔ غذائی تحفظ کی وجہ سے زیادہ لوگ دیہات میں آباد ہو سکتے تھے۔اس لیے اس دور کی ثقافتی پیش رفت کو پتھر کے دور کا انقلاب (Neolithic Revolution) کہا جاتا ہے۔بعد کے سیاق وسباق میں ابتدائی شہری ثقافتوں کی ترقی کے لیے اضافی خوراک کی پیداوار ایک اہم عنصر تھا۔اس نے آنے والے کانسہ کے دور میں مختلف دستکاریوں، شہری ساختوں اور ابتدائی ریاستوں کی ترقی کے لیے راہیں ہموار کیں۔

3.6.2 موسم میں ہونے والی تبدیلیاں (Changes in Atmosphere)

جیسا کہ اوپر بحث کیا گیا ہے کہ تاریخ سے ماقبل کے زمانے کو مختلف ثقافتی ادوار میں تقسیم کیا گیا ہے جیسے کہ قدیم پتھر کا دور، وسطی پتھر کا دور، جدید پتھر کا دور اور تانبے پتھر کا دور۔قدیم اور وسطی پتھر کے دور میں انسانوں نے خوراک پیدا نہیں کی تھی۔انہوں نے نہ جانوروں کو پالا اور نہ ہی کھیتی باڑی کی بلکہ قدرتی طور پر دستیاب پودوں، پھلوں، جڑوں اور سخت میووں (جیسے،اخروٹ وغیرہ)، مچھلیوں اور شکار کیے گئے جنگلی جانوروں کو اکٹھا کیا۔

تاریخ سے ماقبل دور میں سماجی ادارے شکار اکٹھا کرنے کے طریقہ پیداوار سے متاثر تھے۔چونکہ شکار کے ذریعے جمع ہونے والی خوراک کی مقدار محدود ہوتی تھی اور اسے فوراً کھا کر ختم کرنا پڑتا تھا،اس لیے اس دور میں اکثر گروہ جب بڑے ہونے لگتے تو وہ چند افراد پر مشتمل چھوٹے گروہوں میں بنٹ کر ادھر ادھر شکار اور غذا کی تلاش میں بکھر جاتے۔موجود تھے۔

دنیا کے کچھ حصوں میں گرم دور کے آغاز کے آس پاس متعدد ثقافتی تبدیلیاں رونما ہونا شروع ہوئیں، جس کے نتیجے میں جدید پتھر کے دور کی ثقافتوں کی نشو ونما ہوئی۔دنیا کے کئی حصوں کی آب وہوا میں واقع تبدیلی برفانی دور کے آخری دور سے گرم دور میں منتقلی کے دوران واقع ہوئی تھی۔ برفانی دور کے خاتمے کے بعد دنیا بھر میں گرم آب وہوا کا آغاز ہونا شروع ہوا، جس کے نتیجے میں جانوروں اور پودوں کی آبادی اور ان کی تقسیم کی نوعیت میں تبدیلیاں رونماں ہوئی۔ان ماحولیاتی تبدیلیوں نے جدید پتھر کے دور کی ثقافتوں کو متاثر کیا اور کسی حد تک جدید پتھر کے دور کے لوگوں کی زندگی کے طریقوں کا تعین کیا۔تاہم،لوگوں نے بدلتے ہوئے موسمی حالات میں اپنی زندگی کے طریقوں کو تبدیل کرنے کے لیے ثقافت پر مبنی کچھ شعوری فیصلے لیے۔

(Neolithic) کی ثقافتیں فی الاصل چراگاہی اور کھیتی باڑی کی ثقافتیں تھیں، لیکن دھاتی آلات کے علم کے بغیر صیقل شدہ پتھر کے اوزار، اور مٹی کے برتنوں کا استعمال کرتے تھے۔ جدید پتھر کے دور میں، انسانوں نے پودوں کی کاشت اور جانوروں کو پالنا شروع کیا۔ انہوں نے اپنے فائدے کے لیے قدرتی وسائل کو مؤثر طریقے سے تبدیل کرنا،انہیں قابو کرنا اور ان کا انتظام کرنا شروع کیا۔ان اقدامات نے

ان کی خوراک کی حفاظت میں اضافہ کیا، لیکن ساتھ ہی، ان کے طرز زندگی کو بھی بدل ڈالا۔

چونکہ وہ جانوروں اور پودوں کو پالتے تھے، اس لیے انہیں جانوروں اور پودوں کی دیکھ بھال کے لیے مستقل طور پر یا ایک مخصوص مدت کے لیے ایک جگہ پر آباد ہونا پڑتا تھا۔ ان کی معاشی ذمہ داریاں بڑھ گئیں۔ وہ پودوں، چراگاہوں، جانوروں اور آبپاشی کے انتظام میں کم از کم ایک حد تک مصروف تھے۔ انہوں نے پودوں اور جانوروں کی چنندہ افزائش کی مشق کی اور ماحول کے بارے میں اچھی معلومات اور سمجھ پیدا کرلی۔ تاہم، Neolithic کی آمد کا لازمی طور پر یہ مطلب نہیں ہے کہ لوگوں نے جانوروں کا شکار کرنا اور پودوں کی خوراک کو اکٹھا کرنا چھوڑ دیا۔ انہوں نے جنگلی جانوروں کا شکار کرنا جاری رکھا، پودوں کی خوراک اکٹھی کی اور اپنی خوراک کی تکمیل کے لیے ماہی گیری میں شامل رہے، کیونکہ خوراک کے متنوع وسائل کی کھپت ان کی جسمانی ضروریات اور موثر بقا کو پورا کرتی ہے۔

3.6.3 جدید پتھر کے دور کے آلات اور تکنیک (Tools and Technology of Neolithic Period)

جدید پتھر کے دور کی امتیازی خصوصیت 'زمینی پتھر کے کلہاڑیاں' یا 'صیقل شدہ پتھر کی کلہاڑیاں' ہیں۔ اس دور کے اوزاروں کے دستوں کی سب سے عام قسم کلہاڑی یا دھات کا بنا اوزار یعنی (celt) تھے۔ تقریباً آج کے لوہے کی کلہاڑی کی طرح بنائی گئی تھی، یہ وہ شکل تھی جس میں ایک تیز دھار اوزار اور ایک دستہ ہوتا تھا۔ یہ اقسام چھوٹے سے بڑے قامت میں پائی جاتی تھیں۔ انگریزی حروف U،V اور کندھوں پر دستہ کی شکل میں ان میں تبدیلی دیکھی جاسکتی ہے۔ آج کے زمانے کی طرح، پتھر کے دور کی کلہاڑی کو ایک لکڑی کے دستہ کے ساتھ جوڑ دیا گیا تھا جس کا کاٹنے والا حصہ لکڑی کے متوازی ہوتا۔ دوسری عمومی قسم adze ہے۔ دیکھنے میں اس اوزار کا کنارہ تقریباً ملتا جلتا ہے تاکہ اسے اس طرح سے استعمال کیا جائے کہ اس کا تراشہ ہوا کنارہ دستہ کے عمودی ہوتا۔ یہ بڑھئی کا آلہ ہے۔ دوسری شکلیں انگوٹھی، چھینی، کدال، چن وغیرہ ہیں۔ یہ تمام اقسام زراعت اور بڑھئی (Carpenter) کے اوزار ہیں۔

پتھر کے آخری دور کے اوزاروں کے دستے مقامی طور پر دستیاب باریک دانے دار، لیکن سخت پتھر جیسے سیاہ مرمر، لاوا پتھر، پرت دار چٹان وغیرہ سے تیار کی جاتی تھی۔ یاد رکھیں، اس مرحلے پر دھات کا علم نہیں تھا، اس لیے یہ تراشنے کا عمل بھی پتھر یا سینگ کے ذریعے انجام پاتا تھا۔ دوسرے مرحلے کو 'Pecking' کہا جاتا ہے جس کے ذریعہ مناسب سراخ کیا جاتا ہے۔ یہ 'پیکنگ' کا عمل اوزار کی سطح کو کافی حد تک چپٹا کردیتی ہے۔ دوسرے مرحلے کی باریک فلکنگ کو 'پیکنگ' کا نام دیا گیا ہے۔ اگرچہ پیکنگ اوزار کی سطح کو کافی حد تک چپٹا کردیتی ہے، لیکن یہ پھر بھی سطح کی باریکی کو بے ترتیبی سے بھری چھوڑ دیتی ہے۔ اس طرح آخری مرحلے میں اوزار کی سطحوں کو ریت کی تہہ سے ڈھکے پتھر کے ایک بلاک پر رگڑ دیا جاتا ہے۔ اس طرح کے پیسنے کا عمل سطح کو مکمل طور پر ہموار اور بعض اوقات اسے چمکدار بھی بنادیتا ہے۔

3.6.4 شکار سے زراعت کی جانب منتقلی (Transition from Hunting to Agriculture)

کھیتی باڑی کی ابتدا کے بارے میں مختلف وضاحتیں پیش کی گئی ہیں۔ وی گورڈن چائلڈ کے دلیل کہ مطابق زرخیز علاقہ (جنوب مغربی ایشیا) میں موسمیاتی تبدیلیوں کی وجہ سے کاشتکاری کی شروعات ہوئی۔ جیومورفولوجیکل (شکلی جغرافیہ) اور موسمیاتی عوامل نے صحرا

کے وسیع حصّوں سے الگ ہونے والے نخلستانوں کی تشکیل میں اہم کردار ادا کیا۔ان نخلستانوں نے جانوروں،انسانوں اور پودوں کی توجہ کو اپنی طرف متوجہ کیا۔ یہ ان کے درمیان قریبی مطابقت تھی جو شاید ابتدائی گھریلو سازی کا باعث بنی۔

رابرٹ بریڈووڈ(Robert Bredwood)نے موسمیاتی تبدیلیوں کے اس تصور کو چیلنج کیااور خوراک کی پیداوار کے دھیمی وبتدریج ارتقاء پر دلائل پیش کیں۔ کھیتی باڑی نیو کلیئر علاقوں میں شروع ہوئی، جہاں جانوروں اور پودوں کی فراوانی تھی۔ پودوں اور جانوروں کے پالن میں تبدیلی اس لیے آئی کیونکہ ثقافت اس مرحلے پر پہنچ گئی تھی جہاں وہ اس تبدیلی کو قبول کرنے کے قابل بن چکے تھے۔اس طرح، زراعت کی طرف منتقلی،انسانی فطرت اور ماحولیاتی حالات میں تبدیلی جیسے عوامل کے امتزاج کی وجہ سے تھی۔لیوس آربن فورڈ کے ذریعہ کھیتی باڑی کی ابتداء میں آبادی کی حرکیات کو بنیادی وجہ کے طور پر سمجھا جاتا ہے۔زراعت آبادیاتی تناؤ کارد عمل تھا۔ مشرق وسطی میں 9000 قبل مسیح کے آس پاس کچھ جسمانی محنت سے آری گروہوں میں آبادی کے دباؤ نے قدرتی وسائل کا شدید استحصال کیا، جس کے سبب زراعت کی طرف منتقلی ممکن ہوئی۔

کینٹ فلینری(Kent Flannery)کا خیال تھا کہ زراعت کا آغاز اچانک پیدا ہونے والا واقعہ نہیں بلکہ یہ ایک طویل مدتی عمل تھا۔ان کے مطابق، شکاریوں کی موسمی نقل و حرکت اس طرح طے کی گئی تھی کہ وہ مختلف ماحولیاتی خطوں میں مختلف پودوں اور جانوروں کا استحصال کر سکیں۔اس طرح، انہیں چند پودوں اور جانوروں کے بجائے معیشت کے وسیع میدان تک رسائی حاصل تھی۔ مکئی اور گندم جیسے کچھ پودے مخلوط اقسام میں تیار ہوئے جن کو سال کے مختلف اوقات میں اگائے جا سکتے تھے۔اس طرح، شکار کے قدیم پیٹرن کو طویل قیام اور خوراک کی پیداوار پر مبنی غذائیت کے پیٹرن میں بدل دیا گیا۔

ایک مکتبہ فکر کے مطابق ثقافت کو قدرتی ماحول کے موافق ڈھل جانے کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔تاہم، ثقافت کو کچھ حد تک ماحول سے موافقت کے طور پر اور کچھ سطح پر مختلف سماجی اور ثقافتی عوامل کے ساتھ انسانوں کے شعوری فیصلہ سازی کے نتیجے کی حیثیت سے دیکھا جانا چاہیے۔

ٹریور واٹکنز(Trevor Watkins)نے استدلال کیا کہ معیشت پر مبنی تبدیلی کے پرانے تصورات نے سماج کی 'ثقافت اور ادراک' پر مبنی تبدیلی کو راہ دکھائی ہے۔اس نے دلیل دی کہ (EpiPaleolithic)لوگ پہلی بڑی مستقل برادریوں میں اکٹھے ہوئے تاکہ وسیع بستیاں بسائی جا سکیں،تاکہ بعد میں انہیں صرف کھیتی باڑی کے ذریعہ غذا فراہم کیا جا سکے۔ یہاں دلیل یہ نہیں ہے کہ زراعت ایک اچانک ایجاد یا واقعہ کے طور پر تیار ہوئی ہے، بلکہ یہ ایک بتدریج عمل ہے جو لوگوں کے ایک بڑے گروہ کو غذا فراہم کرنے کی ضرورت کے طور پر سامنے آئی ہے۔

زراعت اور جانوروں کو پالنے کا عمل بعد میں ترقی پایا۔انکا مشورہ تھا کہ سماجی اور ثقافتی عوامل معاشی ضروریات سے زیادہ اہم ہیں اور لوگوں نے بڑی برادریوں میں رہنے پر بہت زیادہ زور دیا جس کی وجہ سے کاشتکاری کی ترقی عمل میں آئی۔ لہٰذا، پتھر کے دور کا انقلاب

(Neolithic Revolution)، درحقیقت، سماجی اور ثقافتی عوامل اور ماحولیاتی حالات کی مدد سے ایک طویل عرصے سے تیار کردہ عمل تھا۔ یہ ایک وقتی ایجاد یا واقعہ نہیں تھا، جیسا کہ چند لوگوں نے تصور کیا تھا۔

3.6.5 کھیتی باڑی کی شروعات (Beginning of Agriculture)

قدیم ترین خوراک کی پیداوار کے طریقوں کے سلسلے میں موجود دستاویزات مغربی ایشیا کے آثار قدیمہ سے فراہم ہوتے ہیں۔ ہزار سالہ قبل مسیح میں، زرعی اور چراگاہی طریقوں کا ایجاد عمل میں آیا۔ بھیڑ، بکری اور خنزیر جیسے جنگلی جانوروں کی نسلیں پالی گئیں۔ اس کے علاوہ گندم اور جو، کی جنگلی اقسام وہ پہلی فصلیں تھیں جو اس وقت کاشت کی گئیں۔ سوال یہ ہے کہ یہ اختراعات مغربی ایشیا میں کیوں ہوئی؟ یہاں کھانے کی پیداوار کے طریقوں کے آغاز کے لیے متعدد عوامل نے مل کر یہ کام کیا۔ پتھر کا درمیانی دور، جو کہ (Neolithic) کا سابقہ مرحلہ تھا، مغربی ایشیا کی لیونٹ وادی میں بہت وسیع پیمانہ پر پھیلا ہوا تھا۔

افریقہ میں واقع سوانا (Savanna) کی موسمی حالت جو ابتدائی گرم دور میں گھاس کی زمین کے بڑے حصوں اور جنگلوں کے چھوٹے ٹکڑوں سے بھرپور تھی۔ اس ماحولیاتی جگہ میں گندم اور جو جیسے اناج کی جنگلی قسمیں کافی تھیں۔ اس کے علاوہ چرنے والے جانوروں جیسے بھیڑ، بکری، گائے، ہرن وغیرہ کی آبادی بھی زیادہ تھی۔ پتھر کے وسطی عہد کا انسان، شکار اور جمع کیے جانے والے خوردنی پودوں، بیجوں، جانوروں وغیرہ کی نوعیت اور طرز عمل سے آشنا ہو گئے اور برفانی دور کے بعد کے خشک حالات میں سوانا خطہ ارض کی زمینوں میں اچھی طرح رچ بس گئے تھے۔

زراعت اور جانوروں کے پالنے کے آغاز، مستقل آبادی اور اسی دور میں برتن سازی کے آغاز کے طور پر جدید پتھر کے دور کا روایتی تصور درست نہیں سمجھا جا سکتا ہے۔ یہ ثقافتی خصوصیات، کبھی اکٹھے اور کبھی تنہائی میں، دنیا کے مختلف حصوں میں تیار ہوئے۔ تمام جدید پتھر کے دور کے گروہ مکمل طور پر بیٹھنے والی نہیں تھے۔ کچھ گروہ نیم خانہ بدوش تھے اور بسا اوقات خانہ بدوشانہ طرز عمل کو اپناتے تھے۔ جدید پتھر کے دور کے ابتدائی ثبوت مصر، اسرائیل، فلسطین، شام اور میسوپوٹیمیا کے زرخیز ہلال کے علاقے سے ملے ہیں۔ سندھ کا علاقہ اور برصغیر ہند کی وادی گنگا؛ چین اور میسوامریکا۔ تقریباً 10,000-5,000 قبل مسیح تک دنیا کے بہت سے حصوں میں زراعت اور چراگاہ پرستی کا ظہور ہوا، جس کے نتیجے میں کئی ثقافتی ترقیاں ہوئیں۔ اگرچہ دنیا کے بہت سے حصوں میں زراعت کی ابتدائی شروعات ہوئی ہے، لیکن جنوب مغربی ایشیا میں زراعت اور جانوروں کے پالنے کی ترقی کے ابتدائی ثبوت ہیں۔ اسرائیل، فلسطین اور شام (لیونٹ) کا خطہ، اور ترکی اور عراق نے نویں صدی قبل مسیح کے آس پاس جدید حجری دیہاتوں کی ابتدائی ترقی کا مشاہدہ کیا۔

3.6.6 ہندوستان میں جدید پتھر کا دور

جدید پتھر کے دور کی ثقافتیں، وسطی پتھر کے زمانے کے خاتمے کی نشاندہی کرتی ہیں۔ ہندوستان میں جدید پتھر کا دور ایک اہم مرحلہ ہے۔ جدید پتھر کے دور کے سیلٹ ہندوستان میں 1842 میں کرناٹک کے رائچور ضلع میں لی مسوری (Le Masurier) نے اور بعد میں

1867 میں شمالی آسام کی برہم پتر وادی میں جان لبوک کے ذریعہ دریافت کیے گئے۔ وسیع پیمانے پر کھوجوں اور کھدائیوں سے ہندوستان کی جدید حجری ثقافتوں کے بارے میں بے تحاشہ مواد ملا ہے۔ ہندوستانی پتھر کے دور کے بارے میں ایک بات قابل غور ہے کہ ہندوستان میں نیو پیلولیتھک ثقافتیں ایک ہی وقت میں ہر جگہ پروان نہیں چڑھیں اور نہ ہی وہ بہ یک وقت ختم ہوئیں حالانکہ علاقائی تغیرات بھی تھے۔ مثال کے طور پر، شمال مشرق میں پودوں کی کاشت کا کوئی ثبوت نہیں ہے، باوجود اس کے کہ ان جگہوں پر 'جدید پتھر کے دور 'اوزار ملتے ہیں۔ وادی کشمیر میں نیولیتھک ثقافتیں ہر جگہ کی طرح پچھلی وسطی پتھر کے دور ثقافتوں سے تیار نہیں ہوتیں۔ پودوں کی فصلوں کے لحاظ سے، بلوچستان کے مہر گڑھ میں گندم اور جو غالب تھے، لیکن پریاگ راج کے آس پاس کے وسطی علاقے میں چاول کی اہمیت زیادہ تھی۔ جنوبی ہندوستانی نوع کے پتھر اس لحاظ سے منفرد ہے کہ اس میں جوار کی کاشت کے ثبوت کے ساتھ راکھ کے ٹیلے ہیں۔ اس طرح، ایسا لگتا ہے کہ ان میں سے ہر ایک علاقائی جدید حجری روایات مقامی، ماحولیاتی حالات سے مشروط ہیں اور ان کا الگ سے مطالعہ کرنے کی ضرورت ہے۔ تاہم، موٹے طور پر، ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہندوستان کا جدید پتھر کے کھیتی باڑی اور چراگاہ پرستی پر مبنی تعیش پسند یا نیم تعیش پسند گاؤں کی ثقافت تھی۔ آیئے اب ہم جدید پتھر کے دور مقامات کے جھرمٹ پر بات کرتے ہیں جو ہندوستان کے مختلف حصوں میں پائے جاتے ہیں۔ برصغیر یا جنوبی ایشیا کے جدید پتھر کے دور کے مقامات مختلف علاقائی ثقافتی گروہوں میں تقسیم ہیں۔ وہ ہیں:

1. شمال مغربی خطہ —افغانستان اور پاکستان کے علاقے۔
2. شمالی علاقہ - کشمیر کا علاقہ۔
3. وندھیان کی پہاڑیاں اور وادی گنگا - پریاگ راج کا وندھیان علاقہ، مرزاپور اور بیلن ندی کی وادی۔
4. وسط مشرقی گنگا وادی کا علاقہ - بہار کے شمالی حصے کا علاقہ۔
5. وسطی مشرقی علاقہ - بشمول چھوٹا ناگپور علاقہ جس میں اڈیشہ اور بنگال کا علاقہ ہے۔
6. شمال مشرقی علاقہ - آسام اور ذیلی ہمالیائی علاقہ۔
7. جنوبی علاقہ - جزیرہ نما ہندوستان، بنیادی طور پر آندھرا، کرناٹک اور تمل ناڈو کے کچھ حصے

3.6.7 سماجی تنظیم (Social Orgnisation)

جدید پتھر کے دور کے لوگوں کی سماجی تنظیم کو سمجھنے کے حوالے سے ثبوتوں کا محدود ذخیرہ ملتا ہے۔ لوگ سہولت بخش اور نیم پر تعیش رہائش گاہوں میں رہنے لگے، شاید ان کے یہاں قبائلی سطح کی سماجی تنظیم تھی۔ زمین اور پودوں کی ملکیت کا خیال ابھرا، کیونکہ انہوں نے پودوں اور جانوروں کو پالا تھا۔ چھوٹے گھروں کی موجودگی جوہری خاندانوں کی تجویز کرسکتی ہے۔ پکے برتن اور موتیوں کی مالا مادی ثقافتی پیداوار میں بہتری کا مشورہ دیتے ہیں۔ لوگوں نے بعض علاقوں کی حد بندی کی تھی۔ مرنے والوں کو گھروں کے اندر دفن کیا جاتا تھا اور بعض اوقات جانوروں کی تدفین بھی ملتی ہے۔ وہ بعض رسومات کو اپنانے اور مرنے والوں کی پوجا کرنے کا مشورہ دیتے تھے۔ شاید انہوں نے قدرتی قوتوں کی پرستش کی ہوگی۔ آرٹ سے جڑی ہوئی اشیاء کے ثبوت محدود ہیں؛ مویشیوں کی ٹیراکوٹا امیجز کچھ زرخیزی فرقے کی تجویز کرتی ہیں۔

3.6.8 ہندوستان میں جدید پتھر کے دور کی خصوصیات (Features of Neolithic Period in India)

اس کی وضاحت پہلے کی گئی تھی کہ جدید پتھر کے دور کی امتیازی خصوصیت گھسے یا رگڑے ہوئے پتھروں کے محوروں کا زمرہ ہے۔ ہندوستان میں بھی تمام عہد پتھر کے مقامات سے بڑی تعداد میں پالش یا گھسے ہوئے پتھر کے کلہاڑیاں ملی ہیں جس میں ایڈیز، چھینی، چن، کدال وغیرہ بھی ان آلات کے دستے کا حصہ ہیں۔ قرون وسطی کا ایک ہتیار یا انگوٹھی والا پتھر اور پتھر کی گیند الگ زمرہ میں آتے ہیں، کیونکہ یہ دفاعی مقاصد کے لیے استعمال کیے جاتے ہوئے دکھتے ہیں۔ اسی طرح ہاتھ کی چکی، موسل، جو اناج کی پروسیسنگ کے لیے استعمال ہوتے تھے۔ چونکہ یہ سب پتھر کے بڑے ٹکڑوں پر بنائے جاتے ہیں اور وزن میں بھاری ہوتے ہیں، اس لیے انہیں 'ہیوی ڈیوٹی اوزاروں' (Heavy Duty Tools) بھی کہا جاتا ہے۔ زمینی پتھر کے اوزاروں کے علاوہ، ہندوستان کے عہد پتھر کی باقیات میں باریکالے وں اور بلیڈ جیسے قدیم اوزار بھی شامل ہیں۔ مائکرولتھس، (Microlithics) کے امتیازی اوزار ہیں۔ لیکن بہت سے خطوں میں، یہ چھوٹے تناسب میں، پتھر کے دور کے ذخائر سے منسلک ہیں۔ کچھ خطوں میں، وادی کشمیر کی طرح، باریکالے وں کو پتھر کا دور کے ذخائر میں شامل نہیں کیا جاتا ہے۔ ہڈیوں اور اینٹلر کے اوزاروں میں سوئی، نقطہ، تیر کا اوپری حصہ وغیرہ شامل تھے۔ نقطہ اور کنارے کے ساتھ کھانے کی پناہ گاہ کی ٹوٹی ہوئی ہڈیوں کو بھی اوزار کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا۔ سینوور علاقے میں یہ رجحان بہت عام تھا۔ مٹی کے برتنوں کا بڑے پیمانے پر استعمال پتھر کے دور کی خصوصیت تھی۔ لیکن، بلوچستان اور کشمیر جیسے علاقوں میں، (Aceramic Neolithic) مرحلے یا دور کی سرگزشت بھی محفوظ کی گئی ہے۔ ان علاقوں میں مٹی کے برتن اور دیگیں استعمال میں نہیں تھیں۔ پتھر کے دور کے مٹی کے برتن سادہ ہاتھ سے بنے ہوئے پیالوں جیسے پیالے، پہیے سے بنے پیالوں اور گلدانوں کی شکل میں تیار ہوئے۔ ان قبائل کا مطالعہ، جو ہاتھوں سے مٹی کے برتن بناتے ہیں، جیسے شمال مشرقی ہندوستان کے سیمانا گاس (Sema Nagas)، بتاتے ہیں کہ پیالے بنائی کے طریقے سے تیار کیے جا سکتے ہیں۔ برتنوں کی سطح کو اکثر نیم خشک حالت میں ڈوری یا چٹائی سے سجایا جاتا تھا۔

فرش پر سادہ ڈھانچے کی باقیات پائی جاتی ہیں۔ پوسٹ ہولز (post-holes) اور مٹی کے فرش اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ پناہ گاہیں، ختم ہو جانے والے مواد جیسے لکڑی، بانس اور زمین کے استعمال سے تعمیر کی گئی تھیں۔ ایسی مثالیں بھی موجود ہیں جب زیر زمین رہائشیں استعمال کی گئیں۔ جھونپڑیاں آثار قدیمہ کے سرگزشت میں چھوٹے جھرمٹ میں پائی جاتی ہیں۔ یہ شاید سادہ اور چھوٹے گاؤں لگتے تھے۔ تاہم، برصغیر کے شمال مغربی حصے میں، مغربی ایشیائی پتھر کے دور کی بستیوں کی طرح پائیدار مستطیل مکانات استعمال میں تھے۔ لیکن، ملک کے دیگر حصوں میں پتھر کے عہد کی بستیاں سادہ جھونپڑیوں سے بنے چھوٹے گاؤں کی شکل میں تھیں۔ پتھر کے دور کی باقیات میں فنون اور دستکاری کی اشیاء بھی شامل ہیں۔ نیم قیمتی پتھروں کی موتیوں کی مالا، جیسے - کارنیلین، کوئلے، عقیق، لاپیس، فیروزی، وغیرہ اور مٹی کے جانور جیسے بیل، اور انسان، خاص طور پر ماں دیوی کی تصویر کشی، اہم زمروں میں شامل کی جاتی ہیں۔

3.18 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

جیسا کہ اوپر دیکھا جا سکتا ہے کہ قدیم پتھر کے ابتدائی سے وسطی پتھر کے دور تک لاکھوں سالوں کے طویل سفر کے دوران قبل از تاریخی باشنوں کی ثقافتی روایت میں کافی ترقی ہوئی۔ ماقبل تاریخ کے باشندوں کے رہن سہن اور عادات کا طریقہ بنیادی طور پر جغرافیائی، موسمی اور ماحولیاتی عوامل پر مبنی تھا جو کہ قدیم انسانوں کے سلسلے میں معلومات فراہم کرنے میں مددگار ثابت ہو سکتا ہے۔ زیریں پیلیو لیتھک عہد میں، انسان شکار کرنے اور جمع شدہ غذا پر اسکی خوراک کا انحصار تھا۔ آبادکاری کا طریقہ یا تو پر فضاء جگہیں یا چٹانوں کی پناہ گاہیں تھیں، اور جب ضرورت ہوتی تو پتھر کے اوزار تیار کرتے، کھانے کی اشیاء جمع کرتے، جس میں کند، جڑیں، پھل اور گری دار میوے کو اکٹھا کرنا اور کبھی کبھار سست رفتار جانوروں کا شکار کرنا شامل تھا۔ زیریں اور درمیانی پیلیو لیتھک دور کے طویل عرصے کے دوران، یہ سماج ممکنہ طور پر وسیع خاندانی گروہوں پر مشتمل تھا جو شکار کر کے اور اس کا کھانا اپنے ہی کھلے والے علاقوں میں جمع کرتے تھے۔ وسطی پتھر عہد (Mesolithic) میں ہم اس بات کے اشارے دیکھتے ہیں کہ سماجی رابطوں کا ایک وسیع نیٹ ورک کیسا ہوتا ہے جس کی عکاسی بڑی فیکٹریوں کی جگہوں اور تصاویر کے ساتھ راک شیلٹرز میں نظر آتی ہیں، جو مختلف سرگرمیوں اور تصورات کی عکاسی کرتی ہیں۔

وسطی پتھر کا عہد کی ثقافت نے جدید پتھر کے دور کے ابتدائی عہد کے لیے راہ ہموار کی، جہاں چرواہی اور زراعت نے شکار کی ثقافت کو زندہ رہنے کے مروجہ طریقہ میں اضافہ کیا۔ ہندوستانی سیاق وسباق میں، یہ نام نہاد وسطی پتھر عہد کی ثقافتوں اور اب سندھ طاس میں سامنے آنے والی ابتدائی زرعی بستیوں کی زمانی ترتیب میں نظر آتا ہے۔ لیکن، مجموعی طور پر وسطی پتھر کے دور کی ثقافت 9000 سے 4000 قبل مسیح تک اہم رہی۔

اس باب میں جدید پتھر کے دور کی ثقافتوں کی تعریف، نوعیت اور خصوصیات کے بارے میں بھی تفصیلات پیش کی گئی ہیں۔ شکار جمع کرنے سے خوراک کی پیداوار کی طرف منتقلی، درحقیقت، سماجی اور ثقافتی ترقیوں نے اہم تبدیلیاں لائی ہیں۔ قدیم ترین ہندوستانی دیہاتوں کی بنیادیں جدید پتھر کے زمانے میں رکھی گئی تھیں۔ ہندوستان نے مختلف حصوں میں جدید پتھر کے دور کی ثقافتوں کا مشاہدہ کیا۔ مہرگڑھ میں برصغیر کے شمال مغربی حصے کی جدید پتھر کے دور کی ثقافت نے پودوں اور جانوروں کے پالنے کے ابتدائی ثبوت پیش کیے ہیں۔ کشمیری جدید پتھر کے دور کے علاقوں میں گڑھے کی رہائش کے ثبوت موجود ہیں۔ یہ علاقے ہڑپہ کے مقامات اور مشرقی ایشیا و مغربی ایشیا کی ثقافتوں کے مابین موجود روابط کی جانب اشارہ کرتی ہیں۔ بیلان وادی کے جدید پتھر کے دور کے مقامات پر ہڈی کے نشان والے مٹی کے برتن موجود ہیں اور شکار سے زراعت کی طرف منتقلی کے ثبوت بھی ملتے ہیں۔ وندھیان کی پہاڑیوں اور وادی گنگا کے وسط کے مقامات تاریخ میں بعد کے دور کے ہیں جہاں پودوں اور جانوروں کے پالنے کے ثبوت ملتے ہیں۔ مشرقی اور شمال مشرقی ہندوستان کے مقامات جنوب مشرقی ایشیا میں اکثر دیکھے جانے والے کندھے نما کلہاڑی کی خصوصیات کو نمایاں کرتی ہیں۔ ان جگہوں پر ڈوری کے نشان والے اور پیڈل کے نشان والے مٹی کے برتن پائے جاتے ہیں۔ جنوبی ہندوستان کے جدید پتھر کے دور کے مقامات پر ابتدائی مراحل میں راکھ کے ٹیلے اور پودوں و جانوروں کے پالنے کے

ثبوت بھی ملے ہیں۔

3.19 کلیدی الفاظ (Keywords)

Acheulian tools : پتھر کے اوزار کو تیار کرنے والی صنعت آثار قدیمہ کو دیا جانے والا نام جو زیریں قدیم پتھر کے دور (Paleolithic) کے ابتدائی انسانوں سے وابستہ ہے۔

آثار قدیمہ :ماضی کو سمجھنے کے لیے تاریخی باقیات کا مطالعہ۔

کاربن 14 تعین وقت :یہ ریڈیو کاربن تعین وقت (Radiocarbon dating) تکنیک کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔ یہ ایک مطلق تعین وقت طریقہ ہے جو نامیاتی مواد میں موجود تابکاری کی پیمائش کرتا ہے۔

سیلٹ :لوگوں کے زیر استعمال اوزار جو گھسے ہوئے اور پالش کردہ ہوتے تھے اور کلہاڑی اور Adze کی شکل میں ڈھالے جاتے تھے۔

گرم دور :ایک ارضیاتی عہد جو 11,700 سال پہلے شروع ہوا اور آج تک جاری ہے۔

شکار کرنا اور جمع کرنا :خوراک حاصل کرنے کا ایک طریقہ۔ جانوروں، پرندوں، سخت خول والے جانور اور مچھلیوں کا شکار، غذائی نباتات جیسے، پھل، گری دار میوے، پتے، تنوں اور جڑوں کو جمع کرنا۔

آئس ایج :آئس ایج تقریبا پلائسٹوسین کے 2.6 ملین سال پہلے شروع ہوا۔

لوئر پیلیولیتھک :قدیم پتھر کے زمانے کا ابتدائی دور، یہ تقریباً 2.5 ملین سال پہلے کے وقت پر محیط ہے جب تقریباً تین لاکھ سال پہلے تک ہومینیڈز کے ذریعے پتھر کے اوزاروں کی تیاری اور استعمال کا پہلا ثبوت دیکھا گیا تھا۔

Mesolithic :قدیم پتھر اور جدید پتھر کے دور کا درمیانی عرصہ

وسطی قدیم پتھر کا دور: قدیم پتھر کے زمانے کی دوسری ذیلی تقسیم، جو کہ 300,000 سے 30,000 سال پہلے تک وسیع پیمانے پر پھیلی ہوئی ہے جس نے زیادہ جدید بنیادی اوزار بنانے والی تکنیکوں کی ظاہری شکل کو دیکھا۔

جدید پتھر کے دور کا انقلاب جسے کبھی کبھی زرعی انقلاب سے بھی موسوم کیا جاتا ہے، زراعت کے میدان میں دنیا کا پہلا اور تاریخی قابل تصدیق انقلاب تھا۔

ما قبل تاریخ :وہ دور جس کا ہمارے پاس کوئی تحریری ریکارڈ نہیں ہے۔

پروٹوہسٹری :انسانی ماضی کی طے شدہ زندگی، جو تہذیبوں اور شہری مراکز کی ترقی کا باعث بنی، جس کی تحریری ریکارڈ دستیاب ہیں، لیکن ابھی تک اس کی وضاحت نہیں کی گئی کہ یہ ایک الگ تقسیم کے تحت آتی ہے، کم از کم ہندوستان میں جہاں پروٹوہسٹری کے نام سے ہڑپہ تہذیب جانی جاتی ہے۔

منتقلی پر منحصر کھیتی باڑی :جنگل کو جلانا اور اس خطہ پر کاشت کاری کرنا۔ کاشت کے ایک سیزن کے بعد، کاشت کا رقبہ اگلے خطہ میں

منتقل کر دیا جاتا ہے۔

سائٹ	: زمین کی تزئین کا ایک علاقہ جو ماضی میں ہوئی انسانی سرگرمیوں کا ثبوت بتلاتا ہے۔
تھرمولومینیسینس تعین وقت	: تعین وقت کا مطلق طریقہ جو کسی مادے، عام طور پر جب گرم کیا جاتا ہے تو مٹی کے برتنوں سے خارج ہونے والے تھرمولومینیسینس کی مقدار کی پیمائش کرتا ہے۔
واٹل اور ڈوب	: دیواروں اور عمارتوں کو بنانے کے لیے استعمال ہونے والا عمارت کا مرکب طریقہ، جس میں لکڑی کی پٹیوں کی بُنی ہوئی جالی جسے واٹل کہتے ہیں، ایک چپچپاہٹ والے مواد سے ڈبویا جاتا ہے جو عام طور پر گیلی مٹی، مٹی، ریت، جانوروں کے گوبر اور بھوسے کے کچھ مجموعے سے تیار کیا جاتا ہے جاتا ہے۔

3.20 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

3.20.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1. لفظ 'پری ہسٹری' کی تعریف کیجیے۔
2. آپ لفظ 'Paleolithic' سے کیا مراد لیتے ہیں۔
3. قدیم پتھر کے دور کو کتنے مراحل میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔
4. ہندوستان میں کچھ اہم پیلیولیتھک مقامات کا ذکر کیجیے۔
5. 'تھرمولومینیسینس' کی اصطلاح سے آپ کیا سمجھتے ہیں۔
6. وسطی پتھر کے دور اور جدید پتھر کے دور میں کیا فرق ہے۔
7. پروٹوہسٹری کی وضاحت کیجیے۔
8. آپ اشولی کے آلات سے کیا سمجھتے ہیں۔
9. ما قبل تاریخ کے عہد سے پہلے کے ایام میں اجتماعی شکار سے آپ کیا سمجھتے ہیں۔
10. زیریں قدیم پتھر کے دور میں اوزار بنانے کے لیے کون سے خام مال استعمال ہوتے تھے۔

3.20.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. آثار قدیمہ میں ثقافت کی اصطلاح کی تعریف کیجیے۔
2. درمیانی پیلیولیتھک ثقافتوں کی ماحولیاتی حالات کی وضاحت کیجیے۔
3. برصغیر پاک و ہند کے تناظر میں جدید پتھر کے انقلاب کی اصطلاح کی وضاحت کیجیے۔
4. ہندوستان میں وسطی پتھر کے دور پتھر کے فن پر ایک نوٹ لکھیں۔
5. وسطی پتھر کے دور کی ثقافت کے دوران ہونے والی تبدیلیوں کو بیان کیجیے۔

3.20.3 طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. جدید پتھر کے مرحلے کے دوران سماجی تنظیم اور نظام عقائد پر بحث کیجیے۔
2. جدید پتھر کے دور کی اہم خصوصیات پر ایک مضمون لکھیں۔
3. ہندوستان میں پیلیو لیتھک مرحلے اور اس کی تاریخ کا جائزہ لیں۔

3.21 مزید مطالعہ کے لیے تجویز کردہ کتابیں (Suggested Books for Further Reading)

1. A. Ghosh (ed.), *An Encyclopaedia of Indian Archaeology*. Vol. 2, New Delhi, Munshiram Manoharlal, 1989.
2. Bridget Allchin and Raymond Allchin, *The Rise of Civilization in India and Pakistan*. Delhi, Select Book Service Syndicate, 1989.
3. B.K. Thapar, *Recent Archaeological Discoveries in India*. UNESCO, 1985.
4. D.K. Chakrabarty, *The Oxford Companion to Indian Archaeology: The Archaeological Foundations of Ancient India – Stone Age to AD 13th century*, New Delhi: Oxford University Press,2006.
5. H.D. Sankalia, *Prehistory and Protohistory in India and Pakistan*. Pune, Deccan College, 1974.
6. H.D. Sankalia, *Stone Age Tools: Their Techniques, Names and Probable Functions*, Pune, Deccan College, 1964.
7. K. Padayya, *Investigations into the Neolithic Culture of the Shorapur Doab, South India*. Leiden: Brill, 1973.
8. P. Singh, *The Neolithic Origins*, Delhi, Agam Kala Prakashan, 1991.
9. Upinder Singh, *A History of Ancient and Early Medieval India*: *From the Stone Age to the 12th Century*. Delhi, Pearson and Longman, 2008.
10. Vidula Jayaswal, *Bharatiya Itihas ka Nava-Prastar Yuga* (Hindi). Delhi, Swati Publications,1992.
11. V.D. Misra and J. N. Pal (eds.), *Mesolithic India*, Allahabad: Allahabad University, 2002.
12. V.S. Wakankar and R.R. Brooks, *Stone Age Paintings in India*, Bombay, Taraporewala and Sons, 1976.
13. Y. Mathpal, *Rock Art Paintings of Bhimbetka, Central India*, New Delhi, Abhinav Publications, 1995.

اکائی 4۔ابتدائی تاریخ:تانبے پتھر کے دور کی ثقافت

(Proto-History: Chalcolithic Culture)

اکائی کے اجزا

4.0 تمہید

4.1 مقاصد

4.2 گیرو رنگ کے برتنوں کی ثقافت

4.3 آہار ثقافت

4.3.1 جغرافیائی ماحول

4.3.2 فن تعمیر

4.3.3 معیشت

4.3.4 تکنیک

4.3.5 مٹی کے برتن

4.4 شمالی وندھیا اور وادی گنگا

4.4.1 جغرافیائی حدود

4.4.2 اہم خصوصیات

4.5 مالوہ یا مغربی مدھیہ پردیش

4.5.1 کیاتھا ثقافت

4.5.2 مالوہ ثقافت

4.6 شمالی دکن

4.6.1 ساولدا ثقافت

4.6.2 مالوہ ثقافت

4.6.3 جوروے ثقافت

4.7 تکنیک
4.7.1 تانبے کی دھات سازی
4.7.2 سونا
4.7.3 سنگ تراشی ونقاشی کا کام
4.7.4 موتیوں کی پیداوار
4.8 زراعت اور خوراک کی پیداوار
4.9 تانبے پتھر دور کی ثقافت کی اہمیت
4.10 تانبے پتھر دور کی ثقافت کا پھیلاؤ
4.11 مذہبی عقائد
4.12 اکتسابی نتائج
4.13 کلیدی الفاظ
4.14 نمونہ امتحانی سوالات
4.14.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات
4.14.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات
4.14.3 طویل جوابات کے حامل سوالات
4.15 مزید مطالعہ کے لیے تجویز کردہ کتابیں

4.0 تمہید (Introduction)

'چالکولیتھک دور' (Chalcolithic Age) اس اولین زمانہ کی نشاندہی کرتا ہے جس میں دھات کا استعمال شروع ہوا تھا۔ اسے تانبے پتھر کے دور کے نام سے بھی جانا جاتا ہے، جو پتھر کے ساتھ خالص تانبے کے ابتدائی استعمال کا اشارہ دیتا ہے۔ ابتدائی طور پر، تانبے کا استعمال شروع میں صرف چھوٹی یا قیمتی اشیاء کے لیے کیا جاتا تھا۔ چوتھی صدی قبل مسیح کے وسط تک، تانبے کو گرم کر کے پگھلانے کی تکنیک میں بہتری آئی، دھات کو ڈھال کر اوزار اور ہتھیار بنائے گئے اور یہ عمل، **میسوپوٹامیا** (عراق میں دریائے دجلہ اور دریائے فرات کے درمیان واقع علاقے کو کہتے ہیں) میں شہر کاری کا باعث بنا۔ جدید پتھر کے دور کے بعد تانبے پتھر کا دور آیا۔ کچھ اہم پیش رفتوں کے علاوہ، اس دور میں زندگی کا عمومی انداز تبدیل نہیں ہوا تھا۔ ان تبدیلیوں میں بستیوں کی تعداد میں واضح اضافہ، اوزار، ہتھیار اور زیورات کی تیاری کے لیے تانبے،

کانسے کا استعمال، فن تعمیر میں بہتری، چاک سے بنے برتنوں اور پالش شدہ برتنوں کی سجاوٹ شامل ہیں۔ شمالی، وسطی اور مغربی ہندوستان میں متعدد تانبے پتھر دور کی ثقافتیں دریافت ہوئی ہیں۔ ان میں سندھ گنگا تقسیم اور بالائی گنگا جمنا دوآب میں گیرو رنگ کے برتنوں (Ochre Colored Pottery) کی ثقافت شامل ہے۔ راجستھان کے میواڑ علاقے میں آہار ثقافت، مغربی مدھیہ پردیش کے مالوہ علاقے میں کیاتھا اور مالوہ ثقافتیں، مغربی مہاراشٹر میں مالوہ اور جوروے ثقافتیں اور نیوا سا اور دیگر ثقافتیں شمالی وندھیا اور درمیانی اور نچلی گنگا کی وادی میں دریافت ہوئیں۔

چالکولتھک (Chalcolithic) اصطلاح دو الفاظ کا مجموعہ ہے- چالکو (Chalco) یونانی لفظ کھالکوس (Khalkos) یعنی تانبے اور لتھک (Lithic) یونانی لفظ لتھوس (líthos) یعنی پتھر سے ماخوذ ہے جس کا مطلب ہے 'تانبہ پتھر' یا 'تانبے پتھر کا دور'۔ چالکولیتھک کو انیولیتھک (Eneolithic) دور کے نام سے بھی جانا جاتا ہے جس میں جدید پتھر کی جگہ پتھر اور دھات کا ملا جلا استعمال شروع ہوا اور سب سے پہلے تانبہ دھات کا استعمال کیا گیا۔ چنانچہ اسے تانبے پتھر کا دور بھی کہا جاتا ہے جس کا مطلب ہے کہ یہ وہ دور ہے جس میں پتھر کے ساتھ تانبے کا استعمال رائج تھا۔ تانبے پتھر دور کی ابتدائی بستیاں گنگا کے طاس سے چھوٹا ناگپور تک پھیلی ہوئی ہیں۔ اس دور کی معیشت کا دار و مدار زراعت، ذخیرہ اندوزی، شکار اور مچھلی پکڑنے پر تھا۔ محدود تعداد میں تانبے اور کانسے کے اوزار بھی برآمد ہوئے ہیں

4.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کے مطالعے کے بعد آپ

- تانبے پتھر دور کی ثقافتوں کی تاریخی اہمیت جان سکیں گے۔
- جدید پتھر کے دور سے تانبے پتھر دور میں تسلسل اور تبدیلی کو سمجھ سکیں گے۔
- مغربی اور وسطی ہندوستان میں تانبے پتھر دور کی ثقافتوں کے علاقائی تنوع کو سمجھ سکیں گے۔
- ہڑپا تہذیب کے زوال کے بعد سے وادی گنگا میں دوسری شہر کاری تک ہندوستان میں ثقافتی ارتقا کا جائزہ لے سکیں گے۔

4.2 گیرو رنگ کے برتنوں کی ثقافت (Ochre Colored Pottery Culture)

4.2.1 تانبے کے ذخائر (Copper Hoards)

انیسویں صدی کے آغاز سے، تانبے کی چیزیں کئی ٹکڑوں کے مجموعہ میں، سندھ گنگا کے سنگم شہر (پنجاب، ہریانہ اور شمال مشرقی راجستھان) اور گنگا-جمنا دوآب میں کئی مقامات پر پائی گئیں۔ مختلف مجموعوں میں ان کی دریافت کی وجہ سے انہیں تانبے کے ذخیرے کے نام سے جانا جاتا ہے۔ تقریباً تمام معاملات میں وہ حادثاتی طور پر رہائش گاہوں سے الگ دریافت ہوئے جیسے، ہل چلانے، نہر کی کھدائی اور زرعی زمین کو برابر کرنے کے دوران۔ ذخیرے میں مختلف قسم کی اشیاء شامل ہیں جیسے چپٹی کلہاڑیوں کے ساتھ پچکے ہوئے پہلو اور کاٹنے والے گول

کنارے والی چھنی، دستہ والی کلہاڑی، بازو بند، دو دھاری کلہاڑی، تشبیہی شکلیں، مڑے ہوئے سرے والے نیزے، چھوٹی کلہاڑی، تلواریں، خار دار سوراخوں والے ہتھیار اور انگوٹھی۔ یہ اشیاء بہت بھاری اور بھدی ہیں اور ایسا لگتا ہے کہ ان سے کوئی مفید کام نہیں کیا جاسکتا ہے ان میں سے زیادہ تر شاید رسومات کی اشیاء ہیں۔ اور اس بات کا نسلی جغرافیائی ثبوت بھی موجود ہے کہ وسطی ہندوستان کے گونڈ (جنگلوں میں بسنے والے باشندے) دھاتی اوزاروں اور ہتھیاروں کی پوجا کرتے تھے۔

4.2.2 گیرو رنگ کے برتنوں کی ثقافت سے تعلق (Relation with Ochre Colored Pottery Culture)

ان اشیا کی عمر اور آثاری تناظر ایک معمہ بنا ہوا ہے۔ بی بی لال نے 1951 میں اتر پردیش کے بجنور ضلع کے 'بسولی' اور 'راج پور پرسو' گاؤں میں ایسی جگہوں پر چھوٹی چھوٹی کھدائیاں کیں جہاں مبینہ طور پر پہلے تانبے کے ذخیرے دریافت ہوئے تھے۔ جب کہ لال کو تانبے کی کوئی نئی چیز نہیں ملی، لیکن اسے گیروے رنگ کے ٹوٹے پھوٹے برتن ملے، اور اس کی بنیاد پر اس نے تانبے کے ذخیروں اور گیروے رنگ کے برتنوں کے درمیان ممکنہ تعلق کی تجویز رکھی۔ گیرو رنگ کی یہ ثقافت اس کے بعد سے کئی جگہوں پر دریافت کی گئی ہے، ان میں سے اہم مقامات جودھ پورہ ضلع جے پور، ضلع بلند شہر، لال قلعہ میں، ضلع میرٹھ میں ہستناپورہ، ضلع سہارنپور میں بہادر آباد، اور امبکھیری، ضلع ایٹا میں اترنجی کھیرا، ضلع اٹاوا میں سائپائی، اور ضلع الہ آباد میں سرینگاویراپورہ، سبھی اتر پردیش صوبہ میں ہیں۔ مٹی کے برتن اکم پکے ہوئے ہیں، ہلکے سرخ رنگ کے ہیں، اور بہت زیادہ فرسودہ ہو چکے ہیں جن کی اوپری پرت نکل چکی ہے۔ یہ تجویز کیا گیا ہے کہ یہ حالت ان علاقوں میں طویل عرصے تک پانی کے جمنے کا نتیجہ ہے۔ یہ اشیا ذخیرہ کرنے کے جار، گلدان، تسلے، اوزار، بڑے برتن، اسٹینڈ والی قاب اور چھوٹے برتنوں پر مشتمل ہیں۔ یہ شکل وصورت میں ہڑپہ کے مٹی کے برتنوں کی شکلوں سے کافی مشابہت رکھتے ہیں۔ بسا اوقات مٹی کے برتنوں کو گوٹ دار ڈیزائنوں، نقش ونگار اور سیاہ رنگ کے نقش کے ذریعہ سجایا جاتا ہے۔ اس مٹی کے برتن کی صحیح ثقافتی حیثیت کے بارے میں ماہرین آثار قدیمہ کی آراء منقسم ہیں۔ کچھ لوگ اسے برتن بنانے کی ایک آزاد تکنیک کے طور پر مانتے ہیں جبکہ دوسرے اسے ہڑپا تہذیب کے مٹی کے برتنوں کا صرف ایک نیا بھیس تسلیم کرتے ہیں۔ گیرو رنگ کی ثقافت بستیاں رقبہ کے اعتبار سے چھوٹی ہیں اور ان میں ایک بہت ہی مختصر رہائشی تھے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کی رہائش مختصر مدت کی تھی۔ کھدائیوں کے چھوٹے رقبہ کی وجہ سے معیشت اور مادی ثقافت کے بارے میں بہت کم معلومات دستیاب ہوئی ہیں، دستیاب شواہد میں چاول اور جو کی کاشت، مویشیوں کو پالنے، زمین کے کٹے ہوئے فرش، بانس کے سوراخ، پکی ہوئی اور نہ پکی ہوئی اینٹیں، مٹی کے انسانی مجسمے اور چوڑیاں، اور پتھر اور ہڈی کی موتیوں کی مالا شامل ہیں۔ اترنجی کھیڑا سے مٹی کے برتنوں کی دو تاریخیں 2600 اور 1200 قبل مسیح کی ہیں۔ ان دونوں کے درمیان وسیع فرق کی وجہ سے اس ثقافت کی صحیح عمر کا معلوم کرنا غیر یقینی ہے۔

4.3 آہار ثقافت (Ahar Culture)

4.3.1 جغرافیائی محل وقوع (Geographic Location)

یہ ثقافت جنوب مشرقی راجستھان کے میواڑ علاقے سے مشہور ہے۔ جغرافیائی طور پر، یہ خطہ ایک غیر منقطع پہاڑی میدان پر مشتمل

ہے، جس میں زرخیز سیاہ مٹی کے تنگ قطعات ہیں۔ یہاں سالانہ اوسطاً تقریباً 750 ملی میٹر بارش ہوتی ہے تاہم یہ بہت بے ترتیب ہے۔ یہ بارش بناس اور اس کی بہت سی معاون ندیوں جیسے کھاری، کوٹھاری اور بیراچ اور ان کی معاون ندیوں کے ذریعے بہہ جاتی ہے۔ یہ علاقہ گرمیوں کے موسم میں مکئی، جوار، باجرہ، دالیں، تل، اُڑد اور مونگ کی بھرپور فصلیں پیدا کرتا ہے اور سردیوں کے موسم میں گندم، جو، چنا، عام مٹر، سرسوں، السی، گنا اور کپاس کی فصلیں پیدا ہوتی ہیں۔ تقریباً ایک سو خطوں پر مشتمل آہار ثقافت، جن کا نام ادے پور کے شہر کی حدود میں واقع آہار نام پر رکھا گیا ہے، دریائے بناس کی وادیوں اور اس کی ذیلی ندیوں کے کنارے بانسواڑہ، ادے پور، چتوڑ گڑھ، بھیلواڑہ، بونڈی اور اجمیر اضلاع میں واقع ہیں۔ ان میں سے چار، یعنی ادے پور ضلع میں آہار اور بالا تھل، راجسمند ضلع میں گیلند اور بھیلواڑہ ضلع میں اوجیانہ، کی کھدائی کی گئی ہے۔ خاص طور پر بالا تھل نے آہار کے لوگوں کی ثقافت کی بہترین تصویر پیش کی ہے، جس کی افقی طور پر سات موقعوں (1994-2000) سے کھدائی کی گئی ہے۔

4.3.2 فن تعمیر (Architecture)

آہار ثقافت کے لوگ ایک، دو اور ایک سے زیادہ کمروں والے مستطیل، چوکور اور گول گھروں میں رہتے تھے جو پتھر، اینٹوں اور گارے سے بنے ہوتے تھے۔ بڑے گھروں کی بنیادیں ایک میٹر سے زیادہ چوڑی، پتھر اور مٹی کی اینٹوں سے بنی ہوتی تھیں۔ ان کے اوپر مٹی کی دیواریں کھڑی ہوتی تھیں جیسا کہ کھدائی کے دوران مٹی کے بے تحاشہ ملبے اس بات کے گواہ ہیں۔ گھروں میں زیر زمین اناج ذخیرہ کرنے کے ڈبے اور پکوان کے آلات رکھے جاتے تھے جن میں اناج اور دالوں کو پیسنے کے لیے U شکل کے چولہے یا تندورے اور پتھر کے سل بٹے اور رگڑ لگے رہتے تھے۔ بالا تھل اور گلند میں گھاس سے جڑے اور چونے سے لیپے ہوئے مختلف سائز کے گہرے گڑھے ملے ہیں، جن کا مقصد اناج کو ذخیرہ کرنا ہے۔ مکانات کی جسامت، ان کی تعمیر میں استعمال ہونے والے مواد، تکنیک اور مکانات کے اندر سے ذخیرہ شدہ مواد سے سماج میں معاشی تفاوت کی موجودگی کا احساس ہوتا ہے۔ بالا تھل میں تین ساختی احاطے کو ایک گلی اور ایک لین کے ذریعے الگ کرنا، بستی کی ابتدائی منصوبہ بندی کو ظاہر کرتا ہے۔ کچھ ایسے شواہد بھی موجود ہیں جو اس بات کو ظاہر کرتے ہیں کہ یہ بستی پتھر کی دیواروں سے گھری تھی۔ بالا تھل میں ایک بڑا ذیلی مستطیل قلعہ بند ڈھانچہ بستی کے درمیان سے دریافت ہوا ہے جس کے اندر تقریباً 600 مربع میٹر کا کھلا رقبہ ہے۔ پتھر، مٹی کی اینٹوں اور گارے سے بنی اس کی دیواروں کی چوڑائی بنیاد پر سات میٹر اور اوپر پانچ میٹر تک ہے اور اونچائی چار میٹر تک پہنچ جاتی ہے۔ دیواروں کی بنیادیں مٹی، مٹی کی اینٹوں اور پتھر سے بنائی ہوئی ہیں، اور ان کے بازووں کی چوڑائی 1×25 میٹر تک، تراشیدہ پتھروں سے تعمیر شدہ ہے۔ قلعہ بندی کے چاروں کونوں پر برج بنے ہوئے تھے۔ چار دیواری کے اندر کھلی جگہ قلعہ بندی کی بنیاد سے اس کے اوپر تک جلے ہوئے گوبر اور راکھ سے بھری ہوئی ہے۔ راکھ کے رنگ اور اثر میں تغیرات سے پتہ چلتا ہے کہ گائے کے گوبر کو مختلف درجہ حرارت پر کئی بار جلایا گیا تھا۔ کچھ جگہوں پر جلے ہوئے گائے کے گوبر کے اشیاء کا ڈھانچہ عمودی طور پر ترچھی حالت میں واضح طور پر محفوظ ہے۔ تانبے پتھر کے دور کی مٹی کے برتنوں کے مکمل جلے ہوئے ٹکڑے کبھی کبھار راکھ کے اندر پائے جاتے ہیں۔ راکھ کے اندر سے تین انسانی ڈھانچے بھی ملے ہیں۔ یہ غیر معمولی بات ہے کیونکہ میواڑ، وسطی اور شمالی ہندوستان کی تانبے پتھر کے دور کی ثقافتوں میں مردہ کو ٹھکانے لگانے کے طریقے کے طور پر دفن کرنا

نامعلوم ہے۔ابھی تک احاطے میں داخل ہونے کا کوئی راستہ نہیں ملا ہے۔ یہ عمارت ایک معمہ بنی ہوئی ہے۔ صرف اتنا کہا جا سکتا ہے کہ یہ کام افادیت سے خالی تھا۔امکان تو صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ مجموعی طور پر یہ رسمی اہمیت کا حامل تھا۔

4.3.3 معیشت (Economy)

آہار قوم کی معیشت کاشت کاری، جانور پالنے اور شکار پر مبنی تھی۔ وہ گندم، جو، دال، عام مٹر، باجرا، اطالوی باجرااور پنیکم باجرا کی کاشت کیا کرتے تھے۔ان کے پالتو جانوروں میں مویشی، بھیڑ/ بکری، بھینس اور سور شامل ہیں۔ان کے شکار کردہ جنگلی جانوروں میں گور، نیل گائے، بارہ سنگھ اور کالے ہرن شامل ہیں۔ جانوروں کی بڑی تعداد میں ہڈیاں، جن میں سے تقریباً سبھی جلی ہوئی اور ٹوٹی ہوئی ہیں،اس بات کا ثبوت پیش کرتی ہیں کہ گوشت انکی غذا کا ایک اہم جزو تھااوراسے بھوننے کے بعد کھایا جاتا تھا۔ گودے کو نکالنے کے لیے ہڈیاں ٹوٹی ہوئی تھیں اور کھلی تھیں۔ مچھلی، کچھوے اور جھینگے کی باقیات بھی موجود ہیں۔

4.3.4 تکنیک (Technology)

اس زمانہ کے لوگوں کی تکنیک بنیادی طور پر تانبے پر مبنی تھی۔ کھدائی پر پائے جانے والے تانبے کی اشیاء میں چپٹی کلہاڑی، پیینے والی چھریاں، چاقو،استرا، چھینی اور تیر شامل ہیں۔ تھوڑی مقدار میں پتھر سے تعمیر شدہ چھوٹے اور بڑے ہتھیار بھی ملے ہیں لیکن انکا کردار تکنیک میں اہم نہیں ہے۔ کئی اچھی طرح سے پالش شدہ ہڈیوں کے نوکدار اوزار بھی ملے ہیں۔آہار کے باشندوں کے زیورات میں تراشیدہ قیمتی پتھروں کی موتیوں کی مالا، قیمتیکالے اور لال پتھر، تانبے کی انگوٹھیاں اور تانبے اور ہڈیوں کے پنکھڑی والے زیورات شامل ہیں۔

4.3.5 مٹی کے برتن (Pottery)

آہار کے باشندوں کے پاس برتن بنانے(چینی) کی ایک عمدہ روایت تھی جو کئی نفیس اور کھردرے سامان پر مشتمل تھی۔ باریک سامان میں بھورے برتن، ہلکے سرخ رنگ کے برتن ساتھ ہی کالے اور سرخ رنگ کے برتن شامل ہیں،اور کھردرے سامانوں میں گاڑھے سرخ اور سرمئی برتن شامل ہیں۔ باریک سامان اچھی طرح سے لگائی گئی مٹی سے بنا ہوا ہے، چکنی اور جلی سطح کے پکے اور مضبوط ہیں۔ یہ کھانے پینے کے لیے استعمال کیے جاتے تھے۔ چینی کے اشیاء کا ہڑپا کے برتنوں سے گہرا تعلق ہے،اور اس کی اہم شکلیں (گول اور اوپری حصہ سے ابھرے ہوئے) رکابیاں،ابشارہ رکابیاں،اور گول مرتبان ہیں جن کے باہر کی طرف لمبے لمبے سلوٹوں کے درمیان گہرے گھماؤ ہیں۔ باریک سرخ برتن بنیادی طور پر محدب رخا پیالوں اور لوٹا(گلاس) جیسے برتنوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ سیاہ اور سرخ رنگ کے برتنوں میں اہم شکلیں سیدھے سپاٹ ہونے کے ساتھ ساتھ اتلی اور گہرے پیالے ہیں۔ وہ دونوں سطحوں پر ہندسی شکلوں کے ساتھ سفید رنگ کے رنگ میں پینٹ کیے گئے ہیں۔ موٹے برتن موٹی مٹی سے بنے ہوتے ہیں اور نامکمل طور پر جلائے گئے ہیں۔ان میں ذخیرہ کرنے اور کھانا پکانے کے لیے مختلف سائز کے مرتبان اور ہانڈی (کھانا پکانے کے برتن) پر مشتمل ہے۔ برتنوں کے اوپری حصے کو ایک موٹی روشن سرخ یا سرمئی پرچی سے مزین کیا جاتا ہے اور جلادیا جاتا ہے۔ برتنوں کو گردن کے نیچے اتھلی نالیوں سے سجایا جاتا ہے اور بیرونی سطح پر نالیوں کے نیچے مختلف قسم کے کٹے ہوئے ڈیزائن

ہوتے ہیں۔ تقریباً پینتیس ریڈیو کاربن تاریخیں، خاص طور پر بالا تھل سے، واضح طور پر 3600 ق م سے 1500 ق م تک آہار ثقافت کی مدت کو قائم کرتی ہیں۔ وہ بالا تھل کو سندھ تہذیب سے باہر ہندوستان کا قدیم ترین گاؤں قرار دیتا ہے۔

4.4 درمیانی گنگا اور شمالی وندھیا (Middle Ganga and Northern Vindhya)

4.4.1 جغرافیائی حدود (Geographic Location)

جدید حجری ثقافت کے بعد درمیانی گنگا اور شمالی وندھیا کی وادی کی تانبے پتھر دور کی ثقافت کا ظہور ہوا۔ اس مدت کے دوران بستیوں کی تعداد میں کافی اضافہ ہوا اور آبادی بہار اور مغربی بنگال میں گنگا کی نچلی وادی میں مشرق کی طرف پھیل گئی۔ نئی خصوصیات کی اگر بات ہو تو بستیوں کے سائز میں اضافہ، فن تعمیر میں بہتری، چاک سے بنے مٹی کے برتنوں کی ظاہری شکل، برتنوں میں تنوع، پینٹ شدہ اور کٹے ہوئے ڈیزائن کے ساتھ برتنوں کی بہت زیادہ سجاوٹ، تکنیک میں تانبے کا اضافہ، قیمتی پتھر، تانبے، اور پکی مٹی کے منکوں، پکی مٹی کے حیوانی اور انسانی مورتیوں کی موجودگی بڑی تعداد میں تانبے پتھر دور کی مقامات کی کھدائی کی گئی ہے۔ ان میں کاکوریا، ماگھا، کولڈیہوا، بتراشیدہ بلیا۔ بھیرا، تکیاپر، وندھیوں میں راجانل کا ٹیلا، اور جھوسی، کوسامبی، شرینگا ویراپورہ، پرہلاد پور، راج گھاٹ، مسونڈیہ، سوہگورہ، نرہان، املیڈیہ، خیراڈیہ، چیرند، چیچر، مانیر، اوریپ، چمپا، سون پور، تراڈیہ، مانجھی، سینواور اگیابیر، میسدل، منگل کوٹ اور راجدھو میں وادی گنگا شامل ہیں۔

4.4.2 اہم خصوصیات (Significant Features)

ان مقامات پر تانبے پتھر دور کی ثقافت کی اہم خصوصیات اس طرح تھیں۔ مکانات عام طور پر گنٹھلی اور خالص مٹی سے بنے ہوتے تھے جس کی بنیادیں درمیانی سوراخوں، چونے اور بانس کے ڈھانچوں کے ساتھ مٹی کے جلے ہوئے گانٹھوں اور مٹی کے چھوٹے فرش سے ہوتی ہے۔ وہ عموماً مستطیل شکل کے ہوتے تھے۔ کئی جگہوں پر گھروں میں چولہے (تنور) اور باورچی خانے کے سازوسامان جیسے چکی اور پینے والے سامان تھے۔ چینی کے اشیاء سرخ، سیاہ چکنے سامان پر مشتمل ہے۔ یہ سب اچھی طرح سے لگائی گئی مٹی سے پہیے پر بنائے گئے تھے۔ شکلیں مختلف سائز کے پیالوں پر مشتمل ہوتی ہیں، جن میں چپٹے اور ابھرے ہوئے، سپاٹ برتن، بیسن، سوراخ شدہ برتن، مرتبان اور گلدان شامل ہیں۔ سیاہ اور سرخ اور چکنے سامان دونوں کے اوپری حصہ پر طرح طرح کے ہندسی ڈیزائنوں کے ساتھ سفید رنگ میں پینٹ کیے گئے تھے۔ تانبے پتھر دور کے لوگوں کی تکنیک میں تانبے، پتھر، ہڈی اور سینگ کے اوزار اور ہتھیار شامل تھے۔ تانبے کی اشیاء میں چاقو، نیزے اور تیر کے نشان شامل ہیں۔ ہڈیوں اور سینگوں کے اوزاروں میں سوا، نوک دھار، تیز تیر اور خانہ چشم ہتھیاروں کے ساتھ خاردار تیر والے سر شامل ہوتے ہیں۔ ہتھیار اور بلیڈ کے اوزار تقریباً تمام سائٹس پر پائے گئے ہیں. ان میں ہڈی کے ڈھانچے، مثلث، ورزشی جھولا، خنجر، دھاردار چاقو، پتھر کے نوکیلے ہتھیار، سادہ بلیڈ اور پتھر سے تراشیدہ اوزار شامل ہیں۔ ان کے زیورات میں موتیوں کی مالا، لاکٹ، چوڑیاں، انگوٹھیاں اور کان کی پٹی شامل ہے۔ موتیوں کی مالا تراشیدہ قیمتی پتھروں، سینگ، ہڈی، خول، نقش والی چینی، تانبے اور کبھی کبھار سونا سے بنی ہیں۔ چوڑیاں تانبے، سینگ اور ہڈی سے بنی ہیں۔ اس زمانے میں استعمال ہونے والی دوسری چیزیں اوکھلی، موسل، ربڑ، پتھر کا بنا ہوا ہتھوڑا، اور سینگ کی رکابی، مچھلی کے کانٹے

اور سوئیاں ہیں۔ لوگوں کی معیشت پودوں کی کاشت، جانوروں کے پالنے اور شکار اور ذخیرہ اندوزی کے امتزاج پر مبنی تھی۔ کاشت کیے جانے والے پودوں میں گندم، جو، چاول، جوار، مونگ، چنا، کوڈو (ایک موٹا باجرا جو صرف اشنکٹبندیی ممالک میں اگایا جاتا ہے)، دال، تل (تل)، السی اور مٹر شامل ہیں۔ گھریلو جانوروں میں بھینس، بھیڑ / بکری، سور اور کتا شامل ہیں، اور جنگلی جانوروں میں ہرن اور ہرن اور سؤر کی متعدد اقسام شامل ہیں۔ پرندوں اور آبی مخلوقات جیسے مچھلی اور کچھوے کی باقی ڈھانچے بھی کئی مقامات پر پائی گئی ہیں۔

تدفین کی صورت میں مردہ کو محفوظ کرنے کا ثبوت صرف تین مقامات سے ملتا ہے، وندھیا میں کاکوریا اور ماگھا اور وادی گنگا میں سونپور۔ وندھیا اور وادی گنگا دونوں جگہوں سے متعدد ریڈیو کاربن تاریخیں 1500 ق م سے 700 قبل مسیح کے درمیان ہیں۔ وہ واضح طور پر ظاہر کرتے ہیں کہ کسانوں کی طرف سے گنگا کی وادی کی نوآبادیات مغربی، وسطی جنوبی ہندوستان کے مقابلے بہت بعد میں ہوئی تھی۔

4.5 مالوہ یا مغربی مدھیہ پردیش (Malwa or Western Madhya Pradesh)

مغربی مدھیہ پردیش کا مالوہ علاقہ، جو چمبل، نرمدا، بیتوا اور ان کی معاون ندیوں سے سیراب ہوتا ہے، تانبے پتھر دور کی دو ثقافتوں کی موجودگی کا ثبوت فراہم کرتا ہے۔

4.5.1 کیاتھا ثقافت (Kayatha Culture)

کیاتھا ثقافت کی 40 سے زیادہ بستیاں مالوہ کے شمالی حصے میں، راجستھان کے میواڑ علاقے سے ملی ہوئیں، دریائے چمبل کے متصل وادیوں میں پائی گئی ہیں۔ ان میں سے دو، یعنی کیاتھا اور ڈانگواڑا کی کھدائی ہوئی ہے۔ کیاتھا ثقافت کے لوگ چھوٹی جھونپڑیوں میں رہتے تھے جن کے فرش اچھی طرح سے بنے ہوئے تھے۔ انہوں نے گندم اور غالباً جو اور دیگر فصلوں کی کاشت کی حالانکہ بدقسمتی سے پودوں کی باقیات کو بازیافت کرنے میں ناکام رہے۔ وہ مویشی، بھیڑ اور بکری پالتے تھے۔ کیاتھا کی تہوں میں تانبے پتھر دور اور تانبے پتھر دور کے گھوڑے کی ہڈیوں کی موجودگی بھی اس دلچسپی میں اضافہ کا باعث بنتا ہے کہ یہ جانور تیسری صدی قبل مسیح سے بھی قدیم ہے۔

کیاتھا ثقافت میں ضروری اشیا رکھنے کے لیے عموماً چینی کے بنے چکنے، مضبوط اور اچھی طرح سے سینکے ہوئے برتن پائے گئے ہیں۔ ان کے برتنوں کی شکلیں گول نقش والے مرتبان اور نقش و نگار والی ہانڈی کی طرح ہیں، جو آہار ثقافت کے ٹین کے برتنوں سے ملتی جلتی ہیں۔ بسا اوقات برتنوں کو سیاہ روغن میں لکیری ڈیزائن کے ساتھ سجایا جاتا تھا۔ اس ثقافت کے دیگر سامان سفید چکنی مٹی کے بنے ہوئے ساز و سامان (Buff Ware) ہیں جن میں سرخ اور دندانے دار سامان کی تصاویر ہوتی ہیں جن کی سجاوٹ ارد گرد لہراتی ہوئی لکیروں کے گروہ پر مشتمل ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ ایک ہاتھ سے تیار کردہ سرمئی برتن ہے جس میں اہم شکلیں ہانڈی، بیسن اور ذخیرہ کرنے کے برتن ہیں۔ کیاتھا کے باشندے تانبے اور پتھر کے دونوں آلات استعمال کرتے تھے۔ تانبے کے اوزاروں کی نمائندگی لمبے ہتھیاروں کے ذریعے کی جاتی ہے اور پتھر کے اوزار نوکیلے اور چھینے والے اوزار پر مشتمل ہوتے ہیں۔ کیاتھا ثقافت میں تانبے کی چوڑیاں، تراشیدہ قیمتی پتھروں کی مالا اور سیلکھڑی کے باریک منکے بھی دریافت ہوئے ہیں۔ ریڈیو کاربن کی تاریخوں کے مطابق اس ثقافت کا عرصہ 2000 سے 1800 قبل مسیح معلوم ہوتا ہے۔

کچھ وقفے بعد، کیا تھا کی جگہ پر ایسے لوگوں نے دوبارہ قبضہ کر لیا جن کی ثقافت، آہار ثقافت سے ملتی جلتی تھی۔

4.5.2 مالوہ ثقافت (Malwa Culture)

اس ثقافت کی سو سے زیادہ بستیاں چمبل، نرمدا، بیتوا اور ان کے اطراف دریاؤں کی وادیوں میں واقع ہیں۔ ان میں سے ناگدا، کیا تھا، نواد تولی اور ایرن (ایک جگہ کا نام ہے) کی کھدائی کی گئی ہے۔ نوداٹولی کی سطحی طور پر کھدائی کی گئی تھی اور وہاں سے بہترین ثبوت حاصل ہوئے ہیں۔ مالوہ ثقافت کے لوگ مستطیل اور گول شکل کے گھٹلیوں اور لیپے ہوئے گھروں میں رہتے تھے جس کا ثبوت لکڑی کے جلے ہوئے خطوں اور بانس اور سرکنڈوں کے نقوش کے ساتھ مٹی کے لیپنے کی صورت میں محفوظ ہے۔ گول جھونپڑیوں کا احاطہ 2×40 سے 3×60 میٹر ہوتا ہے اور دیواریں 30 سے 60 سینٹی میٹر تک موٹی ہوتی ہے۔ مستطیلی ڈھانچے زیادہ کشادہ تھے، جس کا سائز 3×3 میٹر سے 6×4×5 میٹر تھا۔ دونوں میں مٹی کی دیواریں تھیں جن میں لکڑی کے چبوترے کھجور والی چھت کو سہارا دیتے تھے۔ ناگدا میں مٹی اور مٹی کی اینٹوں سے بنی ایک دیوار کا سراغ ملا ہے، جو غالباً دریائے چنبل کے سیلاب سے بچاؤ کے لیے تعمیر کی گی تھی۔ ایک دفاعی دیوار جو مٹی سے بنی ہے اور جس کی بنیاد پر 30 میٹر چوڑائی ہے اور 6×4 میٹر کی اونچائی ہے اور اس کے متوازی ایک کھائی چل رہی ہے جس کی اطلاع عیرن (ایک جگہ کا نام ہے) سے ملی ہے۔ ناگدا کے پاس مٹی اور سورج کی روشنی والے بھٹے سے پکی ہوئی اینٹوں سے بنے کئی کمروں والے مکانات تھے۔ ایک گھر میں ایک چولہا تھا جس میں کھانا پکانے کے تین برتن تھے۔ مکانات کے فرش کو سختی سے دبایا گیا تھا اور متعدد منزلوں کی سطح اس بات کی نشاندہی کرتی ہے کہ ان کی وقتاً فوقتاً مرمت اور مرمت کی جاتی رہی۔ ناگدا میں مٹی کی اینٹوں سے بنی ایک نالی کی پیائش 2×28×2×13 ہے اور یہ تقریباً 1 میٹر اونچی ہے۔ نوداٹولی میں ایک چوکور گڑھا مٹی کی دیواروں سے گھرا ہے اور اس میں راکھ اور لکڑی کے جلے ہوئے نشانات ہیں جسے قربانی کے گڑھے (یگیہ کنڈ) کے طور پر شناخت کیا گیا ہے۔

مالوہ کے لوگ اناج، پھلیاں، تیل کے بیج اور پھل کی کاشت کرتے تھے۔ اناج میں روٹی گندم اور چاول شامل ہیں۔ دالوں اور پھلیوں میں دال، کالا چنا یا اُڑد، ہرا چنا اور کھیساری ہیں۔ تیل کے بیج کی نمائندگی السی سے ہوتی ہے اور پھل کی نمائندگی بیر سے ہوتی ہے۔ مالوہ کے لوگ مویشی، بھیڑ، بکری اور سور پالتے تھے۔ وہ جنگلی جانوروں جیسے بارا سنگھا، چوہے، مچھلی، کچھوے کا گوشت اور کیڑے بھی کھا لیتے تھے۔ مالوہ کے لوگ کئی چینی مٹی کے برتن استعمال کرتے تھے۔ ان کا بنیادی برتن مالوہ کے برتن تھے۔ یہ پہیوں پر بنائے جاتے تھے اور اس میں بف یا کریم چینی مٹی کے ہوتے تھے اور گہرے بھورے یا سیاہ روغن میں پینٹ کیے گئے نمونے ہوتے تھے۔ برتن کی اہم شکلیں لوٹا، ذخیرہ کرنے والے مرتبان، پیالے اور ہانڈیاں ہیں۔ خاص طور پر دلچسپی کا مرکز نوداٹولی کے چینل کے پھوٹے ہوئے پیالے اور جام ہیں۔ ان کے ایرانی ہونے کی خاصی مماثلتیں پائیں جاتی ہیں اور سنکالیا نے انہیں ایران سے ہندوستان میں آریائی ہجرت کے ثبوت سے تعبیر کیا ہے۔ پینٹ شدہ ڈیزائن بنیادی طور پر جیومیٹرک ہیں جیسے مثلث اور لوزینجز (ہیرے کی شکل کا) لیکن جانوروں، پرندوں، رقص کرنے والی انسانوں اور پودوں کے قدرتی ڈیزائن بھی پائے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ، سفید میں پینٹنگ کے ساتھ سیاہ اور سرخ رنگ کے برتن اور سرخ رنگ میں تصاویر کے ساتھ بف ویئر (ایک طرح کے چینی برتن کو کہا جاتا ہے) بھی مالوہ کے مقامات پر پائے جاتے ہیں۔

مالوائی لوگوں کی تکنیک تانبے اور پتھر کے اوزار پر مشتمل تھی۔تانبے کے اوزار میں سیدھے سپاٹ اور درمیانی سہارے والے نیزے یا تلوار شامل ہوتی ہے۔مالوائی ثقافتی مقامات، خاص طور پر ناوڈاٹولی، میں متاثر کن مقدار میں تیز کاٹنے والے آلات اور مختلف قسم کے استرے کا سراغ لگایا گیا ہے۔ تیز کاٹنے والے آلات کرسٹڈ گائیڈ نگ تکنیک کے ذریعہ تیار کیے گئے تھے۔مالوئی باشندوں کے زیورات میں تراشیدہ قیمتی پتھروں کی موتیوں کی مالا اور تانبے کی انگوٹھیاں اور چوڑیاں شامل تھیں۔نوداٹولی نے بڑی مقدار میں موتیوں کی مالا تیار کی ہے اور اس اثار قدیمہ پر ان کی تیاری کا ثبوت بھی ہے۔دیگر تکنیکی اشیاء میں اوکلی، لمبے لمبے رگڑنے والے پتھر اور پتھر سے تراشیدہ ہتھوڑے ہیں۔کئی جگہوں پر پائے جانے والے گیلی مٹی سے تیار شدہ مجسمے آبائی دیوتاوں کی نمائندگی کرتے ہیں۔پراگندہ بالوں اور دائیں ہاتھ میں نیزہ پکڑے ایک پینٹ شدہ مردانسانی شخصیت کو بنرجی نے دیوتا شیوا سے تعبیر کیا ہے۔مالوہ کے مقامات پر پائے جانے والے مٹی سے تیار شدہ بیل کے مجسمے مذہبی عقائد سے وابستہ ہو سکتے ہیں۔نیوڈاٹولی سے ریڈیو کاربن کی تاریخیں مالوائی ثقافت کے دورانیے کے لیے 1700 قبل مسیح سے 1450 قبل مسیح کے درمیانی عرصے کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

4.6 شمالی دکن (Northern Deccan)

شمالی دکن یا مغربی مہاراشٹرا، خاص طور پر سہادری کے مشرق میں نیم بنجر خطہ، جو تاپتی، گوداوری اور بھیما ندیوں اور ان کی معاون نہروں سے سیراب ہوتا ہے، نے بھارت میں تانبے پتھر دور کی ثقافتوں کا بہترین ثبوت فراہم کیا ہے۔ پچھلے پچاس سالوں کے دوران کی جانے والی تحقیقات کے نتیجے میں اس خطے میں 150 سے زیادہ تانبے پتھر دور کے مقامات کی دریافت ہوئی ہے۔ان میں سے ایک درجن کی کھدائی کی گئی ہے۔وہ دھولے ضلع کے پرکاش اور کاوتھے، بہل، ٹیکواڑا، جلگاؤں ضلع؛ احمد نگر ضلع میں ڈیم آباد، نیواسا اور جوروے؛ اور نگ آباد ضلع میں آپگاؤں؛ پونے ضلع میں چندولی، سونگاؤں، انعام گاؤں اور واکی ہیں۔انعامگاؤں کی ایک دہائی سے زائد عرصے میں افقی کھدائی کی گئی تھی اور اس نے ہندوستان میں تانبے پتھر دور کی ثقافت کا سب سے زیادہ ثبوت فراہم کیا ہے۔ مغربی مہاراشٹر میں تانبے پتھر دور کی ترتیب کو مندرجہ ذیل ثقافتوں کے ذریعے صعودی ترتیب میں دکھایا گیا ہے(i)ساولدا ثقافت(2300-2000 قبل مسیح)،(ii)مالوہ ثقافت(1700–1500 ق م)اور(iii)جوروے ثقافت(1500–900 قبل مسیح).ان ثقافتوں کی اہم خصوصیات ذیل میں بیان کی گئی ہیں۔

4.6.1 ساولدا ثقافت (Savalda Culture)

دھولے ضلع میں ساولدا کی قسم کی جگہ کے نام سے منسوب، ثقافت کی زمانی حیثیت صرف دائم آباد کی کھدائی سے واضح ہوئی جہاں یہ ہڑپائی ثقافت کی تہ کے اوپر پائی گئی ہے۔اس ثقافت کے تفصیلی ثبوت کاوتھے میں بڑے پیمانے پر کھدائی سے ملے ہیں۔اس جگہ پر مختلف سائز کے گڑھوں کی ایک بڑی تعداد پائی گئی اور ان کو ان کے سائز اور مواد کی بنیاد پر رہائشی گڑھوں، ذخیرہ کرنے کے گڑھوں اور مرغی رکھنے کے گڑھوں میں درجہ بند کیا گیا ہے۔رہائش کا سب سے بڑا گڑھا ایک بیضوی گڑھا تھا اور اس کی لمبائی 5×60 میٹر، چوڑائی 6×65 میٹر اور گہرائی 80 سینٹی میٹر تھی۔دائرہ کے ساتھ ساتھ اس میں 16 ستونوں کے گڑھے تھے جو ایک عظیم ڈھانچہ کا پتہ دیتے ہیں۔ گڑھے کے اندر بڑی

مقدار میں مٹی کے برتنوں کی دریافت سے پتہ چلتا ہے کہ اسے رہائش کے لیے استعمال کیا جاتا تھا۔ رہائشی گڑھے کے جنوب مغربی سرے پر 1×20 میٹر چوڑا اور 1×10 میٹر کی گہرائی کے چھوٹے گڑھے میں جانوروں کی ہڈیاں، راکھ، کوئلے اور دیگر کوڑے کی ایک بڑی مقدار موجود تھی۔ ہو سکتا ہے کہ اسے ابتدا میں سائلو کے طور پر استعمال کیا گیا ہو اور بعد میں اسے کچرے کے گڑھے میں تبدیل کیا گیا ہو۔ رہائش والے گڑھے کے صحن میں مختلف گہرائیوں والے کئی چھوٹے گڑھے تھے۔ ہو سکتا ہے کہ زیادہ مقدار میں اناج کو ذخیرہ کرنے کے لیے استعمال کیے گئے ہوں اور اس کو رات کے وقت مرغیوں کو رکھنے کے لیے استعمال کیا گیا ہو۔ باورچی خانہ ایک چھوٹے سے گڑھے میں واقع تھا۔ دو بڑے پتھروں سے لیس چولہا مٹی کے تین گانٹھوں پر مشتمل تھا جو ظاہر ہے کہ کھانا پکانے والے برتن کو سہارا دیتا تھا۔ مٹی یا پتھر کے گانٹھوں سے بنی ایسی چولیاں اب بھی اس علاقے میں خانہ بدوش لوگ استعمال کرتے ہیں۔ گھر کی ناقص نوعیت اور ایک عارضی باورچی خانے سے پتہ چلتا ہے کہ وہاں کے رہنے والے تراشیدہ خانہ بدوش لوگ ہوں گے جو مختصر مدت کے لیے اس جگہ پر ٹھہرے ہوئے تھے۔

کاؤتھے کے مٹی کے برتنوں کا تعلق تین اقسام سے ہے۔ جن میں سب سے پہلا غالب چینی، عمدہ تانبے کا ایک مضبوط سرخ آلہ ہے، جس میں سیاہ رنگ میں نقوش بنے ہیں۔ یہ گجرات سے متصل علاقے سے ہڑپائی ثقافت کے سیاہ اور سرخ مٹی کے برتنوں میں ایک مضبوط مشابہت کو ظاہر کرتا ہے۔ دوسرا برتن بنانے ساولڈاویئر (برتن) ہے۔ یہ موٹی مٹی سے بنا ہے لیکن اس میں مختلف قسم کے پینٹ کیے گئے نقش ہیں جن میں مچھلیاں اور کچھوا جیسے آبی مخلوق شامل ہیں۔ ان کو نیزے اور تیر سے شکار کرتے ہوئے دکھایا گیا ہے۔ پینٹ کیے گئے دیگر نقشوں میں ہاتھی، ریچھ، پرندے اور رینگنے والے جانور شامل ہیں۔ خصوصیت کی شکلوں میں بن پینیدے کے پیالے اور اونچی گردن والے مرتبان شامل ہیں۔ تیسرا برتن کیا تھا ویئر ہے۔ کاؤتھے میں وسطی ہندوستان کے اس اچھی طرح سے تاریخ شدہ سامان کی موجودگی کے ساتھ ساتھ 1920 قبل مسیح کی واحد C14 تاریخ کو کھدائی کرنے والے نے 2200-2000 قبل مسیح تک رہائش کی تاریخ کا پتہ دیتے ہیں۔

اس ثقافت کی ایک نمایاں خصوصیت پتھر کے ساتھ ساتھ دھات کے اوزار کی موجودگی ہے۔ اس کے بجائے، ہڈیوں کے اوزاروں کی بھرمار ہے جس میں سوئے، کانٹے، خنجر اور چاقو شامل ہیں۔ ساتھ ہی کھدائی سے باجرے یا موتی جوار کے دانے نکلے۔ یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ باجرہ اور جوار افریقی نسل کے باجرے ہیں اور یہ سب سے پہلے گجرات کی ہڑپائی ثقافت میں ہندوستان میں متعارف ہوئے تھے۔ یہ کاؤتھے کے ابتدائی آبادکاروں پر گجرات کے اثر و رسوخ کی ایک اور نشانی ہے۔ لوگ اپنے مردہ کو گڑھوں میں دفن کرتے تھے، خاص طور پر اس مقصد کے لیے کھودے گئے تھے۔ بڑھے ہوئے کنکال یا تو کمزور یا جھکے ہوئے حیثیت میں تھے اور شمال جنوب کی سمت میں جنوب کی طرف تھے۔ کھیتی باڑی، عارضی باورچی خانہ والے کچے مکانات، جانوروں کی بڑی تعداد میں ہڈیاں اور دھاتی اور پتھر کے اوزاروں کی عدم موجودگی یہ بتاتے ہیں کہ کاؤتھے کے لوگ تراشیدہ خانہ بدوش زندگی گزار رہے تھے۔ وہ غالباً موسم بہار کے دوران اس جگہ پر رہتے تھے جب وہ موتی جوار کی کاشت کرتے تھے جبکہ باقی سال کے دوران وہ خانہ بدوش شکار کی زندگی گزارتے تھے۔

4.6.2 مالوہ ثقافت (Malwa Culture)

مالوہ ثقافت جس کی تاریخ ریڈیو کاربن کے لحاظ سے 1700-1500ق م تک ہے وسطی ہندوستان سے مہاراشٹر تک پھیل گئی۔ بہت سے مقامات پر مالوہ کے لوگ مہاراشٹر میں پہلے زرعی آباد کار تھے۔ انعام گاؤں اور دائم آباد میں مالوہ کے لوگوں کے کئی مکانات دریافت ہوے ہیں۔ وہ مٹی کی چھوٹی دیواروں پر مشتمل ہیں جو تقریباً 15 سینٹی میٹر اونچی ہیں، اچھی طرح سے چڑھے ہوئے فرش اور گھر کو دو حصوں میں بانٹنے والی ایک دیوار بھی ہے۔ گھر کے اندر کھانا پکانے کے لیے دو بازو والے چولہے اور صحن میں گوشت بھوننے کے لیے ایک بڑا گڑھا رکھا ہوا تھا۔ صحن میں غلہ ذخیرہ کرنے کے لیے گڑھے بھی تھے۔ انعام گاؤں میں ذخیرہ کرنے کے ڈبوں کے لیے مٹی کے گول پلیٹ فارم بھی موجود تھے۔ اس مقام پر مکانات مستطیل شکل کے تھے جن کی پیائش 7×5 میٹر تھی۔ گول جھونپڑیوں اور گڑھے کے مکانات کے شواہد بھی موجود ہیں جو شاید تراشیدہ خانہ بدوش گروہ سے تعلق رکھتے تھے۔ ان لوگوں کے مخصوص مٹی کے برتن مالوہ کے برتن ہیں، جو وسطی ہندوستان میں پائے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ، پتلے کپڑے کے بھی کچھ اقسام ہیں جس میں سیاہ رنگ میں پینٹ کیے گئے ڈیزائن ہیں۔ شکلیں مالوہ کے اہم برتنوں کی طرح ہیں۔ مالوہ کے لوگ جو کی کاشت کرتے تھے، مویشی اور بھیڑ بکریاں پالتے تھے، جنگلی جانوروں کا شکار کرتے تھے، زیادہ تر ہرن کا شکار کرتے تھے اور ماہی گیری کرتے تھے۔ انہوں نے دیوی اور جانوروں سے گھرے ہوئے ایک دیوتا کی پوجا کی جو دائم آباد کے ایک برتن پر دکھایا گیا ہے۔ وہ ایک گڑھے میں دو دو بچوں اور ایک بڑے شخص کو جلاتے تھے

4.6.3 جوروے ثقافت (Jorwe Culture)

مغربی مہاراشٹر کی زراعت اور کاشتکاری جوروے کے دور میں نمایاں طور پر پھیلی جس کی نمائندگی شمال میں تاپی وادی سے لے کر جنوب میں بھیما وادی تک 200 سے زیادہ مقامات پر کی جاچکی ہے۔ جوروے ثقافت مہاراشٹر کی سب سے اہم اور خصوصیت والی تانبے پتھر دور کی ثقافت ہے۔ اسے دو مراحل میں منقسم ہے، ابتدائی جوروے کے حالات (1500–1200 قبل مسیح) اور اواخر حالات (1200–900 قبل مسیح) اس کا علم ڈھانچے، معاشی حالات اور استعمال کیے جانے والے مواد کی بنیاد پر ہوا۔ جوروے کے باشندوں کی طرز زندگی کے نمونے کی ایک خصوصیت چھوٹے گاؤں سے گھرے بڑے علاقائی مراکز کا وجود ہے۔ علاقائی مراکز کے علاوہ، جوروے کی بستیوں، کھیتوں کے میدانوں اور کیمپوں میں کو جو کہ اکثریت میں تھے دیہاتوں میں درجہ بند کیا جاسکتا ہے۔ زیادہ تر بستیاں دو ہیکٹر پر محیط ہیں اور ان کی آبادی 100 سے 500 کے درمیان ہو سکتی ہے۔ تاہم، بہل اور نیواسا جیسے بڑے دیہاتوں کی آبادی 500 اور 1000 کے درمیان ہونے کا امکان ہے۔ صرف 1 ہیکٹر کی پیائش والے مقامات۔ یا اس سے کم آبادی 50-100 افراد کی بستیوں کے طور پر تسلیم کیا جاسکتا ہے۔ بڑی بستیوں کے 2 سے 3 کلومیٹر کے اندر واقع کھلی جگہیں شاید کھیتی باڑی ہیں جن کا مقصد آبائی دیہات میں رہنے والے کسانوں کے آس پاس کی زمین کی کاشت ہے۔ خیموں کی ایک واضح مثال رائے گڑھ ضلع کے پچاد میں ایک غار ہے جس کا فرش کا رقبہ صرف 10 مربع میٹر ہے۔ لیکن اس سے تانبے پتھر دور کے مٹی کے برتن ملے۔

جوروے کی سب سے بڑی بستی دائم آباد ہے جس کا رقبہ 30 ہیکٹر ہے اور یہ ملک کی سب سے بڑی تانبے پتھر دور کی بستیوں میں سے ایک ہے۔ یہاں تک کہ 200 افراد فی ہیکٹر کے اندازے کے مطابق، دائم آباد کی آبادی تقریباً 6000 افراد ہوگی۔ وادی تاپی میں پرکاشے، وادی گوداوری میں دائم آباد اور بھیما وادی میں انعام گاؤں کل ملا کر تین علاقائی مراکز تھے۔ وادی تاپی میں بستیوں کی کثافت سب سے زیادہ ہے اور گوداوری-پراواڑہ سے بھیما وادی میں بتدریج کم ہے، ظاہر ہے کہ کاشت کے لیے زرخیز کالی مٹی کی دستیابی کے موافقت طور پر ہو۔

انعام گاؤں میں وسیع کھدائیوں نے دکن کے ابتدائی کسانوں کی ایک بہت اچھی تصویر فراہم کی ہے۔ عوامی فن تعمیر کی مثال کے طور پر ایک اہم تحقیقی کام کو انجام دیا جا سکتا ہے۔ ایک سو تیس سے زیادہ مکانات کی کھدائی کی گئی، جن میں سے زیادہ تر کا تعلق جوروے دور سے ہے۔ جوروے کے ابتدائی دور میں گھروں کے مستطیل ڈھانچے تھے، جس کی پیائش 5 × 3 میٹر تھی جس پر مٹی کی مختصر دیواریں تھیں۔ مکانات لمبے محور کے ساتھ تقریباً مشرقی مغربی سمت میں قطاروں میں بنائے گئے تھے۔ فرش کالی مٹی اور پیلے گاد کی اچھی طرح سے ریمڈ باری باری پرتوں سے بنائی گئی تھی۔ گھر کے اندر عام طور پر ایک چھوٹا سا بیضوی آگ کا گڑھا ہوتا تھا۔ باہر صحن میں ایک بڑا آگ کا گڑھا تھا، جو شاید گوشت بھوننے کے لیے استعمال ہوتا تھا۔ اکثر اناج کو ذخیرہ کرنے کے لیے ایک گڑھے کو چونے سے لیپ دیا جاتا تھا۔

جوروے کے اواخر میں معاشی زوال کا مشاہدہ کیا گیا۔ جوروے کے ابتدائی دور کے مستطیل مکانات کی جگہ 1×5 سے 2 میٹر کے گھانس والی چھوٹی گول جھونپڑیوں نے لے لی تھی۔ جھونپڑی کے اندر آگ کا گڑھا یا دو بازو والا چولہا تھا لیکن کوئی ذخیرہ اندوزی والا گڑھا نہیں تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جوروے ثقافت کے آخری حالات خشک موسمی دور سے تعلق رکھتے ہیں، اور اس وقت زراعت کوئی قابل بھروسہ پیشہ نہیں رہا ہوگا اور شاید اسی لیے لوگ مویشیوں کی افزائش اور شکار اور جمع کرنے پر زیادہ انحصار کیا کرتے تھے۔

جوروے کے لوگ مویشی، بھیڑ / بکری، بھینس اور سور پالتے تھے۔ وہ گندم، جو، چاول، جوار، کلتھی دانہ، راگی، گھاس مٹر، دال، سبز چنا، کالے چنے اور پھلیوں کی کاشت کیا کرتے تھے۔

جوروے کے باشندوں کی تکنیک دیگر تانبے پتھر دور کی ثقافتوں کی طرح دھات اور پتھر دونوں پر مشتمل تھی۔ مختلف مقامات پر پائے جانے والے تانبے کی اشیاء کلہاڑی، چھنی اور مچھلی کے کانٹے پر مشتمل ہیں۔ چندولی کے علاقہ سے دریافت ہونے والا درمیانی لکڑی والا دانتوں والا خنجر اپنے آپ میں ایک منفرد شئی ہے اور یہ شمالی ہندوستان کے تانبے کے ذخیروں کی سہارے اور دانتوں والی تلواروں کو یاد کرتا ہے۔ پتھر کے اوزار کی تکنیک میں بلیڈ اور کبھی کبھار لوہے کے آلات پر مشتمل ہوتا ہے جو چلسیڈنی کے پتھر اور دیگر سلیس مواد سے بنے ہوتے ہیں۔

جوروے کے پناہ گزینوں کی سرامک (چینی) صنعت کافی ترقی یافتہ تھی۔ مٹی کے برتنوں کو پہیے سے بنایا گیا تھا اور اچھی طرح سے چلائے گئے برتنوں کے بھٹے انعام گاؤں اور دائم آباد میں ملے ہیں۔ گملوں کو سادہ ہندسی نقشوں کے ساتھ سرخ پس منظر میں سیاہ رنگ میں پینٹ کیا گیا تھا۔ اس کی مخصوص شکلیں ابھرے ہوئے مرتبان اور نقش و نگار والے پیالے ہیں۔ جار میں ٹونٹی کا اضافہ غالباً پانی کے بہاؤ کو قابو میں کرنے کے لیے تھا، غالباً یہ خشک علاقوں میں پانی کی قلت کے توافق کے لیے تھا۔ ایک اور برتن بنانے سرخ/کالے رنگ کا سامان ہے۔ یہ بہت

موٹااور ہاتھ سے بنایا گیاہے اور بنیادی طور پر کھانا پکانے کے لیے بنایا گیا تھا۔ تیسرا برتن بنانے سیاہ اور سرخ رنگ کا سامان ہے جو شکلوں اور رنگ روپ میں آہار ثقافت کے ایک ہی سامان سے ملتا جلتا ہے۔ ان کی کچھ اہم شکلوں میں سے پیالے ہیں اور ان میں سے کچھ سفید رنگ میں رنگے ہوئے ہیں۔

انعام گاؤں، نیواسااور دیگر مقامات پر ابتدائی اور جوروے کے آخری دونوں مراحل میں بڑی تعداد میں انسانی تدفین پائی گئی ہیں۔ بڑوں کوایک توسیعی حالت میں دفن کیا گیا تھا جبکہ بچوں کو گھر کے فرش یا صحن میں کھودے گئے گڑھے میں اوپری سطح پر منہ سے منہ رکھ کر دو کوزوں میں دفن کیا گیا تھا۔ اگر بالغ اشخاص کی بات کی جائے تو تدفین سے پہلے انکے پاؤں کاٹ دیے جاتے تھے، شاید اس خوف کی وجہ سے کہ مردہ کی روح زندہ لوگوں کو ستانے کے لیے واپس نہ آجائے۔ نعش کو شمال جنوب کی سمت میں سر کے ساتھ جنوب کی طرف رکھا جاتا تھا۔ مٹی کے کئی برتن، جن میں خوراک اور پانی شامل تھا، مردہ کے ساتھ رکھا دیا جاتا تھا۔ جڑواں تدفین کی مثالیں بھی موجود ہیں اور ایک غیر معمولی مٹی کے برتن کے اندر بیٹھی ہوئی حالت میں کسی شخص کی تدفین کی مثالیں بھی موجود ہیں۔ اس کو برادری کے سربراہ کی نعش سے تعبیر کیا گیا ہے۔

جوروے کے لوگ دیویوں اور دیوتاؤں دونوں کی پوجا کرتے تھے جن کی نمائندگی سینکی ہوئی اور بغیر پکی ہوئی مٹی کے مجسموں سے کی جاتی ہے۔ دیویوں کی دو قسمیں ہوتی ہیں، یعنی وہ جن کا سر ہوتا ہے اور دوسرا بغیر سر کے۔ انعام گاؤں میں ایک بڑے دیگ پر انسانی سر والے چیتے کی شکل کی موجودگی کو درگاہ کی ابتدائی شکل سے تعبیر کیا گیا ہے۔ انعام گاؤں سے بھی دو دلچسپ خواتین کے مجسمے ملے ہیں۔ انہیں گھر کے فرش کے نیچے ایک چھوٹے سے سوراخ میں احتیاط سے دفن پایا گیا۔ اس سوراخ میں ایک بیضوی مٹی کا برتن تھا، جس کے ڈھکن پر مادہ کا مجسمہ اور ایک بیل کا مجسمہ رکھا گیا تھا، جو دونوں بغیر پکی ہوئی مٹی کے تھے۔ ڈبے کے اندر ایک اور خاتون کا مجسمہ تھا اور ڈبے کے نیچے مٹی کی ایک گول شکل تھی جس کا مقصد ایک سہارا دینا تھا جس ڈبے میں خاتون کی شکل کو کھڑا رکھا جا سکتا تھا۔ جس انداز میں ان اشیاء کو سوراخ میں رکھا گیا تھا اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کسی رسم کی نشاندہی کرتے ہیں۔ عورت کی شکل جو باکس کے اندر تھی دبے ہوئے سر، خمیدہ بازو اور گلے میں زیور کے ساتھ تھی جو زرخیزی کو ظاہر کرتی ہیں۔ مادہ کا مجسمہ جو ڈھکن کے اوپر تھا اس کے پیٹ میں ایک سوراخ ہے اور بیل کے مجسمے کے پچھلے حصے میں بھی ایسا ہی سوراخ ہے جو اس کے ساتھ ملا تھا۔ جب دونوں سوراخوں میں چھڑی ڈالی جاتی ہے تو دیوی چپکے سے بیل پر بیٹھ جاتی ہے۔ یہ دیوی دیوتاؤں کی پوجا کے تصور کی ابتدائی نمائندگی ہو سکتی ہے، اور وہی پہاڑ بعد میں ہندو دیوتاؤں کی امتیازی خصوصیت بن گیا تھا۔ انعام گاؤں سے مٹی کے دو نر مجسمے غالباً مرد دیوتاؤں کی نمائندگی کرتے ہیں۔

دوسری صدی قبل مسیح کے وسط اور پہلی صدی قبل مسیح کے آغاز کے درمیان مغربی اور وسطی ہندوستان کے تقریباً تمام تانبے پتھر دور کے مقامات ویران تھے۔ خیال ہے کہ یہ ترک کرنا بارشوں میں زبردست کمی کی وجہ سے ہوا ہے جس کی وجہ سے زراعت ناقابل عمل ہے۔ مکمل آبادی خانہ بدوش چرواہی طرز زندگی کو اپنانے کے لیے مستقل دیہات سے منتشر ہو گئی تھی۔ ان علاقوں کو آباد کسانوں نے صرف پہلی صدی قبل مسیح کے وسط میں دوبارہ قبضہ کر لیا تھا۔ صرف وادی گنگا میں تانبے پتھر کے دور کی بستیوں سے لوہے کے دور اور تاریخی دور تک بستیوں کا تسلسل موجود ہے۔

4.7 تانبے پتھر دور کی تکنیک (Chalcolithic Technology)

تانبے پتھر دور کے لوگ کسان تھے۔ انہوں نے برتن بنانے کے ساتھ ساتھ دھاتی تکنیک میں بھی کافی ترقی حاصل کی تھی۔ تانبے پتھر دور کی خاصیت چاک سے بنے مٹی کے برتن تھے جو زیادہ تر سرخ اور نارنجی رنگ کے ہوتے تھے۔ مٹی کے برتنوں کو لکیری ڈیزائن کی شکلوں میں پینٹ کیا گیا تھا، بنیادی طور پر سیاہ رنگ کے رنگ میں اور مختلف شکلوں سے سجایا گیا تھا۔ جانوروں، پھولوں، پرندوں اور پودوں کے ڈیزائن سجاوٹ کے لیے استعمال کیے جاتے تھے۔ سرخ اور سیاہ مٹی کے برتن پہلی بار وجود اسی دور میں میں آئے۔ بہار، مدھیہ پردیش، اور مہاراشٹر کے لوگوں نے نالیوں سے بنے ہوئے برتن، ایک سہارے پر پیالے، اور ایک سہارے پر بگونے تیار کیے تھے۔ وہ پینٹ شدہ مٹی کے برتنوں کا استعمال کرتے تھے، جو اچھی طرح سے بنائے جاتے تھے اور بھٹے میں اچھی طرح سے آگ کیے ہوئے تھے۔ اسے 500 اور 700 ڈگری سنٹی گریڈ کے درمیان درجہ حرارت پر پکایا گیا تھا۔

تانبے پتھر دور کے لوگ ماہر تانبے، چینی کے کاریگر، ہاتھی دانت کے تراشنے والے، اور چونا بنانے والے تھے۔ زیورات تراشیدہ قیمتی موتیوں سے بنائے جاتے تھے اور چالسڈونی، کارنیلین، عقیق اور یشب جیسے پتھروں کا استعمال کیا گیا۔ لوگ کتائی اور بُنائی جانتے تھے۔ ریشم کا دھاگہ، سن، اور کپاس مہاراشٹر میں آثار قدیمہ سے ملے ہیں۔ دھاتی اوزار زیادہ تر تانبے سے بنے تھے جو راجستھان کی کھیتری کانوں سے حاصل کیے گئے تھے۔ کچھ عام طور پر استعمال ہونے والے اوزار کلہاڑی، چھینی، چوڑیاں، موتیوں، کانٹے وغیرہ تھے۔ سونے کے زیورات صرف جوروے ثقافت میں پائے جاتے تھے، جو کہ انتہائی نایاب تھا۔ پربھاس ثقافت سے کانوں کا زیور ملا ہے۔ انعام گاؤں میں پائے جانے والے تانبے کی مصلوبیاں اور چمٹے کے جوڑے سناروں کے کام کو واضح کرتے ہیں۔ تراشیدہ قیمتی پتھروں کے موتیوں کو سوراخ کرنے کے لیے سنگ یمانی کی مشقیں استعمال کی جاتی تھیں۔ کنکر سے چونا تیار کیا گیا تھا جو گھروں کی پینٹنگ اور اسٹوریج ڈبوں کی لائننگ اور مختلف دیگر مقاصد کے لیے استعمال کیا جاتا تھا۔

جنوبی ہندوستان میں، نیولیتھک دور ناقابل فہم طور پر تانبے پتھر دور کے انداز میں ڈھل گیا تھا اس لیے ان ثقافتوں کو جدید پتھر اور تانبے پتھر کا دور کہا جاتا ہے۔ تانبے پتھر کے دور کی آبادیوں نے جزیرہ نما ہندوستان میں پہلے بڑے دیہات کی بنیاد رکھی اور نیولیتھک آبادیوں سے زیادہ اناج کی کاشت کی گئی تھی۔ خاص طور پر، مغربی ہندوستان میں جو، گیہوں اور دال ساتھ ہی جنوبی اور مشرقی ہندوستان میں چاول کاشت کی کاشت کی جاتی تھی۔ ان کے اناج کو سبزی خوری کے ذریعہ بھی پورا کیا جاتا تھا۔ مغربی ہندوستان میں جانوروں کی خوراک زیادہ پائی جاتی تھی، لیکن مچھلی اور چاول مشرقی ہندوستان کی خوراک میں اہم عناصر کی حیثیت رکھتے تھے۔

مغربی مہاراشٹرا، مغربی مدھیا پردیش اور جنوب مشرقی راجستھان میں مزید آثار کی کھوج لگائی گئی ہے۔ مدھیا پردیش میں کیاتھا اور عیرن کی بستیوں اور مغربی مہاراشٹر کے انعام گاؤں میں قلعہ بندی کا بھی ثبوت ملتا ہے۔ دوسری طرف مشرقی ہندوستان میں چرند اور پانڈو راجر ڈھبی جیسے بستیوں کے آثار نامکمل تھیں، جو ستونوں کے گڑھوں اور گول مکانات کی نشاندہی کرتی ہیں۔ تدفین کے طریقہ کار سب کے مختلف

تھے۔ مہاراشٹر میں، میت کو شمال اور جنوب کی جانب رکھا جاتا تھا، لیکن جنوبی ہندوستان میں مشرق مغرب کی جانب رکھا جاتا تھا۔ مغربی ہندوستان میں تقریباً مکمل طور پر توسیع شدہ تدفین تھی، لیکن مشرقی ہندوستان میں جزوی تدفین۔

4.7.1 تانبے کی دھات سازی (Copper Metallurgy)

تانبے کی دھات کاری سے متعلق شواہد شمال مشرقی راجستھان میں واقع بہت سے تانبے پتھر دور کے مقامات پر پائے گئے ہیں، گنشور جودھ پور ثقافت کمپلیکس (جی جے سی سی) تانبے پتھر دور کی بستیوں کا ایک مجموعہ ہے جس میں مادی ثقافت، تانبے کے اوزاروں کی پیداوار، اور تانبے کی جغرافیائی قربت میں مماثلت پائی جاتی ہے۔ تانبے پتھر کے دور کی لوگ جنوبی ایشیا میں تانبے کی پیداوار کرنے والی سب سے بڑی برادری ہے۔ جی جے سی سی کے علاوہ دائم آباد کے مقام سے تانبے کے کارخانے کے شواہد بھی ملے ہیں۔ مکان نمبر نو نے تانبا بنانے والوں کے ورکشاپ کی نمائندگی کی جس میں مٹی سے لیپا ہوا ایک اچھی طرح سے بنایا گیا فرش تھا۔ اس میں دو بھٹیوں، چار دیگوں، اور پتھر اور مٹی کے چبوترے کا ایک مستطیل ٹکڑا تھا جو جزوی طور پر کھلا تھا۔ چار برتنوں میں سے ایک کی نمائندگی ایک موٹے مرتبان کی بنیاد سے کی گئی تھی جو دو بھٹیوں کے درمیان پڑی تھی۔ دوسری مثال کنڈا قسم کے گلدستہ کی تھی جو تیسرے برتن کے خلاف ترچھی حالت میں پڑا ہوا تھا جو زمین میں دھنسے ہوئے گول برتن کی بنیاد تھی اور چوتھا ایک گول برتن تھا جو ابھرے ہوئے ہونے کس ساتھ ساتھ جنوب میں دھالان والا تھا۔ ساتھ ہی ایک لمبا پتھر برتنوں کے قریب پڑا ہوا ملا۔ دونوں بھٹیوں میں راکھ تھی، لیکن شمال کی بھٹی سے تانبے کا ایک دل نما استر انکلا۔ ایسے لگتا ہے کہ اس کام کرنے کی جگہ کو ایک چھت فراہم کی گئی تھی جس کی مدد سے لکڑی کے ٹکڑوں کو مضبوط کیا گیا تھا، اور اس کو مٹی کے ذریعہ لیپا گیا تھا، اور جو فرش پہ موجود ستونون کے سوراخوں کی وجود سے ظاہر ہوتا ہے۔ دونوں بھٹیاں U کی شکل کی تھیں اور ان کی دیواریں، جو کیچڑ سے بنی تھیں، جل کر سرخ ہو گئیں۔ وہ دونوں مٹی کے چبوترے کے بلکل سامنے تھے جس سے لگتا تو ایسے ہے کہ یہ تانبا بنانے لیے رکھے گئے تھے۔ تانبا بنانے کی جگہ کے بالکل سامنے موجود ستون کے شمالی حصہ میں 75 سینٹی میٹر پر ایک اور مکان تھا جس کا نمبر 10 تھا۔ اس میں مٹی کا پلستر والا فرش اور تانبے بنانے والی جگہ کے ساتھ گھر کا اگلا صحن تھا جس میں ستونوں کے سوراخ موجود تھے۔ اس گھر کے فرش سے ایک دلچسپ دریافت ایک عبادت گاہ تھی۔ گلنڈ کے آہار ثقافتی مقام کی کھدائی کے دوران ایک طویل ٹیلے کے جنوب حصہ میں کچھ مکمل اور ب کچھ جزوی طور پر کئی آثار قدیمہ دریافت ہوئی۔ زیادہ تر مقامات پر بھٹیوں، پکوان کے ذخائر کی شکل میں اندر کے حصہ میں جلانے کی سرگرمیوں کے ثبوت حاصل کیے ہیں۔ ان شواہد کی بنیاد پر یہ ان مقامات میں صنعت کاری کا علم ہوا اور اس لیے ان کی شناخت 'صنعتی علاقہ' کے طور پر کی گئی ہے۔ مزید جامع نتائج کے لیے مزید کھدائی کی ضرورت ہے۔

4.7.2 سونے کی دھات سازی (Gold Metallurgy)

منتخب جگہوں سے سونے کے زیورات کی ایک چھوٹی سی تعداد کی اطلاع ملی ہے، جن میں زیادہ تر موتیوں اور لٹکن کو ورق کی تکنیکوں سے بنایا گیا ہے۔ تمام امکان اس بات کا ہے کہ تانبے پتھر دور کے باشندوں نے کرناٹک میں گلبرگہ کے قریب ہٹی نامی علاقہ کی کانوں سے سونا حاصل کیا ہوگا۔ انعام گاؤں میں ایک مقام پر سے نکلے ایک چھوٹی سی گول بھٹی اور چمٹے کا ایک جوڑا سونے کے زیورات کی تیاری کی سرگرمی سے

جڑے ہوئے ہونے کا امکان ہے۔ تانبے پتھر کے دور کی مقامات کے ساتھ ساتھ، ہڑپہ کے دریافت شدہ مقامات جیسے کنال سے سونے کے ٹکڑوں کے شواہد ملے ہیں، جس میں موتیوں کی مالا بھی شامل ہے۔ برصغیر میں تانبے پتھر دور کی سطحوں میں چاندی کی اشیاء کے استعمال اور انکی تیاری و تراشی کا کوئی قابل یقین ثبوت نہیں ہے۔

4.7.3 تانبے اور پتھر کی صنعت (Copper and Stone Industry)

تانبے پتھر کے دور کی ثقافت کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ یہ برصغیر میں ہتھیار بنانے کے ابتدائی مرحلے کی بنیادی ثبوت ہے۔ نوداٹولی میں پتھر سے اور دھات سے ہتھیار بنانے کی یکساں تقسیم کی بنیاد پر، یہ تجویز کیا گیا ہے کہ ہر گھر نے اپنے اپنے اوزار تیار کیے ہیں۔ بہت سے مقامات پر پائے جانے والے اوزار، جیسے کہ پتھر کے ہتھوڑے، فیبر یکیٹر، سینگ اور تانبے کے تیز اوزار بنانے کے لیے استعمال کیے گئے ہوں گے۔ دائم آباد کے مقام پر پتھر کی کٹائی کی جانے والی ورکشاپ کی بھی نشاندہی ہوئی ہے۔ اس ورکشاپ کے جزوی طور پر کھلے فرش پر پتھر کے چودہ ملر (پتھر کاٹنے کا آلہ) پڑے ہوئے پائے گئے، جس کے کنارے بغیر سینکی ہوئی مٹی کے ایک بڑے اور گہرے مرتبان کے ساتھ عمودی اطراف اور ساتھ ہی فرش بھی مکمل یکساں نظر آیا۔ مولر مختلف اقسام کے تھے جن میں لمبے، ذیلی مثلث (ٹرینگل)، ایک جانب سے موٹے اور دوسری جانب سے نکولے، بیضوی اور مساوی شامل ہیں، آخر الذکر قسم جدید استعمال ہونے والی اقسام سے متوازی ہے۔ برتنوں کے قریب خالی جگہوں کا ایک دوسرے کے ساتھ بڑی تعداد میں مل کر ہونا شاید اس پانی کو ذخیرہ کرنے کی دلیل ہے، جو کہ موٹے پتھروں کو تراشنے کے دوران استعمال کیا جاتا تھا۔ دکن اور دیگر جگہوں پر تانبے پتھر دور کے مقامات میں کافی تعداد میں پالش شدہ پتھر کے اوزار موجود ہیں۔ سب سے زیادہ استعمال ہونے والا مواد ڈولرائٹ ہے جو کہ پورے دکن کے علاقے میں پایا جاتا ہے اور اوزار کلہاڑی اور ہتھوڑی پر مشتمل ہوا کرتے تھے جنکے دونوں کونوں میں پیسنے اور پالش کرنے سے نوک بنائی جاتی تھی۔ انعام گاؤں سے بڑی تعداد میں پالش شدہ پتھر کے اوزار برآمد ہوئے ہیں، لیکن اس مقام پر اس کی تیاری کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ مینوفیکچرنگ کی تکنیک شاید سادہ رہی ہو۔ پہلے مرحلے میں ایک کنکر کو رف انداز میں تبدیل کیا گیا، جس کے بعد اسے کچے پتھر پر پالش کیا گیا تھا۔

4.7.4 موتیوں کی پیداوار (Production of Beads)

برصغیر میں تانبے پتھر دور میں سب سے اہم صنعتوں میں سے ایک تراشیدہ قیمتی پتھروں جیسے عقیق، کارنیلین، یشب، کوئلے، سیلکھڑی اور سرپینٹائن کے موتیوں کی تیاری کی جاتی تھی۔ انعام گاؤں کی کھدائی سے تینوں ادوار سے تعلق رکھنے والے 915 موتیوں کی مالا نکلی۔ مدت اولی اور ثانیہ کے شواہد کھدائی کے چھوٹے علاقے تک محدود ہیں اور اس وجہ سے ان ادوار میں موتیوں کی تعداد مدت ثالثہ کے مقابلے میں کم ہے جس میں زیادہ سے زیادہ کھدائی کا رقبہ تھا۔ اس ترتیب میں سب سے زیادہ استعمال ہونے والا مواد سینگ، یشب، ہاتھی دانت اور کارنیلین ہے۔ دیگر مادی تذکروں کے علاوہ عقیق، چالیسڈونی، کوارٹز، ہڈی، خول، سیلکھڑی فائنیس، پیسٹ، ایمیزونائٹ، سرپینٹائن، تانبا، سونا اور کیلسائٹ کا بھی ہونا بھی یقینی ہے۔ تیار شدہ نمونوں کے ساتھ، پرفوریشن کے ساتھ چند نامکمل موتیوں کی مالا، بہت سے کھردرے آوٹ اور مالا پالش کرنے والے بہت سارے آلات ان مقامات سے اکٹھے کیے گئے ہیں۔ کیا تھا کے مقام سے 352 موتیوں کے تانبے پتھر دور کے

زیورات ان کھدائی کی جنائے والی جگہوں سے حاصل ہوئی تھی۔اس مقامات پر زیادہ تر خام مال کارنیلین تھااور اس کے بعد ٹیرا کوٹا تھا۔اس کے علاوہ، مدت اولیٰ سے تعلق رکھنے والے ایک گھر میں سیلکھڑی پتھر کے 40,000 مائیکرو موتیوں کی مالا برآمد ہوئی تھی۔ سیلکھڑی مائیکرو بیڈس کی تیاری کی تکنیک کے بارے میں محقق ہیگڑے اور دیگر لوگوں نے ہڑپا کے سیاق وسباق سے کوشش کی ہے۔انہوں نے ایک سادہ لیکن ایک محنتی اور مشکل کام کو انجام دیاہے۔ عمل کی تفصیل درج ذیل ہے: "جس کی ضرورت ہے وہ ایک گول تانبے یا کانسی کے ڈسک کی ہے جس میں درمیان سے متصل چند ایک ملی میٹر قطر کے سوراخ ہیں۔ ہر سوراخ میں 0.5 ملی میٹر قطر کا تانبے یا کانسی کا تار ہونا یقینی ہے جس کا ایک سرہ سوراخ کے قریب ایک دوسرے سے بلکل ملاہوا ہے یا الگ الگ ہے اور دوسرا سرا جھکا ہوا سوراخ کے درمیانی حصہ میں ہے۔ ڈسک اور اس کے گردے میں باریک سوراخ ہوتے ہیں جو کپڑے سے اچھی طرح سے بنے ہوئے ٹکڑے کے ساتھ چاروں طرف سلائی کیے ہوئے ہوتے ہیں۔ اگر اس اوزار میں باریک پیس ٹیلکوز سیلکھڑی کا پیسٹ ڈالا جائے اور کپڑے کو اکٹھا کیا جائے اور ہاتھ سے نچوڑا جائے تو ٹیلکوز سیلکھڑی پیسٹ سوراخوں کے ذریعے ٹیوب کی طرح ابھر کر باہر آجاتا ہے۔ یہ نرم ٹیوبیں جیسے ہی ابھرتی ہیں، جلد ہی یا کچھ وقت کے ساتھ، اور بالآخر انہیں مائکرو منکے میں تبدیل کرنے کے لیے کاٹا جا سکتا ہے۔

4.8 زراعت اور خوراک کی پیداوار (Agriculture and Food Production)

زراعت تانبے پتھر کے دور کی آبادیوں کی بنیادی ضرورت تھی اور لوگ مختلف قسم کی فصلیں اگاتے تھے، جن میں گندم، جو، چاول، مختلف قسم کی دالیں اور تیل کے بیج ان کی زیادہ تر بستیوں کے آس پاس کی زرخیز کالی کپاس یا جلی ہوئی زمینوں میں اگتے تھے۔ ہل کی کاشت کا اندازہ تانبے پتھر دور کے آثار قدیمہ سے لگایا جا سکتا ہے حالانکہ آلات کے لیے براہ راست کوئی ثبوت نہیں ہے۔ امکان یہ ہے کہ کھیر (Acacia catechu) کی سخت لکڑی ہل بنانے کے لیے استعمال کی گئی ہوگی جو کہ بنوالی کے مقام پر ایک نمونہ کی شکل میں ملنے والے ہڑپا ثقافت کے ہل سے مختلف نہیں ہو سکتی ہے۔ تاہم، واکی (ضلع پونے، مہاراشٹر) میں مویشیوں کے کندھے کی ہڈی سے بنائے گئے ہل کی اصل دریافت اس بات کو ظاہر کرتی ہے کہ شاید اس طرح کے ہل بنائے گئے ہوں گے۔ یہ تقریباً سہ رخی شکل کا ہوتا ہے اور اس میں دو سوراخ ہوتے ہیں۔ اب تک ملک میں اس کا کوئی مماثلت نہیں ہے۔ اس کے علاوہ، اینٹلر پک اور سوراخ شدہ ڈسکس جن کو میس ہیڈز کہا جاتا ہے بہت سی جگہوں پر کھودنے کے لیے استعمال کیے گئے ہیں۔ خوراک کی جمع پونجی کے ساز و سامان جیسے سیڈل کوئرن اور پیسنے والے پتھر تمام تانبے پتھر دور کے مقامات پر دستیاب ہیں۔ مسلسل استعمال سے اوکلیاں کھوکھلی اور خمیدہ ہو جاتی ہیں اور اسی لیے اسے saddle querns کے نام سے جانا جاتا ہے۔ پیسنے والے پتھر مختلف شکلوں میں آتے ہیں: گول، بیضوی، اور مستطیل وغیرہ۔

4.9 تانبے پتھر کے دور کی ثقافت کی اہمیت (Significance of Chalcolithic Culture)

ہندوستان کے تقریباً ہر حصے سے تانبے پتھر کے دور کی ثقافتوں کے آثار ملے۔ گنگا کے وسط کے میدان میں، کئی کالکیتھک مقامات واقع پائے گئے ہیں، خاص طور پر کسی جھیل یا ندی کے کنارے کے قریب۔ زیر بحث مدت کے دوران، زیادہ تر لوگوں نے دریا کے کناروں پر

ایک دیہی بستی کی بنیاد رکھی جو پہاڑیوں سے زیادہ دور نہیں تھی۔ انہوں نے مائیکرو لیتھس اور پتھر کے دوسرے اوزار بھی استعمال کیے جو بہت سارے تانبے کے اوزاروں کے ساتھ میل جول رکھتے تھے۔ وہ پہیے والے سیاہ اور سرخ برتنوں، پینٹ شدہ برتنوں کے استعمال سے بھی واقف تھے۔ ان کے برتن پکانے، کھانے، پینے اور ذخیرہ کرنے کے لیے بنائے گئے تھے۔ جنوبی ہندوستان میں، نیو لیتھک دور ناقابل فہم طور پر تانبے پتھر کے دور کی ثقافت کے رنگ میں رنگ گیا تھا، اس لیے ان ثقافتوں کو جدید پتھر اور تانبے پتھر کا دور کہا جاتا ہے۔ تانبے پتھر دور کی بستیوں کے باشندوں نے جزیرہ نما ہندوستان میں پہلے بڑے دیہات کی بنیاد رکھی اور نیو لیتھک پناہ گزینوں سے زیادہ اناج کاشت کیے۔ خاص طور پر، وہ مغربی ہندوستان میں جو، گیہوں اور دال اور جنوبی اور مشرقی ہندوستان میں چاول کی کاشت کیا کرتے تھے۔ ان کے اناج کا پکوان بھی گوشت کے کھانے سے پورا کیا جاتا تھا۔ مغربی ہندوستان میں جانوروں کی خوراک زیادہ کھائی جاتی تھی، لیکن مچھلی اور چاول مشرقی ہندوستان کی خوراک میں اہم عناصر کی حیثیت رکھتے تھے۔

مغربی مہاراشٹر، مغربی ایم پی اور جنوب مشرقی راجستھان میں ساخت کی مزید آثار ملی ہیں۔ مدھیا پردیش میں کیا تھا اور عیرن کی بستیوں اور مغربی مہاراشٹر کے انعام گاؤں میں قلعہ بندی کی گئی تھی۔ دوسری طرف مشرقی ہندوستان میں چرند اور پانڈو راجر ڈھبی کے آثار کی باقیات ناقص تھیں، جو ستونوں کے سوراخوں اور گول مکانات کی نشاندہی کرتی ہیں۔ تدفین کے طریقہ کار مختلف تھے۔ مہاراشٹر میں، میت کو شمال اور جنوب کی حیثیت میں رکھا گیا تھا، لیکن جنوبی ہندوستان میں مشرق مغرب کی حیثیت میں رکھا جاتا تھا۔ مغربی ہندوستان میں تقریباً مکمل طور پر توسیع شدہ تدفین تھی، لیکن مشرقی ہندوستان میں جزوی تدفین کا رواج تھا۔

4.10 تانبے پتھر دور کی ثقافت کا پھیلاؤ (Extent of Chalcolithic Culture)

جن باشندوں کا ذکر چل رہا ہے وہ پالتو جانوروں جیسے بھیڑ، بکریوں سے گھرے ہوئے تھے۔ امکان کے مطابق، پالتو جانوروں کو کھانے کے لیے بھی ذبح کیا جاتا تھا اور نہ کہ صرف دودھ اور دودھ کی مصنوعات کے لیے استعمال کیا جاتا تھا۔ تانبے پتھر کے دور کی لوگ بنیادی طور پر وسطی اور مغربی ہندوستان کی کالی کپاس کی مٹی کے علاقے میں رہا کرتے تھے اور کسی بھی وسیع یا بڑے پیمانے پر زراعت نہیں کیا کرتے تھے۔ مزید یہ کہ تانبے پتھر دور کے مقامات میں نہ تو کدال اور نہ ہی ہل کے پائے جانے کی اطلاع ہے۔ ایک سوراخ شدہ پتھر کی گڑھوں کو کھودنے والی لاٹھیوں کے ساتھ وزن کے طور پر باندھا جاتا تھا جو ماہرین آثار قدیمہ کے خیال میں سلیش برن یا جھوم کھیتی میں استعمال کی جاسکتی تھیں۔ مشرقی ہندوستان میں زیر بحث عرصے کے دوران سرخ مٹی کے علاقے میں جانے والے لوگوں کو بھی اسی مشکل کا سامنا کرنا پڑا۔ مغربی مہاراشٹر کے تانبے پتھر دور کے مرحلے سے بچوں کی بڑی تعداد میں تدفین ظاہر ہوتی ہے۔ خوراک پیدا کرنے والی معیشت کے باوجود، نوزائیدہ بچوں کی اموات کی شرح بہت زیادہ تھی۔ یہ غذائیت کی کمی یا طبّی علم کی عدم موجودگی یا کسی قسم کی وبا کی وجہ سے ممکن ہے۔

یہ دور بنیادی طور پر دیہی ثقافت تھی جس میں تانبے کی محدود فراہمی تھی۔ لوگ تانبے کو ٹین کے ساتھ ملا کر کانسی کی زیادہ طاقتور دھات بنانے کے فن کے متعلق بھی نہیں جانتے تھے۔ اس دور کے لوگ لکھنے سے بھی واقف نہیں تھے۔ اگرچہ ہندوستان کے ایک بڑے حصے

میں موجود زیادہ تر تانبے پتھر دور کے مقامات ہڑپا تہذیب کے مقابلہ کم عمر کے تھے، لیکن وہ سندھ کے لوگوں کے جدید تکنیکی علم سے استفادہ حاصل کرنے کے قابل نہیں تھے۔

4.11 مذہبی عقائد (Religious Beliefs)

مذہب ایک اہم پہلو تھا جس نے تانبے پتھر دور کی ثقافتوں کے تمام مراکز کو آپس میں جوڑا۔ تانبے پتھر دور کی ثقافتوں کے لوگ دیوی اور بیل کی پوجا کرتے تھے۔ مالوہ میں، بظاہر آہار کے دور میں بیل فرقہ غالب رہا ہے۔ دیوی کی پوجا کو مالوہ ثقافت کے ایک بہت بڑے سامان رکھنے والے دیگ میں دکھایا گیا ہے جو ایپلک ڈیزائن سے آراستہ ہے۔ وہ دائیں طرف ایک عورت اور بائیں طرف ایک مگرمچھ سے گھرا ہوا ہے، جس کے پہلو میں مزار کی نمائندگی کا امکان ظاہر ہوتا ہے۔ ایک برتن پر پینٹ کیے گئے ڈیزائن میں، ایک دیوتا کو پراگندہ بالوں کے ساتھ دکھایا گیا ہے، جو بعد کے دور کے دیوتا رودر کی یاد میں دکھایا گیا ہوگا۔

دائم آباد سے ملنے والے ایک برتن پر ایک پینٹنگ میں ایک دیوتا کی تصویر کشی کی گئی تھی جس کے چاروں طرف شیر اور مور جیسے جانور اور پرندے تھے۔ یہ تانبے کے ذخیرے سے ملتا جلتا شیوا موہنجوداڑو کے علاقہ کی ایک مہر پر بھی دیکھا گیا تھا۔ انعام گاؤں میں بغیر سر کے مجسمے ملے ہیں، جن کا موازنہ مہابھارت کی دیوی ویسیرا سے کیا گیا ہے۔ کھدائی کے دوران تانبے پتھر دور کے مقامات سے آگ کی قربان گاہوں کی ایک بڑی تعداد ملی ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ آگ کی پوجا کا لوگوں میں ایک بہت وسیع رجحان تھا۔ تانبے پتھر کے دور کی لوگوں کا موت کے بعد کی زندگی پر ایک عقیدہ تھا، جس کی نشاندہی مالوہ اور جوروے کے لوگوں کی تدفین کے ساتھ ملنے والے برتنوں اور دیگر جنازے کے سامان سے ہوتی ہے۔ کھدائی سے پتہ چلتا ہے کہ کیاتھا، پربھاس، آہار، بالاتھل، پرکاش، اور نیواسا جیسی بڑی تعداد میں بستیاں بارش میں کمی کی وجہ سے ویران ہوگئی تھیں، جس کی وجہ سے زرعی برادریوں کو برقرار رکھنا مشکل ہو گیا تھا۔ وہ چار چھ صدیوں کے بعد دوبارہ لوٹ آئے۔

4.12 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

خلاصہ یہ ہے کہ دوسری سے پہلی صدی کے آغاز تک پھیلے ہوئے عرصے میں شمال، مغربی اور وسطی ہندوستان کا منظر نامہ بہت زیادہ تنوع کا اظہار کرتا ہے۔ بسا اوقات حقیقت کو بیان کردہ زمروں میں رکھنا مشکل ہو جاتا ہے۔ ثقافتی روایات کو بہت زیادہ متجاوز دکھایا جاتا ہے جو ثقافتی منظر نامے میں کافی متحرک اور ایکٹیو ہونے کی دلیل ہے۔ 2000-1500 ق م کے درمیان سائنسدانوں کی تاریخ کردہ OCP ثقافتیں ہڑپا ثقافت کے جونیئر ہم عصر ہو سکتے ہیں اور اسلیے بھی کہ ان کا علاقہ ہڑپا کے علاقوں سے زیادہ دور بھی نہیں تھا۔ لہذا، ہم توقع کر سکتے ہیں کہ انڈس کے اور او سی پی اور کانسی کے باشندوں کے مابین لین دین کے معاملات پائے جاتے تھے۔

ابتدائی طور پر کاشتکاری انجام دینے والی تانبے پتھر دور کی ثقافتیں تقریباً پورے برصغیر پاک وہند میں خاص طور پر زرخیز اور قابل کاشت زمین کی قربت کی وجہ سے پروان چڑھی تھیں۔ یہ مرحلہ پتھر کے زمانے اور ابتدائی تاریخی دور کے درمیان فاصلوں کو ختم کرتا ہے اور

برصغیر میں بنی نوع انسان کی تاریخ میں گمشدہ ربط کا ایک اہم اشارہ فراہم کرتا ہے۔تانبے پتھر دور کے مرحلے پر برصغیر کے مختلف حصوں میں کی گئی منظم تحقیق نے اس دور کے لوگوں کی سماجی، اقتصادی اور مذہبی زندگی کی تعمیر نو کے قابل بنایا ہے۔کچھ بستیوں کے اندر بڑے پیمانے پر صنعت کاری کی سرگرمیوں کی موجودگی اور دستکاری کی مہارت کا واضح اشارہ ہے اور اسی لیے اسے ایک بلند پایہ سماج کی خصوصیت کے طور پر مانا جاتا ہے۔دستکاری کی تیاری اور تیار شدہ سامان کی تقسیم کے لیے درکار بنیادی خام مال اور اسکے حصول کے لیے ایک طویل فاصلہ کی اندرونی تجارت بھی ہندوستان میں تانبے پتھر دور کی ثقافت کی اہم خصوصیات ہیں۔تانبے پتھر دور کی بستیوں کے ذریعہ تیار کی گئی بہت سی روایات اور کئی ایک تکنیکیں زمانے کی رفتار کے باوجود جاری رہی اور آج بھی ہندوستان میں زندہ ہے۔ہندوستانی دیہاتوں نے ان روایات کو محفوظ رکھا ہے اور یہ تانبے پتھر دور کے طرز زندگی کے مختلف پہلوؤں بشمول تکنیکی تعمیر نو کے لیے ایک بہت ہی کارآمد ذریعہ ثابت ہوا ہے۔

4.13 کلیدی الفاظ (Keywords)

آہار ثقافت : آہار ثقافت، جسے بناس ثقافت کے نام سے بھی جانا جاتا ہے، ہندوستان کی جنوب مشرقی ریاست راجستھان میں دریائے آہار کے کنارے پر واقع تانبے پتھر کے دور کی آثاری ثقافت ہے، جو 3000 سے 1500 ق م تک قائم رہی۔

انتھروپومورفس : (Anthropomorphs)، قدیم فن کا ایک اوتار جو انسان سے مشابہت رکھتا ہے۔

تانبے کے ذخیرے : تانبے کے ذخیرے کی ثقافت برصغیر پاک وہند کے شمالی حصے میں پائے جانے والے مختلف النوع تہذیبوں کی وضاحت کرتی ہے۔یہ زیادہ تر بڑے اور چھوٹے ذخیروں میں پائے جاتے ہیں اور خیال کیا جاتا ہے کہ یہ دو ہزار سال قبل مسیح کے بعد کی ہے۔

جھوم کھیتی : جھوم کھیتی جسے کاٹو اور جلاؤ کھیتی کے نام سے بھی جانا جاتا ہے ایک ایسا عمل ہے جہاں جنگل کی زمین کا ایک ٹکڑا جلا کر صاف کر کے کاشت کی جاتی ہے۔

کدال کی کاشت : کدال کی کاشتکاری ایک اصطلاح ہے جسے ایڈورڈ ہان نے 1910 میں متعارف کرایا تھا تاکہ اجتماعی طور پر زراعت کی قدیم شکلوں کا حوالہ دیا جاسکے، جس کی تعریف ہل کی عدم موجودگی سے کی گئی ہے۔

مائیکرولتھ : مائیکرولتھ (**باریکالے**): پتھر کا ایک چھوٹا سا آلہ ہوتا ہے جو عام طور پر چقماق یا کوئلے سے بنا ہوتا ہے اور عام طور پر ایک سینٹی میٹر یا اس سے زیادہ لمبائی اور آدھا سینٹی میٹر چوڑا ہوتا ہے۔

پربھاس ثقافت : ایک بالکل مختلف قسم کی ثقافت جسے تانبے پتھر دور کی ثقافت کے نام سے جانا جاتا ہے، وسطی ہندوستان اور دکن کے خطہ میں پروان چڑھی تھی۔

سیڈل کورن : سیڈل کورن، جس میں سادہ پتھر کا نیچے سے اور ایک گول پتھر درمیان میں ہوتا ہے جسے پیسنے کے مقصد کے لیے دستی کے طور پر ایک دوسرے پر چلایا جاتا ہے۔

4.14 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

4.14.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1. لفظ 'Chalcolithic' کی تعریف کیجیے۔
2. تانبے کے ذخیرے مراد کیا ہے۔
3. کدال کی کاشت کیا ہے۔
4. جھوم کھیتی کی وضاحت کیجیے۔
5. آہار ثقافت کا جغرافیائی علاقہ کیا تھا۔
6. ہندوستان کے کالکولیتھک دور کے تناظر میں لفظ مائیکرو لیتھس کی تعریف کیجیے۔
7. او سی پی کیا ہے۔
8. آپ انتھرو پمورفس سے کیا سمجھتے ہیں۔
9. تانبے پتھر دور کے کچھ اہم مقامات لکھیں۔
10. سیڈل کورن کیا ہے۔

4.14.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. تانبے پتھر دور کی ثقافت کی اہمیت کی خصوصیات کو اجاگر کریئے۔
2. تانبے پتھر دور کی تکنیکی ترقی پر نوٹ لکھیں۔
3. تانبے پتھر دور کے لوگوں کے مذہبی عقیدے پر بحث کیجیے۔
4. تانبے پتھر دور سے رپورٹ کیے گئے برتنوں پر ایک نوٹ لکھیں۔
5. اس طرز تعمیر کے بارے میں لکھیں جس کی پیروی آہار ثقافت کے لوگ کیا کرتے ہیں۔

4.14.3 طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. آہار تہذیب پر ایک تفصیلی نوٹ لکھئے۔
2. شمالی دکن کی ساولدا ثقافت پر تفصیلی روشنی ڈالیے۔
3. تانبے پتھر کی تکنیک کا ایک تفصیلی تجزیہ کیجیے۔

4.15 مزید مطالعہ کے لیے تجویز کردہ کتابیں (Suggested Books for Further Reading)

1. Bridget Allchin and Raymond Allchin, *The Rise of Civilization in India and Pakistan*. Delhi, Select Book Service Syndicate,1989.
2. D.K. Chakrabarty, *The Oxford Companion to Indian Archaeology*: *The Archaeological Foundations of Ancient India – Stone Age to AD 13th century*. Oxford University Press, 2006.
3. M.K. Dhavalikar, H.D. Sankalia, and Z. D. Ansari, *Excavations at Inamgaon* Vol. I, Parts 1 & 2. Pune, Deccan College,1988.
4. M.K. Dhavalikar, *Indian Protohistory*. New Delhi, Books and Books,1997.
5. S. Pawankar, 'Man and Animal Relationship in Early Farming Communities of Western India with Special Reference to Inamgaon'. Ph.D. Dissertation. Pune. University of Poona,1995.
6. S. Settar and R. Korisettar (eds.), *Prehistory*: *Archaeology of South Asia*, New Delhi, Indian Council of Historical research and Manohar, 2002.

اکائی 5۔ ہڑپہ ثقافت اور تہذیب

(Harappan Culture and Civilisation)

اکائی کے اجزا

5.0 تمہید

5.1 مقاصد

5.2 ہڑپہ تہذیب

5.2.1 ابتدااور ارتقاء

5.2.2 ہڑپہ تہذیب کی وسعت

5.2.3 ہڑپہ اور وادی سندھ کی وجہ تسمیہ

5.2.4 ہڑپہ تہذیب کے بانیان

5.2.5 ہڑپہ تہذیب کی ترتیب زمانی

5.3 ہڑپا تہذیب کے اہم مقامات

5.4 شہری منصوبہ بندی

5.4.1 عظیم حمام

5.4.2 نکاسی کا نظام

5.4.3 غلہ کا ذخیرہ

5.4.4 عمارت

5.4.5 ہڑپائی شہری منصوبہ بندی کی جھلکیاں

5.5 سیاسی حالت

5.6 معاشی حالت

5.6.1 زراعت اور مویشی بانی

5.6.2 دستکاری اور صنعت

5.6.3 تجارت
5.7 سماجی حالت
5.7.1 زبان اور رسم الخط
5.7.2 غذائی عادات
5.7.3 لباس، بناؤ سنگھار اور زیورات
5.7.4 فنون لطیفہ اور تفریحات
5.8 مذہبی حالت
5.8.1 تہذیب کے دیوی دیوتا
5.8.2 عبادت کی جگہ اور رسومات
5.9 ہڑپہ تہذیب کے زوال کے اسباب
5.10 تہذیب کا تسلسل
5.11 اکتسابی نتائج
5.12 کلیدی الفاظ
5.13 نمونہ امتحانی سوالات
5.13.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات
5.13.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات
5.13.3 طویل جوابات کے حامل سوالات
5.14 مزید مطالعہ کے لیے تجویز کردہ کتابیں

5.0 تمہید (Introduction)

ہڑپہ کے کھنڈرات کو پہلی بار 1842 میں چارلس میسن نے بلوچستان، افغانستان اور پنجاب کے مختلف سفروں کی داستان میں بیان کیا تھا۔ تقریباً ایک صدی تک آثار قدیمہ نے اس میں کوئی دلچسپی نہیں لی۔ 1856 میں برطانوی انجینئرز جان اور ولیم برنٹن نے ایسٹ انڈین ریلوے کمپنی کی لائن بچھائی جو کراچی اور لاہور کے شہروں کو ملاتی ہے۔ (75-1872) میں الیگزینڈر کننگھم نے پہلی ہڑپہ مہر شائع کی۔

نصف صدی بعد، 1912 میں، جے فلیٹ نے ہڑپہ کی مزید مہریں دریافت کیں، جس نے فلیٹ کے تحت ایک کھدائی مہم کو آگے بڑھایا، جس کے بعد 22-1921 میں سر جان ہوبرٹ مارشل کی قیادت میں کھدائی کی مہم چلائی گئی اور نتیجتاً ہڑپہ تہذیب کی دریافت ہوئی۔

1921 سے پہلے ہندوستانی تاریخ ویدک ثقافت سے شروع ہوتی تھی لیکن 22-1921 میں ہڑپہ تہذیب کی دریافت نے ہندوستان کو دنیا کے نقشے پر اور وہ بھی مصر اور میسوپوٹیمیا کے ساتھ اس کے صحیح مقام پر رکھا۔ پنجاب کے منٹگمری ضلع (اب پاکستان میں ہے) کے ہڑپہ میں دریافتیں رائے بہادر دیارام ساہنی نے کی جبکہ موہنجوداڑو میں، تقریباً 400 میل مزید نیچے سندھ کے لاڑکانہ (Larkana) ضلع میں (اب پاکستان میں) آر ڈی بنرجی اور کے این دکشت (K.N. Dixit) نے، دونوں کے تحت ہندوستان میں آثار قدیمہ کے اس وقت کے ڈائریکٹر جنرل سر جان مارشل کی نگرانی میں ہوئیں۔ اس تہذیب کا تعلق تانبے پتھر کے دور سے ہے

5.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کے مطالعے کے بعد

- دنیا کی قدیم ترین تہذیبوں میں سے ایک کی ابتدا اور ارتقا کو سمجھ سکیں گے۔
- تیسرے ہزارے قبل مسیح میں شہری منصوبہ بندی اور سماجی زندگی کا جائزہ لے سکیں گے۔
- ہڑپا تہذیب کی خصوصیات اور اہم مقامات کو جان سکیں گے۔
- یہ بتا سکیں گے کہ تہذیب کیسے اور کیوں زوال پذیر ہوئی۔

5.2 ہڑپہ تہذیب (Harappan Civilisation)

5.2.1 ابتدا اور ارتقاء (Origin and Growth)

پچھلی دس دہائیوں سے کھدائی کی گئی آثار قدیمہ ہڑپہ ثقافت کی بتدریج ترقی کو ظاہر کرتے ہیں۔ ارتقاء کے چار اہم مراحل ہیں اور ان کا نام ما قبل ہڑپہ، ابتدائی ہڑپہ، ترقی یافتہ (پختہ) ہڑپہ اوا خر ہڑپہ ہے۔ ہڑپہ سے پہلے کا مرحلہ مشرقی بلوچستان میں واقع ہے۔ موہنجوداڑو کے شمال مغرب میں 150 میل دور مہر گڑھ میں ہونے والی کھدائی سے ہڑپہ سے پہلے کی ثقافت کا پتہ چلتا ہے۔ اس مرحلے میں خانہ بدوش لوگوں نے ایک آباد زرعی زندگی گزارنی شروع کی۔ ابتدائی ہڑپہ مرحلے میں لوگ میدانی علاقوں میں بڑے دیہاتوں میں رہتے تھے۔ وادی سندھ میں شہروں کی بتدریج ترقی ہوئی۔ نیز، دیہی زندگی سے شہری زندگی کی طرف منتقلی اس عرصے میں ہوئی۔ امری اور کوٹ ڈِجی کے مقامات ابتدائی ہڑپہ مرحلے کا ثبوت ہیں۔ ترقی یافتہ ہڑپہ مرحلے میں عظیم شہر ابھرے۔ کالی بنگن کی کھدائی اس کی وسیع ٹاؤن پلاننگ اور شہری خصوصیات کے ساتھ ارتقاء کے اس مرحلے کو ثابت کرتی ہے۔ ہڑپہ کے آخری مرحلے میں، سندھ کی ثقافت کا زوال شروع ہوا۔ لوتھل کی کھدائی بھی ارتقاء کے اس مرحلے کو ظاہر کرتی ہے۔ اس کی بندرگاہ کے ساتھ لوتھل کی بنیاد بہت بعد میں رکھی گئی تھی۔ یہ سیلاب سے بچاؤ کے طور پر اینٹوں کی ایک

بڑی دیوار سے گھرا ہوا تھا۔ لوتھل ہڑپہ تہذیب اور ہندوستان کے بقیہ حصے کے ساتھ ساتھ میسوپوٹیمیا کے درمیان تجارت کا ایک مرکز بنا رہا۔

5.2.2 ہڑپہ تہذیب کی وسعت (Scope of Harappan Civilisation)

تقسیم ہند کے بعد ہونے والی دریافت نے ہڑپہ تہذیب کی سرحد کو وادی سندھ کی حد سے بھی آگے بڑھا دیا۔ اس میں جدید پنجاب (ہندوستان اور پاکستان کے)، سندھ، راجستھان، ہریانہ اور مغربی اترپردیش کا حصہ شامل تھا۔ اب تک تقریباً 1400 بستیاں دریافت ہو چکی ہیں۔ زیادہ تر مقامات دریا کے کنارے واقع ہیں۔ یہ تہذیب مصر، میسوپوٹیمیا اور چین کے درمیان سب سے بڑی قدیم شہری تہذیب ہے۔ ہڑپہ تہذیب 13 لاکھ مربع کلومیٹر کے رقبے پر محیط تھی۔ یہ علاقہ مثلث شکل کا ہے اور کسی اور قدیم تہذیب کو اتنے بڑے علاقے تک نہیں پھیلایا گیا تھا۔ یہ شمال میں جموں کے مانڈا سے جنوب میں دائم آباد تک اور مغربی یوپی میں عالمگیر پور، مغرب میں بلوچستان میں سوکا گینڈور تک پھیلا ہوا تھا۔

5.2.3 ہڑپہ اور وادی سندھ کی وجہ تسمیہ (Nomenclature of Harappa and Indus Valley)

عام طور پر ہندوستان کی اس قدیم ترین شہری تہذیب کے لیے دو نام استعمال کیے گئے ہیں۔ سر جان مارشل پہلے شخص تھے جنہوں نے 'وادی ہڑپہ تہذیب' اصطلاح استعمال کی۔ بنیادی طور پر اس لیے کہ ابتدائی دور میں زیادہ تر نمایاں مقامات دریائے سندھ کے کنارے واقع تھے۔ ہڑپہ تہذیب کی اصطلاح کا تصور اس پر مبنی تھا کہ کھدائی میں ظاہر ہونے والا تہذیب کا پہلا شہر ہڑپہ کے مقام پر واقع تھا۔ ساتھ ہی یہ 1.3 ملین مربع کلومیٹر کے رقبے میں پھیلی ہوئی وسیع و عریض قدیم شہری تہذیب کی بہتر نمائندگی کرتا ہے۔

5.2.4 ہڑپہ تہذیب کے بانیان (Founders of Harappan Civilisation)

سائنس دان کی طرف سے ہڑپہ کے مختلف مقامات سے دستیاب انسانی ڈھانچوں اور کھوپڑیوں پر کیے گئے مطالعے کی بنیاد پر یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ہڑپہ تہذیب کی آبادی متضاد تھی اور کم از کم چار مختلف نسلی اقسام پر مشتمل تھی۔ وہ الپائی(Alpine)، بحیرہ رومی(Mediterranean)، منگولیائی(Mangoloid) اور قدیم آسٹریلیائی(Proto-Australoid) ہیں ۔ تاہم، موہنجوداڑو کی آبادی بنیادی طور پر بحیرہ رومی لوگوں پر مشتمل ہے۔ مورخین اور آثار قدیمہ کے ایک گروہ کی رائے تھی کہ سندھ تہذیب کے بانی دراوڑی(Dravidian) زبان بولنے والے ہیں لیکن دفنانے کے تعلق سے دراوڑ لوگوں کو ہڑپا والوں کے ساتھ شناخت کرنا ناممکن ہے۔

5.2.5 ہڑپہ تہذیب کی ترتیب زمانی (Chronology of Harappan Civilisation)

ہڑپہ تہذیب کی تاریخ/آثار اور عروج و زوال بحث و تکرار کا مسئلہ رہا ہے۔ محققین نے تہذیب کے بارے میں اپنی دریافت اور تفہیم کی بنیاد پر جو تاریخیں تجویز کی ہیں ان میں سے کچھ درج ذیل ہیں۔ جان مارشل نے تجویز کیا کہ موہنجوداڑو تقریباً 3250 قبل مسیح سے 2750

قبل مسیح کے درمیان ہے۔ یہ وادی سندھ کی ابتدائی تاریخ تھی جو مارشل نے اپنے نتائج کی بنیاد پر دی تھی۔ ایم۔ ویلر کے خیال میں ہڑپہ تہذیب کی صحیح تاریخ 2500 قبل مسیح - 1700 قبل مسیح ہے۔ ان کی رائے میں آریائی حملے نے ہڑپہ تہذیب کا خاتمہ کیا۔ کاربن تعین وقت کے طریقے کے آنے کے ساتھ، نمونے کی عمر کو جاننا زیادہ درست ہو گیا۔ ڈی پی اگروال نے اس کی بنیاد پر ہڑپہ تہذیب 2300 قبل مسیح 1700 قبل مسیح کے درمیان تجویز کیا۔ میسوپوٹامیا اور خلیج فارس سے موصول ہونے والے آثار قدیمہ کے نمونوں کی تنقیدی جانچ اور ریڈیو کاربن تعین وقت کی مدد سے ہڑپہ کے پانچ مقامات کی تعین وقت نے تین ادوار کی وضاحت کی:

1. ابتدائی مرحلہ 2800 قبل مسیح سے 2500 قبل مسیح
2. ترقی یافتہ مرحلہ 2500 قبل مسیح سے 2200 قبل مسیح
3. آخری مرحلہ 2200 قبل مسیح سے 2000 قبل مسیح

تاہم، ہڑپہ آثار قدیمہ کے تحقیقی پروجیکٹ کی حالیہ کھدائی اور ان کے ابتدائی مطالعات ترقی کے کم از کم پانچ بڑے ادوار کی وضاحت کرنے میں کامیاب رہی ہے۔ یہ پانچ ادوار ثقافتی ترقی کے ایک مسلسل عمل کی نمائندگی کرتے ہیں جہاں ثقافت کے نئے پہلو طویل مدتی تسلسل کے ساتھ سامنے آتے ہیں اور بہت سے دستکاریوں اور نمونوں کے انداز میں ظاہر ہوتے ہیں۔

1. پہلا دور — ما قبل ہڑپا یاراوی کا دور (3300 قبل مسیح سے 2800 قبل مسیح)
2. دوسرا دور — کوٹ دیجی یا ابتدائی ہڑپا دور (2800 قبل مسیح سے 2600 قبل مسیح)
3. تیسرا دور — (یہ تین ذیلی ادوار میں منقسم ہے)
   a. ہڑپہ دور (2600 قبل مسیح سے 2450 قبل مسیح)
   b. ہڑپہ دور (2450 قبل مسیح سے 2200 قبل مسیح)
   c. ہڑپہ دور (2200 قبل مسیح 1900 قبل مسیح)
4. چوتھا دور — آخری ہڑپہ دور (1900 قبل مسیح سے 1800 قبل مسیح)
5. پانچواں دور — مابعد ہڑپا دور (1800 قبل مسیح سے 1300 قبل مسیح)

5.3 ہڑپا تہذیب کے اہم مقامات (Important Sites of Harappan Civilisation)

- **اللہ دینو:** دریائے سندھ اور بحیرہ عرب کے سنگم شمال مشرق میں تقریباً 16 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے اور کراچی سے تقریباً 40 کلومیٹر دور فیر سرویس نے کھدائی کی۔
- **بالاکوٹ:** کراچی سے تقریباً 98 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ جارج ڈیلس نے کھدائی کی۔
- **بنوالی:** ہریانہ کے حصار ضلع میں واقع ہے۔
- **چنہوداڑو:** موہنجوداڑو کے جنوب میں 130 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ این جی مجومدار (N.G. Majumdar) نے اطلاع

دی اور ای میکے(E. Mackay)نے اس کی کھدائی کی۔

- **دیسل پور:** گجرات کے بھج ضلع میں دریائے بھدا کے کنارے واقع ہے۔ جس کی کھدائی بنیادی طور پر پی پی پانڈیا(P.P. Pandya) اور کے وی سوندرراجن(K.V. Sounderrajan)نے کی تھی۔
- **دھولاویرا:** گجرات کے ضلع کچھ کے بھچاؤ تالقہ میں واقع ہے۔اس کی کھدائی(91-1990)آر. ایس بھیسٹ کی قیادت میں ایک ٹیم کے ذریعہ کی گئی تھی۔
- **کوٹ ڈجی:** سندھ میں دریائے سندھ پر واقع ہے۔ پاکستانی ماہر آثار قدیمہ ایف اے خان(F.A. Khan)نے اس کی کھدائی کی ہے۔
- **لوتھل:** گجرات کے ڈھولکا تالقہ کے احمد آباد ضلع کے جنوب میں تقریباً80 کلو میٹر کے فاصلے پر بھوگاوو دریا پر واقع ہے ہے جس کی کھدائی ایس آر راؤ نے کیا اور انہوں نے وہاں گودی بھی دریافت کی جو ہڑپہ تہذیب کی بیرونی تجارت کو ثابت کرتا ہے۔
- **ہڑپہ:** پاکستان میں پنجاب کے ضلع منٹگمری میں دریائے راوی کے کنارے واقع ہے جسے ڈاکٹر آر ساہنی نے 1921 میں دریافت کیا تھا۔
- **کالی بنگن:** راجستھان کے ضلع گنگا نگر میں دریائے گھگر پر واقع ہے۔ یہاں کی کھدائی بی بی لال(B.B. Lal)اور بی کے تھاپر (B.K. Thapar)نے کی تھی۔
- **منڈا:** جموں سے تقریباً30 کلو میٹر کے فاصلے پر دریائے چناب کے کنارے پر ہے۔
- موہنجوداڑو: ہڑپہ کے جنوب میں تقریباً540 کلو میٹر کے فاصلے پر سندھ کے ضلع لاڑکانہ میں دریائے سندھ کے کنارے واقع ہے۔بنیادی طور پر جان مارشل(Sir John Marshall)نے 30-1922 میں ،ای میکے(E. Mackay)نے 31-1927 میں ،مارٹیمر وہیلر (Mortimer Wheeler)نے 1930 میں اور جارج ڈیلس (George Dales)نے 1946,1966 کے دوران اس کی کھدائی کی۔
- **روجدی:** گجرات کے راجکوٹ ضلع میں دریائے بھدر کے کنارے واقع ہے۔
- **روپڑ:** ہندوستان میں پنجاب کے جدید ضلع روپ نگر میں دریائے ستلج کے کنارے پر واقع ہے۔
- **سرکوتڑا:** گجرات کے کچھ علاقے میں ضلع بھوج میں واقع ہے جس کی کھدائی جے پی جوشی(J.P. Joshi)نے کی تھی۔

5.4 شہری منصوبہ بندی (Urban Planning)

ٹیلر کے خیال میں، شہری یا دیہی منصوبہ بندی ایک تکنیکی اور سیاسی عمل ہے جس کا تعلق شہری ماحول کی زمین اور ڈیزائن کے استعمال سے ہے، بشمول نقل و حمل کے نیٹ ورک، بستیوں اور گروہ کی منظم ترقی کی رہنمائی اور یقینی بنانے کے لیے۔ یہ تحقیق اور تجزیہ، حکمت عملی، فن تعمیر، شہری ڈیزائن، عوامی مشاورت، پالیسی کی سفارشات، نفاذ اور انتظام سے متعلق ہے۔ یہ ایک جدید تعریف ہے جو ٹیلر نے 2007 میں دی تھی اور یہ تاریخ کے ساتھ انصاف نہیں ہوگا اگر ہم 5000 سال پہلے کی شہر یاری کے لیے اسی معیار کو لاگو کیجیے۔ تاہم، وادی سندھ کی شہر کاری کی سب سے نمایاں خصوصیت مناسب صفائی ستھرائی تھی جو کہ 21ویں صدی میں ہندوستان کے زیادہ تر حصے میں اب بھی دستیاب نہیں

ہے۔ موہنجوداڑو، ہڑپہ، کالی بنگن، دھولاویرا جیسے بڑے شہروں کی اکثریت کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا، پہلا قلعہ بند بستی یا قلعہ اور دوسرا زیریں شہر۔ ہڑپہ، موہنجوداڑو، دھولاویرا اور سورکوٹڈا میں قلعہ رقبے میں نچلے شہر سے چھوٹا تھا۔ موہنجوداڑو کے قلعے میں بہت سی بڑی عمارتیں تھیں، جو سب پکی ہوئی اینٹوں سے بنی تھیں، مثال کے طور پر عظیم حمام، کالج، اناج کی کوٹھی اور اسمبلی ہال۔

ہڑپہ تہذیب کے شہروں کی صفائی کے ساتھ منصوبہ بندی کی گئی۔ ان کے پاس سیدھی سڑکیں تھیں جو شہر کو بلاکس میں تقسیم کرتے ہوئے جال نماں بناتی تھیں۔ مرکزی سڑکیں تقریباً 10 میٹر چوڑی تھیں، جس میں دو بیل گاڑیاں ایک ساتھ گزر سکتی تھیں۔ گلیوں میں نالیاں بنائی گئیں اور پانی کے لیے کنویں کھودے گئے۔ موہنجوداڑو ایک ٹیلے پر کھڑا تھا اور اس کی ایک دیوار تھی جس میں اندر اور باہر جانے کے لیے دروازے تھے۔ شہر کے اندر کچھ اضلاع بھی ٹیلوں پر بنائی گئے تھے۔ سب سے اونچے ٹیلے پر ایک قلعہ تھا، جو شاید وہیں تھا جہاں پجاری اور حکمران رہتے تھے۔ لوگوں نے پرانے مکانات کے اوپر نئے گھر بنائے، کیونکہ مٹی کی اینٹیں ریزہ ریزہ ہو گئے۔ لہذا، سینکڑوں سالوں میں شہروں میں اضافہ ہوا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ کچھ نئے مکانات نیچے والے پرانے مکانات کی سطح سے سات میٹر بلند تھے۔ مختصر یہ کہ ہڑپا شہر کے بہترین منصوبہ ساز تھے۔ انہوں نے اپنے شہر کی سڑکوں کو جالی نظام پر مبنی کیا۔

5.4.1 عظیم حمام (The Great Bath)

موہنجوداڑو شہر میں ایک حیرت انگیز ڈھانچہ تھا جسے عظیم حمام کہا جاہے۔ پورا ڈھانچہ تقریباً 179 فٹ لمبا اور 107 فٹ چوڑا ہے۔ اس احاطہ کے بیچ میں ایک بڑا چوکور کمرہ ہے جس کے چاروں طرف راہداریاں اور کمرے ہیں۔ اس کے بیچ میں ایک بڑا تیراکی کے لیے احاطہ ہے جو 39 فٹ لمبا ہے، 23 فٹ چوڑا اور 8 فٹ گہرا ہے۔ پورا احاطہ پانی کی فراہمی اور نالیوں کے وسیع نظام سے منسلک ہے۔ عظیم حمام شاید مذہبی یا رسمی مقاصد کے لیے استعمال ہوتا تھا۔

ہڑپہ تہذیب کے لوگوں نے اپنے شہروں کی تعمیر کے لیے کچھ شاندار معیار اختیار کیے تھے۔ ہر شہر میں احتیاط سے منصوبہ بندی کی گئی تھی اور تہذیب کے عروج کے زمانے میں تقریباً 40,000 لوگ رہتے تھے۔ اس عام شہر کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا، ہر ایک کو الگ الگ قلعہ بنایا گیا۔ پہلا اور بلند حصہ، جسے قلعہ یا بالائی شہر کے نام سے جانا جاتا ہے، مصنوعی طور پر اٹھائے گئے ٹیلے پر واقع تھا جب کہ دوسری طرف نچلی زمین یا عام بستی تھی۔ ایکروپولیس شہر کی اہم عمارتوں پر مشتمل تھی، جیسے اسمبلی ہال، مذہبی ساخت، غلہ جات اور موہنجوداڑو کے معاملے میں مشہور عظیم حمام شہر کا نچلا حصہ وہ تھا جہاں باشندوں کی رہائش گاہ تھی۔ شہر تقریباً 30 میٹر لمبی چوڑی سڑکوں سے اچھی طرح سے جڑا ہوا تھا جو صحیح زاویوں سے ملتی تھیں۔ مکانات مستطیل چوکوں میں واقع تھے جن گھروں کہ معیاری پکی ہوئی اینٹوں کے ساتھ بنایا گیا تھا (جن کی لمبائی چوڑائی اور موٹائی کا تناسب 4:2:1 تھا) اور بہت سے وسیع صحن تھے۔ یہاں تک کہ کچھ بڑے گھروں میں متعدد (سطحیں) اور پکی منزلیں تھیں۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ تقریباً ہر گھر کے اپنے کنویں، نالیاں اور باتھ روم تھے۔ ہر گھر کو براہ راست ایک بہترین زیر زمین نالی نظام سے جوڑا گیا تھا جو پورے شہر میں چلتا تھا۔ ہڑپہ تہذیب کے شہروں کے باشندوں نے قدیم دنیا میں نہ صرف حفظان صحت کی سہولیات بلکہ ایک

انتہائی ترقی یافتہ بلدیاتی زندگی کا بھی لطف اٹھایا۔ حیران کن بات یہ ہے کہ یہ شہر تقریباً پانچ ہزار سال پہلے موجود تھے۔

5.4.2 نکاسی کا نظام (Drainage System)

ہڑپہ تہذیب کے لوگوں کے پاس صاف پانی اور بہترین نالے تھے جو کسی بھی قدیم تہذیب سے بہتر تھے۔ زیادہ تر شہروں کے گھروں میں باتھ روم اور بیت الخلا تھے، جو شہر کے نالوں سے جڑے ہوئے تھے۔ لوگوں کی اکثریت کے پاس صاف پانی کے لیے ذاتی کنویں تھے۔ دوسرے عوامی کنوؤں پر گزرنے والے جانوروں کی کھال کے تھیلوں میں پانی لے لیا کرتے تھے۔ کنویں کا عام سائز 3 فٹ تھا۔ اس کے علاوہ دو فٹ کے چھوٹے کنویں بھی ملے ہیں۔ گھر کا گندا پانی چھوٹے نالے سے نکل کر گلیوں کے بڑے نالوں میں داخل ہو جاتا تھا۔ مرکزی نالہ 1 سے 2 فٹ گہرا تھا، جو اینٹوں یا پتھر کے سلوں سے ڈھکا ہوا تھا اور اسے نالی کے گڑھے کے ساتھ فراہم کیا گیا تھا، جو براہ راست گلیوں کی نالیوں میں کھلا تھا جو اس سے نکل کر دریا میں جاتا تھا۔ گلیوں کا رخ مشرق سے مغرب کی طرف تھا۔ ہر گلی میں نکاسی کا ایک منظم نظام تھا۔ نالوں کی صفائی نہ کی گئی تو پانی گھروں میں داخل ہو جاتا تھا اور کیچڑ بن جاتا تھا۔ پھر ہڑپہ کے لوگ اس کے اوپر ایک اور منزل تعمیر کرنے لگے تھے۔ تمام لوگوں نے کچھ سالوں میں شہر کی سطح کو بلند کیا، اور آج ماہرین آثار قدیمہ ان اونچے ساخت کو 'ٹیلے' کہتے ہیں۔ تمام گیلے گڑھوں اور نالیوں کو وقتاً فوقتاً کارکنوں کے ذریعے صاف کیا جاتا تھا اور صفائی کے لیے نالیوں کو وقفے وقفے سے مین ہول فراہم کیے جاتے تھے۔ مجموعی طور پر، نکاسی آب کا نظام اور گھریلو غسل خانوں اور نالیوں کا معیار قابل ذکر ہے۔

5.4.3 غلہ کا ذخیرہ (The Great Granary)

ہڑپہ تہذیب کے شہروں کی ایک خاص خصوصیت وہاں موجود بڑا اناج کا بھنڈار تھا۔ موہنجوداڑو میں مورٹیمر وہیلر کے ذریعہ ایک ڈھانچے کی اناج بھنڈار کے طور پر شناخت کی ہے یہ ڈھانچہ ایک اونچے چبوترے پر کھڑا تھا۔ اس ڈھانچے کا کل رقبہ 1650 مربع میٹر ہے۔ یہ قلعہ کے مغربی حصے پر واقع تھا۔ اصل میں یہ مٹی کے ستائیس اینٹوں کے بلاکس پر مشتمل تھا جس کے درمیان مناسب ہوا گزاری کے لیے راستے تھے، بعد میں اسے بڑھایا گیا اور جزوی طور پر دوبارہ تعمیر کیا گیا، جس میں اینٹوں کی سیڑھی اوپر کے حصوں کی طرف جاتی تھی۔ شمال کی طرف لوڈنگ پلیٹ فارم بھی تھا۔ اس لوڈنگ پلیٹ فارم کے مشرقی سرے پر ایک محراب تھی۔ مٹی کی اینٹوں کے بلاکس کے بارے میں خیال کیا جاتا ہے کہ ان میں لکڑی کے اوپری ڈھانچے تھے جو لوڈنگ پلیٹ فارم کے اوپر کھڑے ہونے کی وجہ سے اناج سے بھرے ہوئے تھے۔ غلہ کا ذخیرہ اچھی طرح سے ہوادار تھا اور باہر سے اناج کو بھرنا ممکن تھا۔

یہاں ذخیرہ شدہ اناج شہر میں غریبوں کو کھانا کھلانے کے لیے بہت ضروری تھا۔ لیکن اس کے جمع کرنے اور تقسیم کرنے کا طریقہ ابھی تک معلوم نہیں ہے۔ اس قسم کے ڈھانچے کا وجود مرکز میں کسی نہ کسی نگران اتھارٹی کی موجودگی کا قطعی ثبوت ہے۔ اینٹوں کے سائز، مٹی کے برتنوں کے سنگی آلات، تانبے اور کانسہ کے اوزاروں میں برقرار رکھا گیا معیار بھی مرکزی انگرانی کے وجود کا ثبوت دیتا ہے۔ اناج کا بڑا سائز غالباً ایک انتہائی ترقی یافتہ زرعی تہذیب کی نشاندہی کرتا ہے اس طرح کے اناج بھنڈار ہڑپہ، لوتھل اور کالی باگن میں پائے جاتے ہیں جنہیں

مورخین نے غلہ گودام کے طور پر قبول کیا ہے۔اس طرح کی تعمیر کا مقصد غذائی اجناس کا تحفظ تھا۔ جنوبی غلہ کی طرف، کٹائی کے لیے پتھر کے گول فرش تھے۔ غالباً کسی قسم کے جزیے کسانوں سے اناج کی شکل میں وصول کیے جاتے تھے۔ بلاشبہ سیلاب، طوفان اور دیگر قدرتی آفات کے وقت غلہ کا بہت زیادہ استعمال ہوتا تھا۔

5.4.4 عمارات (Buildings)

مکانات اور دیگر عمارتیں دھوپ میں خشک یا بھٹے سے چلنے والی مٹی کی اینٹوں سے بنی تھیں۔ ہر گھر میں انڈور اور آؤٹ ڈور کچن تھا۔ بیرونی باورچی خانے کا استعمال گرمی کے موسم میں کیا جاتا تھا تاکہ تنور گھر کو گرم نہ کرے اور اندرونی باورچی خانے کا استعمال سردی کے موسم میں کیا جاتا تھا۔ موجودہ دور میں، اس خطے میں گاؤں کے گھروں میں مثلاً کچھ (Kutch) میں اب بھی دو کچن ہیں۔ اندرونی باورچی خانہ زیادہ تر اسٹور ہاؤسز کے طور پر استعمال ہوتے ہیں اور صرف بارش کے وقت کھانا پکانے کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ دوسری صورت میں، رہائشی بیرونی کچن استعمال کرنے کو ترجیح دیتے تھے کیونکہ کھانا پکانے کے ایندھن کے طور پر استعمال ہونے والی خشک جھاڑی اور گائے کا گوبر بہت دھواں دار ہوتا تھا، جس سے گھر کے اندر کھانا پکانا مشکل ہو جاتا تھا۔ دروازے اور کھڑکیاں لکڑی سے بنی تھیں اور دیواروں کے سروں پر رکھی گئی تھیں۔ دروازے اور کھڑکیاں مرکزی دروازے میں نہیں بلکہ صرف گلیوں میں کھلتی تھیں۔ لکڑی سے بنی سیڑھیاں تقریباً ہر گھر میں پائی جاتی تھی۔ وہ سیدھی اور کھڑی بنائی گئی تھیں۔ بعض صورتوں میں سیڑھیاں اوپری عمارتوں کی طرف جاتی تھیں جن میں علیحدہ کمرے ہوتے تھے۔ ہر زمرے کی اینٹیں سائز میں اچھی طرح متناسب تھیں۔ وہ تقریباً دوگنا لمبے چوڑے اور آدھے موٹے تھے۔ اینٹوں کا اوسط سائز 5cm×1.25×26 تھا جو کہ 51cm یا اس سے زیادہ کی بڑی اینٹوں کو بنیادی طور پر نالوں کو ڈھانپنے کے لیے استعمال کیا جاتا تھا۔ ٹھوس پچر کی شکل کی اینٹیں بھی استعمال ہوتی تھیں لیکن بنیادی طور پر کنویں کی پرت بنانے کے لیے۔ تقریباً ہر قسم کی اینٹیں ہڑپہ کے مقامات سے ملی ہیں جن میں جلی ہوئی، نہ جلی ہوئی دھوپ میں تپی ہوئی اور مختلف قسم کی اینٹیں شامل ہیں۔

5.4.5 ہڑپائی شہری منصوبہ بندی کی جھلکیاں (Glimpses of Harappan Town Planning)

اگر ہم اوپر بیان کی گئی معلومات کا خلاصہ کریں تو ہم ہڑپہ کے شہروں کی ترتیب کی کچھ جھلکیوں تک پہنچ سکتے ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ، ہڑپہ کے شہر دو حصوں میں بٹے ہوئے تھے، جیسے اہم افراد کے لیے ایک قلعہ اور عوام کے لیے ایک زیریں شہر۔ شاید انہیں الگ اسلیے رکھا گیا ہوگا، وہ عام طور پر ایک دوسرے سے آزادانہ طور پر مضبوط تھے. شہر کی ترتیب کافی منظم اور نظم وضبط تھی۔ یہ انفرادی اور عوامی ڈھانچے پر مشتمل تھی، جو عام طور پر پکی ہوئی اینٹوں سے بنی ہوتی تھی۔ عوامی ڈھانچے عظیم حمام، غلہ کا گودام، اسمبلی ہال، محلات، گودی وغیرہ پر مشتمل تھے۔ ایسا لگتا ہے کہ ان عوامی مقامات پر پجاری طبقے کا اختیار تھا۔ جبکہ ذاتی یا انفرادی ڈھانچہ مکانات پر مشتمل تھے، ایک/دو منزلہ، جن میں 30 کمرے تھے۔ مکانات منصوبہ بندی کے مطابق مربع تھے، جس میں ایک مرکزی صحن تھا جس کے چاروں طرف سے کمرے گھرے ہوئے تھے۔ سڑکوں کے کناروں پر واقع مکانات تاہم ان کے دروازے گلیوں میں کھلے نہ کہ سڑک پر۔ پانی کی فراہمی کے لیے ہر گھر کو کنواں فراہم کیا گیا

تھا۔ دھولاویرا میں آبی ذخائر کا ایک سلسلہ تعمیر کیا گیا تھا۔ اس کے علاوہ فضلہ کے لیے پکی ہوئی اینٹوں سے بنے بند گٹر دیکھ سکتے ہیں۔ سڑکیں شمال مغرب اور مغرب سے مشرق کی طرف چلتی ہیں۔ وہ چوڑے سڑکوں سے جڑے ہوئے تھے۔ ہڑپہ میں صفائی کا ایک شاندار نظام تھا۔ ہر گھر کو الگ الگ نکاسی کا انتظام کیا گیا تھا، جہاں سے نالی کا پانی زیر زمین گٹروں سے گزرتا تھا۔ گٹروں کو صحیح طریقے سے ڈھانپ دیا گیا تھا۔ ان کو صاف کرنے کے لیے وقفے وقفے سے کھولا جاتا تھا۔ پھر پورے شہر کا گندا پانی شہر کے باہر ایک بڑے گڑھے میں ڈالا جاتا تھا۔ لوگ نظم وضبط اور صفائی میں دلچسپی رکھتے تھے۔ بہت سے شواہد ہڑپہ کے شہری احساس کی نشاندہی کرتے ہیں، جیسے کہ متناسب اینٹ، سیدھی اور چوڑی سڑکیں، شہروں کی بساط کا نمونہ جو آڑی ترچھی سڑکوں سے بنے ہیں۔ کنویں، ٹینک، حمام، صفائی وغیرہ کے لیے زیر زمین گٹر۔ مختصر یہ کہ ہڑپہ کے شہروں کی ترتیب ایک خاص اور منظم منصوبہ بندی کی نشاندہی کرتی ہے۔ اس کے علاوہ، یہ سماج میں امتیازی سلوک کو ظاہر کرتا ہے۔ بعد کے عرصے میں، یہ شہر قدرتی آفات جیسے سیلاب اور زلزلوں اور ماحولیات میں زبردست تبدیلیوں کی وجہ سے زوال پذیر ہوئے۔

5.5 سیاسی حالات (Political Conditions)

ہم ہڑپہ تہذیب کے سیاسی نظام کے کچھ اشارے سمجھنے کی کوشش کر سکتے ہیں۔ جیسا کہ ہم جانتے ہیں، ثقافت کے اوزار، ساز و سامان اور اینٹوں میں ایک یکساں نمونہ تھا۔ یہ ان دستکاریوں میں شامل پیچیدہ عمل کو کنٹرول کرنے کے لیے کسی قسم کی باقاعدہ نگرانی کے وجود کی نشاندہی کرتا ہے۔ اس کے علاوہ، عوامی فن تعمیر جیسے محلات، اناج کا ذخیرہ سماج کے کچھ بااثر عوامل کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ بڑے اناج کے ذخیرے مختلف جگہوں سے اضافی جمع کرنے اور ان کی دوبارہ تقسیم کی سرگرمیوں کی نشاندہی کرتے ہیں۔ ظاہر ہے ایسے کاموں کے لیے ایک انتظامی نظام کی ضرورت تھی۔ ایسا لگتا ہے کہ ہڑپہ کے سماج میں تین طرح کے بااثر طبقے موجود تھے، جیسے لیڈر، تاجر اور پجاری۔ یہ ممکن ہے کہ صرف ایک بااثر طبقہ پجاری موجود تھا جو تینوں طاقتوں کا مالک تھا۔ موہنجوداڑو میں اناج کا گودام، کالی بنگن کے قلعہ میں آتشی قربان گاہ جگہ، لوتھل میں آتش گیر جگہ کے قریب اناج گوادام، یہ سب سماج میں پجاری طبقے کے اثر ورسوخ کی نشاندہی کرتے ہیں۔ مختصراً اتنے وسیع علاقے میں اس طرح کے ہمہ گیر ثقافتی خاکہ میں ثقافتی سالمیت کو کسی قسم کے سیاسی نظام کی کسی باقاعدہ کمانڈ کے بغیر برقرار رکھنا ممکن تھا۔

5.6 معاشی حالات (Economic Conditions)

5.6.1 زراعت اور مویشی بانی (Agriculture and Pastoralism)

ہڑپہ تہذیب نے دریائی وادی میں ترقی کی، کیونکہ زمین زراعت کی نشو ونما کے لیے زرخیز تھی۔ یہ لوگ مختلف قسم کی فصلیں جیسے گندم، جو، جوار، باجرہ، تیل کے بیج، مٹر، سرسوں (تیل کے لیے)، چاول، کپاس وغیرہ کی کاشت کرتے تھے۔ لوتھل اور رنگپور میں پائے جانے والے برتنوں کے تانے بانے چاول کی بھوسیوں کا مرکب ظاہر کرتے تھے۔ جبکہ؛ موہنجوداڑو سے ملنے والے سوتی کپڑے کا ٹکڑا کپاس کی کاشت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ وہ زرعی سرگرمیوں کے لیے لکڑی کے ہل کا استعمال کرتے تھے جس میں لکڑی، پتھر کا ہل، درانتی، چھوٹا کدال وغیرہ ہوتا تھا۔ ہمارے پاس ابتدائی ہڑپہ دور میں کالی بنگن میں ایک ہل چلانے کے ثبوت موجود ہیں۔ انہوں نے ان کھیتوں میں دوہری

فصل کاشت کی۔اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ ابتدائی ہڑپہ دور سے ہی اس ثقافت کے لوگ لکڑی کے ہل اور دوہری فصلوں سے واقف تھے۔ زراعت کے ساتھ ساتھ لوگوں نے چراگاہی کا سہارا لیا۔انھوں نے بھیڑ بکریوں کے ریوڑ کی دیکھ بھال کی، کوہان زدہ بیل اور جنگلی سؤر، بھینسوں ،ہاتھیوں اور اونٹوں کی ہڈیاں ریوڑ میں ان کے ممکنہ شمولیت کی نشاندہی کرتی ہیں۔

5.6.2 دستکاری اور صنعت (Handicrafts and Industry)

جیسا کہ ہم نے دیکھا ہے کہ ہڑپہ کی شہر کاری کو اضافی زرعی پیداوار سے قوت حاصل ہوئی، نتیجتاً مختلف دھاتوں میں دستکاری اور صنعتیں ہڑپہ کے شہروں کی خاصیت بن گئیں۔ وہ مختلف کام اور اشیاء تیار کرنے میں مہارت رکھتے تھے۔ہڑپہ ثقافت کی ترقی پذیر صنعتوں میں سے ایک حجری صنعت تھی۔انھوں نے نیم قیمتی پتھروں سے موتیوں کی مالا بنائی۔ وہ پتھروں میں سوراخ کرنے کے لیے پتھر کی ڈرل کا استعمال کرتے تھے۔ پتھر کاٹنا اس کے علاوہ، غیر مقامی کچے کی مالا بنانے کے لیے، ہڑپہ نے دور دراز علاقوں میں بستیاں قائم کیں اور وہاں سے وسائل کا استحصال کیا۔ ہڑپہ کا شہر لوتھل کے متبادل موتیوں کی پیداوار کے لیے مشہور تھا۔

پتھر کی صنعت کی طرح، ہڑپہ میں دھات کی صنعت ترقی پر تھی۔انھوں نے اینٹوں کے بھٹے استعمال کر کے تانبے سے مختلف اوزار بنائے جیسے چھوٹی موٹی چیزیں ، سوئیاں ، درانتی، مچھلی کا کانٹا، چپٹی کلہاڑی، چھینی، چاقو، تیر کے سر، نیزے کے سر، تلوار، اور، جانوروں، رقاصوں اور کھلونوں کے کانسی کے مجسمے۔اس کے علاوہ وہ دھات کے دو ٹکڑوں کے ملاپ سے برتن بنانے کے مشکل فن سے بھی واقف تھے۔ وہ سونے کا بھی کام جانتے تھے اور اس سے موتیوں کی مالا، لاکٹ، سوئی اور زیور بھی بناتے تھے۔چاندی وافر مقدار میں دستیاب تھی،اس لیے وہ دیگیں، پلیٹیں، مالا، زیور وغیرہ چاندی میں بناتے تھے۔ہم جانتے ہیں کہ موہنجوداڑو سے زیورات کا ایک بڑا ذخیرہ دریافت ہوا تھا۔

مٹی کے برتنوں کا فن خاص طور پر سیاہ رنگ کے سرخ برتن ہڑپہ تہذیب کی معروف خصوصیت تھی۔ مٹی کے برتنوں کا مجموعہ مختلف قسم کے سازو سامان پر مشتمل تھا، جیسے، ذخیرہ کرنے کے برتن، رکابی رکھنے کا آلہ، گودے ہوئے گھڑے وغیرہ۔ چوڑیاں اور خول کی چیزیں (منکے (Beads)، کڑا اور انگوٹھیاں) چنوں دڑو (سندھ) اور بالاکوٹ (بلوچستان) سے دریافت ہوئیں۔لوگ مختلف دستکاریوں میں مصروف تھے روہڑی اور سکر سے لایا گیا چونا جو پتھر کے بلیڈ بنانے میں استعمال ہوتا ہے۔اس کے علاوہ، وہ ہتھ کرگھے میں بھی مصروف تھے، جس میں مٹی کے تکلے کا استعمال کیا جاتا تھا۔اینٹوں کی تعمیر، چنائی وغیرہ دوسرے ہنر تھے جن میں لوگ مشغول تھے۔

ہم ہڑپہ دور کی مختلف اشیاء میں ایک قسم دیکھ سکتے ہیں۔ واضح رہے کہ یہ غیر مقامی خام مال سے بنائے گئے تھے۔اب تک دھات کا تعلق ہے، تانبے کی کان کنی راجستھان، بلوچستان اور شمال مغربی سرحد کی کھیتری کانوں سے کی گئی تھی۔ سونا کرناٹک کے کولار علاقے سے حاصل کیا گیا تھا۔ افغانستان، ایران اور میسوپوٹامیا سے چاندی، سیسہ (Lead) کشمیر یا راجستھان سے لایا جاتا تھا۔ حجری صنعت کے لیے الیومنیم بدخشاں سے لائی گئی تھی۔ وسطی ایشیا سے سبز نگینے کا پتھر سور ستھرا سے دھاریدار اور گجرات کے ساحلی علاقے سے خول۔ ہڑپہ کی کچھ بستیاں ان وسائل کے علاقوں میں واقع تھیں۔

5.6.3 تجارت (Trade)

امیر اور متاثر طبقے کی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے، ہڑپہ دور میں بین الاقوامی تجارت کو فروغ ملا۔ رسم الخط کی یکسانیت، تجارتی سامان کی مختلف قسم اور بین الاقوامی خیابان؛ سب ایک بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ ہڑپہ تہذیب بنیادی طور پر تجارت پر مرکوز ایک ثقافت تھی۔ بڑے شہر ایک منظم مربوط نظام میں ہڑپہ ثقافت کے دوسرے علاقوں سے جڑے ہوئے ہیں، ساتھ ہی دوسری ثقافتوں اور غیر ملکی زمینوں کے مقامات سے بھی منسلک ہیں۔ لوتھل ان مشہور بندرگاہوں میں سے ایک تھی جو بحیرہ عرب کے ساحل پر واقع تھی۔

اندرونی تجارت (مرکز، اشیاء، راستے): کوئی سوچ سکتا ہے کہ ہڑپہ تہذیب اتنے جغرافیائی طور پر متنوع اور بڑے علاقے میں کیوں پھیلی؟ ایک وجہ خام مال کے حصول کی ضرورت ہے، جیسے، سونا (شمالی کرناٹک)، تانبے (کھیتری کی کانیں، راجستھان)، نیم قیمتی پتھروں کی موتیوں کی مالا (مہاراشٹر سے ایمتھسٹ؛ سوراشٹر اسے ایگیٹ، چلسڈونی، کارنیلین) وغیرہ۔ ان کے استحصال کے لیے۔ وسائل، ہڑپن مراکز وسائل کے ایسے علاقوں میں واقع تھے۔ اس کے علاوہ، ان علاقوں میں پہلے سے قائم مراکز وادی سندھ میں ہڑپہ کے مرکز سے مناسب راستوں سے منسلک ہیں۔ بڑے جغرافیائی علاقے سے اسی قسم کے شواہد/ باقیات کی دستیابی اس طرح کے رابطوں کو ثابت کرتی ہے۔

بین الاقوامی تجارت (مرکز، اشیا، راستے): ہڑپہ تہذیب کی بین الاقوامی تجارت کے حوالے سے میسوپوٹیمیا اور ایران کے ساتھ ہڑپہ کے درمیان تجارت کو مد نظر رکھنا چاہیے۔ ہڑپہ کی مختلف قسم کی اشیاء جیسے مہر، وزنی پیمائش، مٹی اور ٹیراکوٹا کے مجسمے، کارنیلین کی مالا، سجی ہوئی ہڈیاں وغیرہ میسوپوٹیمیا کے مقامات جیسے سوسا، اُر، نیپور، کیش، امہ، تل اسمار وغیرہ سے دریافت ہوئی تھیں۔ مہریں اکل سنگھا جانور اور ہڑپہ رسم الخط سے کندہ ہیں۔ اس کے علاوہ ایران میں فیلکا، بحرین جیسے مقامات پر بھی ہڑپہ کی مہریں پائی جاتی ہیں۔ تاہم، ہڑپہ کے مقامات سے میسوپوٹیامیائی نسل کی زیادہ اشیاء دریافت نہیں ہوئیں۔ غالباً وہ ناکارہ اشیاء جیسے کپڑا، اون، خوشبودار تیل اور چمڑے کے سامان کی تجارت کر رہے تھے جن کی کوئی باقیات نہیں ملی۔ اس کے باوجود، ہڑپہ کے مقامات سے دریافت ہونے والی چاندی کی اشیاء، بیلنا کار مہریں، تانبے کی دھات، میسوپوٹامیا کے ساتھ ان کے تعلق کی نشاندہی کرتی ہے۔

درآمد اور برآمد: درآمدی اشیاء میں چاندی (افغانستان، ایران)، الیومنیم (بدخشاں، شمال مشرقی افغانستان)، فیروزہ (وسطی ایشیا، ایران)، سبز نگینے کا پتھر (وسطی ایشیا) وغیرہ شامل تھے، جبکہ میسوپوٹامیا کے ساتھ تجارت میں، اشیاء برآمدات میں تانبا، سونا، کارنیلین، ہاتھی دانت، موتی، کپاس، مصالحے، لکڑی وغیرہ شامل تھے۔

وزن اور پیمائش: ہم ہڑپہ تہذیب کے وزن اور پیمائش میں یکسانیت دیکھ سکتے ہیں۔ وزن کی ایک سیریز تھی، جس میں، ایک سیریز ڈبلز کی تھی جیسے 8 ,4 ,2 ,1 اور، دوسری (اعشاریہ قسم) کی 16 سے ضرب کی سیریز میں تھی جیسے 320, 640, 1600, 3200, 6400 ہڑپہ کے زمانے میں، لمبائی کی پیمائش کرنے کے لیے ایک فٹ متعین کیا جاتا تھا جو (37.6) سینٹی میٹر کا ہوتا تھا۔ چالسیڈونی، جیسپر، سیلکھڑی، چونا پتھر، اور تانبے سے توازن سے بنائے گئے وزن۔ تول اور پیمائش میں معیاری کاری اور یکسانیت وسیع خطہ پر کسی نہ کسی قسم کی نگرانی اور ایک

مناسب انتظامی نظام کی موجودگی کی نشاندہی کرتی ہے۔

مہریں اور مہر بندی: وہ مہریں جو سامان کی ضمانت کے لیے استعمال ہوتی ہیں۔ ہمیں 2000 سے زیادہ مہریں اور ہڑپہ دور کی مہریں ملی ہیں۔ یہ مہریں مربع تھیں، جو 1 سے 5 سینٹی میٹر سائز کی تھیں اور سیلکھڑی (Steatite) سے بنی تھیں۔ عام طور پر، ہم ایک طرف ایک تصویر اور دوسری طرف کچھ تصویریں دیکھ سکتے ہیں۔ کچھ مہریں صرف رسم الخط کی عکاسی کرتی ہیں جبکہ ان میں سے کچھ میں انسان، حیوان، نیم انسان، پودوں، جیومیٹریکل ڈیزائن وغیرہ کی تصویریں ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ ایسی مہریں کسی مذہبی مقاصد کے لیے استعمال ہوتی تھیں۔ یہ مہریں ایک ہی وقت میں فن کی ترقی، تحریر کا علم، متناسب فن، قدرتی تناظر، مذہبی عقائد اور ہڑپہ کے لوگوں کی خوشحال تجارت کی نشاندہی کرتی ہیں۔

نقل وحمل کے ذرائع: ہڑپہ تجارت نقل وحمل کے مختلف طریقوں کا استعمال کرتے ہوئے کی جاتی ہے۔ ان میں داخلی تجارت کے لیے بیل گاڑیاں، بیل کارواں اور اونٹ شامل تھے۔ ہڑپہ سے کانسے کی بیل گاڑی دریافت ہوئی۔ اس کے علاوہ دیگر مقامات سے کھلونا گاڑیاں بھی ملی ہیں۔ سمندری راستے سے بین الاقوامی تجارت میں استعمال ہونے والے جہاز اور کشتیاں۔ موہنجوداڑو اور ہڑپہ کی مہریں ایسے جہازوں اور کشتیوں کے اعداد و شمار کو ظاہر کرتی ہیں، جبکہ لوتھل سے دریافت ہونے والے مٹی کے جہاز کا خاکہ۔ تجارت لوتھل اور بالاکوٹ جیسی بندرگاہوں سے ہوتی تھی، جبکہ مکران کے ساحل پر سوتکاجنڈور، سوتکاکوہ جیسی مقامات تجارتی عہدوں کے طور پر کام کرتی تھیں۔ لوتھل میں جہازوں کی مرمت کی گودی کا ثبوت ہڑپہ کی تجارتی سرگرمیوں کی خوشحالی اور تکنیک کی نشاندہی کرتا ہے۔ لوتھل سے برآمد ہونے والے گودی کے شواہد۔ یہ دریائے بھوگاو کے کنارے واقع تھا۔ یہ دریا سابرمتی کی معاون ندیوں میں سے ایک ہے، جو خلیج کیمبے سے ہوتے ہوئے بحیرہ عرب سے ملتی ہے۔ مغرب کی زمین میں اور دریا کے کنارے، ایک جہازوں کی مرمت کی گودی (216 میٹر شمال جنوب x 36 میٹر ویسٹ ایسٹ) تعمیر کیا گیا تھا۔ گودی پکی ہوئی اینٹوں (4.3 میٹر x 1.2 میٹر) سے بند ہے اور سات میٹر چوڑی ایک نہر کے ذریعے دریا سے جڑی ہوئی ہے۔ پانی کی فراہمی نہر کے ذریعے کی جاتی تھی، اور گودی یارڈ میں پانی کی درست سطح کو برقرار رکھنے کا خاص خیال رکھا جاتا تھا۔ اس کے علاوہ جھیل سے زائد پانی چھوڑنے کے لیے گودی کے ایک کونے میں بھی فراہم کیا گیا تھا۔ ایسا لگتا ہے کہ، بحری جہازوں کا سفر بحیرہ عرب کی خلیج کیمبے دریائے سابرمتی اور آخر میں دریائے بھوگاو تک ہوتا تھا۔ پھر مدوجزر کے وقت، وہ، نہر کے ذریعے، گودی کے یارڈ میں پناہ لیتے تھے۔ پھر سامان کو گھاٹ پر اتارتے تھے، جو ڈاکیارڈ کے قریب بنایا گیا تھا۔ جب لہریں کم ہو جاتی، تو بحری جہاز وہی راستہ اختیار کرتے ہوئے واپس لوٹ جاتے تھے۔

5.7 سماجی حالات (Social Conditions)

ہڑپہ تہذیب ایک شہری ثقافت تھی جو سماج میں کسی قسم کے سماجی امتیاز کی نشاندہی کرتی تھی۔ شہروں کی ترتیب اور مواد اس حقیقت کی تائید کرتا ہے۔ اگر ہم کالی بنگن کے سماج کو مدنظر رکھیں تو ہمیں تین طبقوں پر امتیازی سلوک مل سکتا ہے، جیسے کہ قلعہ میں رہنے والے پجاری طبقے، نچلے شہر کے کاریگر اور کسان اور قلعہ بندی سے باہر رہنے والے نچلے مزدور طبقے کے۔ موہنجوداڑو اور لوتھل سے ملنے والے شواہد بھی اس حقیقت کی تصدیق کرتے تھے۔ ایسا لگتا ہے کہ ہڑپہ کا سماج پجاری طبقے (گورننگ باڈی)، تاجر طبقے، کاریگروں کا طبقہ، کسان، چرواہی

قبائل، نچلا، مزدور طبقے وغیرہ میں بٹا ہوا تھا۔ ایسی حالت میں کاہن طبقے کو مذہب، معیشت اور معیشت پر اختیار حاصل تھا۔ ہڑپہ ثقافت کا سماج چونکہ یہ تہذیب تجارت پر مبنی تھی، اس لیے تاجروں کے طبقے کو شاید سماج میں کسی نہ کسی طرح کی طاقت حاصل تھی۔

5.7.1 زبان اور رسم الخط (Language and Script)

چونکہ اس تہذیب میں تجارت ہی بنیادی پیشہ تھا، اس لیے کوئی تعجب کی بات نہیں کہ وہ تحریر کی اہمیت سے واقف تھے۔ ہڑپہ تہذیب زمین کے وسیع حصوں میں پھیلی ہوئی تھی۔ اس لیے، وہ مختلف مقامی زبانیں بول سکتے تھے۔ ایسا لگتا ہے کہ انہوں نے یکساں رسم الخط پر عمل کیا۔ تاہم، ابھی تک سمجھنا مشکل ہے۔ ہمیں مختلف اشیاء پر رسم الخط کے شواہد ملتے ہیں۔ تقریباً 3700 ایسی اشیاء صرف ہڑپہ سے دریافت ہوئیں۔ تانبے پیتل کے سازوسامان، برتن وغیرہ پر دیکھا جا سکتا ہے۔ رسم الخط تصویری شکل میں ہے، عام طور پر ایک جملے میں 5 علامتوں پر مشتمل ہے۔ بعض اوقات شاذ و نادر ہی 26 علامتیں ہوتی ہیں۔ مورخین کے مطابق رسم الخط میں 450-400 علامتیں ہیں جہاں ہر لفظ یا تلفظ کی الگ الگ علامت ہے۔ یہ رسم الخط شاید اشیاء پر دائیں سے بائیں لکھا گیا ہے۔ ہمیں مہروں کی زیادہ سے زیادہ تعداد ملتی ہے، جو رسم الخط کے ثبوت کو ظاہر کرتی ہے۔ یہ عام طور پر 1 سے 12 علامتیں دکھاتا ہے۔ زیادہ تر تاجر اپنے سامان کی تصدیق کے لیے ایسی مہریں استعمال کرتے تھے۔ اس طرح کی مہریں شاید تبادلے میں بھی استعمال ہوتی ہیں۔ کچھ مہروں کو لوگ لاکٹ کے طور پر بھی استعمال کرتے تھے۔

ایسی تحریر ہمیں مختلف مقاصد کے لیے ملتی ہیں۔ دھولاویرا کے گیٹ پر لکڑی کا ایک سائن بورڈ سیلکھڑی سے بنے ہوئے 10 حروف تہجی (33 سینٹی میٹر لمبا 27 x سینٹی میٹر چوڑا) ہے۔ اس کے علاوہ، ہمیں مٹی اور دھات کی گولیوں پر بھی رسم الخط ملتے ہیں۔ موہنجوداڑو میں ایک مستطیل تانبے کی گولی ملی۔ وہ شاید مذہبی مقاصد کے لیے استعمال کرتے تھے۔ ہمیں مٹی کی بندرگاہوں، تانبے، پیتل کے اوزاروں، چوڑیاں، ہڈیوں کے پنوں، زیورات وغیرہ پر بھی رسم الخط ملتا ہے۔ یہ چوڑیاں رسم الخط کے ساتھ شاید مذہبی مقصد کے لیے استعمال ہوتی تھی۔ ، سونے سے بھرا ہوا ایک تانبے کا برتن، جو موہنجوداڑو سے ملا، اس پر ایک رسم الخط ہے۔ بعض مورخین کے مطابق ان میں اس برتن کے مالک کا نام ہو سکتا ہے۔ تاہم، دولسانی رسم الخط کی عدم موجودگی میں، اب بھی، ہم اس رسم الخط کو پڑھنے سے قاصر ہیں، زمین کے وسیع حصوں سے اس کی دریافت ہڑپہ تہذیب کی یکسانیت کو ظاہر کرتی ہے۔

5.7.2 غذائی عادات (Dietary Habits)

لوگ اپنے کھانے میں گندم، جو (سندھ اور پنجاب)، جو (راجستھان)، باجرہ، چاول (گجرات)، مٹر استعمال کرتے تھے۔ انہوں نے کھانے کی تیاری میں سرسوں، السی کو خوردنی تیل اور صاف مکھن بھی شامل کیا۔ انہوں نے اسے میٹھا بنانے کے لیے اپنے کھانے میں شہد ملایا۔ اس کے علاوہ وہ کیلے، انار، انجیر اور آم کھاتے تھے۔ ان کی خوراک میں دودھ کی مصنوعات بھی شامل تھیں۔ اس کے علاوہ ہرن، ریچھ، سؤر، بھیڑ، بھیڑ اور مچھلی کے گوشت بھی ان کی خوراک میں شامل تھی۔ کینیڈی اور لوکاس جیسے دانشور کا کہنا ہے کہ ہڑپہ کے لوگ متوازن غذائیں کھاتے تھے اور ان کی خوراک وٹامنز اور پروٹین سے بھرپور ہوتی تھی۔ ان کی اموات بنیادی طور پر گٹھیا کی وجہ سے ہوتی تھی۔

5.7.3 لباس، بناؤ سنگھار اور زیورات (Dress, Make-up and Jewellery)

جہاں تک لباس کا تعلق ہے؛ خواتین گھٹنوں تک نچلے کپڑے کا استعمال کرتی تھیں جبکہ مرد کمربند کا استعمال کرتے تھے۔ کپڑا کپاس سے تیار کیا جاتا تھا جو ہینڈ لوم انڈسٹری سے تیار کیا گیا تھا۔ وہ اونی کپڑے بھی استعمال کرتے تھے۔ مرد اور عورت دونوں کو لمبے بال پسند تھے۔ مرد اپنے بالوں کے بیچ میں کنگھی کرتے اور سر کے پیچھے ایک گرہ میں باندھتے تھے۔ انہوں نے داڑھی تو رکھی تھی لیکن مونچھیں نکال دیتے تھے۔ خواتین، مردوں کی طرح، اپنے بالوں کو ایک گرہ میں باندھتے ہیں اور مختلف قسم کے دلکش سر کے پوشاک پہنتے تھے۔

بناؤ سنگھار اور زیورات کے بے شمار شواہد ملتے ہیں۔ مردوں اور عورتوں دونوں کے اپنے جسم کو مختلف طریقوں سے سجانے کی طرف مائل ہونے کی نشاندہی کرتے ہیں۔ خواتین طرح طرح کے زیورات ہار اور، کمر کی پٹی، انگوٹھیاں وغیرہ پہن کر سنوارتی تھیں جو سونے، چاندی، تانبے اور ہاتھی دانت سے بنی تھیں۔ مردوں کو ہار، انگوٹھی اور بازو پہننے میں بھی دلچسپی تھی۔ سنگھار کے لیے خواتین ایک خاص ڈبہ استعمال کرتی تھیں جس میں اس طرح کے آلات ہوتے تھے۔ بکسے میں ابرو، چہرہ پینٹ کرنے کے لیے پاؤڈر تھا۔ لپ اسٹک، آئی لائنر، کاجل اور اسے لگانے کے لیے ایک چھڑی، ہاتھی دانت کی کنگھی، پن وغیرہ۔ ایسا ڈبہ چنہوداڑو سے دریافت ہوا۔

5.7.4 فنون لطیفہ اور تفریحات (Arts and Amusements)

ہڑپہ کے لوگ ٹیرا کوٹا، تانبا، کانسے، سیلکھڑی اور پتھروں کا استعمال کرتے ہوئے مختلف فنون لطیفہ کے ذریعے اپنی فنکارانہ روح کا اظہار کرتے تھے۔ موہنجوداڑو سے کانسے میں رقاصہ کا خوبصورت مجسمہ دریافت ہوا۔ اس کے علاوہ بیل، بھیڑ اور بیل گاڑیوں کے چھوٹے کھلونے قابل توجہ ہیں۔ دیام آباد سے پیتل کے کھلونے جیسے بیل گاڑی، ہاتھی، بھینس اور گینڈے اس دور کی دھات کاری میں مہارت کی نشاندہی کرتے ہیں۔ کانسے کی طرح، سیلکھڑی میں پجاری کا مجسمہ موہنجوداڑو کے مشہور مجسموں میں سے ایک ہے۔ انسان کے مجسمے کا مشہور مجسمہ ہڑپہ سے دریافت ہوا ہے۔ اس کے علاوہ پرندوں اور جانوروں کے مختلف کھلونے (بندر، کتے، بھیڑ، کوہان والے اور بغیر کوہان والے بیل) دریافت ہوئے جو شاید عبادت کے لیے استعمال ہوتے تھے یا ان کے ساتھ کھیلنے کے لیے۔ ٹیرا کوٹا کا چھکڑا بچوں کا ایک مشہور کھلونا ہے۔ ہڑپہ کی فنکارانہ ترقی کو مہروں کے اعداد و شمار پر بھی دیکھا جا سکتا ہے۔ ہڑپہ کے لوگ دولت مند تھے اور فرصت کے وقت گزارنے کے لیے مختلف سرگرمیوں میں دلچسپی رکھتے تھے۔ وہ موسیقی اور رقص جیسے فنون میں دلچسپی رکھتے تھے۔ اس کے علاوہ، وہ جوا، جانوروں کی لڑائی، شکار اور ماہی گیری سے لطف اندوز ہوتے تھے۔

5.8 مذہبی حالت (Religious Conditions)

5.8.1 تہذیب کے دیوی دیوتا (The Gods and Goddesses of the Civilisation)

مہروں اور ٹیرا کوٹا کے مجسموں کی مدد سے ہم ہڑپہ تہذیب کے دیوتاؤں کے بارے میں کئی قسم کی معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ وہ مختلف دیوتاؤں جیسے نر، مادہ، پودے، جانور، جامع/تصوراتی وغیرہ کی پوجا کرتے تھے۔ عام طور پر، دنیا کی کاشتکاری برادریوں میں

ہمیں سماج میں 'ماں دیوی'(Mother Goddess) کی اہمیت نظر آتی ہے۔ 'ماں دیوی' کا تصور دو تصورات کا انضمام ہے۔ زمین کی زرخیزی اور عورتوں کی زرخیزی۔ اس طرح، 'مدر دیوی' زرخیزی اور افزائش کی دیوتا ہے۔ اسے ہڑپہ تہذیب کے مذہبی نظام میں نمایاں مقام حاصل تھا۔ ہمیں ہڑپہ کی تہذیب میں دیویوں کے مختلف مجسمے ملتے ہیں۔ ایک مہر پر، ہمیں ایک درخت کو جنم دینے والی عورت ملتی ہے۔ ہڑپہ سے دریافت ہونے والی ماں دیوی کا مجسمہ ایک پتلی شخصیت ہے، اس کا سر پنکھے کی شکل ہے اور وہ مختلف زیورات پہنتی ہے۔ کچھ ماں دیوی حاملہ حالت میں دکھائی دیتی ہے اور کچھ اپنے بچوں کے ساتھ دکھائی دیتی ہے۔ یہ پوجا پاٹ کی مثالیں ہیں۔ کچھ مجسمے ٹوٹے ہوئے پائے گئے۔ یہ شاید عارضی یا کبھی کبھار مقاصد کے لیے بنائے گئے ہیں۔ اس طرح کے مجسمے مذہبی قربانیوں یا مذہبی تہواروں میں استعمال ہوتے تھے۔ ہمیں موہنجوداڑو، ہڑپہ، بنوالی وغیرہ جگہوں پر ایسی مادر پدر دیوی ملتی ہیں، تاہم، یہ کالی بنگن، لوتھل، سرکوتڑا، وغیرہ سے غائب ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہڑپہ تہذیب میں یکساں مذہبی نظام نہیں تھا۔

اس تہذیب میں 'مرد دیوتاؤں' کی بھی پوجا کی جاتی تھی۔ سر جان مارشل کو ایسے مرد دیوتا کی ایک مہر ملی، جسے خود نے 'پشوپتی' کہا، جو بعد میں شیو کا نمونہ ہے۔ یہ ایک ایسے شخص کی شکل ہے جو اونچی نشست پر یوگک مقام پر بیٹھا تھا۔ اس نے بیل کے سینگ کا سر پوشاک پہن رکھا تھا۔ اس نے بازوؤں سے گھٹنوں پر ہاتھ رکھا۔ وہ گینڈے، ہاتھی، بیل اور شیر جیسے جانوروں سے گھرا ہوا تھا۔ ہم اس کی نشست کے قریب دو ہرن دیکھ سکتے تھے۔ ہمیں برتنوں (کوٹ ڈیجی)، ٹیرا کوٹا گولیاں (کالی بنگن) اور ذخیرہ کرنے والے برتن (پدری) پر سینگوں والے دیوتاؤں کی شکلیں بھی ملتی ہیں، واضح رہے کہ لیوان سے ابتدائی ہڑپہ کے برتنوں سے بھی ایسے اعداد و شمار دریافت ہوئے تھے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس تہذیب میں طویل روایت سے اس طرح کے سینگوں والے دیوتا کی پوجا کی جاتی تھی۔

نر اور مادہ دیوتاؤں کی طرح ہمیں بھی 'زرخیزی' کی علامتیں ملتی ہیں۔ ہمیں کالی بنگن سے عورت اور مرد کی شرمگاہ کے اعداد و شمار ملتے ہیں۔ اس کے علاوہ ہڑپہ تہذیب میں کچھ درخت اور پودے کی بھی پوجا کرتے تھے۔ ہم پیپل کے درختوں کی اہمیت کو ہڑپہ کے ابتدائی دور سے جانتے ہیں۔ کچھ مہروں پر، ایک پیپل کا درخت دکھایا گیا تھا جس کے چاروں طرف باڑ ہے۔ موہنجوداڑو کی ایک مہر میں ایک درخت کو دکھایا گیا ہے جو ایک دیوتا کے سینگ والے سر کے پوشاک سے نکلتا ہے۔ یہاں، ایک شخص، سات شخصیات کے ساتھ اس دیوتا یا درخت کا احترام کرتے ہوئے دکھایا گیا تھا۔ کچھ دانشوروں کے مطابق، یہ سات شخصیات خواتین کی تھیں اور سات آسمانی مخلوقات (اپسارا/آسارا) یا سات افسانوی بابا (سپتر شی) کی نمونہ تھیں۔ درختوں کی طرح جانوروں کی بھی عزت کی جاتی تھی۔ خاص طور پر کوہان والا بیل ان میں مشہور تھا۔ کوہان زدہ بیل کی بھی پوجا کرتے تھے۔ کچھ جامع/افسانہ/تصویراتی جانور کی بھی پوجا کرتے تھے، جیسے، آدمی+شیر، ایک تنگا والا وغیرہ۔ بعض مورخین کے مطابق، آتشی قربان گاہ کے شواہد اور سواستک یا وہیل جیسے نشانات ہڑپہ کے سماج میں شمسی عبادت کے وجود کی نشاندہی کرتے ہیں۔

5.8.2 عبادت کی جگہ اور رسومات (Place of Worship and Rituals)

ہمارے پاس ہڑپہ تہذیب میں مندروں کے واضح ثبوت نہیں ہیں۔ تاہم، کچھ عبادت گاہیں یا رسومات دکھائی جا سکتی ہیں۔ موہنجوداڑو

میں، نچلے شہر سے ایک بڑا ڈھانچہ دریافت ہوا، جس کے اندر ایک اسٹیج تھا۔ اسٹیج پر چڑھنے کے لیے دو بڑے دروازے اور سیڑھیاں تھیں۔ یہ شاید اجتماعی عبادت کی جگہ کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔ ہم جانتے ہیں کہ، عظیم حمام سے لگے ہوئے کمرے عبادت کے لیے تھے۔ لوتھل میں، قلعہ میں، 4 میٹر اونچی زمین پر 12 نہانے کے پلیٹ فارم کی لائینیں رکھی گئی تھی۔ اس کے علاوہ نہانے کے لیے ایک کنواں بھی فراہم کیا گیا تھا۔ کالی بنگن میں، نہانے کے پلیٹ فارم اور فائر الٹر کے قریب ایک کنواں بنایا گیا تھا۔ یہ شواہد عبادت گاہ کے وجود کی نشاندہی کرتے ہیں، اسی وقت مذہبی رسومات میں غسل کی اہمیت اجاگر ہوتی ہے۔

ہمیں ہڑپہ تہذیب میں متعدد مذہبی تصورات یا روایات ملتی ہیں۔ ان کے مذہبی نظام میں 'غسل' کو اہم مقام حاصل ہے۔ ہمیں عبادت گاہ (موہنجوداڑو) کے قریب عظیم حمام، آگ کی جگہ (لوتھل، کالی بنگن) کے قریب کنواں اور نہانے کا پلیٹ فارم وغیرہ ملتا ہے۔ ہمیں ان کے نظام میں قربانی کی روایت ملتی ہے۔ کالی بنگن کی ایک ٹیرا کوٹا گولی میں ایک تصویر دکھائی گئی ہے جس میں دکھایا گیا ہے کہ 'ایک سینگ والا دیوتا (ایک طرف) اور ایک شخص، ایک جانور کو رسی کی مدد سے (دوسری طرف) گھسیٹتے ہوئے'۔ اس کے علاوہ، کچھ دیوتاؤں کی مستقل طور پر پوجا کی جاتی تھی۔ جبکہ بعض مخصوص مواقع پر عبادت کی جاتی تھی۔ اس کے علاوہ، دیوتاؤں کی کچھ شخصیتیں اس تہذیب میں لاکٹ کے طور پر استعمال ہوتی تھی۔

جنازے کی رسومات مذہبی عقیدہ میں ایک اہم مقام رکھتی ہیں کیونکہ وہ لوگوں کے 'بعد کی زندگی' پر یقین کی عکاسی کرتی ہیں۔ ہڑپہ کے لوگ مختلف قسم کی آخری رسومات کی پیروی کرتے تھے، جیسے کہ مکمل تدفین، جزوی تدفین (موہنجوداڑو، ہڑپہ)، بعد از جنازہ تدفین، جوڑے کی تدفین (لوتھل) وغیرہ۔ کالی بنگن، لوتھل، راکھی گڑھی، سرکوتڑا وغیرہ۔ عام طور پر پکی ہوئی اینٹوں سے تدفین کی جاتی تھی۔ دفن کی جانے والی لاش کو شمالی جنوب کے سمت میں رکھا جاتا تھا۔ اس کے ساتھ مختلف سامان جیسے شیل چوڑیاں، مالا، کانوں کے زیورات، تانبے کا آئینہ، مٹی سے بنی مٹھائیاں، چمچ، موتیوں، ہاتھی دانت کی چیزیں وغیرہ۔ لوتھل میں ایک ہی تدفین میں ایک جوڑے کی دولاشیں دفن کی جاتی تھی۔ ہڑپہ شہر کے قلعہ بندی کے باہر قبرستان میں ہڑپہ تہذیب کی مذہبی حالت کے حوالے سے مختلف علاقوں میں مختلف قسم کی رسومات موجود تھیں۔ جیسے، کالی بنگن اور لوتھل میں آتشی قربان گاہ پائے گئے، لیکن باقی جگہوں پر غیر حاضر ہیں۔ موہنجوداڑو میں غسل کو رسومات میں ضروری سمجھا جاتا تھا۔

5.9 ہڑپہ تہذیب کے زوال کے اسباب (Causes for the Decline of Harappan Civilisation)

ہڑپہ تہذیب کے اچانک زوال کی ایک قطعی وجہ ابھی تک معلوم نہیں ہے، چونکہ اس دور کے لیے کوئی قابل اعتماد ریکارڈ موجود نہیں ہے، مورخین صرف قیاس کر سکتے ہیں۔ تاہم، تمام کھدائیوں سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ زوال 1800 قبل مسیح اور 1700 قبل مسیح کے درمیان اچانک واقع ہوا تھا۔ ہڑپہ ثقافت کے زوال کی وضاحت کرنا مشکل ہے۔ 2000 اور 1700 قبل مسیح کے درمیان اپنے آخری مرحلے کے دوران ہڑپہ تہذیب ایک الگ ہستی کے طور پر آہستہ آہستہ ختم ہو گئی۔ ہڑپہ ثقافت کے زوال اور معدوم ہونے کی وجوہات کے بارے میں

مورخین کی مختلف آراء ہیں۔اس کے کمزور ہونے اور پھر زوال پذیر ہونے کی مختلف وجوہات بتائی گئی ہیں جیسے بارشوں میں اضافہ، زلزلہ، زمین کی زرخیزی میں کمی، سیلاب، آریائی حملے، بیماری وغیرہ۔

آریائی حملہ: مورٹیمر وہیلر اور جی چائلڈ کا خیال ہے کہ ہڑپہ ثقافت کو آریاؤں نے تباہ کیا۔آریائی جنگ میں زیادہ ماہر تھے، اور ہڑپہ کے لوگوں سے زیادہ طاقتور تھے۔ موہنجوداڑو کے آخری مرحلے میں موہنجوداڑو میں گلیوں اور گھروں میں مردوں اور عورتوں اور بچوں کا قتل عام کیا گیا۔ایس .بی رائے (S.B. Roy) نے بعد میں نشاندہی کی کہ رگوید میں مذکور ہریوپیا میں آریہ کی غیر آریاؤں سے لڑائی ہوئی تھی۔اس نے ہریوپیا کی شناخت ہڑپہ سے کی۔ لیکن اس رائے پر بہت کم ثبوت موجود ہیں۔

سیلاب کا نظریہ : سر جان مارشل، لیمبرک اور ای .جے .ہچھ میکے تجویز کرتے ہیں کہ ہڑپہ تہذیب کا زوال بنیادی طور پر دریائے سندھ کی ناہمواریوں کی وجہ سے تھا۔ لیکن یہ نظریہ جزوی طور پر درست ہے۔ موہنجوداڑو اور لوتھل میں سیلاب سے ہونے والی تباہی کے کچھ ثبوت ملے ہیں لیکن کالی بنگن جیسے دیگر مقامات کے حوالے سے ایسا کوئی ثبوت نہیں ہے۔

آب وہوا کا نظریہ (Climate Theory): بی. کے تھاپر کے خیال میں، یہ ماحولیاتی عوامل تھے جن میں دریا کے راستے میں تبدیلیاں، آب وہوا اور قدرتی وسائل تک رسائی بنیادی طور پر ہڑپہ تہذیب کی ترقی میں معاون تھی۔ بی. کے تھاپر کا خیال تھا کہ ماحولیاتی عوامل بشمول ندیوں کا رویہ، آب وہوا اور قابل رسائی وسائل ترقی اور پختگی کے لیے بڑی حد تک ذمہ دار ہیں۔ عجیب بات یہ ہے کہ یہ وہی عوامل تھے جو تہذیب کے کمزور اور زوال کے ذمہ دار بنے۔ وشنو ماترے، ڈبلیو اے فیئر سروس اور کینتھ اے. آر کینیڈی اس کمی کو دریا کے کنارے کے خشک ہونے، مٹی میں نمکیات میں اضافے اور جنگلات کی بڑے پیمانے پر کٹائی کو ذمہ دار ٹھہراتے ہیں۔ دوسری طرف رابرٹ شیرر نے 1979 میں دلیل دی کہ قدیم تجارتی راستوں میں تبدیلی کی وجہ سے ہڑپہ کے شہر اپنا اہم تجارتی کردار کھو بیٹھے۔

دریائے سندھ کا رخ بدلنا: لامبریک نے زوال کی اپنی وضاحت پیش کی ہے۔ان کا خیال ہے کہ دریائے سندھ کے دھارے میں تبدیلی موہنجوداڑو کی تباہی کا سبب بنی۔ سندھ ایک غیر مستحکم دریا کا نظام تھا جو اپنا رخ بدلتا رہتا تھا۔ بظاہر، دریائے سندھ موہنجوداڑو سے تقریباً تیس میل دور منتقل ہو گیا تھا۔ شہر اور آس پاس کے کھانے پینے کے دیہات کے لوگوں نے اس علاقے کو ویران کر دیا کیونکہ موہنجوداڑو کی تاریخ میں اس طرح کا واقعہ کئی بار ہوا تھا۔ شہر میں نظر آنے والی گاد دراصل ہوا کے عمل کی پیداوار تھی جو بہت ساری ریت اور گاد میں اڑ رہی تھی۔ یہ، بکھرنے والی مٹی، مٹی کی اینٹوں اور پکی ہوئی اینٹوں کے ڈھانچے کے ساتھ مل کر، وہ چیز پیدا کرتا تھا جو سیلاب سے پیدا ہونے والی گاد کے لیے غلط سمجھا جاتا ہے۔

یہ نظریہ بھی ہڑپہ تہذیب کے مکمل زوال کی وضاحت نہیں کر سکتا۔ بہترین طور پر، یہ موہنجوداڑو کے ویران ہونے کی وضاحت کر سکتا ہے اور اگر موہنجوداڑو کے لوگ دریا کے راستے میں اس قسم کی تبدیلیوں سے واقف تھے تو وہ خود کسی نئی بستی میں منتقل ہو کر موہنجوداڑو

جیسا کوئی دوسرا شہر کیوں نہیں قائم کر سکتے تھے ؟- ظاہر ہے، ایسا لگتا ہے کہ کچھ اور عوامل کام کر رہے تھے۔

ماحولیاتی عدم توازن کا نظریہ: حال ہی میں متعدد ماہرین آثار قدیمہ کے ماہرین کا خیال ہے کہ اس تہذیب کے زوال کے لیے ماحولیاتی وجہ زیادہ مناسب ہے۔بی کے تھاپر اور رفیق مغل کے خیال میں کہ گھگھر ہکر اندی کے نظام کے بتدریج زوال، ہمالیہ کے دامن میں جنگلات کی کٹائی اور گھرے چرنے کے نتیجے میں کٹاؤ اور پانی کی نالی کی تلچھٹ ہوئی۔ان ماحولیاتی تبدیلیوں کی وجہ سے دریا کے کنارے خشک ہو رہے، مٹی کی نمکیات میں اضافہ ہوا اور جنگلات کی بڑے پیمانے پر کٹائی ہوئی۔رابرٹ شیئر کے مطابق قدیم تجارتی راستوں میں تبدیلی کی وجہ سے ہڑپہ کے قصبوں کے زوال نے اپنا اہم تجارتی کردار کھو دیا۔

ہڑپہ تہذیب میں ٹی. پی. یادو کے خیال میں، متعدد چھوٹی بستیاں اپنی فطری حدود سے آگے بڑھیں، جس کی وجہ سے قدرتی وسائل کا بے دریغ استعمال اور بدانتظامی ہوئی۔ہڑپہ کی بستیوں کی پانی کی ضروریات سندھ کی بے قاعدگیوں، بے ترتیب بارشوں اور علاقے کے اہم آبی ذخائر کے بے حد خشک ہونے کی وجہ سے مشروط تھیں اور اسی لیے ہڑپہ تہذیب آبپاشی پر زندہ رہنے پر مجبور تھی۔ستم ظریفی یہ ہے کہ بقا کا ذریعہ تباہی کا سبب بن سکتا تھا کیونکہ آبپاشی کے نتیجے میں اس کی ماحولیاتی حدود حد سے زیادہ پہنچ گئی تھے۔اگرچہ ستلج نے ہڑپہ کے بعد سے راستہ تھوڑا سا تبدیل کیا تھا، لیکن اس وقت بھی یہ جانا جاتا تھا کہ اسے کنٹرول کرنا مشکل ہے، آبپاشی کے لیے مفید نہیں ہے اور بنیادی طور پر تجارتی مقاصد کے لیے استعمال ہوتا تھا۔

جدید ترین ہونے کے ذریعے تہذیب کے زوال کے ماحولیاتی عوامل کا نظریہ بھی مکمل جواب فراہم نہیں کرتا تھا۔بہت سے نظریات مرتب کیے گئے ہیں اور فراہم کیے گئے ہیں، لیکن تمام نظریات تنقید کی ایک یا دوسری شکل سے ملتے ہیں۔آثار قدیمہ کے شواہد سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہڑپہ تہذیب کا کوئی اچانک خاتمہ نہیں ہوا تھا لیکن یہ وقت کے ساتھ ساتھ زوال پذیر ہوئی اور اس دور کی دوسری تہذیبوں میں گھل مل گئی۔ہر قدیم تہذیب نے آنے والی نسلوں کے لیے میراث چھوڑی ہے۔لوگ علم کو منتقل کرتے ہیں، اور پرانی کہانیاں سناتے ہیں۔وہ تکنیک کو کاپی اور بہتر بناتے ہیں۔بعض اوقات وہ قدیم آرٹ یا فن تعمیر یا لباس کی نقل کرتے ہیں۔ہڑپہ تہذیب کے لوگوں نے عظیم ڈھانچے کو نہیں چھوڑا، جیسے اہرام مصر یا چین کی عظیم دیوار۔ان کے شہر تقریباً مٹ چکے ہیں۔آج، آثاری ماہرین کے ذریعہ کھودے گئے کھنڈرات کو دیکھتے ہیں، ابھی تک ہڑپہ تہذیب کے بڑی مدت بعد، تجارت، کھیتی باڑی اور اینٹ سازی جیسی مہارتوں کو آگے بڑھایا گیا۔سندھ کے لوگوں نے ہندوستان اور پاکستان کی بعد کی ثقافتوں کی تشکیل میں مدد کی۔

5.10 تہذیب کا تسلسل (Continuity of the Civilisation)

ہڑپہ تہذیب پر کام کرنے والے دانشوروں اب اس کے زوال کے اسباب تلاش نہیں کرتے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ 1960 کی دہائی تک ہڑپہ کی تہذیب کا مطالعہ کرنے والے دانشوروں کا خیال تھا کہ تہذیب کا زوال اچانک ہوا۔ان دانشوروں نے اپنے کام کو شہروں، شہری

منصوبہ بندی اور بڑے ڈھانچے کے مطالعہ پر مرکوز کیا۔ ہڑپہ کے شہروں کا عصری دیہاتوں سے تعلق اور ہڑپہ تہذیب کے مختلف عناصر کے تسلسل جیسے مسائل کو نظرانداز کردیا گیا۔اس طرح ہڑپہ تہذیب کے زوال کے اسباب کے بارے میں بحث زیادہ سے زیادہ تجریدی ہوتی گئی۔یہ ساٹھ کی دہائی کے آخر میں تھا کہ ملک اور پوشل جیسے دانشوروں نے ہڑپہ روایت کے تسلسل کے مختلف پہلوؤں پر اپنی توجہ مرکوز کی۔ان مطالعات سے ہڑپہ تہذیب کے زوال کے اسباب کے بارے میں ہونے والی بحث سے زیادہ دلچسپ نتائج برآمد ہوئے ہیں۔یہ سچ ہے کہ ہڑپہ اور موہنجوداڑو کو ترک کردیا گیا اور شہری مرحلہ ختم ہوگیا۔تاہم،اگر ہم ہڑپہ تہذیب کے پورے جغرافیائی پھیلاؤ کا احاطہ کرتے ہوئے ایک نقطہ نظر دیکھیں تو بہت سی چیزیں پرانی طرز پر چلتی نظر آتی ہیں۔آثار قدیمہ کے لحاظ سے کچھ تبدیلیاں قابل مشاہدہ ہیں-کچھ بستیاں چھوڑ دی گئیں لیکن زیادہ تر دیگر بستیاں قبضے میں رہیں۔تاہم یکساں تحریر،مہر،وزن اور مٹی کے برتنوں کی روایت ختم ہوگئی۔دور دراز کی بستیوں کے درمیان گہرا تعامل ظاہر کرنے والی اشیاء کھو گئیں۔دوسرے لفظوں میں شہر پر مبنی معیشتوں سے وابستہ سرگرمیاں ترک کر دی گئیں۔اس طرح،جو تبدیلیاں آئیں،وہ محض شہری مرحلے کے خاتمے کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔چھوٹے گاؤں اور قصبے قائم رہے اور ان مقامات سے آثار قدیمہ کے آثار ہڑپہ کی روایت کے بہت سے عناصر کو ظاہر کرتے ہیں۔سندھ کے بیشتر مقامات پر مٹی کے برتنوں کی روایت میں کسی تبدیلی کا مشاہدہ کرنا مشکل ہے۔درحقیقت گجرات،راجستھان اور ہریانہ کے علاقوں میں بعد کے عرصے میں متحرک زرعی برادری بڑی تعداد میں ابھری۔اس طرح،علاقائی نقطہ نظر سے،شہری مرحلے کے بعد آنے والے دور کو ترقی پذیر زرعی دیہاتوں میں سے ایک سمجھا جاسکتا ہے جس کی تعداد شہری مرحلے سے زیادہ ہے۔یہی وجہ ہے کہ دانشوروں اب ثقافتی تبدیلی،علاقائی نقل مکانی اور آبادکاری اور بقا کے نظام میں تبدیلی جیسے مسائل پر گفتگو کرتے ہیں۔

شہروں کے خاتمے کا مطلب ہڑپہ کی روایت کا خاتمہ نہیں تھا۔ہماری بحث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آثار قدیمہ کے لحاظ سے ہڑپہ کی جماعتوں ارد گرد کے زرعی تنظیموں میں ضم ہو گئیں۔تاہم،سیاست اور معیشت میں مرکزی فیصلہ سازی ختم ہو چکی تھی۔ہڑپہ کی کیمونٹی جو شہری مرحلے کے بعد بھی جاری رہی وہ یقینی طور پر اپنی پرانی روایات کو برقرار رکھی گئی۔ہڑپہ کے شہری مراکز کے پجاری ایک انتہائی منظم خواندگی کی روایت کا حصہ تھے۔خواندگی ختم ہونے کے باوجود ان کے مذہبی رسومات کو محفوظ رکھنے کا امکان ہے۔اس کے بعد کے ابتدائی تاریخی دور کی غالب برادری نے خود کو 'آریائی' کہا۔ایسا لگتا ہے کہ یہ لوگ ادب کی روایت کے مالک نہیں ہیں۔ممکنہ طور پر،ہڑپہ کے پجاری گروہ آریاؤں کے حکمران گروہوں میں ضم ہوگئے۔اس طرح ہڑپہ کی مذہبی روایت تاریخی ہندوستان میں منتقل ہوگئی۔قبیلوں نے دستکاری کی روایات کو بھی برقرار رکھا جیسا کہ مٹی کے برتنوں اور اوزار بنانے کی روایات سے ظاہر ہوتا ہے۔ایک بار پھر جب ابتدائی ہندوستان میں خواندہ شہری ثقافت ابھری تو اس نے قبیلوں کے ثقافتی عناصر کو جذب کرلیا۔یہ ہڑپہ کی روایت کی ترسیل کا ایک زیادہ موثر چینل فراہم کرے گا۔

5.11 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

یہ اکائی آپ کو ہڑپہ تہذیب کی بنیادی اہم خصوصیات سے آگاہ کرے گا،جو جنوبی ایشیا کی پہلی شہری ثقافت تھی۔ہڑپہ ثقافت کا شہری

مرحلہ ہڑپہ کے ابتدائی شہری مرحلے سے ابھرا۔ آثار قدیمہ کے شواہد اس تہذیب کے بارے میں بہت کچھ ظاہر کرتے ہیں۔ اس کی متنوع بقا کی بنیاد، متحرک دستکاری کی روایات اور وسیع تجارتی نیٹ ورک لیکن رسم الخط کی غیر فہمی کی وجہ سے، مذہب، سماج اور سیاست جیسے دیگر بہت سے پہلوؤں کے بارے میں نتائج قیاس آرائی پر مبنی رہتے ہیں۔ ہڑپہ کے وسیع ثقافتی علاقوں میں ثقافتی یکسانیت کے ساتھ ساتھ تنوع بھی تھا۔ ہڑپہ تہذیب اچانک ختم نہیں ہوئی۔ شہری مرحلے کے بعد ہڑپہ کے آخری مرحلے کا آغاز ہوا، جس میں شہری خصوصیات کے زوال اور زراعت کے تنوع کی نشاندہی کی گئی۔

5.12 کلیدی الفاظ (Keywords)

الپینو دس	: الپینو دس بلوچستان اور سندھ سے گزرنے والے راستے سے ہندوستان آئے۔
آریائی	: لوگوں کا ایک گروہ جو ہند-یورپی زبانیں بولتے ہیں جیسے سنسکرت، لاطینی اور یونانی وغیرہ۔
بوستروپھیدونیک اسٹائل	: بوستروپھیدونیک سٹائل مخالف سمتوں میں متبادل لائنوں کی تحریر ہے، ایک لائن بائیں سے دائیں اور دوسری دائیں سے بائیں۔ کچھ اترسکان اور تقریباً چھٹی صدی قبل مسیح کی کچھ یونانی تحریریں اسی انداز میں لکھی گئی ہیں۔ یہ لفظ یونانی بوستروپھیدون سے ہے، جس کا لفظی معنی ہے 'بیلوں کی طرح پلٹنا' (ہل چلانے میں)۔
پشوپتی مہادیو	: پشوپتی ہندو دیوتا شیو کا یا 'حیوانوں کے خدا' کے طور پر ایک ہڑپائی دیوتا ہے۔
پیپل	: اسے بودھی درخت، پیپل کا درخت، یا اشوتھا درخت (ہندوستان اور نیپال میں) کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔ مقدس انجیر کو تین بڑے مذاہب میں مذہبی اہمیت سمجھا جاتا ہے جو برصغیر پاک وہند میں شروع ہوئے، ہندومت۔، بدھ مت اور جین مت۔
ماحولیاتی عدم توازن	: ماحولیاتی عدم توازن اس وقت ہوتا ہے جب قدرتی یا انسان کی وجہ سے پیدا ہونے والی خرابی، ماحولیاتی نظام کے قدرتی توازن میں خلل ڈالتی ہے۔
منگولائڈ	: اس نسل کا اصل وطن منگولیا تھا۔ منگولی، شمالی اور مشرقی پہاڑی سلسلوں سے گزر کر ہندوستان آئے۔
پروٹو -آسٹرالائڈ	: کی اصطلاح رولینڈ برج ڈکسن نے اپنی نسلی تاریخ آف مین (1923) میں استعمال کی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ پروٹوآسٹرالائڈ ذرائع آسٹریلوی باشندے ہیں۔

5.13 نمونہ امتحانی سوالات(Model Examination Questions)

5.13.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات(Objective Answer Type Questions)

1. آریائی اصطلاح کی تعریف کیجیے۔
2. ہڑپہ کے چند اہم مقامات کے نام لکھیں۔
3. ہڑپہ تہذیبوں کے جغرافیہ کا تذکرہ کیجیے۔
4. ہڑپہ کے کن مقامات سے گودی دریافت ہوا ہے۔
5. باؤسٹروفیڈونیک(Boustrophedonic)طرز تحریر سے آپ کیا سمجھتے ہیں۔
6. ہڑپہ تہذیب کے بانی کون تھے۔
7. ہڑپہ تہذیب کو ہڑپہ کی تہذیب کیوں کہا جاتا ہے۔
8. عظیم حمام کا مقصد کیا تھا۔
9. ہڑپہ تہذیب میں شہری مرکز کی اہم خصوصیات کیا ہیں۔
10. چند اہم دیوتاؤں اور دیویوں کے نام بتائیں جن کی ہڑپہ دور کے لوگ پوجا کرتے تھے۔

5.13.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات(Short Answer Type Questions)

1. ہڑپہ تہذیب کی ابتدا اور ارتقاء پر ایک نوٹ لکھیں۔
2. ہڑپہ دور کی تاریخوں اور تاریخ کو نمایاں کرتا ہے اس پر روشنی ڈالیں۔
3. ہڑپہ کی سیاسی حالت پر ایک نوٹ لکھیں۔
4. ہڑپہ دور میں اندرونی اور بین الاقوامی تجارت کے لیے مشہور اہم مقامات کا پتہ لگائیں۔
5. ہڑپہ کے لوگوں کی مذہبی زندگی پر ایک نوٹ لکھیں۔

5.13.3 طویل جوابات کے حامل سوالات(Long Answer Type Questions)

1. ہڑپہ تہذیب کے زوال کے ذمہ دار عوامل کا تنقیدی جائزہ لیں۔
2. ہڑپہ کے لوگوں کی سماجی مذہبی حالت پر بحث کیجیے۔
3. ہڑپہ دور کی معاشی زندگی پر ایک مضمون لکھیں۔

5.14 مزید مطالعہ کے لیے تجویز کردہ کتابیں (Suggested Books for Further Reading)

1. B.B. Lal and S.P. Gupta (eds.), *Frontiers of the Indus Civilization*, New Delhi, 1982.
2. Bridget Allchin and Raymond Allchin, *The Rise of Civilization in India and Pakistan*, Select Book Service Syndicate, Delhi, 1989.
3. D.D. Kosambi, *The Culture and Civilization of Ancient India in Its Historical Outline*, Vikas, New Delhi, 1987.
4. D.K. Chakrabarti, *The External Trade of the Indus Civilization*, Munshiram Manoharlal, New Delhi, 1990.
5. D.P. Agrawal and D.K. Chakrabarti (eds.), *Essays in Indian Proto-History*, New Delhi, 1979.
6. Gregory L. Possehl, *The Indus Civilization*: *A Contemporary Perspective*, Vistaar Publications, New Delhi, 2003.
7. John Marshall, *Mohenjodaro and the Indus Civilization*, Vols. I and II, 1973.
8. Jonathan Mark Kenoyer, *Ancient Cities of the Indus Valley Civilization*, Oxford University Press and American Institute of Pakistan Studies, Karachi, 1988.
9. Nayanjot Lahiri, *The Decline and Fall of Indus Civilization*, Permanent Black, New Delhi, 2000.
10. R. E.M. Wheeler, *The Indus Civilization*, London, 1968.
11. Shereen Ratnagar, *Understanding Harappa-Civilization in the Greater Indus Valley*, Tulika Publication, New Delhi, 2017.
12. ______________, *The End of the Great Harappan Tradition*, Manohar, New Delhi, 2000.

اکائی 6۔ ویدک دور

(Vedic Period)

اکائی کے اجزا

6.0 تمہید

6.1 مقاصد

6.2 آریاؤں کی ہجرت

6.3 ابتدائی ویدک دور

6.3.1 رگویدک آریاؤں کی توسیع

6.3.2 ویدک ادب

6.3.3 ویدک ادب کا عمومی جائزہ

6.3.4 اہم ویدک تصورات

6.3.5 مذہبی حالات

6.3.5.1 اہم ویدک دیوتا/دیوی

6.3.5.2 عبادت کا طریقہ

6.3.6 سماجی زندگی

6.3.7 معاشی حالات

6.3.8 سیاسی حالات

6.4 آخری ویدک دور

6.4.1 تبدیلی اور تسلسل

6.4.2 آخری ویدک دور میں آریاؤں کی توسیع

6.4.3 سماجی زندگی

6.4.3.1 پروشارتھ کا تصور

6.4.3.2 ورن، گوتر اور آشرم کا تصور

6.4.3.3 خواتین کی حیثیت میں تبدیلی

6.4.4 مذہبی حالات

6.4.5 معاشی حالات

6.4.6 سیاسی حالات اور تبدیلیاں

6.5 اکتسابی نتائج

6.6 کلیدی الفاظ

6.7 نمونہ امتحانی سوالات

6.7.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات

6.7.2 معروضی جوابات کے حامل سوالات

6.7.3 طویل جوابات کے حامل سوالات

6.8 مزید مطالعہ کے لیے تجویز کردہ کتابیں

6.0 تمہید (Introduction)

ویدک ثقافت کی بنیاد ہندوستان میں آریاؤں نے رکھی تھی جو اپنی پیشرو، ہڑپہ تہذیب کے برعکس تھی۔ جہاں ہڑپہ تہذیب ایک شہری تہذیب تھی وہیں ویدک تہذیب کی بنیاد دیہی زندگی تھی۔ ویدک دور کا آغاز ہڑپہ تہذیب کے خاتمے سے جڑا ہوا ہے، حالانکہ یہ واضح نہیں ہے کہ ہڑپہ تہذیب کے زوال میں آریاؤں کا کوئی کردار تھا بھی یا نہیں۔ 1500 ق م سے 500 ق م کے درمیان تقریباً ہزار سال کو آریائی یا ویدک دور کہا جاتا ہے جس کو ابتدائی (تقریباً 1500 ق م سے 1000 ق م) اور آخری ویدک دور (1000 ق م سے 600 ق م) میں تقسیم کیا گیا ہے۔ دونوں ادوار کی ثقافتوں کے درمیان کچھ حد تک یکسانیت ہے تو کچھ اختلافات بھی ہیں۔ ابتدائی ویدک دور میں سپت سندھو (لغوی معنی: سات ندیاں) علاقے میں آریائی قبائل کے بسنے کی نشاندہی کی گئی تھی۔ آخری ویدک دور نے ایک زیادہ ترقی یافتہ ثقافت کی ترقی کو دیکھا۔ ویدک نام 'ویدوں' سے لیا گیا ہے جو آریاؤں کی مقدس تحریریں ہیں اور اس دور کی معلومات کا ایک اہم ذریعہ ہیں۔ ابتدائی ویدک دور سے متعلق واضح آثاری شواہد دستیاب نہیں ہیں۔ چونکہ آریا اس دور میں بنیادی طور پر قبائلی زندگی گزار رہے تھے۔ لہٰذا، اس دور کے متعلق ہماری معلومات بنیادی طور پر رگوید پر مبنی ہے، جو کہ پہلا اور سب سے قدیم وید ہے۔

ہڑپائی تہذیب کے شہر 1750 ق م میں غائب ہو گئے، نتیجتاً ان کا معاشی اور انتظامی نظام بھی آہستہ آہستہ زوال پذیر ہو گیا۔ تقریباً

دو صدیوں بعد ہند آریائی زبان 'سنسکرت' بولنے والے شمال مغربی ہندوستان میں داخل ہوئے۔ان کی ابتدائی آبادیاں شمال مغرب کی وادیوں اور پنجاب کے میدانی علاقوں میں تھیں۔ بعد میں وہ ہندگنگا کے میدانی علاقوں میں بس گئے۔چونکہ بنیادی طور پر وہ خانہ بدوش چرواہے تھے اس لیے ہمیشہ چراگاہوں کی تلاش میں رہتے تھے۔ چھٹی صدی قبل مسیح تک انہوں نے پورے شمالی ہند پر قبضہ کر لیا، جسے 'آریاورت' کہا جاتا تھا۔

6.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کے مطالعے کے بعد آپ

- ویدک دور یا آریائی دور کے بارے میں معلومات حاصل کر سکیں گے۔
- ویدک ادب اور اس کی اہمیت کو جان سکیں گے۔
- ابتدائی ویدک دور کے حالات زندگی اور طرز معاشرت کا جائزہ لے سکیں گے۔
- رگویدک زندگی اور آخری ویدک دور کے درمیان یکسانیت اور فرق کا پتہ لگا سکیں گے۔
- ابتدائی ویدک دور سے آخری ویدک دور میں سماجی، اقتصادی، سیاسی اور مذہبی تبدیلیوں کا جائزہ لے سکیں گے۔

6.2 آریاؤں کی ہجرت (Migration of the Aryans)

ویدک منتروں کے خالق آریہ تھے، لیکن آریائی کون تھے؟ 19ویں صدی میں اور اس کے کافی بعد تک آریاؤں کو ایک نسل سمجھا جاتا تھا۔ حالانکہ موجودہ تحقیق میں اب اسے لوگوں کے ایک لسانی گروہ کے طور پر سمجھا جاتا ہے جو ہند-یورپی زبانیں بولتے تھے جس میں سنسکرت، لاطینی اور یونانی وغیرہ شامل تھیں۔ یہ ان زبانوں کے الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے جو آواز اور معنی میں ایک جیسے ہیں۔ مثلاً سنسکرت الفاظ 'ماتری' اور 'پتری'، لاطینی 'mater' اور 'pater' سے ملتے جلتے ہیں۔اسی طرح قدیم ترکی میں ہٹی زبان کا **'اناد'** ویدوں کے **'اندرا'** سے ملتا جلتا ہے۔ قدیم عراق میں کسائٹ قوم کے 'سوریہ' اور 'مروتش' دیوتا ویدک 'سوریا' اور 'ماروت' کے مساوی ہیں۔ میکس مولر کے مطابق بنیادی طور پر آریہ قبائل جنوبی روس سے وسطی ایشیا تک پھیلے گھاس کے میدانوں (Steppies) میں کہیں رہتے تھے۔ یہاں سے ان میں سے ایک گروہ نے شمال مغربی ہندوستان کی طرف ہجرت کی اور انہیں ہند آریہ یا صرف آریہ کہا جانے لگا۔اس نقل مکانی کے آثاری شواہد جنوبی سائبیریا میں واقع آندرونووو ثقافت (Andronovo Culture) سے ملتے ہیں جو کہ 2000 سے 1450 ق م کے درمیان پروان چڑھی۔ یہاں سے یہ لوگ ہندوکش کے شمال میں بیکٹریا-مارجیانا (Bactria–Margiana) آثاری احاطے کے نام سے مشہور علاقے میں وارد ہوئے اور پھر وہاں سے ہندوستان میں داخل ہوئے۔ 1900 قبل مسیح اور 1500 ق م کے درمیانی عرصے کے دوران ہمیں ان خطوں میں گھوڑوں، ڈنڈی دار پہیوں، آتشی مسلک اور مردے کو جلانے کے شواہد ملے جو ہندوستان میں آریائی زندگی کا اہم حصے تھے۔ان کے علاوہ، مصنوعات اور پکے برتن بھی وسطی ایشیائی خطے سے جنوبی ایشیائی خطے میں لوگوں کی نقل و حرکت کا نشاندہی کرتے ہیں۔

6.3 ابتدائی ویدک دور (Early Vedic Period)

6.3.1 رگویدک آریاؤں کی توسیع (Expansion of the Rig Vedic Aryans)

رگویدک لوگ خود کو آریائی کہتے تھے۔ وہ جس جغرافیائی علاقے میں رہتے تھے اس کا تفصیلی علم رکھتے تھے جیسے نام اور محل وقوع اور جغرافیائی خصوصیات وغیرہ۔ مثلاً متعدد دریاؤں اور پہاڑوں کا ذکر رگوید میں ملتا ہے جو ان کے مسکن 'آریہ ورت' کے جغرافیائی محل وقوع کو ظاہر کرتا ہے۔ رگوید کے ندی سوکت منتر میں 21 ندیوں کا ذکر ہے۔ دریاؤں کا نام مشرق سے مغرب تک ایک خاص ترتیب میں دیا گیا ہے یعنی مشرق میں گنگا اسے مغرب میں کبھا (کابل) تک۔ یمونا، سرسوتی، ستلج، راوی، جہلم اور سندھ جیسی ندیاں گنگا اور کابل کے درمیان واقع ہیں۔ ہمالیہ اور جام ونت پہاڑ شمال میں واقع ہیں۔ سَمُدر (سمندر) کا ذکر دریائے سندھ اور دریائے سرسوتی کے سلسلے میں ہوا ہے جو سمندر میں ملتی تھی یا پھر سمندر کا تذکرہ بیرونی تجارت کے حوالے سے کیا گیا ہے۔ ابتدائی ویدک قبائل موجودہ مغربی اتر پردیش، ہریانہ، پنجاب، راجستھان، گجرات، پاکستان اور افغانستان کے جنوب میں پھیلے ہوئے تھے۔ دشراج یدھ (دس راجاؤں کی جنگ) کے سلسلے میں، رگوید میں بھرت قبیلے کے 'سوداس' کے خلاف جنگ میں حصہ لینے والے دس راجاؤں کے نام بتائے گئے ہیں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ ویدک قبائل کا رہائشی علاقہ کئی شاہی اور غیر شاہی ریاستوں میں بٹا ہوا تھا۔ پروشنی (راوی) ندی کے کنارے لڑی گئی مذکورہ بالا جنگ میں سوداس فاتح کے طور پر ابھرا اور اس کے قبیلے کا نام 'بھارت ورش' پورے آریہ ورت کے لیے استعمال کیا جانے لگا۔ وہ بھرت قبیلے کے لوگ تھے جو سرسوتی اور یمونا دریاؤں کے درمیانی علاقے میں آباد تھے۔ رگوید دوسرے لوگوں کے مقامات کا بھی ذکر کرتا ہے، جیسے کر کشیتر علاقے میں پرو، راوی کے مشرق میں تریتس، الینس اور پاختس، سندھ کے مغرب میں (دریائے کابل تک) بھلاناس اور سبیس وغیرہ۔

6.3.2 ویدک ادب (Vedic Literature)

ویدوں کی ابتدا اور ارتقا کی تاریخی معلومات کے بارے میں ہمارے مورخین اور محققین کے درمیان مختلف نظریات ہیں، تاہم یہاں ہم ایک خاص نظریہ پیش کرتے ہیں۔

- رگوید سمہیتا کا دور (1500 سے 1000 قبل مسیح)
- بعد کی سمہتاؤں، برہمنوں اور اپنشدوں کا دور (1000 سے 500 قبل مسیح)

وید کا لفظی معنیٰ 'علم' ہے۔ یہ ایک ماخذ ہے جس کی تین شکلیں ہیں اور اسے اکثر تری وید (تین وید) کہا جاتا ہے، رگ، یجر اور سوم۔ اس پس منظر میں وید کے معنی 'تخلیق' کے ہیں اور تینوں ویدوں کا مطلب ہے رگ (اگنی یا آگ)، یجر (وایو یا ہوا) اور سوم (آدتیہ یا سورج) کی تین گنا تخلیق۔ 'اتھروا' سے مراد 'سوم' یا وہ جوہر ہے جس کے بغیر مذکورہ تینوں زندہ نہیں رہ سکتے۔ مشہور نظریہ یہ ہے کہ ویاس رشی نے ویدک منتروں کو الگ کر کے اس سمہتا کو چار حصوں میں تقسیم کیا، یعنی رگ سمہتا، یجر سمہتا، سوم سمہتا اور اتھروا سمہتا اور اس طرح ہم کہتے ہیں کہ وید چار ہیں۔

6.3.3 ویدک ادب کا عمومی جائزہ (General Survey of Vedic Literature)

ہر ایک وید، جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں، چار حصوں پر مشتمل ہے، یعنی سمہتا، برہمن، آرنیک اور اپنشد۔ یہاں، ہم ہر وید کے ان چار حصوں کو مختصراً بیان کریں گے۔

رگوید: لفظ 'رگ' کا مطلب استوتی (تعریف) ہے اور ان مناجات کا مجموعہ 'رگوید' منظوم شکل میں ترتیب دیا گیا ہے۔ رگوید کو معلومات کی سب سے قدیم دستاویز سمجھا جاتا ہے اور اس کی زبان کو سب سے قدیم سمجھا جاتا ہے۔ رگوید سمہتا کی پانچ شاخیں ہیں، وہ یہ ہیں: شکل، واسکل، اشلاین، سانکھیہ اور منڈکاین۔ رگوید میں سوکت اور منڈل شامل ہیں۔ سوکت کا مطلب ہے جو کسی معتبر ذریعہ سے حاصل کیا گیا ہو جبکہ منڈل رگوید کے حصے ہیں۔ رگوید میں دس منڈل (باب) ہیں جن میں پچاس انوبھاگ (ذیلی حصے) ہیں جن میں سوکت (منتر) منظم کیے گئے ہیں۔ صرف دوسرے سے ساتویں منڈل کو ہی قدیم ترین مانا جاتا ہے۔ رگوید کے دستیاب دو برہمن اور آرنیک ہیں: ایتریہ برہمن اور سانکھیہ برہمن؛ ایتریہ آرنیک اور سانکھیہ آرنیک۔ رگ وید کے مشہور اپنشد کوشیتکی اور ایتریہ اپنشد ہیں۔

یجروید: یہ یگیہ (یگیہ) یا قربانی کی رسومات کی مختلف تفصیلات کے ساتھ نثر کی شکل میں پایا جاتا ہے۔ یجروید کے دو حصے ہیں، یعنی کرشن یجروید اور شکل یجروید۔ کرشنا یجروید منتروں اور برہمنوں کا مجموعہ ہے، جبکہ شکل یجروید بنیادی طور پر منتر کے حصے ہیں۔ کرشنا یجروید کی پچاس شاخوں میں سے آج صرف چار شاخیں موجود ہیں (تیتیریہ، میترین، کٹھا اور کپلاشتھا کٹھا)۔ شکل یجروید کو مزید مدھیاندن شاخ اور کنو شاخ میں تقسیم کیا گیا ہے۔ شکل یجروید کی ان دونوں شاخوں کے مندرجات کی ترتیب میں صرف تھوڑا سا فرق ہے۔ کرشن یجروید کا مشہور دستیاب برہمن تیتیریہ برہمن ہے اور شکل یجروید کا شت پتھ برہمن ہے۔ یجروید کے اہم آرنیک تیتیریہ آرنیک اور برہد آرنیک ہیں۔ کرشنا یجروید کی وسیع پیمانے پر پڑھی جانے والی اپنشدیں کٹھواپنشد اور تیتیریا پنشد ہیں۔ شکل یجروید کے اپنشد برہد آرنیک اور اشواپنشد ہیں۔

سام وید: سام وید، رگوید پر مبنی ہے جو کہ موسیقی کی شکل میں ترتیب دیا گیا ہے۔ سام وید دو اہم حصوں پر مشتمل ہے، ارچیکا اور گانم۔ ارچیکا حصہ وہ ہے جو الفاظ کے معانی پر مشتمل ہے اور یہ تانوں کا مجموعہ ہے۔ اسے مزید پورو آرچیکا اور اتر آرچیکا میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پورو آرچیکا چھ ابواب پر مشتمل ہے اور اسے چار حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے جیسے اگنی پورو (اگنی سے متعلق منتر)، اندرا پورو (اندر سے متعلق منتر)، پاوامن پورو (سوم سے متعلق منتر)۔ اس کے دو آرنیک ہیں چھندوگیہ اور کین اپنشد۔

اتھروید: اتھروید 9 شاخوں پر مشتمل ہے اور ہمارے پاس ایسی صرف دو شاخیں دستیاب ہیں؛ سونکیہ شاخ اور پپلد اشاخ۔ اتھروید کی تین سمہتائیں ہیں، آشی، آچاریہ اور ودھی پریوگ سمہتا۔ اتھروید کا واحد دستیاب برہمن گوپتھ برہمن ہے جو کہ دو حصوں پر مشتمل ہے پورو گوپتھ اور اتر گوپتھ۔ اب تک ہمیں اتھروید کا کوئی آرنیک نہیں ملا، صرف تین نمایاں اپنشد ہیں پرشن اپنشد، منڈک اپنشد اور منڈوکیہ اپنشد

6.3.4 اہم ویدک تصورات (Important Vedic Concepts)

اب ہم مختصر طور پر ویدوں کے چار حصوں میں پائے جانے والے متنوع موضوعات پر غور کریں گے اور پھر کچھ اہم تصورات اخذ

کریں گے جو ویدک مذہب اور فلسفہ کی بنیاد کے طور پر کام کرتے ہیں۔ رگ ویدک منڈلوں میں ہمیں بہت سے دنیاوی معاملات کا ذکر ملتا ہے جو خاص طور پر انسانی زندگی سے متعلق ہیں جیسے شادی اور عائلی زندگی کا ابتدائی ذکر رگوید میں نظر آتا ہے۔ رگویدک سوکتوں میں صدقہ (دان) کی اہمیت کو اجاگر کیا گیا ہے۔ ساتھ ہی رگوید کے کچھ قابل گرفت سوکت بھی ہیں جو کہ بعد والے دسویں منڈل میں ہی دکھائی دیتے ہیں جیسے نشادیہ سوکت (129)، پروش سوکت (90)، ہیرنیہ گربھ سوکت (121) وغیرہ۔ یجروید ہر فرد کے روزآنہ فرائض کو بیان کرتا ہے جبکہ اتھروید قدیم حکمرانی اور نظم و نسق کا حوالہ دیتا ہے۔ اتھروید میں اور بھی بہت سے کاموں کی تفصیل ہے جیسے دشمن پر فتح، دولت کا حصول، بطور خاص طب، بیماری اور علاج پر مباحث وغیرہ۔ اتھرویدک آیوشیہ سوکت، لمبی صحت مند زندگی کی دعا کے لیے کافی مشہور ہے۔

جب تک ویدوں کے برہمن حصے کی ترقی ہوئی اس وقت تک سماج ایک مشترکہ مقصد کے ساتھ اچھی طرح درجہ بند ہو چکا تھا۔ اس دور میں انفرادی اور مجموعی فائدے کے لیے رسومات کی ادائیگی نے غلبہ حاصل کر لیا تھا جو ورن (طبقے) اور آشرم (زندگی کے مرحلے) کی شکل میں منظم ویدی سماج کی بنیاد تھی۔ رسوم یا یگیہ ایک ہم آہنگ زندگی کے لیے ضروری ہو گئے ہے۔ ایک رسم میں دو طرح کی عبادتیں ہوتی تھیں، ایک غور و فکر اور دوسری بیان اور تقریر۔

آرنیک حصوں کی نشو و نما میں ہمیں وقت کے اچھی طرح سے متعین تصورات ملتے ہیں۔ مختلف موسموں اور جانداروں کی صحت پر ان کے اثرات کی تفصیل ہے۔ صحیفے کے مطالعہ کی اہمیت اور پانچ لازمی اعمال (پنچ مہایجن) اس حصے میں پائے جاتے ہیں۔ پانچ لازمی اعمال، دیوتاؤں کی عبادت، اساتذہ کے نسب کی عبادت، آباء واجداد کی عبادت، انسانیت کی خدمت اور جانوروں اور پودوں کی خدمت۔ ہمیں یہاں پرانایام (سانس پر مراقبہ/استغراق) کی تفصیل ملتی ہے۔ اپنشد حتمی سچائی کی نوعیت کے متعلق فلسفیانہ تحقیقات پر گفتگو کرتے ہیں اور فکر کو آزاد کرنے والے علم کو ظاہر کرتے ہیں۔

6.3.5 مذہبی حالات (Religious Conditions)

آریاؤں کی مذہبی زندگی نہایت ہی سادہ تھی۔ وہ فطرت کے مختلف مظاہر جیسے سورج، چاند، آسمان، طلوع فجر، گرج، بجلی اور ہوا کی پوجا کرتے تھے۔ ویدک منتر، فطرت کی تعریف میں لکھے گئے تھے۔ رگوید میں بتایا گیا ہے کہ آریاؤں کے ذریعہ 33 دیوتاؤں اور دیویوں کی پوجا کی جاتی تھی۔

- زمینی دیوتا جیسے پرتھوی، اگنی، برہسپتی اور سوم
- ماحول کے دیوتا جیسے اندر، رودر (بجلی)، مروت، وایو (ہوا) اور پرجنیہ
- آسمانی دیوتا جیسے برہما (آسمان)، ورون (کائنات)، اوشا (صبح)، اشون (گودھولی اور صبح کے ستارے)، سوریہ، مترا، ساوتری اور وشنو وغیرہ

6.3.5.1 اہم ویدک دیوتا/دیوی (Important Vedic God/Goddess)

آریہ لوگ فطرت کے پرستار تھے۔ انہوں نے فطرت کی خیر خواہ اور ظالمانہ طاقتوں کے تصورات بنائے اور ان کی عبادت کی۔

- اندر: اندر کو جنگوں کا خدا سمجھا جاتا تھا۔ چرواہے ہونے کی وجہ سے ویدک لوگوں میں مویشیوں کو دولت سمجھا جاتا تھا لہٰذا ہمیں اس عرصے میں مویشیوں کے چھاپے اور مویشیوں کے تحفظ کے واقعات اکثر دیکھنے کو ملتے ہیں۔ قدرتی طور پر، مویشیوں کے لیے جنگوں کی بڑی اہمیت تھی، اس لیے اندر کو دیگر تمام دیوتاؤں کے درمیان اہمیت حاصل ہوئی۔
- ورون: ویدک لوگوں کے عقیدے کے مطابق پوری کائنات کسی نہ کسی اصول کے ساتھ چلتی ہے جسے 'رت' کہا جاتا ہے۔ ورون کو اس رت کا قابو کرنے والا سمجھا جاتا تھا، لہذا کائنات میں ترتیب کو برقرار رکھنے کے لیے ویدک لوگ ورون کی پوجا کیا کرتے تھے۔
- اگنی: یہ سمجھا جاتا تھا کہ یگیہ اور اس میں جلنے والی اگنی (آگ) ایک ذریعہ ہے جس کے ذریعے قربانی یا نذرانہ دیوتاؤں تک پہنچ سکتا ہے۔ فطری طور پر ویدک لوگوں کی مذہبی رسومات میں یگیہ ایک اہم حصہ رکھتا تھا۔ گھریلو اور اجتماعی سرگرمیاں یگیہ کے بغیر نامکمل سمجھی جاتی تھیں، لہذا اگنی (آگ) کو لوگوں اور دیوتاؤں کے درمیان ایک رابطے کے طور پر سمجھا جاتا تھا اور اسی بناء پر ویدک لوگ اس کی پوجا کرتے تھے اور اسے زمین پر سورج کی نقل کہتے تھے۔
- سوریہ: ویدک لوگ سوریہ (سورج) کی متر (دوست) کے طور پر پوجا کرتے تھے اور اسے توانائی کا ذریعہ سمجھا جاتا تھا۔ بعد کے دور میں سوریہ، ممتاز دیوتا بن گیا اور وشنو کے ساتھ ضم ہو گیا۔
- اوشا: اوشا (صبح) کو ویدک لوگ جوش اور الہام کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ رگوید میں بہت سے منتر اوشا کے لیے وقف ہیں۔
- پرتھوی: پرتھوی (زمین) کی پوجا کی جاتی تھی، کیونکہ وہ تمام جانداروں کی ماں ہے۔
- یم: یم موت کا دیوتا تھا۔ اس کی عبادت اس کے احسان کے لیے نہیں بلکہ اس سے بچنے کے لیے کی جاتی تھی۔
- رودر: رودر طوفانوں کا دیوتا تھا۔ یم کی طرح اس کے غضب سے بچنے کے لیے اس کی پوجا کی جاتی تھی۔

6.3.5.2 عبادت کا طریقہ (Method of Worship)

ان کی عبادت کا طریقہ سادہ تھا۔ ویدک عبادت کا مطلب بنیادی طور پر صرف عبادت اور دعا تھا جس کا بڑا حصہ منتروں کی ادائیگی سے متعلق ہے۔ آریاؤں نے مختلف دیوتاؤں کو خوش کرنے کے لیے منتر گائے۔ یگیہ یا قربانی دیوتاؤں اور دیویوں کو خوش کرنے کا ایک اور طریقہ تھا۔ اس میں دودھ، گھی، اناج، شراب، پھل وغیرہ آگ میں چڑھایا کرتے تھے۔ کبھی کبھی گھوڑے، بھینس، مینڈھے، بیل، حتیٰ کہ گائے جیسے جانور بھی قربان کیے جاتے تھے۔ یہ قربانی کا ایک سادہ عمل تھا۔ ہر آریائی خاندان عبادت کی ادائیگی اور آتشی قربانی میں حصہ لیتا تھا۔ ابتدائی دور میں ان مذہبی امور کو انجام دینے کے لیے کوئی پجاری طبقہ نہیں تھا اور نہ ہی کوئی مندر بنایا گیا تھا بلکہ ان دنوں مورتی پوجا نا معلوم تھی۔

ویدک لوگ سادہ، خانہ بدوش چرواہے تھے۔ وہ قدرتی احسانات/آفات کے پیچھے کی وجہ کو نہیں سمجھ سکے۔ انہوں نے ان احسانات/آفات کو دیوتا کی شکل دے دی۔ وہ یا تو ان سے خوفزدہ تھے یا ان سے باقاعدہ احسان کی توقع رکھتے تھے۔ اسی مقصد کے لیے وہ ان دیوتاؤں کی عبادت کیا کرتے تھے۔ چونکہ وہ سادہ لوگ تھے، انہوں نے سوچا کہ خدا آسمان میں یا زمین کے اوپر رہ سکتے ہیں جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ آگ کا

دھواں آسمان تک جاتا ہے اس لیے ویدک لوگوں نے دھوئیں کو زمین اور آسمان یعنی خدا کے درمیان رابط کے طور پر سمجھا۔ اس طرح ہم ان کی مذہبی زندگی میں آگ کی اہمیت جان پاتے ہیں۔ اسی سلسلے میں ویدک لوگوں کا خیال تھا کہ اگر وہ آگ میں کھانا جمع کرتے ہیں، تو یہ دھوئیں کی صورت میں دیوتاؤں تک پہنچ جائے گا اور ان کو مطمئن کرے گا۔ نتیجتاً وہ یا تو ان کی حمایت کریں گے یا انہیں پریشان کرنا چھوڑ دیں گے۔ اس طرح اگنی خدا اور لوگوں کے درمیان ایک ذریعہ بن گئی اور یگیہ ویدک لوگوں کی مذہبی زندگی کا ایک ناگزیر حصہ بن گیا۔ ان یگیوں کے ساتھ تمام مذہبی رسومات (اور دعائیں) شامل تھیں۔ اگنی کی طرح، سوریا (سورج) بھی اہم تھا، اس لیے کہ یہ آسمان میں یگیہ کی علامت تھا۔ اسی لیے کچھ صدیوں کے بعد وشنو جیسا ایک اور معمولی خدا، سورج کے ساتھ ضم ہو گیا اور دوسروں کے درمیان ایک ممتاز خدا بن گیا۔

رگوید بنیادی طور پر دیوتاؤں کے لیے دعاؤں کا مجموعہ تھا۔ یہ دعائیں قربانی کے وقت پڑھی جاتی تھیں۔ قربانیوں یا یگیوں کو دیوتاؤں پر ایمان کے اظہار کا ذریعہ سمجھا جاتا تھا۔ عام طور پر یہ جنگوں میں کامیابی حاصل کرنے اور مویشی اور اولاد (بیٹے) حاصل کرنے کے لیے انجام دی جاتی تھیں۔ ہر ویدک خاندان اپنے گھر پر یہ قربانیاں انجام دیتے تھے۔ واضح رہے کہ یہ دعائیں اور قربانیاں روحانی خوشی حاصل کرنے یا فلسفیانہ پیاس کی تسکین کے لیے نہیں کی جاتی تھیں بلکہ واضح طور پر ان دیوتاؤں سے مادی فوائد حاصل کرنے کے لیے انجام دی جاتی تھیں جنہیں طاقتور سمجھا جاتا تھا۔

ابھی تناسخ یا پنر جنم کا نظریہ مکمل طور پر قائم نہیں ہوا تھا اور نہ رگویدک منتروں میں موت کے بعد کی زندگی کے بارے میں کوئی مستقل نظریہ تھا۔ موت کے بعد کی زندگی کا رگویدک نظریہ بہت مبہم تھا۔ آتما (روح) **پترلوک** (اجداد کی سرزمین) کی طرف روانہ ہوئی اور اسے یم نے حاصل کیا اور پھر اس کے اعمال کے مطابق اسے انعام یا سزا دی گئی۔ روح کی منتقلی کا نظریہ ابھی عام نہیں ہوا تھا۔ ویدک آریاؤں کی روحانی زندگی سادہ تھی انہوں نے دعا اور قربانی کے ذریعے فطرت کی عبادت کی جو بعد کے ہندو مذہب سے یکسر مختلف تھی۔ ویدک آریہ اپنی دعاؤں میں خوشحالی، اولاد، مویشی، دولت، خوراک، حکمرانی، صحت، لمبی عمر، بارش، فتح، بینائی، صفائی، بے گناہی، سیر و سیاحت اور تفریح کی اجازت، وغیرہ کی دعا کرتے تھے۔

6.3.6 سماجی زندگی (Social Life)

رگویدک سماج میں بنیادی سماجی اور سیاسی اکائی، پدر حاکمانہ خاندان تھا جس میں تین سے چار نسلوں کے افراد شامل تھے۔ خاندان کے لیے 'کل' اصطلاح کا ذکر بہت کم ملتا ہے جبکہ 'گریہہ' خاندان کے لیے زیادہ مقبول اصطلاح تھی۔ خاندان کے سب سے بڑے مرد رکن کو کلپ (خاندان کا محافظ) اور گرہ پتی (گھر کا مالک) کے نام سے جانا جاتا تھا۔ سماجی ڈھانچہ رشتہ داری پر مبنی تھا۔ آریاؤں کے خاندان مشترکہ تھے، اور باپ کو بچوں پر بڑا اختیار تھا۔ باپ اگرچہ مہربان اور پیار کرنے والا تھا لیکن بعض اوقات وہ اپنی اولاد پر ظالم بھی ہو جاتا تھا۔ رگوید سے ہم ایک ایسے باپ کے بارے میں جانتے ہیں جس نے اپنے بیٹے کو فضول خرچی کی وجہ سے اندھا کر دیا۔

ابتدائی ویدک دور میں خواتین کو سماج میں ایک معزز مقام حاصل تھا۔ بیوی گھر کی مالکن اور غلاموں پر حاکم تھی۔ تمام مذہبی

تقریبات میں وہ اپنے شوہر کے ساتھ شریک ہوتی تھی۔ ویدک سماج میں پردہ اور ستی کا رواج نہیں تھا۔ لڑکیوں کی تعلیم کو نظر انداز نہیں کیا گیا تھا، بلکہ رگوید میں کچھ پڑھی لکھی خواتین کا بھی ذکر کیا گیا ہے جیسے وشواورا، اپالا اور گھوسا جنہوں نے منتر لکھے اور رشیوں کا درجہ حاصل کیا۔ لڑکیوں کی شادی بلوغت کے بعد کر دی جاتی تھی ساتھ ہی سماج میں 'سویمور' کا رواج بھی تھا۔ عام رواج یک زوجگی کا تھا حالانکہ راجاؤں اور سرداروں کی کئی کئی بیویاں ہوا کرتی تھیں۔ بیواؤں کو دوبارہ شادی کی اجازت بھی حاصل تھی۔

آریائی لوگ سوتی، اون اور ہرن کی کھال سے بنے کپڑے پہنتے تھے۔ ملبوسات تین حصوں پر مشتمل تھے -ایک زیر جامہ جسے 'نیوی' کہا جاتا تھا، ایک لباس جسے 'واس' یا 'پریدھان' کہا جاتا تھا اور ایک چادر جسے 'ادھیواسا'، 'اٹکا' 'ڈروپی' کہا جاتا ہے۔ کپڑوں پر بھی سونے کی کڑھائی کیجاتی تھی، مرد اور عورت دونوں سونے کے زیور پہنتے تھے؛ خواتین کان کی بالیاں، گلے میں ہار، چوڑیاں اور پازیب استعمال کرتی تھیں۔ یہ زیورات بعض اوقات قیمتی پتھروں سے جڑے ہوتے تھے، نیز مرد اور عورت دونوں اپنے بالوں میں تیل لگاتے اور زلفوں اور لٹوں میں کنگھی کرتے، مرد داڑھی اور مونچھیں رکھتے تھے لیکن بعض اوقات ان کو منڈواتے تھے۔

آریائی سبزی اور گوشت دونوں کھاتے تھے، چاول، جو، پھلیاں اور تل اہم غذائیں تھیں وہ پھلوں کے ساتھ روٹی، دودھ، گھی، مکھن اور دہی بھی کھاتے تھے۔ مچھلی، پرندے، بکرے، مینڈھے، بیل اور گھوڑے ان کی خوراک کے لیے ذبح کیے جاتے تھے۔ وہ جو مکئی اور جو سے بنی شراب (سورا) اور سوم (مقدس مشروب) کا رس بھی پیتے تھے۔ رگویدک لوگ اپنی فرصت کا وقت مختلف تفریحات جیسے؛ جوا، جنگ، رقص، رتھ کی دوڑ، شکار، مکے بازی اور موسیقی میں گزارتے تھے۔ خواتین رقص اور موسیقی میں اپنی مہارت کا مظاہرہ کرتیں۔ گلوکار کئی قسم کے موسیقی آلات استعمال کرتے تھے۔

رگویدک دور میں تعلیم کو بہت اہمیت دی جاتی تھی۔ ایسے گروکل تھے جو شاگردوں کو ان کی مقدس دھاگے کی تقریب کے بعد تعلیم دیتے تھے۔ پوری ہدایات زبانی دی جاتی تھی۔ ویدک تعلیم کا مقصد دماغ اور جسم کی مناسب نشوونما تھا۔ شاگردوں کو اخلاقیات، فن جنگ، دھات کا فن اور برہما اور فلسفہ کا تصور اور بنیادی علوم جیسے زراعت، مویشی پالنا، اور دستکاری کے بارے میں بھی سکھایا جاتا تھا۔

6.3.7 معاشی حالات (Economic Conditions)

پہلے یہ خیال کیا جاتا تھا کہ رگویدک معیشت بنیادی طور پر زراعت اور کسانوں پر مبنی معیشت تھی۔ تاہم حالیہ مطالعے سے یہ ظاہر ہوا ہے کہ رگویدک معیشت بنیادی طور پر چراگاہوں پر مشتمل تھی حالانکہ اس کی جڑ جس سے آریہ اصطلاح اخذ کی گئی ہے اس کا مطلب ہے کاشت کرنا۔

رگویدک دور میں لوگ گاؤں میں رہتے تھے۔ گھر لکڑی اور بانس سے بنے تھے اور ان کی چھت گھاس کی (چھپر) اور فرش مٹی کے تھے۔ رگوید کے منتر '**پور**' کا حوالہ دیتے ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ **پور**، قلعہ بند جگہیں تھیں اور حملے کے خطرے کے دوران پناہ گاہوں کے طور پر کام

کرتی تھیں۔ رگوید میں لفظ نگر (شہر) نہیں پایا جاتا ہے۔ گرام (گاؤں) کا سربراہ گرامنی گاؤں کا چوہدری تھا، جو گاؤں کے عام معاملات دیکھتا تھا۔ ایک اور افسر تھا جسے پرجاپتی کے نام سے جانا جاتا تھا جو کلپوں یا خاندانوں کے سربراہوں کی جنگ میں قیادت کرتا تھا۔

رگوید کے حوالہ سے پتہ چلتا ہے کہ اس زمانے کی معیشت بنیادی طور پر چراگاہی تھی لیکن زراعت لوگوں کا ایک اور اہم پیشہ تھا۔ اُنہوں نے بیلوں کے جوڑے کے ذریعے کھیت میں ہل چلایا۔ رگوید میں یہاں تک ذکر کیا گیا ہے کہ زمین میں ہل چلانے کے لیے ایک ہی وقت چوبیس بیل ایک ہل کے حصے سے جوڑے جاتے تھے۔ جتی ہوئی زمین کو اروا یا کھیترا کے نام سے جانا جاتا تھا۔ نہروں سے آبپاشی کے ذریعے کھیتوں میں پانی پہنچایا جاتا تھا۔ کھاد کا استعمال انہیں معلوم نہیں تھا۔ بنیادی طور پر جو اور گندم کاشت کی جاتی تھی اور کپاس اور تل کے بیج بھی اگائے جاتے تھے۔ کاشت اگرچہ بڑے پیمانے پر نہیں ہوتی تھی لیکن زراعت ان کی آمدنی کا اہم ذریعہ تھی۔

مویشیوں کی افزائش، زراعت کے ساتھ ساتھ رگویدک دور کے لوگوں کی زندگی کا اہم ذریعہ تھا، گوسو (مویشیوں) کے لیے ویدوں میں دعائیں پائی جاتی ہیں۔ گائے کو بڑے احترام سے رکھا جاتا تھا اور گائے آریاؤں کی دولت اور خوشحالی کی علامت تھی۔ کبھی کبھار گائے کو تبادلے کے طور پر بھی استعمال کیا جاتا تھا۔ آریاؤں نے گھوڑے، بیل، کتے، بکری، بھیڑ، بھینس اور گدھے جیسے پالتو جانور بھی پالے تھے۔

زراعت اور مویشی پالنے کے علاوہ آریاؤں کے دوسرے پیشے بھی تھے۔ بُنائی بھی ان کا اہم پیشہ تھا۔ ہم نے رنگ اور کشیدہ کاری کی ذیلی صنعتوں میں کام کرنے والوں کے ساتھ مل کر اُون اور کپاس کے بُننے والوں کے بارے میں پڑھا ہے۔ بڑھئی، گھر، رتھ، گاڑیاں، گھریلو برتن اور سامان بناتے تھے۔ پھر لوہار تھے جو مختلف ضروریات زندگی فراہم کرتے تھے جن میں باریک سوئی اور استرے سے لے کر درانتی، ہل، نیزے اور تلواریں بھی شامل تھیں۔ سنار زیورات جیسے کان کی بالیاں، چوڑیاں، ہار، کنگن وغیرہ بناتے تھے۔ طبیب بیماریوں کا علاج کیا کرتے تھے۔

6.3.8 سیاسی حالات (Political Conditions)

ایسی کچھ اصطلاحات ملتی ہیں جو ویدک لوگوں کی ایک خاص قسم کی انتظامی تقسیم کو ظاہر کرتی ہیں۔ ویدک آریہ خانہ بدوش تھے اور قبیلوں کی صورت میں منظم تھے۔ ہمیں ویدوں میں آریاؤں کے متعدد قبائل کے حالات بھی ملتے ہیں۔ ہر قبیلہ متعدد خاندانوں کے ایک گروہ پر مشتمل تھا۔ ایک خاندان کو 'کل' اور اس کے سربراہ کو 'کل پتی' کہا جاتا تھا۔ ایسے کلوں کے گروہ کو 'وش' اور اس کے سردار کو 'وشپتی' کہا جاتا تھا۔ متعدد وشوں سے ایک قبیلہ بنتا تھا جسے 'جن' اور اس کے سردار کو 'جن پتی' کہا جاتا تھا۔ کئی قبائل مل کر ایک 'راشٹر' بناتے تھے جس کا سربراہ راجا کہلاتا تھا۔ وہ جگہ جہاں قبیلہ رہتا تھا اسے گرام کہا جاتا تھا اور گرام کی بڑی شکل کو 'جن پد' کہا جاتا تھا۔ اس طرح سیاسی علاقائی اکائی گرام تھی اور بنیادی سماجی اکائی کل تھی۔

سردار یا راجا، منتری پریشد، سبھا اور سمیتی کی مدد سے انتظامی نظام چلاتا تھا۔ منتری پریشد میں سب سے پہلے پروہت (پجاری) تھا۔ وہ راجا کا خاص صلاح کار تھا جو راجا کو سیاسی اور مذہبی مشورے دینے کے لیے مقرر کیا گیا تھا۔ اس کے علاوہ وہ راجا کو مذہبی جواز فراہم کرنے والا تھا،

اس لیے اس کی حیثیت کافی مضبوط تھی۔ اس کے علاوہ مذہبی امور میں لوگوں کی رہنمائی کرنا بھی اس کا کام تھا۔ سیناپتی فوج کا سربراہ تھا جس پر دفاع، جنگ، کیمپ وغیرہ کا بندوبست کرنے کی ذمہ داری تھی اور بطور دوت (سفیر) وہ خارجہ امور کے نگراں تھا۔

سبھا اور سمیتی: وش (یالوگ) اپنے گرام کے انتظامی امور انجام دینے کے لیے اپنے گرام میں کسی مخصوص جگہ پر جمع ہوتے تھے۔ اس جگہ یا اجتماع کو 'سبھا' اور 'سمیتی' کہا جاتا تھا۔ 'سمیتی'، اس قبیلے کے تمام لوگوں (وش) کی ایک مجلس تھی۔ وہاں لوگ اکٹھے ہوتے اور مختلف مسائل پر بحث کرتے، کھاتے پیتے اور کھیلتے تھے۔ سمیتی کی میٹنگیں باقاعدگی سے ہوتی تھیں اور انتظامی مسائل پر کھل کر بحث ہوتی تھی جب کہ 'سبھا' محدود لوگوں پر مشتمل تھی اور اس میں خفیہ نوعیت کے امور پر تبادلہ خیال کیا جاتا تھا۔ یہاں عمل درآمد کے فیصلے کیے جاتے جیسے جنگ کرنا یا معاہدے کے تحت جانا، عدالتی معاملات میں راجا کی مدد کرنا، ناپ تول وغیرہ سے متعلق قانون بنانا وغیرہ۔ راجا کا انتخاب سبھا اور سمیتی کے ذریعے ہی کیا جاتا تھا، اس لیے دونوں اسمبلیوں کو راجا پر کنٹرول کرنے کا اختیار حاصل تھا۔

اے ایل باشم کا نظریہ ہے کہ 'سبھا' قبیلے کے عظیم آدمیوں کی میٹنگ تھی جب کہ سمیتی تمام آزاد قبائلیوں کی میٹنگ تھی۔ 'راجا تمام زمین کا مالک تھا اور لوگوں کی حفاظت راجا کی عظیم ذمہ داری تھی اور اس کے بدلے میں لوگ اسے 'بلی' ادا کیا کرتے تھے، بلی بنیادی طور پر ایک قسم کا ٹیکس تھا۔ شروع میں یہ ایک رضاکارانہ محصول تھا جو لوگ اپنے راجا کو پیش کرتے تھے لیکن بعد میں یہ لازمی ہو گیا۔

انصاف کی بنیاد دھرم پر تھی اور راجا انصاف کا سرچشمہ تھا اور اس کی مدد قانونی مشیر خاص طور پر پروہت کرتے تھے۔ ان دنوں سب سے عام جرم چوری، دھوکہ دہی، ڈکیتی وغیرہ تھے جیسا کہ کتابوں میں مذکور ہے اور مویشی چرانا سب سے زیادہ عام تھا۔ سزا جرم کی نوعیت کی بنیاد پر دی جاتی تھی اور یہ بھاری نہیں ہوتی تھی۔ اکثر ادھار نہ چکا پانے کی صورت میں اور مقروض کو حاکم کی مقرر کردہ خاص مدت کے لیے قرض دہندہ کے یہاں مزدوری کرنا پڑتی تھی۔ جائیداد کے طور پر زمین خاندانی ملکیت تھی لیکن تمام اختیارات والد کے ہاتھ میں تھے۔

6.4 آخری ویدک دور (Later Vedic Period)

6.4.1 تبدیلی اور تسلسل (Changes and Continuity)

آریائی ابتداء میں اس خطے میں رہتے تھے جو سپت سندھو یا سات دریاؤں کا علاقہ کہلاتا تھا اور کابل سے پنجاب اور مغربی یوپی تک پھیلا ہوا تھا۔ اس کے بعد انہوں نے گنگا، جمنا، سریو، گھاگھرا، اور گنڈک سے سیراب علاقے پر بھی قبضہ کر لیا جس میں مشرقی اترپردیش اور مغربی بہار شامل ہیں۔ لوہے کی تکنیک کی مدد سے وہ گنگا جمنا دوآب میں بڑی بستیاں قائم کرنے میں کامیاب رہے۔ یہ منقش بھورے رنگ کے مٹی کے برتنوں (Painted Grey Ware) کے آثاری مقامات اور بعد کے ویدک ادب میں دکھایا گیا ہے۔ اس تبدیلی نے زندگی کے دیگر شعبوں میں تبدیلیوں کا ایک سلسلہ شروع کیا۔ ابتدائی ویدک دور کے ایک مساویانہ، قبائلی سماجی و سیاسی انتظام سے آخری ویدک دور میں سماج علاقائی طور پر تقسیم شدہ ورن میں تبدیل ہو گیا۔ قبائلی سرداروں کی حیثیت موروثی راجاؤں کی سی ہو گئی اور ابھرتے ہوئے افسران نے عوامی

اسمبلیوں کے کردار پر قبضہ کر لیا۔ یگیوں کی بڑھتی ہوئی تعداد راجا کے ساتھ ساتھ برہمنوں کی اہمیت کو بھی ظاہر کرتی ہے۔ اسی طرح جو دیوتا پہلے اہم تھے، اپنی اہمیت کھو بیٹھے اور نئے دیوتاؤں کے لیے راستہ کھل گیا۔ ان تمام تبدیلیوں کا نتیجہ بالآخر چھٹی صدی قبل مسیح میں جنپدوں اور مہاجنپدوں یعنی بڑی علاقائی ریاستوں کے عروج کی شکل میں ظاہر ہوا۔ ان مذکورہ بالا تبدیلیوں کا تعلق ابتدائی ویدک دور کے بعد کے دور سے تھا، جسے آخری ویدک دور کہا جاتا ہے۔

آخری ویدک دور کو برہمنی دور بھی کہا جاتا ہے کیونکہ اس دور میں برہمن پجاری طبقے کو سماج پر غلبہ حاصل ہو گیا تھا، جیسا کہ برہمن (1000 سے 800/600 ق م) کہلانے والی ویدک تفسیروں سے ثابت ہوتا ہے۔ اسے بعض اوقات مہاکاویہ دور بھی کہا جاتا ہے کیونکہ اس میں ہندوستان کے دو عظیم رزم نامے 'مہابھارت' اور 'رامائن' تصنیف کیے گئے۔ دونوں کام گرچہ بہت بعد میں مرتب کیے گئے لیکن پرانے مواد پر مشتمل ہیں اور پرانے واقعات کا حوالہ دیتے ہیں۔

اس دور کے بارے میں معلومات کے اہم ذرائع ویدک متون ہیں جو رگوید کے زمانے کے بعد مرتب کیے گئے تھے۔ یہ سام وید، یجر وید، اتھروید، برہمن اور اپنشد تھے۔ یہ تمام بعد کے ویدک متون ہیں جو 1000 سے 600 ق م میں بالائی گنگا وادی میں مرتب کیے گئے تھے۔ ان تحریروں سے پتہ چلتا ہے کہ آریہ قبائل آخری ویدک دور میں شمال مغرب سے گنگا اور جمنا کے علاقے میں منتقل ہو گئے۔ پورے شمالی ہندوستان سے وسطی ہندوستان تک دریائے نرمدا کے ساتھ ساتھ دریا کے جنوب میں کچھ علاقے آریائی اثر و رسوخ پر مشتمل تھے۔ ماہرین آثار قدیمہ نے ہستیناپور کے ایک مقام کی کھدائی کی ہے جو 1000 اور 700 قبل مسیح کے درمیانی دور سے تعلق رکھتا ہے۔ دستیاب باقیات میں منقش بھورے رنگ کے مٹی کے برتنوں کے ٹکڑے، تانبے کے چند آلات اور کچی اینٹوں سے بنے مکانات کے نشانات ہیں۔

6.4.2 آخری ویدک دور میں آریاؤں کی توسیع

(Expansion of the Aryas during the Later Vedic Period)

ہم نے دیکھا ہے کہ رگویدک دور میں آریائی قبائل پورے ملک میں کابل سے لے کر گنگا کے اوپری حصے تک پھیل چکے تھے اور انہوں نے چھوٹی چھوٹی ریاستیں زیادہ تر موروثی راجاؤں کے ماتحت قائم کر رکھی تھیں۔ انہوں نے اپنے آپ کو غیر آریائی لوگوں کے خلاف کھڑا کیا تھا جن کے ذریعہ وہ گھیرے ہوئے تھے لیکن باہمی جنگوں جس میں رگویدک دور میں بھی کچھ قبائل ملوث تھے، کے دوررس نتائج برآمد ہوئے۔ کچھ کمزور قبائل کو ان کے زیادہ طاقتور پڑوسیوں نے جذب کر لیا۔ فاتح قبائل کی دولت اور علاقے میں اضافہ ان راجاؤں کی طاقت میں اضافہ سے ظاہر ہوتا ہے جو بڑی اور مالدار ریاستوں پر حکمراں تھے۔ بعد کے ویدک متون میں پہلی بار عظیم شہروں کا ذکر آیا۔

بڑی ریاستوں کی ترقی کے ساتھ مشرق اور جنوب کی طرف آریاؤں کے سیاسی اور ثقافتی دائرے میں مزید توسیع ہوئی۔ یہ اتنا ہی راجاؤں اور شہزادوں کے بہادری کی وجہ سے تھا جتنا کہ پجاریوں کی خواہش تھی کہ اگنی (آگ) دیوتا کو قربانیوں کے ذریعے نئی زمینوں کا مزہ چکھائیں۔ آخری ویدک دور کے اختتام سے پہلے آریاؤں نے یمنا، اوپری گنگا اور سدانیرا (راپتی یا گنڈک) سے سیراب ہونے والے زرخیز

میدانوں کو پوری طرح اپنے قبضے میں لے لیا تھا۔آریائی جنگجو گروہ وندھیا کے جنگلوں میں گھس گئے اور دکن سے گوداوری کے شمال تک اپنی طاقتور ریاستیں قائم کیں۔

آریائی دنیا کا مرکز سرسوتی سے لے کر گنگا کے دوآب تک پھیلا ہوا ایک 'مضبوط درمیانی ملک' تھا اور اس پر کوروؤں، پنچالوں اور کچھ ملحقہ قبائل کا قبضہ تھا۔اس خطے سے ہی برہمنی تہذیب، بیرونی صوبوں، سریو اور وارانسی سے سیراب کوشل اور کاشی کی سرزمین تک پھیلی۔ ودیہاؤں کے علاقے گنڈک کے مشرق میں دلدلی زمین تک اور وِدربھوں کے زیر حکومت واردھا کی وادی تک وسیع ہو گئے۔ان کے آگے مخلوط نسل کے قبائل رہتے تھے جیسے مشرقی بہار کے انگ اور جنوبی بہار کے مگدھ، نیز شمالی بنگال کے پنڈر جیسے مقامی لوگ، وندھیا جنگل کے پلند اور ساوار اور گوداوری کی وادی میں آندھرا۔

6.4.3 سماجی زندگی (Social Life)

آخری ویدک دور میں مشترکہ خاندانی نظام رائج تھا۔خاندان پدر حاکمانہ تھے اور والد خاندان کا سربراہ اور بہت طاقتور تھا۔وہ اپنے بیٹے کو وراثت سے بھی محروم کر سکتا تھا۔لوگ اپنے مرد آباؤاجداد کی پوجا کرتے تھے۔آخری ویدک دور میں لوگ ہندوستان کے مختلف حصوں میں منتشر ہو گئے اور مختلف ثقافتوں کے ساتھ نئے رابطے بنائے گئے۔اس نے ویدک لوگوں کے سماجی ڈھانچے کو متاثر کیا اور اسے مزید پیچیدہ بنا دیا۔ اس پس منظر میں ویدک قانون سازوں نے سماج کو کچھ متفقہ سخت اصول وضوابط کے ساتھ پابند کرنے کی ضرورت محسوس کی۔انہوں نے اس مقصد کے لیے طرح طرح کے سماجی نظام بنائے جیسے، ورن نظام، آشرم کا نظام، شادی کا نظام، سمسکار وغیرہ۔

6.4.3.1 پروشارتھ کا تصور (Concept of Purusharthas)

ہر آدمی سے یہ توقع کی جاتی تھی کہ وہ اپنی زندگی میں چار اہم فرائض کی پیروی کرے؛ دھرم، ارتھ، کام اور موکش۔

دھرم : اس سے توقع کی جاتی تھی کہ وہ ویدک اصولوں کے ذریعہ تجویز کردہ مذہبی اصول وضوابط پر عمل کرے اور اس کے علاوہ اسے اپنی زندگی میں باقاعدگی سے قربانیاں پیش کرنا تھا۔اس طرح 'دھرم' کی پیروی کر کے وہ خداؤں کے 'رینا' (قرض اور ذمہ داری) سے آزاد ہو سکتا ہے۔

ارتھ : اس سے یہ بھی توقع کی جاتی تھی کہ وہ کسی نہ کسی پیشے سے وابستہ رہے گا اور اس سے پیسہ کمائے گا۔

کام : شادی بیاہ کرنا اور اولاد پیدا کرنا۔یہ سمجھا جاتا ہے کہ شادی اور بچوں کو جنم دینے سے وہ اپنے والدین کی 'رین' سے آزاد ہو سکتا ہے۔

موکش : 'کام' اور 'ارتھا' کے بعد موکش یا نجات کے لیے کوشش کر سکتا تھا۔

اپنے فرائض کی انجام دہی کے دوران اسے ہمیشہ اپنے حتمی مقصد پر نظر رکھنی چاہیے، یعنی دنیاوی زندگی کے فریب سے آزادی اور خود کو خداؤں سے جوڑنا ہی یہ موکش ہے۔ مختصر یہ کہ ویدک لوگوں سے یہ توقع کی جاتی تھی کہ وہ گھریلو فرائض کو ایمانداری سے ادا کریں اس

کے ساتھ ساتھ اس پر سماج کی ذمہ داری بھی تھی اس لیے اسے سماج میں اپنے فرائض کی پابندی کرنی تھی۔اس کے علاوہ اسے ویدک نظام کو برقرار رکھنے کے لیے مذہبی فرائض بھی ادا کرنے چاہئیں۔

6.4.3.2 ورن، گوترا اور آشرم کا تصور (Concept of Varna, Gotra, and Ashrama)

ثقافتی ہم آہنگی کی وجہ سے مذہبی مفکرین اسے روکنے کے مقصد سے سماجی تفریق کا ضابطہ بنایا اور سماج کی ایک واضح تقسیم کی جسے ورن کہا جاتا ہے۔رگوید کے دسویں منڈل میں پروش سوکت میں ہم سماجی تقسیم کے ابتدائی ذکر کا مشاہدہ کر سکتے ہیں اس نظام کے مطابق ہر ورن کو مختلف فرائض تفویض کیے گئے ہیں۔ برہمن کو سکھانا، سیکھنا، کارکردگی اور قربانی کی ادائیگی کرنے کا فرض سونپا گیا۔اس لیے وہ اس دور کے مذہب پر واحد حاکم بن گئے۔جیسا کہ حکمرانوں کے لیے ان کی اجازت ضروری تھی، حکمرانوں نے برہمنوں کو اپنے اقتدار کو مذہبی جواز فراہم کرنے کے لیے بڑی رقومات بھی دیں۔کشتریہ کو سیکھنا، قربانی کی میزبانی اور لوگوں اور زمین کی حفاظت کے لیے کہا گیا۔زیادہ تر حکمران اور جنگجو اس ورن سے تعلق رکھتے ہیں۔اس طاقت کو اپنے ہاتھ میں رکھنے کے لیے کشتریوں نے برہمنوں کی مدد سے اپنی حیثیت کو قانونی بنادیا اور اصل سیاسی طاقت اسی ورن کے پاس تھی۔ویشیہ کو تجارت اور زراعت سونپی گئی۔کسانوں، تاجروں اور کاریگروں کا تعلق اس ورن سے تھا، چونکہ معاشی طاقت اس ورن کے ساتھ تھی، اس لیے وہ ویدک سماج میں ممتاز ورن تھے۔وہ سماج میں ٹیکس دینے والے تھے تاہم تاجروں اور کاریگروں کو اگرچہ اقتصادی طور پر طاقت حاصل تھی لیکن ویدک مذہبی نظام میں صد فیصد عزت نہیں ملی۔اس لیے انہوں نے بعد کی صدیوں میں غیر ویدک مذاہب کا سہارا لیا۔ شودر سے توقع کی جاتی تھی کہ وہ تینوں طبقوں کی خدمت کرے گا۔یہ ورن نظام کی سب سے نچلی سیڑھی تھی اور اس کے پاس سماج میں کوئی اختیارات اور حقوق نہیں تھے۔ان کا کسی قسم کی پیداوار اور اس کے بعد کی پیداوار پر کوئی حق نہیں تھا۔بعض مورخین کے مطابق اس ورن سے تعلق رکھنے والے لوگ اس سرزمین کے مقامی لوگ تھے۔

گوترکا تصور: گوتر کا ادارہ (لفظی معنی گائے کا باڑا) اس دور میں ظاہر ہوا۔قبیلے کے اندر شادی (endogamy) کے خلاف لوگ گوتر سے باہر شادی (exogamy) پر عمل کرتے تھے۔گوترا ایک مشترکہ آباؤاجداد سے نکلنے کی علامت تھی اور ایک ہی گوتر سے تعلق رکھنے والے جوڑوں کے درمیان شادیاں نہیں ہوسکتی تھیں۔

آشرم کا تصور: کچھ لوگوں کی باغیانہ فطرت کو روکنے اور خاندانی ادارے اور ان کی سماجی وابستگی کو مضبوط کرنے کے لیے آشرم کا نظام سماج کو فراہم کیا گیا تھا۔اس نظام میں انسان کی زندگی کو چار حصوں میں تقسیم کرکے اس کی عمر کے حوالے سے کچھ فرائض سونپے گئے تھے۔

- **برہماچاریہ آشرم:** اس آشرم کے دوران تعلیم کی اہمیت پر زور دیا گیا اور یہ توقع کی جاتی تھی کہ انسان اپنا بچپن اپنے استاد کے آشرم میں گزارے گا۔اس آشرم کی شروعات 'اپنین' کی مذہبی رسم (سمسکار) کے ساتھ ہوتی تھی جب بچہ 8 سال کا ہوتا تھا۔اپنین کے بعد ان سے 12 سے 14 سال تک اساتذہ کے گھر میں رہنے کی امید کی جاتی تھی۔ یہاں اس نے اس دور کے مختلف علوم جیسے وید، ادب، جنگ، سیاسیات، تجارت وغیرہ سیکھنے تھے۔اسے سیکھنے کے دوران، ساتھ ہی ساتھ اپنے استاد کی خدمت بھی کرنا چاہیے۔

- **گرہست آشرم:** اس آشرم کے دوران، اس سے توقع کی جاتی تھی کہ وہ خاندان میں اپنے فرض کی پیروی کرے گا اور سماج کے تیئں وابستگی رکھے گا۔ شادی اور بچے پیدا کرے گا۔ اس کے علاوہ وہ فرائض انجام دے جو اسے صحیفوں اور مقدس کتابوں نے تفویض کیے ہیں۔ اس سے اس آشرم کے دوران پہلے چار پرشارتھ یا فرائض میں سے تین کو انجام دینے کی توقع تھی۔ جبکہ اگلے دو آشرموں میں اسے چوتھے فرض یعنی موکش کی کوشش کرنی چاہیے۔ اسے اپنے والدین کا خیال رکھنا چاہیے اور سماج کا پابند ہونا چاہیے۔
- **وان پرستھ آشرم:** اس آشرم کے دوران یہ تھا کہ وہ گھر کے تمام کاموں سے خود کو فارغ کر دے گا اور اپنے بیٹے کو اپنی ذمہ داری سونپے گا۔ وہ اپنے گھر میں رہ سکتا تھا لیکن خدا کو یاد کرتے ہوئے زیادہ وقت خلوت میں گزارنا چاہیے۔
- **سنیاس آشرم:** یہ اس کی زندگی کا آخری مرحلہ ہے اس مدت میں اسے یہ کرنا تھا کہ وہ اپنا گھر چھوڑ دے اور اپنی باقی زندگی جنگلوں میں یا خدا کے قدموں میں گزارے۔ آشرم کے اس نظام نے اس دور میں سماجی نظم کو برقرار رکھنے میں بہت مدد کی۔ جیسے انسان کی تمام ضروریات کو پورا کیا گیا اور مناسب وقت پر اس کی زندگی کو صحت مند اور اطمینان بخش بنایا گیا۔ گرہست آشرم کے ذریعے خاندانی ادارے کو برقرار رکھا گیا اور مضبوط کیا گیا۔ اس نے خاندان کے بوڑھے لوگوں کا بھی خیال رکھا۔ یہ سماج کا سہارا بن گیا۔ اس لیے اس آشرم کے ذریعے سماج بھی قائم رہا۔ اس طرح گھریلو اور سماجی فرائض کی تکمیل کے ساتھ اس دور میں پورا ویدک سماج برقرار رہا۔ پچھلے دو آشرموں کے ذریعے، مختلف نسلوں کے درمیان پیدا ہونے والے تناؤ کو دور کیا گیا اور پیڑھیوں کے فرق کا مسئلہ باقاعدہ ہو گیا۔

شادی کو لوگوں کا بنیادی فرض سمجھا جاتا تھا اور اس وجہ سے یہ مذہبی اہمیت کا ایک نقطہ بن گیا۔ برہمچاریشرم کے بعد، ایک شخص گرہست آشرم میں داخل ہوا۔ اس سے امید کی جاتی ہے کہ وہ اس آشرم میں شادی کرلے گا۔ یہ سمجھا جاتا ہے کہ شادی اور بچوں کو جنم دینے سے کوئی اپنے والدین کے قرض سے آزاد ہو سکتا ہے۔ یہ ویدک مذہب کے 16 اہم مذہبی رسومات (سمسکار) میں سے ایک تھا۔ اس دور میں، بین ورن شادیوں کو ناپسند کیا جاتا تھا، جب کہ مماثل گوتر/خاندانی شادیاں حرام تھیں۔ اس لیے انہیں اپنے ورن میں شادی کرنی پڑی لیکن اپنے خاندان کے علاوہ دوسرے خاندانوں میں۔ تاہم، ہمیں اس دور میں 'انٹر ورن' شادیوں کی مثالیں ملتی ہیں۔ ایسی مثالوں کی اکثریت نے ویدک دانشوروں پر زور دیا کہ وہ ایسی 'بین ورن' شادیوں کو ایڈجسٹ کرنے اور قانونی حیثیت دینے کے لیے کوئی متبادل نظام وضع کیجیے۔ لہذا، وہ شادیوں کے دو قسم کے قانونی ڈھانچے کے ساتھ آگے آئے، یعنی۔ انولوما شادی (اونچی ورن سے دولہا اور نچلے ورن سے دلہن کے درمیان) اور پرتیلوما شادی (نیچے ورن سے دولہا اور اعلی ورن سے دلہن کے درمیان)۔ اس کے علاوہ جیسا کہ ہم جانتے ہیں اس دور میں ویدک لوگوں نے ہندوستان میں دوسری ثقافتوں کا سامنا کیا۔ ویدک سماج کچھ سالوں میں ان لوگوں کے رسوم و رواج اور اداروں سے بہت متاثر ہوا۔ اس نے ویدک سماج کے بنیادی ڈھانچے کو ہلا کر رکھ دیا۔ لہذا ان قبیلوں یا ان کے اثرات کو اپنے دائرے میں شامل کرنے کے لیے انہیں ان لوگوں کے اداروں کو اجازت دینا اور ان کو ایڈجسٹ کرنا پڑا۔

اس طرح ہم آٹھ قسم کی شادیاں دیکھتے ہیں، جو سماج میں رائج تھیں۔ یہ قسمیں واضح طور پر مختلف قسم کی ثقافتوں کے ساتھ ویدک لوگوں کے رابطوں کی عکاسی کرتی ہیں۔ جیسے؛

1. **برہماویواہ:** باپ اپنی بیٹیوں کو مناسب رسومات کے ساتھ باشعور اور اچھے سلوک کرنے والے دولہے کے حوالے کرتا ہے۔
2. **دیواویواہ:** باپ دلہن کا ہاتھ پجاری کو دیتا ہے جو قربانی میں مصروف ہے۔
3. **پرجاپتیہ وواہ:** والد دولہا کو سلام کرتے ہیں اور جوڑے سے مذہبی فرائض کی پیروی کرنے کی اپیل کرتے ہیں۔
4. **ارش وواہ:** دولہے سے مویشیوں کا جوڑا حاصل کرنے کے بعد، والد دلہن کا ہاتھ دولہے کو دیتے ہیں۔
5. **گندھرو ویواہ:** شادی اپنی مرضی سے یعنی صرف دولہا اور دلہن کی رضامندی سے۔
6. **اسرویواہ:** دولہا، دلہن کے والد اور رشتہ داروں کو پیسے دیتا ہے اور اسے شادی کے لیے خریدتا ہے۔
7. **راکشس وواہ:** روتی ہوئی لڑکی کو زبردستی اغوا کرکے اس سے شادی کرنا۔
8. **پشاچ وواہ:** زبردستی لڑکی کو بے ہوش کرکے اس سے ہم بستری کرنا ہوتا ہے۔

ویدک دانشوروں نے شادی کی صرف پہلی چار اقسام کی سفارش کی ہے تاہم پدرانہ نظام کو سخت بنانے کے لیے دانشوروں کی طرف سے پسند کی شادیوں کی مذمت کی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ انولوم اور پرتیلوم ویواہ جیسے بین ذاتی (مختلف خاندانوں کے درمیان) شادیوں کے حوالے بھی موجود تھے۔ ابتدائی دور کی مرضی کی شادی اس دور میں ناپسندیدہ تھی۔ اس کے ساتھ ہی شادیوں کی عمریں بھی کم ہوئیں اور اس کے علاوہ تعدد ازدواج اس دور کی نمایاں خصوصیت بن گیا۔

کسی شخص کی جسمانی اور نفسیاتی نشوونما کے ہر مرحلے اور اس کی سماجی وابستگی کی ضرورت کے لیے سماجی و مذہبی پابندیاں فراہم کرنے کے لیے، فقہاء نے سماج کو 'سمسکار کا نظام' فراہم کیا۔ اس کی زندگی کا ہر شعبہ، اس کے جنین کی حیثیت سے لے کر اس کی موت تک، اس طرح کے سمسکار کے ساتھ بندھا ہے، جو روایت کے مطابق 16 ہیں۔ ان میں سے کچھ کو مندرجہ ذیل میں درجہ بند کیا جاسکتا ہے:

جنین کا مرحلہ (حاملہ عورت کو سہارا دینے کے لیے)

گربھ دھن : اچھے بچے کے لیے دعا کرنا۔

سمنتنیانہ : حاملہ عورت کے دماغ کو پرامن اور تروتازہ بنانے کے لیے

پیدائش کے بعد

جات کرم : بچے کی پیدائش کے فوراً بعد اسے شہد اور مکھن کھلایا جاتا ہے۔ اس سمسکار کے بعد اسے ماں کو کھلانے کی اجازت ہے۔

نام کرن : پیدائش کے 13 دن بعد بچے کا نام رکھا جاتا ہے۔

نشکرمن : چار سال کے بعد بچے کو گھر سے باہر لے جانے کی اجازت ہے۔

کرن وید : بچے کے کان چھیدنا۔

ان پرشن : بچے کے کھانے کا پہلا لقمہ۔

وان پن : بچے کے پہلے بال نکالے گئے۔

برہمچریہ آشرم

اپنین	: سیکھنے کے لیے استاد کے آستانے پر جانے سے پہلے، بچے کو اس رسم سے گزرنا چاہیے۔
کیش نت	: تعلیمی نظام میں داخل ہونے سے پہلے بالوں کو ہٹانا۔
ساور تن	:اس کی تعلیم اور **برہمچریہ آشرم** کا خاتمہ۔

گرہشت آشرم

وواہ	: شادی
اگنی پری گھن	: گھر میں قربانی کی آگ لگانا اور باقاعدگی سے اس کی پوجا کرنا۔
انتییشٹھی	: تجہیز و تکفین

6.4.3.3 خواتین کی حیثیت میں تبدیلی (Change in the Position of Women)

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ زندگی کے تمام شعبوں میں خواتین کی حیثیت میں زبردست تبدیلی آئی۔آخری ویدک دور میں، خواتین اسمبلیوں میں شرکت کے اپنے سیاسی حقوق سے محروم ہو گئیں۔ کم عمری کی شادیاں وجود میں آئیں 'انہیں سماج میں نچلا مقام دیا گیا۔ انہیں مردوں سے کمتر اور ماتحت سمجھا جاتا تھا۔ وہ اب اپنے شوہروں کے ساتھ مذہبی یگیوں میں نہیں جاتی تھیں۔ شادی کو ایک مقدس رشتہ سمجھا جاتا تھا۔ عورت گھر کی مالکن تھی اور گھر میں باعزت مقام رکھتی تھی۔ بیٹی کی پیدائش کو والدین کی طرف سے ایک ناخوشگوار واقعہ کے طور پر دیکھا جانے لگا۔ لیکن مقدس دھاگے کی رسم بیٹیوں نے بھی ادا کی۔ بیوی کے بغیر مرد ادھورا سمجھا جاتا تھا۔ شوہر کے کھانے کے بعد بیوی کھانا کھاتی تھی۔ یجر وید میں خواتین کو شراب اور جوئے کے ساتھ درجہ بندی کیا گیا ہے۔اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ سماج میں ان کی حیثیت ویدک دور کے مقابلے میں بگڑ رہی تھی۔ خواتین کی تعلیم کی حوصلہ شکنی کی گئی اور ویدک ادب کا مطالعہ خواتین کے لیے ممنوع قرار دیا گیا حالانکہ اس وقت بھی چند باصلاحیت خواتین دانشور بھی موجود تھیں اور خواتین اساتذہ بھی تھیں۔ خواتین کو عوامی معاملات میں حصہ لینے کی اجازت نہیں تھی۔ وہ جائیداد کے مالک نہیں ہو سکتی تھیں۔ اگرچہ یک زوجیت کا قاعدہ تھا لیکن تعدد ازدواج کا رواج تھا۔

6.4.4 مذہبی حالات (Religious Conditions)

اس دور میں مذہب اور فلسفہ میں نمایاں تبدیلیاں رونما ہوئیں، بہت سے پرانے دیوتاؤں نے اپنی اہمیت کھو دی اور نئے والے دیوتاؤں اور دیویوں کی مقبولیت میں اضافہ ہوا۔ رودر یا شیو، وشنو یا نارائن اور برہما یا پرجاپتی مذہبی معاملات میں سب سے زیادہ قابل احترام نام بن گئے۔ پرجاپتی خالق یا برہما مذہب میں اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔ رگویدک دور کے کچھ معمولی دیوتا (مثلاً وشنو اور رودر) آخری ویدک دور میں اہم ہو گئے۔ بت پرستی کے آثار بھی ظاہر ہوئے۔ کچھ سماجی گروہوں کے اپنے دیوتا تھے، جیسے، پوشن، مویشیوں کی بھلائی کے ذمہ دار، شودروں کے دیوتا بن گئے۔ تاہم، اس دور کے اختتام پر قربانیوں، پجاریوں کے تسلط اور پیچیدہ رسومات کے خلاف ایک سخت رد عمل شروع ہوا جس کی

تشکیل اپنشدوں سے ہوئی تھی جو صحیح عقیدے اور علم کو کسی بھی چیز سے زیادہ اہمیت دیتی تھی۔

آریاؤں نے الوہیت کی علامت کے طور پر بعض اشیاء کی پوجا شروع کی۔ چالیس سمسکاروں پر زور دیا گیا۔ قربانیاں زیادہ اہم ہو گئیں اور اب وہ صرف پجاری ہی انجام دے رہے تھے۔ یہ سماج میں برہمنوں اور کشتریوں کی بالادستی کو برقرار رکھنے کے لیے کیا گیا تھا۔ پروہت کی غیر موجودگی میں کسی بھی تقریب کو مکمل نہیں سمجھا جاتا تھا۔ اس لیے انہیں سماج میں ایک خاص مقام حاصل تھا۔ صدر پجاری جو قربانیاں دیتا تھا، ہورتی جو پکارنے والا تھا، ادھوریو جو عمل کرنے والا تھا اور ادگاتری جو گلوکار ہوتا تھا۔ سردار کاہن نے بلی نامی لوگوں سے رضاکارانہ پیش کشیں وصول کیں۔ آریاؤں میں نئے عقائد پیدا ہوئے جنہوں نے گیان یا علم کے ذریعے نروان کے حصول پر یقین کرنا شروع کیا۔ اپنشدوں نے رسومات پر تنقید کی اور صحیح عقیدہ اور علم کی قدر پر زور دیا۔ مادی دنیا کے تصور کو مایا یا وہم کے طور پر بھی اس آخری ویدک دور میں چلن حاصل ہوا۔ اس طرح ہندو مت کے اصول۔ موکش، کرم اور مایا کو آخری ویدک دور کے مصنفین نے بیان کیا تھا۔

6.4.5 معاشی حالات (Economic Conditions)

شبانی سے زرعی معیشت کی طرف منتقلی رگوید کے بعد کے حصے میں کچھ منتروں میں واضح ہے۔ رگویدک آریاؤں کی مشرق کی طرف حرکت بعد کے ویدک ادب میں جھلکتی ہے جس میں گنگا اور یمنا جیسی ندیوں کے کئی حوالہ جات موجود ہیں۔ رگوید میں ان دونوں ندیوں کا ذکر صرف ایک بار ہوا ہے۔ گنگا کی وادی کے شمالی اور مغربی حصے اب آباد ہونے لگے تھے۔ ست پتھ برہمن (800ق م) میں ودیہ مادھو کی کہانی ہے جس نے مشرق کی طرف اپنے سفر میں اگنی 'وشونارا' کا پیچھا کیا۔ وہ دریائے سدانیرا تک پہنچا جس کی شناخت گنڈک سے ہوئی ہے جو ہمالیہ سے نکل کر شمالی اور جنوبی بہار سے بہتا ہوا پٹنہ کے قریب گنگا میں جا ملتا ہے۔ میں ودیہ مادھو نے اپنا سفر شمالی بہار کے وِدیہ یا متھلا میں ختم کیا۔ اس مشرق کی طرف تحریک کی بڑی معاشی اہمیت تھی۔ گنگا کی وادی میں وافر بارش ہوتی ہے اور یہ بارہماسی ندیوں سے بھری ہوئی ہے۔ اس کے علاوہ یہ زرخیز مٹی سے بھرپور ہے۔ ان تمام خصوصیات نے آخری ویدک دور میں زراعت کی توسیع میں اہم کردار ادا کیا۔

زمین کی کاشت خاندانی مزدوری اور گھریلو ملازموں اور غلاموں کی مدد سے کی جاتی تھی۔ اس دور میں، ابتدائی طور پر زمین قبیلہ یا وِش کی ملکیت تھی۔ جب قبیلہ کی ملکیت دھیرے دھیرے خاندانی ملکیت میں تبدیل ہو گئی تو گھر کا گھر والا مالدار آدمی بن گیا۔ واسی (جو اصل میں وِس سے تعلق رکھتے تھے) سماج میں پیداوار کرنے والا طبقہ تھا اور وہ کشتریوں اور برہمنوں کے لیے دولت اور رزق کا ذریعہ بن گیا جو خوراک کی پیداوار میں حصہ نہیں لیتے تھے۔ ویشیوں کو اپنی زمینوں کے تحفظ کے بدلے کشتریوں کو نذرانہ دینا پڑتا تھا اور پجاریوں کو ان کی اخلاقی ترقی کے لیے دان اور دکشنا فراہم کرنی ہوتی تھی۔

گھریلو معیشت، معیشت کی بنیادی اکائی بن گئی۔ غیر پیداواری طبقوں کو پیش کرنے اور دان نے پیداوار کی تقسیم میں مدد کی۔ زمین کی فروخت کا کوئی حوالہ نہیں ہے۔ ایک حکمران وشوکرما بھون نے جب زمین دینے کی کوشش کی تو پرتھوی (زمین) نے اسے ڈانٹا۔ یہ متی حوالہ زمین کی فرقہ وارانہ ملکیت کی تجویز کرتا ہے جس پر وش کو شراکت کے بڑے حقوق حاصل تھے۔

زرعی موسموں کا علم بعد کے ویدک متون میں بھی ملتا ہے۔ تیتریہ سمہتا کے مطابق جو کے بیج سردیوں میں بوئے جاتے ہیں اور یہ گرمیوں میں پکتے ہیں جبکہ چاول، برسات کے موسم میں بوئے جاتے ہیں اور ہیمنت کے موسم میں پکتے ہیں۔ گائے کے گوبر کا بطور کھاد استعمال جانا جاتا تھا۔ ست پتھ برہمن میں زرعی کاموں کے چار اہم مراحل کا ذکر ہے جیسے کھیت میں ہل چلانا، بیج بونا، فصلوں کی کٹائی اور آخر میں اناج کی کھیتی۔ اس کے علاوہ ہل کے حوالے بھی بکثرت موجود ہیں۔ ہل کا حصہ کھدیرا یا ادمبرا (انجیر کے درخت کی لکڑی) سے بنایا جاتا تھا۔ اس مقصد کے لیے تانبہ بھی استعمال کیا جاتا تھا۔ اتھروو ید، وجسانی سمہیتا، ست پتھ برہمن وغیرہ میں ہل چلانے کے لیے بیلوں کی تعداد کو بتایا گیا ہے جو کہ چھ سے چوبیس ہے۔ اتنی تعداد میں بیلوں کا استعمال کاشت شدہ قطعات کے بڑے سائز کی وجہ سے ہو سکتا ہے۔ اس کے علاوہ، گنگا کی وادی کی مٹی پنجاب کی نسبت زیادہ چپچپی تھی۔ اتنی بڑی تعداد میں بیلوں کی ضرورت کی وجہ بھی یہی ہو سکتی تھی۔ اکثر پودوں کو چوہے یا کیڑے مکوڑے تباہ کر دیتے تھے۔ لہذا، اتھرووید میں فصلوں کو ایسے خطرات سے بچانے کے لیے ٹوٹکے اور فارمولے موجود ہیں۔ آبپاشی کے نظام کے بارے میں علم، شاید، زیادہ ترقی یافتہ نہیں تھا۔ اس لیے لوگ ایسے جادوئی فارمولوں کی طاقت پر یقین رکھتے تھے۔ زرعی پیداوار کے لیے سازگار جغرافیائی عوامل کے علاوہ، گنگا کی وادی میں جنگلات کو صاف کرنے میں آگ کے کردار کی طرف ست پتھ برہمن میں ودیہ مادھو کی کہانی میں اشارہ کیا گیا ہے۔

آخری ویدک دور میں لوہے کے استعمال کا آغاز ہوا۔ 'شیام ایس' یا 'کرشن ایس' کا حوالہ شاید لوہے کے استعمال کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ لوہے کے استعمال کا آغاز گنگا کی وادی میں شہر کاری میں اہم کردار ادا کرنے والا عنصر تھا۔ تاہم، لوہے کے اوزار کافی کم تعداد میں ہیں۔ یوپی میں اترنجی کھیرا اور جکھیرا کے آثاری مقام سے لوہے کے ہل کے ٹکڑے ملے ہیں۔ اترنجی کھیرا سے بڑی تعداد میں لوہے کے ہتھیار جیسے تیر کے نشان، کلہاڑی وغیرہ ملے ہیں۔ راجستھان کے جھنجھنو میں لوہے کو گلانے والی بھٹی دریافت ہوئی ہے۔

6.4.6 سیاسی حالات اور تبدیلیاں (Political Conditions and Changes)

قبائل کا انضمام اور آخری ویدک دور میں ریاستوں کے حجم میں اضافہ، جنگ میں راجاؤں کی کامیاب قیادت کے ساتھ لا محالہ شاہی طاقت میں اضافہ ہوا۔ راجاؤں نے اب اپنی تمام رعایا کے مطلق مالک ہونے کا دعویٰ کیا، سوائے برہمنوں کے جنہوں نے سوم کو اپنا راجا قرار دیا۔ عام آزاد مردوں کو خراج ادا کرنا پڑتا تھا (بالی، شلک اور بھاگ) اور ان پر اپنی مرضی چلائی جاسکتی تھی، جب کہ غلام طبقے کے افراد کو بلا کسی جرم کے دیس نکالا یا قتل کیا جاسکتا تھا۔ راجا کے اہم کام فوجی اور عدالتی تھے۔ وہ اپنے لوگوں اور قوانین کا محافظ اور ان کے دشمنوں کا قلع قمع کرنے والا تھا۔ خود کو سزا سے محفوظ رکھتے ہوئے، اس نے قہر و جبر کا استعمال کیا۔ کامیاب راجاؤں نے عالمگیر راجا (راجہ وسوجنیہ)، تمام زمین کے مالک (سرو ابھومی) یا سمندروں تک زمین کے واحد حکمران (ایکارت) کے درجے کے دعوے قائم کیے، اور راجسویہ، واجپیہ اور اشومیدھ جیسے عظیم یگیہ کیے۔ راجسویہ میں عہدیداروں کے گھروں میں دیویوں کو چڑھایا جانا، مرصع برتن اور رسمی طور پر ابھیشیک یا پجاری کے ذریعہ چھڑکاؤ شامل تھا۔ اس کے علاوہ کچھ مشہور رسومات جیسے گائے کا چھاپہ، ایک دھوکہ دہی اور نرد کا کھیل جس میں نقلی راجا بنایا جاتا ہے۔ فاتح واجپیہ رسومات کی سب سے دلچسپ خصوصیت رتھ کی دوڑ تھی جس میں قربانی کو ہتھیلی سے اتارنے کی اجازت نہیں تھی۔ اس کے بعد فاتح رتھ کو

خراج عقیدت پیش کیا جاتا اور رسمی طور پر تخت نشینی ہوتی۔ اشومیدھ کی رسم میں، ایک گھوڑے کو پوری طرح سے مسلح دستے کے نوجوانوں کی سرپرستی میں بیرون ملک گھومنے کے لیے آزاد کر دیا جاتا تھا۔ اگر گھومنے پھرنے کی مدت کامیابی سے گزر جاتی تو سواری کی قربانی دی جاتی۔ رسم کی خصوصیات میں ایک پجاری کی طرف سے بیان کردہ کہانیاں، اور ایک پجاری کی طرف سے گائے گئے تعریفی منتر شامل تھے۔

شاہی طاقت کے بڑھنے کے ساتھ ہی انتظامی مشینری کی توسیع ہوئی۔ رگ ویدک دور میں ہمارے پاس، پروہت (پجاری) کو چھوڑ کر، راجا کے اعلیٰ عہدیداروں میں سے کسی خالص سرکاری ملازم کا شاید ہی کوئی حوالہ ہو۔ لیکن بعد کے ویدک متون میں ہم سمگراہتری (خزانچی)، بھگد وگھا (ٹیکس جمع کرنے والے)، سوت (شاہی قاصد)، کشتری (مصاحب)، اکشوپال (قمار بازی کا سربراہ) سے ملتے ہیں۔ پرانے پجاری اور فوجی عہدیداروں جیسے پروہت (پجاری)، سینانی (جنرل) اور گرامنی (گاؤں کا رہنما) کے علاوہ وکارتنا (پیچھے میں راجا کا ساتھی)، پٹاگالا (قاصد) بھی پائے جاتے تھے۔ بعد کے زمانے میں وزیروں پر لاگو عام عنوان سچیو کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ سمگراہتری اور بھگد وگھا کے حوالہ جات، بلی اور شلک کی شکل میں لوگوں کی طرف سے باقاعدہ شراکت کے ذکر کے ساتھ، محصول اور مالگذاری میں اہم پیش رفت کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

6.5 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

مختصراً ہم محفوظ طریقے سے یہ نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ رگوید ویدک دور کے لوگوں کے طرز زندگی، مذہبی، سماجی اور ثقافتی طریقوں سے متعلق معلومات کا ذخیرہ ہے۔ خوشگوار اور صحت مند زندگی گزارنے کے مناسب پہلوؤں کا تذکرہ رگوید میں تفصیل سے کیا گیا ہے۔ اس کے منتر، مذہبی تقریبات اور دیگر مبارک مواقع پر پڑھی جاتے تھے۔ مورخین نے ویدک متن کا استعمال شمال مغرب اور بالائی گنگا وادی میں تاریخی تبدیلی کے وسیع نمونوں کی شناخت کے لیے کیا ہے۔ شواہد بڑی تعداد میں بستیوں کی نشاندہی کرتے ہیں جن میں سے اکثر ایک اچھی طرح سے قائم اور مستحکم زرعی ثقافت کا ذکر ملتا ہے جو جانوروں کے پالنے اور شکار کے ذریعے مکمل ہوتی ہے۔

ویدک دور کے مقابلے میں، آخری ویدک دور میں ہم نے کچھ اہم تبدیلیاں دیکھی ہیں جو آثار قدیمہ کے ذرائع اور ادبی ریکارڈ کے مشترکہ مطالعہ سے ظاہر ہوتی ہیں۔ یہ ذرائع ہمیں بتاتے ہیں کہ برصغیر پاک و ہند کے بیشتر علاقوں میں لوہے کی دستکاری کے لیے خصوصی دستکاریوں اور دھات کاری کی تکنیکوں کی روایات نظر آتی ہیں۔ خام مال اور تیار مال میں بین علاقائی اور طویل فاصلے کی تجارت کے شواہد بھی موجود ہیں۔ یہ سب کچھ بڑھتی ہوئی سماجی اقتصادی پیچیدگی کی نشاندہی کرتا ہے۔ اس دور کے اختتام تک، شمالی ہندوستان شہر کاری کی دہلیز پر کھڑا تھا۔ ہم علاقائی ریاستوں کی شروعات بھی تلاش کرتے ہیں۔ جنگیں نہ صرف مویشیوں کے قبضے کے لیے لڑی گئیں بلکہ علاقے کے لیے بھی لڑی گئیں۔ مشہور مہابھارت جنگ، جو کوروؤں اور پانڈوؤں کے درمیان لڑی گئی تھی، اس دور سے منسوب ہے۔ ابتدائی ویدک دور کا بنیادی طور پر شبانی سماج اب زرعی بن چکا تھا۔ قبائلی چرواہے کسانوں میں تبدیل ہو گئے جو اپنے سردار کو کثرت سے خراج پیش کر سکتے تھے۔ سرداروں نے قبائلی کسانوں کی قیمت پر اپنی طاقت میں اضافہ کیا، اور ان پجاریوں کو زبردست انعام دیا جنھوں نے عام لوگوں یا ویشیہ کے خلاف اپنے سرپرستوں کی حمایت کی۔ شودر اب بھی سب سے نچلہ طبقہ تھے۔ قبائلی سماج ایک ورن سماج میں بٹ گیا۔ لیکن ورن امتیازات کو

زیادہ دور نہیں لے جایا جاسکتا تھا۔ برہمنوں کی حمایت کے باوجود راجنیا کشتری ریاست کا نظام قائم نہیں کر سکے۔ ٹیکسوں کے باقاعدہ نظام اور پیشہ ورانہ فوج کے بغیر ریاست قائم نہیں کی جاسکتی۔ لیکن زراعت کے موجودہ طریقے نے ٹیکسوں اور خراج کے لیے کافی حد تک گنجائش نہیں چھوڑی۔ حقیقت یہ ہے کہ بعد میں ویدک سماج نے برہمنوں کی پجاری ذات کو قابل فخر کا مقام دیا اس کا براہ راست تعلق ایک مذہبی ثقافت کے ظہور سے ہے جو اگلی صدیوں میں ہندوستان میں تین الگ الگ لیکن قریب سے جڑے ہوئے مذاہب کے ظہور کا باعث بنی۔ ترقی یافتہ برہمن مت، بدھ مت اور جین مت۔ ایک ساتھ، یہ مذاہب آج دنیا میں اربوں لوگوں کی پیشوائی کا دعویٰ کرتے ہیں۔

6.6 کلیدی الفاظ (Keywords)

اپورشیہ: ادبی معنی ہے 'مردوں کے ذریعہ نہیں بنایا گیا'۔ دراصل لوگوں کا ماننا تھا کہ وید خدا کا کلام ہے نہ کہ انسان کا

آریاورت: آریاؤں کا گھر، دوسرے لفظوں میں شمالی ہندوستان۔

بلی: شکست خوردہ گروہوں کی طرف سے فاتح سرداروں کو خراج تحسین اور پیشکش

گوتر: خاندان کا ایک گروہ خون کے ذریعے ایک دوسرے سے قریبی تعلق رکھتا ہے۔

گروکل: قدیم ہندوستان میں ایک قسم کا تعلیمی نظام تھا جس میں شیشیہ (شاگرد) گرو (استاد) کے ساتھ ایک ہی گھر میں رہتے تھے۔

کل: کئی پیڑھیوں پر مشتمل خاندان، اس میں ماں، باپ، بیٹے، غلام کے علاوہ بہت سے دوسرے لوگ بھی شامل ہیں۔

نشک: غالباً سونے کا ایک ٹکڑا جو بڑے لین دین میں کام آتا تھا کیونکہ ہمیں رگ ویدک دور میں دھاتی سکوں کا کوئی حوالہ نہیں ملتا۔

سپت سندھو: سات دریاؤں کا خطہ یا سرزمین خاص طور پر پنجاب

سویمور: یہ وہ رسم تھی جس کے ذریعے لڑکیوں کو اپنے شریک حیات کا انتخاب کرنے کی اجازت تھی۔

ورن: روشن، رنگ، ویدک لوگوں کی ایک قدیم سماجی تقسیم

یجن یا یگیہ: یگن یا یگیہ مقدس آگ کے سامنے، منتروں کے ساتھ کی گئی قربانی، عقیدت، عبادت پیشکش۔

6.7 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

6.7.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1. اشومیدھ یگیہ سے آپ کیا سمجھتے ہیں؟
2. ورنا سسٹم کی تعریف کیجیے۔
3. آپ لفظ سپت سندھو سے کیا سمجھتے ہیں؟
4. آپ گوتر کو کیا سمجھتے ہیں؟
5. سبھا اور سمیتی کی تعریف کیجیے۔

6. ویدک دور کے اہم دیوتاؤں اور دیویوں کو لکھیں۔

7. مذہبی عقیدے میں ان تبدیلیوں کی نشاندہی کریں جو آخری ویدک دور میں ہوئیں۔

8. چاروں ویدوں کے نام ترتیب وار لکھیں۔

9. آخری ویدک دور میں لکھے گئے اہم برہمن اور اپنشد کے بارے میں لکھیں؟

10. پروشارتھ کے تصور کے تصور کی وضاحت کیجیے۔

6.7.2 معروضی جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. رگویدک لوگوں کے مذہبی عقائد پر ایک نوٹ لکھیں۔

2. آخری ویدک دور میں اہم اقتصادی سرگرمی کیا تھی؟

3. ابتدائی ویدک دور کے جغرافیہ پر ایک نوٹ لکھیں۔

4. ویدک اور آخری ویدک دور میں خواتین کی حیثیت کا جائزہ لیں۔

5. سنسکار کے تصور اور اقسام پر ایک نوٹ لکھیں۔

6.7.3 طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. ویدک اور آخری ویدک دور کے ادبی ماخذ پر ایک مضمون لکھیں۔

2. رگویدک دور کی سماجی زندگی کا تنقیدی جائزہ لیں۔

3. آخری ویدک دور میں راجا اور اس کی انتظامیہ کے کردار پر بحث کیجیے۔

6.8 مزید مطالعہ کے لیے تجویز کردہ کتابیں (Suggested Books for Further Reading)

1. ڈی. ڈی. کوسامبی، قدیم ہندوستان کی ثقافت اور تہذیب اپنے تاریخی خاکہ میں، وکاس، نئی دہلی، 1987۔

2. ایڈون برائنٹ، دی کویسٹ فار دی آریجنز آف ویدک ثقافت: دی انڈو-آریہ مائیگریشن ڈیبیٹ۔ دہلی: آکسفورڈ یونیورسٹی پریس۔

3. جارج اردوسی (ایڈ.)، قدیم جنوبی ایشیا کے ہند آریائی: زبان، مادی ثقافت اور نسل۔ نئی دہلی: منشیرام منوہر لال، 2002۔

4. عرفان حبیب اور وی کے ٹھاکر، دی ویدک ایج، نئی دہلی: تلیکا پبلیکیشن، 2003۔

5. رومیلا تھاپر، نسب سے ریاست تک: وادی گنگا میں پہلی صدی قبل مسیح میں سماجی تشکیل: آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، 1990۔

6. اپندر سنگھ، قدیم اور ابتدائی قرون وسطی کے ہندوستان کی تاریخ: پتھر کے زمانے سے 12ویں صدی تک، دہلی: پیئرسن لانگ مین، 2008۔

اکائی 7۔آریہ: تاریخی بحث

(The Aryans: Historical Debate)

اکائی کے اجزا

7.0 تمہید

7.1 مقاصد

7.2 آریاؤں کے اصل وطن کے بارے میں نظریات

7.2.1 وسطی ایشیائی نظریہ

7.2.2 قطب شمالی علاقہ

7.2.3 سپت سندھو کا نظریہ

7.2.4 تبت کا نظریہ

7.2.5 مغربی بالٹک کا نظریہ

7.2.6 جنوبی روس کا نظریہ

7.2.7 صحرائے کرغیز کا نظریہ

7.2.8 جرمنی کا نظریہ

7.2.9 مغربی سائبیریا کا نظریہ

7.2.10 بحیرہ خزر یا قفقاز کا نظریہ

7.2.11 مشرق قریب کا نظریہ

7.2.12 جنوب مشرقی یورپ کا نظریہ

7.3 ہندوستان میں آریاؤں کی توسیع

7.3.1 ہندوستان میں ابتدائی آریائی بستیاں

7.3.2 کیا ہڑپہ کے بانی آریائی تھے؟

7.9 اکتسابی نتائج

7.10 کلیدی الفاظ
7.11 نمونہ امتحانی سوالات
7.11.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات
7.11.2 معروضی جوابات کے حامل سوالات
7.11.3 طویل جوابات کے حامل سوالات
7.12 مزید مطالعہ کے لیے تجویز کردہ کتابیں

7.0 تمہید (Introduction)

1786 میں ایشیاٹک سوسائٹی کے سامنے ولیم جونز نے ایک تقریر کی اور سنسکرت اور یورپی زبانوں کے درمیان مماثلت پر مبنی ایک مشترک ہندیورپی لسانی گروہ کی موجودگی کی تجویز پیش کی۔ اس تجویز کو کئی یورپی لسانی ماہرین نے پسند کیا۔ اس کے بعد 1847 میں، میکس مولر نے آریائی زبان بولنے والے قبائل کے حملوں کا نظریہ پیش کیا۔ اس نظریہ کے مطابق، آریائی قبائل قبل مسیح کے دوسرے ہزارے میں وسطی ایشیا سے مختلف سمتوں میں چل پڑے۔ ان کی ایک شاخ ہند آریائی یا ویدک آریہ قبائل نے ہندوستان پر حملہ کیا۔ قدیم ترین متن، رگوید کی تاریخ 1500 ق م کے آس پاس متعین کی گئی۔ بعد کے ویدک متون سمہتاؤں اور برہمنوں کی تاریخ 1000 سے 600 ق م تسلیم کی گئی۔ آریائی حملے کے نظریہ کو حال ہی میں آریائی ہجرت کے نظریہ میں تبدیل کر دیا گیا ہے کیونکہ حملے کے لیے کوئی ثبوت نہیں ہے۔ تاہم آریائی ہجرت کے نظریہ میں ویدک متون کی شہادت موجود ہیں اور یہی شواہد آریائی ہجرت کے نظریہ کی بنیاد ہیں۔

تاریخ کے ماخذ کے طور پر ویدک ادب کا استعمال، ان لوگوں کے بارے میں متعدد سوالات سے جڑا ہوا ہے جن سے یہ تعلق رکھتے ہیں۔ ہند آریائی کون تھے؟ وہ کہاں سے آئے؟ ویدک اور ہڑپہ ثقافتوں کے درمیان کیا تعلق تھا؟ ان مسائل کو ہمیشہ خالص علمی نہیں سمجھا جاتا۔ دو صدیوں پر محیط زوردار اور اکثر بے فائدہ بحث کے باوجود ابھی تک ان سوالات کا کوئی یقینی جواب نہیں ہے۔ یہ ایک پیچیدہ موضوع ہے اور تاریخی شواہد کی کمی کی وجہ سے ماہرین کے درمیان وسیع تر نظریاتی اختلاف ہے۔ ویدک آریاؤں کی ابتدا اور اصل وطن کو یورپی اقوام کے مورث اعلیٰ کے ساتھ جوڑ کر نظریات قائم کرنے کے مقصد سے زبان، مذہبی دیومالاؤں، مفروضہ یا حقیقی نسلی مشابہت، سبھی کا استعمال کیا گیا۔ اس سب کے باوجود اس بارے میں ہمارا علم ابھی تک اندازوں تک محدود ہے۔

19 ویں اور 20 صدیوں کے دوران، افریقہ اور ایشیا کے بڑے حصے میں یورپی اقوام نے نوآبادیات قائم کیں۔ سامراجی دانشوروں نے تحریکی عوامل کے حوالے سے مختلف نسلوں کی تاریخ کا جائزہ لیا۔ ان دعویٰ تھا کہ لوگوں کا ایک خاص گروہ (سفید فام نسل) فطری طور پر سب سے برتر ہے۔ آج زیادہ تر ماہرین بشریات نے نسلی درجہ بندی کو ترک کر دیا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ دنیا کے مختلف حصوں میں

رہنے والے لوگ مختلف نظر آتے ہیں لیکن پرانی نسل کا متعصب طبقہ، جس نے دنیا کے مختلف حصوں میں لوگوں کو الگ الگ، غیر متعلق اور گزرنے وقت کے ساتھ کبھی نہ بدلنے والوں کے طور پر پیش کیا۔انسانی ثقافتوں کی درجہ بندی کو سمجھنے کے مقاصد، غیر جانبدارانہ طریقوں میں تبدیل ہو چکے ہیں۔آریاؤں کا اصل وطن، فلسفیوں، ماہر لسانیات، تاریخ دانوں، آثاری ماہرین اور دیگر کے درمیان مسلسل بحث کا موضوع ہے۔غالب نظریہ یہ ہے کہ ہند آریائی برصغیر میں مہاجر کے طور پر آئے تھے جبکہ ایک اور نظریہ ان کے مقامی باشندے ہونے کا ہے جس کی کچھ ہندوستانی دانشوروں نے وکالت کی ہے۔ان کئی سالوں کے دوران، ہند آریاؤں کے اصل وطن کے بارے میں بہت سے نظریات پیش کیے گئے جن میں تبت، افغانستان، ایران، بحیرہ ارال، بحیرہ خزر، بحیرہ اسود، لتھوانیا، قطب شمالی، قفقاز، وولگا پہاڑ، جنوبی روس، وسطی ایشیائی میدان، مغربی ایشیا، اسکینڈینیویا، بالٹک علاقہ اور ہندوستان کو ان کا وطن بتایا گیا۔ذیل میں ہم چند دانشوروں کے نظریات پر بحث کریں گے۔

7.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کے مطالعے کے بعد آپ

- آریوں سے متعلق بحث کا تنقیدی جائزہ لے سکیں گے۔
- آریاؤں کے ابتدائی اصلی وطن کے بارے میں مختلف دانشوروں کے خیالات جان سکیں گے۔
- کیا ہڑپہ تہذیب کے بانی آریائی تھے؟اس کی وضاحت کر سکیں گے۔

7.2 آریاؤں کے اصل وطن کے بارے میں نظریات

(Theories About the Original Homeland of the Aryans)

ہڑپہ تہذیب کے لوگوں کے عروج اور زوال کے حوالے سے بہت زیادہ اختلافات رہے ہیں۔ایک عام نظریہ، جس کی توثیق جواہر لعل نہرو نے 'ڈیسکوری آف انڈیا' میں کی، جسے بعد میں امرتیا سین (Amartya Sen) نے *The Argumentative Indian* میں تسلیم کیا اور حال ہی میں آثار قدیمہ اور جینیاتی بشریات کی مختلف تحقیقات نے حمایت کی، یہ ہے کہ سندھ کے لوگ نسبتاً سیاہ فام لوگوں سے تعلق رکھتے تھے اور شاید دراوڑ قوم سے تھے۔رگوید میں سیاہ فام مقامی لوگوں کے ساتھ تصادم کا حوالہ دیا گیا ہے، جن کے بارے میں آسانی سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ وہ زوال پذیر ہڑپہ تہذیب کے لوگ تھے۔آریاؤں کے اصل وطن کی شناخت کے مسئلے کو لسانی اور نسلی دونوں نقطہ نظر سے دیکھا جانا چاہیے۔سولہویں صدی کے اوائل میں فلورنس کے سیاح فلیپو ساسیٹی(Filippo Sassetti) نے ہندوستان میں اپنے طویل قیام کے دوران سنسکرت اور یورپ کی کچھ اہم زبانوں کے درمیان ایک قطعی تعلق کو دیکھا، لیکن یہ ولیم جونز (Sir William Jones) ہی تھے، جنہوں نے 1786 میں یہ ثابت کیا کہ سنسکرت اور یورپی زبانوں جیسے یونانی، لاطینی، جرمن، سیلٹک، گوتھک، اور فارسی میں کئی مشترک صفات ہیں۔ان دانشوروں نے اس زبان کے مجموعے کو 'ہند-یورپی' یا 'ہند-جرمن' نام دیا۔میکس مولر نے بھی زور دے کر کہا کہ سائنسی طور پر آریہ کا مطلب زبان ہے نسل نہیں۔

جیسا کہ ہم سب جانتے ہیں 19 ویں صدی میں یورپ میں آریائی نسل کے نظریے کا ارتقا، عالمی تاریخ پر دوررس نتائج کا حامل تھا۔ یورپی سماجوں پر اس کا اطلاق نازی جرمنی کے نسلی نظریے کی شکل میں ظاہر ہوا۔ دوسرا نتیجہ یہ نکلا کہ یہ قدیم ہندوستانی تاریخ کی تشریح کی بنیاد بن گیا اور ہندوستانی سماج میں اس نظریہ مکمل اطلاق کی کوششیں کی گئیں۔ کچھ یورپی دانشور اب بھی اسے 19 ویں صدی کا افسانہ قرار دیتے ہیں لیکن کچھ ہندوستانی سیاسی مفکرین ان نسلی نظریات کے حامی دکھائی دیتے ہیں۔ اس میں ان کی مدد وہ لوگ کرتے ہیں جو آج بھی اس قدیم نسل پرستانہ نظریے کے تابع ہیں اور اسے ہندوستان کی بنیادی شناخت سمجھتے ہیں۔ پرنٹ میڈیا میں 'آریائی وطن' پر بڑے پیمانے پر مباحث اور اسکول کی نصابی کتابوں میں اس نظریے کے پڑھائے جانے کے تنازعے کے ساتھ، یہ آثاری ماہرین اور مورخین کے درمیان مختلف طریق تحقیق کے بجائے اپنی نظریاتی بنیادوں کے لحاظ سے ایک بڑی بحث کا موضوع بن گیا ہے۔

ادبی مواد کی نوعیت اس دور کی تاریخی تعمیر نو کے لیے اہم ہے۔ ویدک متون کی مدد سے تاریخ نویسی عملی طور پر ناممکن ہے کیونکہ وہ بنیادی طور پر رسوماتی اور مذہبی متن ہیں اور کچھ اقتباسات میں واضح طور پر شبہات ہیں۔ وہ روایتی علامتی زبان میں لکھے گئے ہیں اور ان کی وضاحت اور تشبیہاتی تفسیر کی ضرورت ہے۔ دیگر ماخذ میں 'یاسک نیروکت' نامی قدیم کتاب بھی شامل ہے، جس کی تاریخ عام طور پر 700 سے 600 ق م ہے۔ پانی اپنی گرامر میں علامتی زبان اور بول چال کی زبان میں فرق کرتا ہے۔ محتاط طریقوں کے ذریعے یادداشت کی بنیاد پر متون کو کئی صدیوں تک زبانی طور پر محفوظ کیا گیا۔ البتہ یہ سوال اٹھایا گیا ہے کہ کیا یادداشت کا جو نظام تھا وہ متون کی تحریر کا بھی تھا اور مزید یہ کہ کیا کسی رسم الخط کو اپنانے سے پہلے بھی ایسا طریقہ تھا؟ اس پر مختلف خیالات ہیں۔ قدیم ترین منتروں کی تخلیق اور رگوید میں ان کی تدوین کے درمیان چند صدیوں کا ایک طویل عرصہ غائب ہے۔ یہاں تک کہ سختی سے نگرانی کی جانے والی زبانی روایت کے اندر بھی تبدیلیاں ہو سکتی ہیں اور اگر یادداشت کچھ صدیوں پر محیط ہو تو کچھ حد تک گھٹانے بڑھانے کی توقع کی جا سکتی ہے۔ ایک مکمل متن کی تاریخ میں علم فلکیات کے استعمال کو ناقابل اعتبار سمجھا جاتا ہے کیونکہ سیاروں کے مقامات کے حوالے پچھلی روایت سے شامل کیے جا سکتے تھے جس کی ضرورت ویدک لوگوں کو نہیں تھی لیکن اس علاقے میں جہاں منتر لکھے گئے تھے، اس کا چلن تھا۔ رگوید کی تاریخ تقریباً 1500 ق م بتائی گئی ہے جب کہ ہڑپائی شہروں کا زوال ہو چکا تھا۔ لہٰذا اس تاریخ کے مطابق، ہڑپہ تہذیب، ویدک ثقافت سے پہلے تھی اور اس سے پچھلی ہندوستانی تہذیب کی بنیاد ہے۔ تاہم اگر رگوید کی تاریخ کے طور پر 4500 قبل مسیح پر زور دیا جاتا ہے (جس کا لسانی ثبوت کی بنیاد پر امکان نہیں ہے)، تو ویدک ثقافت، ہڑپہ سے پہلے کی ہوگی۔ بلوچستان میں کھدائی سے پتہ چلتا ہے کہ وہاں کی کچھ بستیاں سات ہزار قبل مسیح تک پیچھے چلی جاتی ہیں اور اس طرح اس سے بھی بہت پہلے کی تاریخ کو کچھ لوگوں نے رگوید کے لیے تجویز کیا ہے۔ لیکن ان مقامات کی ماقبل ہڑپہ ثقافتوں میں یا شمال مغربی سرحدی علاقوں میں ایک بھی مقام ایسا نہیں جو رگوید میں مذکورہ مقامات جیسا ہو۔ ہڑپہ سے پہلے کی بستیوں کے درمیان مادی ثقافت کا کوئی ایسا آثار تلاش کرنا مشکل ہے جیسا کہ رگوید میں بیان کیا گیا ہے۔ ذیل میں آریاؤں کے وطن کے بارے میں کچھ نظریات کو بیان کیا گیا ہے۔

7.2.1 وسطی ایشیائی نظریہ (Theory of Central Asian Origin)

سب سے اہم نظریہ جو طویل عرصے تک زیر بحث رہا وہ یہ تھا کہ آریائی قبائل اصل میں وسطی ایشیا میں رہتے تھے۔ تقابلی زبانوں کے

ایک جرمن دانشور پروفیسر میکس مولر نے اپنے 'زبانوں کی سائنس پر مقالات' میں اس بات کی نشاندہی کی کہ ہندوستانیوں، یونانیوں، فارسیوں، رومیوں، جرمنوں اور سیلٹ قوم کے آباؤاجداد اصل میں ایک ساتھ رہے ہوں گے۔ یہ بات ان لوگوں کی زبانوں کے مطالعے سے سامنے آئی ہے۔ سنسکرت میں پتر اور ماتری وہی تھے جیسے فارسی میں پدر اور مدر، انگریزی میں Father اور Mother اور لاطینی میں Pitar اور Matar۔ یہ تجارتی اصطلاحات نہیں تھیں بلکہ خاندانوں میں روزمرہ استعمال کے بنیادی الفاظ تھے جنھیں صرف اسی صورت میں اپنایا جاسکتا تھا جب ان لوگوں کے آباؤاجداد ایک مشترکہ جگہ پر رہتے۔ میکس مولر کا نظریہ یہ تھا کہ آریاؤں کا مرکزی گروہ شمال مغرب کی طرف بڑھ رہا تھا۔ یورپی آریاؤں نے بحر خزر کے جنوب میں ایشیائے کوچک کے راستے یونان اور اٹلی کی طرف ہجرت کی۔ ان کا ایک گروہ شمال مغربی راستے سے ہندوستان آیا۔ اس نظریہ کی حمایت میں یہ بھی اشارہ کیا گیا ہے کہ ہند جرمن زبانیں بولنے والے لوگ، برہم پتر سے بحر اوقیانوس تک پھیلے ہوئے علاقے میں بکھرے ہوئے تھے۔ ویدوں اور زنداوستا کی زبانوں میں بہت کم تبدیلی آئی ہے لیکن سیلٹک زبانیں بہت زیادہ تبدیل ہوئی ہیں۔ آریاؤں کا اصل گھر ہندوستانیوں اور ایرانیوں کے زیر قبضہ زمینوں کے قریب ترین رہا ہوگا اور غالباً وہ مقام وسطی ایشیا تھا۔ زنداوستا میں ایک روایت یہ بھی ہے کہ انسان کی پہلی تخلیق 'ایریانہ ووج' میں ہوئی اور وہاں سے ایرانی لوگ ایران گئے۔ ایریاناووج سے جڑے زیادہ تر مقامات وسطی ایشیا میں یا اس کے آس پاس واقع ہیں۔ اس نظریے کی تائید تقابلی زبانوں کے مطالعے سے بھی ہوتی ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ آریاؤں کا اصل وطن ایک خطہ تھا' جہاں برچ اور پائن جیسے درخت اگتے تھے اور جہاں جاڑے کا موسم اپنے سرد مزاج اور برف سے جانا جاتا تھا۔ 'توچاری (Tocharian) نامی ایک زبان جو شمال مغربی افغانستان میں بولی جاتی ہے، سینٹم نامی مغربی یورپی زبان سے منسلک ہے۔ 2100 قبل مسیح کے شہر بابل کی تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ گھوڑا، بابل کے گدھے استعمال کرنے والے لوگوں میں نیا متعارف ہوا تھا۔ اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے کہ اس تشبیہ سے مراد ایران یا اس سے آگے کے لوگوں کی یہاں آمد ہے جنھوں نے بابل کے 'کسائٹ' خاندان کی بنیاد رکھی۔ ای جے ریپسن (E.J. Rapson) کے مطابق، اس سے مراد شمال مشرق سے آریاؤں کا داخلہ ہے۔ وسطی ایشیا منگولوں اور مغلوں کی بھی افزائش کا مقام تھا جو بعد میں ہندوستان، فارس، وادی فرات اور یورپ میں چلے گئے۔ یہ خطہ آریاؤں کا اصل گھر بھی ہوسکتا ہے۔ مختلف آریائی زبانوں میں نمک اور سمندر کے الفاظ عام نہیں ہیں اور اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے کہ آریاؤں کا اصل گھر سمندر سے دور اندرونی ممالک رہا ہوگا۔ وسطی ایشیا میں وہ تمام چیزیں موجود ہیں جو زبان اور ثقافت میں مہارت کے لیے ضروری سمجھی جاتی ہیں۔ وہ چیزیں پہاڑ، صحرا، جنگلات، خوراک کی کثرت اور معتدل آب وہوا والے وسیع و عریض میدان ہیں۔

اس نظریے کے مخالفین کہتے ہیں کہ یہ ناممکن ہے کہ ایسی اعلیٰ تہذیب کے حامل آریائی، ایشیاء کے سب سے بنجر خطوں میں سے کسی ایک سے جڑے ہوئے ہوں۔ تاہم، اس بات کی نشاندہی کی جاسکتی ہے کہ آریاؤں کے دور کا وسطی ایشیا آج سے مختلف رہا ہوگا۔ گزشتہ ادوار میں اس خطے کی آب وہوا بدلی ہے۔ ماہرین ارضیات کا کہنا ہے کہ اس خطے میں بارشوں میں کمی آئی ہے اور اس کے نتیجے میں زراعت بھی متاثر ہوئی ہے۔ جن خطوں کو قدیم مصنفین نے زرخیز قرار دیا ہے وہ اس وقت صحرا میں بدل گئے ہیں۔ اوریل سٹین (Aurel Stein) نے ثابت کیا ہے کہ چینی ترکستان میں ایک عظیم تہذیب تھی، لیکن آج ایسا نہیں ہے۔ یہاں تک کہ ہیوین سانگ نے وسطی ایشیا میں ایک پھلتی پھولتی

تہذیب کا حوالہ دیا جب وہ ساتویں صدی عیسوی میں ہندوستان آیا۔

7.2.2 قطب شمالی علاقہ (Theory of Originating in the North Pole Region)

بال گنگادھر تلک کا خیال تھا کہ آریاؤں کا اصل گھر قطب شمالی (Arctic) علاقہ تھا۔ یہ نظریہ انہوں نے اپنی کتاب 'آرکٹک ہوم آف دی آریئنس' میں پیش کیا تھا۔ اس نظریہ پر کام کرتے ہوئے تلک اس نتیجے پر پہنچے کہ زمین دن بہ دن حرارت کھو رہی ہے۔ قطب شمالی علاقے ایک وقت میں رہنے کے قابل تھے اور آریائی اصل میں وہاں رہتے تھے۔ تلک نے تنقیدی طور پر سنسکرت ادب کی تحقیق کی اور مذکورہ نتیجے پر پہنچے۔ ویدوں میں چھ مہینوں تک چلنے والے دنوں اور راتوں کا حوالہ دیا گیا ہے جو قطب شمالی کے علاقے میں پائے جاتے ہیں۔ متفرق اور متواتر 'اُشائیں' (صبحیں) جن کو رسومات کے ضمن میں کئی حصوں میں بیان کیا گیا ہے، دائمی دن کے برابر بتایا گیا ہے۔ قطبی خطے کے ستاروں کی حرکات کو بھی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے تاکہ اس نظارے کی تائید ہو سکے۔ اس بات کی نشاندہی کی گئی ہے کہ ستاروں کی افقی حرکت قطبی خطے کا ایک عجیب تجربہ ہے۔ ایرانی کتابیں بتاتی ہیں کہ آریاؤں کے اصل گھر میں طویل سردیاں تھیں۔ ہندوؤں کا روایتی سورگ شمال میں ہے۔ تلک کا نظریہ جدید ذہن کے لیے عجیب لگ سکتا ہے جو صرف قطب شمالی خطے کے شدید سردی کے بارے میں سوچ سکتا ہے۔ تاہم، ماہرین ارضیات نے ثابت کیا ہے کہ ماقبل تاریخ دور میں اس خطے کی آب و ہوا دائمی موسم بہار جیسی تھی۔ ان حالات میں تلک کے نظریے کو سرے سے رد نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے سیاق و سباق پر غور کیا جانا چاہیے۔

7.2.3 سپت سندھو کا نظریہ (Theory of Originating in the Sapta Sindhu Region)

بنگالی مورخ اے سی داس کے مطابق، آریاؤں کا اصل گھر سپت سندھو یا پنجاب تھا۔ یہ نقطہ نظر اس نے اپنی کتاب 'رگوید ک انڈیا' میں پیش کیا ہے۔ سپت سندھو سات دریاؤں سے سیراب تھا، یعنی سندھ، جہلم، چناب، راوی، بیاس، ستلج اور سرسوتی۔ ان کا خیال تھا کہ رگوید میں بیان کردہ جغرافیائی حالات اس خطے کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ ہندوستان مغربی ایشیا سے زمینی طور پر جڑا ہوا تھا اور آریائی سپت سندھو سے مغرب کی طرف ہجرت کر گئے تھے۔ اس حوالے سے، سپت سندھو آریاؤں کا اصل گہوارہ تھا، جس میں شمال میں کشمیر کی خوبصورت وادی اور مغرب میں گندھار شامل تھا۔ اس کی جنوبی حد راجستھان تھی (جو پہلے صحرا نہیں تھا) اور اس کی مشرقی سرحد گنگا سے ملتی تھی۔ یہ سمندر اور جنوبی ہندوستان سے مکمل طور پر کٹا ہوا تھا، لیکن یہ گندھار اور کابل کی سمت میں مغربی ایشیا سے زمینی راستے سے جڑا ہوا تھا جس کے ذریعے آریائی ہجرت کی لہریں مغرب اور یورپ کی طرف بڑھیں۔ سپت سندھو کو مختلف مراحل میں آنے والوں نے دوسروں کو یورپ کی طرف دھکیل دیا۔ اس نظریہ کو دنیا کے دانشوروں نے قبول نہیں کیا ہے اور اسے بہت سنجیدگی سے بھی نہیں لیا گیا ہے۔

7.2.4 تبت کا نظریہ (Theory of Originating in the Tibetan Region)

سوامی دیانند سرسوتی اور پارگیٹر کے مطابق، آریاؤں کا اصل گھر تبت تھا۔ ان کی طرف سے بالترتیب 'ستیارتھ پرکاش' اور قدیم ہندوستانی تاریخی روایات میں اس نظریے کی وضاحت کی گئی ہے۔ آریاؤں کی ہندوستانی نژاد کی حمایت کرتے ہوئے وہ بتاتے ہیں کہ یورپی اور

ایرانی، ہندوستان سے ہجرت کر کے گئے ہوں گے۔ وید ہندوستان میں بنائے گئے تھے اور یہیں موجود ہیں۔ ہندوستانی سماج اور مذہب کی جدید ساخت کا تعلق براہ راست ویدک اداروں سے قائم کیا جاسکتا ہے۔ دوسرے سنسکرت ادب میں ہمیں ایسی کوئی روایت نہیں ملتی جس میں آریاؤں کے باہر سے ہندوستان میں ہجرت کی بات کی گئی ہو۔ آریاؤں کے ہندوستانی اصل نظریے کے ناقدین اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ ابتدائی آریہ جن چیزوں سے واقف تھے وہ ہندوستانی نہیں تھیں۔ وہ چھڑی، پائن، بلوط اور بید کے درخت سے واقف تھے اور یہ ہندوستان کے میدانی علاقوں میں نہیں اگتے ہیں۔ وہ چاول، شیر ببر، ہاتھی اور برگد کے درخت سے واقف نہیں تھے اور ہاتھی کو عجیب جانور سمجھتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ ایک مرگ ہستن (سونڈ والا ہرن) ہے۔ لاسن (Lassen) کے مطابق، دوسری باشعور قوموں میں قابل مشاہدہ زبان، رسم و رواج یا خیالات کا کوئی بھی واقعہ ہندوستانی نژاد کی نشاندہی نہیں کرتا۔ شلیگل (Schlegel) کے مطابق، آریہ دنیا کے اتنے بڑے حصے میں پھیلے ہوئے تھے کہ وہ اس کے جنوبی چھور سے نہیں آسکتے تھے۔ وہ مختلف سمتوں میں کسی مرکزی جگہ سے ہجرت کر کے گئے ہوں گے۔ یہ بھی اشارہ کیا گیا ہے کہ اگر آریہ اصل میں ہندوستان میں آباد تھے تو انہیں اس زرخیز علاقے سے ایران اور یورپ جیسے کم زرخیز مقامات کی طرف نہیں جانا چاہیے تھا۔

7.2.5 مغربی بالٹک کا نظریہ (Theory of Orginating in the West Baltic Region)

ایک اور نظریے کے مطابق، مغربی بالٹک ساحل آریاؤں کا گھر تھا۔ یہ نظریہ اس بنیاد پر ہے کہ قدیم دور کے قدیم ترین سادہ فنی نمونے اور تکنیکی طور پر کارگر پتھر کے اوزار وہاں بکثرت پائے جاتے ہیں۔ تاہم، ناقدین کا کہنا ہے کہ اس صورت میں نیوزی لینڈ میں پتھروں کے خوبصورت نمونوں کی بڑی تعداد والی ماوری ثقافت کو ایک اعلیٰ درجے کی آثاری ثقافت تصور کیا جانا چاہیے۔

7.2.6 جنوبی روس کا نظریہ (Theory of Originating in the South Russian Region)

نہرنگ کے مطابق، کسوتینی ترپیلیا (Cucuteni-Trypillia) ثقافت اصلی ہندیورپی ثقافت ہے اور ہندیورپیوں کا اصل گھر درحقیقت جنوبی روس میں ہے، لیکن مغرب میں بہت آگے تک پھیلا ہوا ہے۔ اپنے ذیلی نظریے کی بنیاد پر کہ بعد کی زبان ہمیشہ پرانی زبان کی وساطت سے بنیادی طور پر تبدیل ہوتی ہے اور اسی نہج پر پھیلتی ہے۔ پوکورنی اس نتیجے پر پہنچے کہ آریائی قبائل کے منتشر ہونے سے پہلے ہند-یورپیوں کے اصل گھر کے طور پر کوویزر اور وسٹولا کے درمیان اور ان سے آگے سفید روس اور وولہنیا تک زمین کے وسیع حصّوں کو سمجھا جانا چاہیے۔

7.2.7 صحرائے کرغیز کا نظریہ (Theory of Originating in the Kyrgyz Steppe Region)

برینڈنسٹین کے مطابق، غیر منقسم ہند-یورپی باشندے اصل میں اس علاقے میں رہتے تھے جسے اب صحرائے کرغیز کہا جاتا ہے، جہاں سے ہند-ایرانی قبائل مشرق کی طرف اور دوسرے قبائل بعد کی تاریخ میں مغرب کی طرف چلے گئے۔ مغرب کی طرف بڑھنے والے قبائل دو گروہوں میں بٹ گئے۔ ان میں سے ایک شمالی یورپ چلا گیا اور باقی یوکرین وغیرہ میں رہ گیا۔

7.2.8 جرمنی کا نظریہ (Germany's Theory)

جرمن دانشوروں نے جرمنی کو آریاؤں کا اصل گھر قرار دیا ہے۔ تاہم، اس نظریے کو اس بنیاد پر رد کیا جاتا ہے کہ قبل از تاریخ میں اور اس کے بہت بعد میں یہ ملک جنگلات سے ڈھکا ہوا تھا۔ سگمنڈ فیسٹ نے ثابت کیا ہے کہ جرمن، اگرچہ وہ ہند-یورپی بولی جانتے تھے پھر بھی وہ ہندیورپیوں کے مورث اعلیٰ نہیں ہو سکتے۔

7.2.9 مغربی سائبیریا کا نظریہ (Theory of Originating in the West Siberian Region)

مورگن کے مطابق، ہند-یورپیوں کا اصل گہوارہ مغربی سائبیریا میں تھا۔ ان کے خیال کے مطابق سائبیریا کی آبادی ڈینیوب، ایران اور مشرق بعید تینوں طرف ہجرت کر گئی۔ جیسے جیسے سائبیریا سرد ہوتا گیا، باشندے میدانی علاقوں کی طرف ہجرت پر مجبور ہو گئے۔

7.2.10 بحیرہ خزر یا قفقاز کا نظریہ (Theory of Originating in the Caspian or Caucasus Region)

جے راج بھائے بتاتے ہیں کہ ویدوں کی زبان بولنے والے آریاؤں کو ان کی سابق روایت میں یاد کیا جاتا ہے کہ وہ کشیپ کی مشترکہ نسل سے تعلق رکھتے تھے جو سک دیپ یا مغربی علاقے میں رہتے تھے اور غالباً بحیرہ خزر کی سرحد سے ملحق تھے۔ دارا کے نقشِ رستم کے نوشتہ میں 'ساکا تیائی تارادرایا' لکھا ہے، یعنی سیتھیائی باشندے سمندر سے دور بسنے والے ہیں۔ ساتویں صدی قبل مسیح میں ہولی کارناسس میں پیدا ہوئے یونانی مصنف ہیروڈوٹس نے آٹھویں صدی قبل مسیح میں ایک عظیم وولگائی خانہ بدوشوں کی ہجرت کے بارے میں بتایا کہ یہ ایشیا کے قلب میں کہیں سے شروع ہوی اور اس کے نتیجے میں سیتھیائیوں نے مغرب کی طرف رخ کر کے روس کے جنوب پر حملہ کیا اور سمیرینوں کو بے دخل کیا۔ ایک ہزار سال پہلے آریائی حملوں کا آغاز بھی اسی انداز میں ہوا ہوگا۔ ہمیں وسطی ایشیا سے ہندوستان میں وولگا کو عبور کر کے آتے ہوئے شکوں اور کشانوں کے متوازی یورپ میں ہنوں (ایک ایشیائی نسل) کے درمیان موازنہ کرنے سے گریز نہیں کرنا چاہئے۔ اوستا آریاؤں کی ابتدا یا ماخذ کو ایریاناوائیگو (Ariayana Vaego) کے نام سے جانتا ہے۔ اوستا قدیم ایرانی زبان میں لکھی گئی کتاب سنسکرت وید سے مطابقت رکھتی ہے جس کا مطلب ہے 'آغاز یا ذریعہ' ہے۔ اویستا میں ایریانہ وائیگو کو انتہائی سردی کی جگہ کے طور پر بیان کیا ہے جہاں زیادہ ہجوم ہو گیا تھا۔ اویستا اور پہلوی بندہاش کی بنیاد پر جے ڈی نادر شاہ نے دعویٰ کیا ہے کہ ایریاناوائیگو کی جگہ جو کہ قدیم آریاؤں کی جائے پیدائش ہے، کوہ قاف کے جنوب مشرقی دامن میں تھی۔

7.2.11 مشرق قریب کا نظریہ (Near-East Theory)

جیراز بھوئے کا خیال ہے کہ آیا فرات کے بالائی حصے کے متانی حکمراں (1475-1280 قبل مسیح) آریاؤں کی براہ راست شاخ تھے یا نہیں، ان کے نام یقیناً آریائی ہیں، مثال کے طور پر، سوساتر، ارتاما، سوترنا، تسرتا اور ماتیزوا، آریائی سردار مشرق قریب میں حکمرانی کرتے تھے چونکہ ہمیں امرنا خطوط (1380-50 قبل مسیح) میں ارتامانیا اور سوارتا جیسے نام ملتے ہیں۔ یہ نام ایرانیوں سے قریبی تعلق رکھنے والی بولی سے آئے ہیں۔ ایک نام، جیسے سناسورا، کرزوتنا کاراجا، ایک ہندوستانی نام ہونے کا دعویٰ کیا جاتا ہے جس کا تعلق سورہ کے ساتھ ساتھ آوستائی سورا

سے ہے، 'مضبوط، بہادر، ہیرو' جیسی ہندوستانی تشبیہات آہستہ آہستہ دوسرے ناموں میں بھی پائے گئے، جیسے، ابیرت قدیم ہندوستانی میں ابھیر تھ، یعنی 'ایک اعلیٰ رتھ کا مالک' اور ارتا سمار رتا سمارا، 'مقدس قانون کو یاد کرنا'۔ ایسے مترادف ناموں کی چند مثال درج ذیل ہیں۔

سواردیت	ہندوستانی سوردیت	جنت سے عطا کیا گیا
سوبھندو	ہندوستانی سوبھندھو	اچھا رشتہ دار
ستاور	ہندوستانی ستور	تیز رو
اندرتو	ہندوستانی اندرت	اندر کا آشیرواد
بیراسین	ہندوستانی ویراسین	بہادر فوجی
ارتادام	ہندوستانی ریتادھمن	الٰہی قوانین کی پابندی کرنا
بیری دسوا	ہندوستانی برھادسوا	عظیم گھوڑوں کی کارکردگی
نامیاوازا	ہندوستانی نمیا۔ وجا	وہ جو ایک شاندار انعام کا مالک ہے
سوتارنا	ہندوستانی سودھرنا	بہت مضبوط
ایندراوا	ہندوستانی اندرمان	
سمیٹاراس	ہندوستانی سو۔ مترا	ایک اچھا دوست

7.2.12 جنوب مشرقی یورپ کا نظریہ (Theory of Originating in South-East Europe)

مغرب میں جو نظریہ قبول کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ آریاؤں کا اصل گھر جنوب مشرقی یورپ میں تھا۔ پروفیسر میکڈونل کے مطابق، بلوط، چھتری اور بید جیسے عام درخت اور گھوڑے گائے جیسے عام جانور جن سے آریاؤں کے آباؤ اجداد واقف تھے، جیسا کہ رگوید اور زیند ویستا کے مطالعے سے ظاہر ہوتا ہے۔ وہ ان دنوں جنوب مشرقی یورپ میں پائے جاتے تھے۔ ڈاکٹر جائلز کے مطابق، آریاؤں کا اصل گھر 'وہ علاقہ تھا جس کی مشرقی جانب کارپیتھین، اس کے جنوب میں بلقان، اس کے مغربی جانب آسٹریا کے الپس اور بوہمر والڈ اور شمال کی طرف سے آسٹریا کے فرنز برگ پہاڑ جو انہیں کارپیتھین وغیرہ کے ساتھ جوڑتے ہیں، سے گھرا ہوا تھا یعنی آسٹریا اور ہنگری کا میدانی علاقہ تھا۔ ہندوستانیوں، یونانیوں، جرمنوں اور انگریزوں کے آباؤ اجداد اصل میں کسی مشترکہ جگہ پر رہتے تھے۔ ڈاکٹر جائلز کے مطابق، جب وہ سب ایک جگہ رہ رہے تھے، تو انہیں 'وائروس' (wiros) کے نام سے جانا جاتا تھا۔ وہ کافی عرصے تک ساتھ رہے۔ وہ زراعت کا فن جانتے تھے اور اپنے آپ کو آریہ یا ایریہ کہتے تھے۔ آریہ یا ایریہ کے الفاظ کا مطلب کسان یا اچھے خاندان کے افراد ہیں۔

7.5 ہندوستان میں آریاؤں کی توسیع (Expansion of the Aryans in India)

ڈاکٹر ہورنل نے آریاؤں کے ہندوستان پر دوہرے حملے کا اپنا نظریہ پیش کیا ہے۔ آریاؤں کا پہلا ریلا پنجاب آیا اور وہیں آباد ہوا۔ وہ اپنے اہل خانہ کے ساتھ آئے تھے۔ پھر ان کا دوسرا گروہ آیا۔ جب انہیں وادی کابل کا راستہ مسدود نظر آیا تو وہ گلگت اور چترال سے ہوتے ہوئے اپنے راستے کو وسیع کرتے ہوئے ملک کے وسطی علاقوں میں داخل ہوئے جو شمال میں ہمالیہ سے لے کر جنوب میں وِندھیا تک، مغرب میں جمنا اور

مشرق میں گنگا کے سنگم تک پھیلا ہوا تھا۔ دوسرے گروہ نے سرسوتی، جمنا اور گنگا کے کنارے مقدس رسومات کا نظام وضع کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ پنجاب جس میں پہلا گروہ آباد تھا ایک ناپاک سرزمین سمجھا جانے لگا اور سرسوتی اور دریشادوتی کے درمیان کی سرزمین یعنی برہماورت کو مقدس سرزمین سمجھا جانے لگا۔ ڈاکٹر ہورنل کا نظریہ ہندوستانی زبانوں کے مطالعہ پر مبنی ہے۔ ان کے مطابق پنجابی، راجستھانی اور مشرقی ہندی کا تعلق حملہ آوروں کے پہلے گروہ سے تھا اور مغربی ہندی حملہ آوروں کے دوسرے گروہ کی زبان تھی۔

ڈاکٹر ہورنل کے نظریہ کی تائید سر جارج گریئرسن نے بھی کی ہے جو شخصی لسانی سروے کے ڈائریکٹر تھے اور اس طرح ہندوستانی زبانوں کا منفرد علم رکھتے تھے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مغربی ہندستانی اور سندھی، کشمیری، مراٹھی، بنگالی، بہاری، آسامی اور اڑیہ جیسی زبانوں کے درمیان بہت بڑا فرق ہے لیکن، بصورت دیگر ایک دوسرے سے گہرا تعلق ہے۔ ہندوستان کی لسانی تاریخ کے ابتدائی دور میں، ہند آریائی بولیوں کے دو رخ ضرور رہے ہوں گے، ایک مدھیہ دیس یا وسط ملک کی زبان اور دوسرا بیرونی پٹی کی بولیوں کا گروہ۔ مندرجہ بالا سروے سے یہ نتیجہ اخذ کیا گیا کہ آریائی دو الگ الگ اور ایک دوسرے سے مختلف گروہوں میں ہندوستان میں داخل ہوئے۔

یہ بھی اشارہ کیا گیا ہے کہ ''سرہند کے مشرق کے لوگوں کو پنجاب کے لوگوں سے ممتاز کرنے والے واضح فرق کا پتہ لگانا انتہائی مشکل ہے۔'' ناقابل فہم درجہ بندی اور سائنسی مشاہدات سے ایک قسم دوسری صف میں ضم ہو جائے گی اور کئی تجزیے اس بات سے متفق نہیں ہوں گے۔ وہ اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ سرہند کے طول البلد کے بارے میں کہیں واضح تبدیلی واقع ہوئی ہے۔ سی وی۔ ویدیا بھی مہاکاویوں کے اپنے مطالعہ سے اسی نتیجے پر پہنچے ہیں۔ ان کے مطابق، پانڈو اور ان کے رشتہ دار، حملہ آوروں کے دوسرے گروہ کی نمائندگی کرتے تھے، اور کروکشیتر کی جنگ پہلے گروہ پر دوسرے گروہ کی فتح تھی۔ پانڈووں میں کثیر ازواجی کا رواج تھا کیونکہ وہ اپنی عورتوں کو اپنے ساتھ نہیں لا سکتے تھے کیونکہ وہ مشکل راستے سے ہندوستان آئے تھے۔

تاہم، پروفیسر ریپسن نے ان الفاظ میں دو حملوں کے نظریہ پر تنقید کی ہے کہ ''یہ نظریہ تجویز کردہ راستے کی مشکلات کی وجہ سے ناممکن بنا دیا گیا ہے اور اس کے حق میں پیش کیے گئے کچھ دلائل واضح طور پر غلط ہیں۔ رگوید ک قبیلوں اور بعد کے ادب کے لوگوں کے درمیان تسلسل کا ایسا کوئی وقفہ نہیں ہے جیسا کہ پہلے سے سمجھا جاتا ہے۔ مذکورہ بالا دونوں حقائق - ہند آریائی سے ہند - دراوڑی قسم کی طرف اچانک منتقلی اور برہماورت سے برہم ورش دیس اتک آریائی اثر ورسوخ کی توسیع کرتا ہے۔ اگر ہم ان قدرتی خصوصیات کو یاد رکھیں جو دریائے سندھ کے میدان کو جوڑتے ہیں تو سب سے بہتر سمجھا جاتا ہے۔ گنگا کے میدانی علاقوں میں رہنے کے قابل زمین وہ ہے جو صحرا اور پہاڑ کے درمیان واقع ہے۔ انہی میدانوں میں وہ فیصلہ کن لڑائیاں لڑی گئیں جن پر ہندوستان کی تقدیر کا انحصار تھا۔ یہاں بھی ہم فرض کر سکتے ہیں کہ ما قبل تاریخ زمانے میں شمال مغرب سے نسلی ہجرت کی ضرور مزاحمت کی گئی ہو گی۔ سیاسی اور نسلی دونوں لحاظ سے یہاں ایک فطری سرحد بنتی ہے۔ رگوید کے زمانے میں آریائی اس رکاوٹ کو نہیں توڑ پائے تھے حالانکہ جمنا کا تذکرہ ایک منتر میں اس طرح کیا گیا ہے جیسے اس کے کنارے پر کوئی جنگ جیتی گئی ہو۔ یہ کچھ بعد کی تاریخ میں ہی تھا کہ بالائی جمنا اور گنگا کے درمیان کا علاقہ اور دہلی کے نواحی علاقوں پر قبضہ کر لیا گیا تھا۔ ہند آریائی قبائلی

ہجرت کا دور یقینی طور پر ختم ہو گیا تھا۔اس کے بعد ہند آریائی نوآبادیت کا دور شروع ہوا۔

پروفیسر چندا نے اپنا ایک نیا نظریہ پیش کیا ہے۔ان کے مطابق، ابتدائی آریائی حملہ آوروں کا تعلق ڈولیچو سیفالک طبقے سے تھا اور انہوں نے ہندوستان کے بڑے حصے پر قبضہ کر لیا۔بعد میں آنے والے آریائی حملہ آوروں کا تعلق براچی سیفالک طبقے سے تھا۔جب ابتدائی حملہ آوروں سے اپنا راستہ مسدود پایا تو ان میں سے کچھ وسطی ہندوستان کے میدانی علاقوں کو عبور کر کے گنگا کے نچلے میدان تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے اور کچھ کاٹھیاواڑ اور سمندر کی طرف چلے گئے۔چندا کے نظریہ پر بارنیٹ نے تنقید کی ہے۔وہ بتاتے ہیں کہ چندا کا نظریہ پنجاب کے لمبے سر والے لوگوں کی برتری کی وضاحت نہیں کرتا۔اس میں پنجاب سے گنگا کی وادی تک مضبوط سروں کے اوتار میں تبدیلی کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔جمنا سے لے کر گنگا کی نچلی وادی تک سر اور ناک کی شکل میں بھی بتدریج تبدیلی آ رہی ہے۔کشمیر، گجرات، مہاراشٹر اور بنگال کے لوگوں کے درمیان بھی تنوع ہے حالانکہ ان کا تعلق ایک ہی نسل سے بتایا جاتا ہے۔ہمارا نتیجہ یہ ہے کہ آریائی حملے یا یلغار کی نوعیت کا تسلی بخش حل نہیں کیا جا سکتا۔صدیوں کے وقفے کے بعد، حملہ آوروں کے ایک گروہ کو دوسرے گروہ سے الگ کرنا مشکل ہے۔

جب آریہ پنجاب میں آئے تو وہ اپنے ساتھ آگ اور تلوار لے کر گئے اور نتیجہ یہ ہوا کہ اصل باشندے بالکل ختم ہو گئے۔رگوید میں آریاؤں اور غیر آریاؤں کے درمیان ہونے والی جنگوں کا حوالہ ملتا ہے۔دسیوؤں کو زیر کرنے اور پنجاب پر قبضہ کرنے کے بعد، آریاؤں نے مزید بالادستی کے لیے جدوجہد شروع کی۔وہ مشرق اور جنوب مشرق کی طرف بھی پھیلنے لگے۔چونکہ ان کی تعداد زیادہ نہیں تھی اور علاقہ بہت بڑا تھا، لہٰذا انہیں مقامی لوگوں کو ختم کرنے کی پالیسی پر عمل کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ان کے بچوں اور بیویوں کو غلام بنا لیا گیا۔جب آریائی گنگا کے علاقے پر قابض ہوئے، وہ دراوڑیوں سے متاثر ہوئے کیوں کہ گنگا کی وادی کے لوگوں کے قد، رنگت اور ناک میں فرق واضح ہوتا ہے ۔آریاؤں کے غیر آریاؤں کے ساتھ رابطے کی وجہ سے، آریائی خون کی پاکیزگی کو برقرار رکھنے کے لیے سخت قوانین بنائے گئے۔غیر آریاؤں کو شودر کے نام سے پکارا جانے لگا۔مگدھ کی فتح کے حوالے سے کہا گیا کہ انگ، ونگ اور کلنگ میں غیر آریائی بہت مضبوط تھے اور اس کے نتیجے میں آریاؤں کے ذریعے مدغم نہیں ہو سکے تھے۔ان علاقوں پر غیر آریاؤں کا غلبہ تھا جس نے وہاں بدھ مت اور جین مت کے عروج میں مدد کی۔

آریاؤں نے جارحانہ پالیسی کے ذریعے ہندوستان کے شمال پر قبضہ کیا لیکن جنوبی ہندوستان کے معاملے میں ایسا نہیں تھا۔ہماری معلومات کے مطابق، اس معاملے میں رشیوں یا منییوں نے اہم کردار ادا کیا۔درحقیقت، دکن میں آریائی مداخلت، اگستیہ جیسے دانشور کی قیادت میں ہوئی تھی۔اگرچہ ان دانشوروں کو بہت پریشانی ہوئی اور بعض اوقات انہیں کشتری حکمرانوں سے تحفظ حاصل کرنا پڑتا تھا، لیکن انہوں نے دکن میں پرامن دخول کا کام جاری رکھا اور بالآخر اپنے مشن میں کامیاب ہو گئے۔دکن کے برہمن آج بھی شمال سے اپنی ہجرت کی یادیں محفوظ رکھتے ہیں۔تاہم، چونکہ دکن میں جانے والے آریاؤں کی تعداد بہت زیادہ نہیں تھی اور چونکہ لوگ مکمل طور پر آریائی نہیں تھے، اس لیے اس خطے میں دراوڑی ثقافت غالب رہی۔یہاں تک کہ 13 ویں صدی میں شمالی ہندوستان پر ترکوں کی فتح اور برہمنی طاقت کے خاتمے کے بعد دکن میں جو تھوڑا سا اثر و رسوخ تھا وہ ضرور کم ہوا ہو گا۔

یہ بات برقرار ہے کہ جغرافیائی افق کی توسیع کے ساتھ ہی تاریخ کے ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔ پہلی اہم تبدیلی آبادیاتی تھی۔ آباد کرنے والوں کی تعداد بہت کم تھی اور وہ جنگجو اور پجاری تھے۔ ان کی رعایا زیادہ تر مقامی باشندے یا پرانے ویشیہ (تجارت پیشہ) اور مقامی لوگوں کا ایک مخلوط گروہ تھا۔ دوسرے شودر تھے جو کاشتکار اور کاریگر تھے۔ ان کی معیشت میں تبدیلی آئی۔ چرواہی کے کام کم اہم ہو گئے اور زرعی پیشے زیادہ اہم ہو گئے۔ جنگلات کو جلا کر صاف کیا گیا۔ نئی مٹی نے بھرپور فصلیں دیں۔ بارشیں بہت ہوئیں۔ مشرق میں مگدھ دھاتوں سے مالا مال تھا۔ لوہا اور تانبا وافر مقدار میں موجود تھا۔ لوہے نے کاریگروں کو بہتر اور زیادہ کارآمد اوزار فراہم کیے۔ دندانے دار درانتی کی جگہ ہل نے لے لی۔ صنعتی اور زرعی پیداوار میں اضافہ ہوا۔ فوجی طبقے نے ہتھیار حاصل کیے جس سے انہیں عوام پر برتری حاصل ہوئی۔ رنگ کی بنیاد پر اعلیٰ اور نچلے طبقے کے درمیان فرق سخت ہو گیا۔ ان کے پیشے ذاتوں میں تقسیم ہو گئے۔ ویدوں میں تجویز کردہ قربانیاں عظیم عوامی رسومات تھیں۔ انہیں بڑی تعداد میں پنڈتوں کی خدمات درکار تھیں۔ وسیع انتظامات بھی کرنے تھے۔ جیسے جیسے وقت گزرتا رہا، منتروں کی تلاوت میں زیادہ سے زیادہ درستگی کی ضرورت ہوتی گئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ پجاری پیشہ ور پنڈت آچاریہ بن گئے۔ جنگجو مسلسل جنگوں میں مصروف رہتے تھے اس لیے وہ موروثی لڑنے والی ذات بن گئے۔ اس طرح تین اونچی ذاتیں اور چوتھی نچلی ذات وجود میں آئی۔ شادی کے قوانین میں ردوبدل کیا گیا۔ قبیلے کے اندر (endogamy) اور قبیلے سے باہر (exogamy) شادی کے سخت قوانین قائم کیے گئے۔ پہلے پہل انولوم (اونچے طبقہ کے مردوں کی نیچے طبقہ کی عورتوں سے) اور پرتیلوم (بین فرقہ جاتی) دونوں طرح شادیوں کی اجازت تھی۔ بعد میں اعلیٰ طبقے کے خاندان کے ساتھ نچلے طبقے کی شادی ممنوع قرار دی گئی، حالانکہ وہ کبھی مکمل طور پر ختم نہیں ہوئیں۔ جیسے جیسے سماج ترقی کرتا گیا، زرعی پیداوار کی بڑی مقدار جمع ہوتی گئی۔ دستکاری کی ترقی ہوئی اور تجارت میں توسیع ہوئی۔ شمال سے جنوب اور مشرق سے مغرب تک آریائی توسیع سے تجارت کی وسعت ہوئی۔

آریاؤں کی ہندوستان ہجرت کو واضح طور پر ثابت کرنے کے لیے آثار قدیمہ کے وافر شواہد نہیں ہیں۔ تاہم، تین دستاویزات ہیں جن میں آریائی ناموں کا حوالہ دیا گیا ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ ان میں سے کوئی بھی ایران یا افغانستان یا وسطی ایشیا سے نہیں بلکہ میسوپوٹیمیا سے آتا ہے۔ سب سے پہلے، بابل کے کاسائٹ حکمرانوں (1750 سے 1170 ق م) کی دستاویزات میں دو خداؤں سوریہ (سورج دیوتا) اور مروت (جنگ کا دیوتا) اور ایک راجا جسے ابیرتا (ابھیراتھا) کہا جاتا ہے، کا حوالہ ملتا ہے۔ دوسری شہادت یہ ہے کہ 1500 سے 1300 ق م میں بابل کے شمال مغرب میں ایک متانی سلطنت تھی جس میں بعض دستاویزات میں شہزادوں اور رئیسوں کے نام درج ہیں۔ ان میں سے کچھ اندروتا (اندرا)، سوکسترا، پورساو غیرہ ہیں۔ تیسرا، سب سے اہم ثبوت مشرقی ترکی میں پائے جانے والے بوغز کوئی (Bogazkoy) کتبے سے ملتا ہے۔ ان کتبے پر تقریباً 1350 قبل مسیح میں شکست خوردہ متانی اور فاتح حطیوں کے درمیان ہونے والے معاہدے کی تفصیلات درج ہیں۔ دونوں فریقوں نے اپنے خداؤں کی فہرست دی ہے۔ متانی کے دیوتا اندرا، ورون، نستیا وغیرہ ہیں جو واضح طور پر رگویدک ہیں۔ رگوید میں ان خداؤں کو معاہدوں میں شامل کیا گیا ہے۔

ویدوں کے منتر میں پائے جانے والے جغرافیائی ثبوت ہند آریائی ہجرت اور ان کے جغرافیہ پر کچھ روشنی ڈالتے ہیں۔ ہند آریائی

وسطی ایشیا سے آئے تھے یا نہیں اس کا انحصار بڑی حد تک رگ اور یجر ویدوں میں جغرافیائی اشاروں کی تشریح پر ہے۔آریاؤں نے اپنے علاقے کے طور پر سپت سندھو(Saptavsindhavah) کی اصطلاح استعمال کی جہاں وہ آباد ہوئے۔انہوں نے بنیادی طور پر یہ اصطلاح کسی ملک کے تناظر میں استعمال کی لیکن کچھ وقت سات دریاؤں (پانچ پنجاب میں سندھ اور سرسوتی کے ساتھ) کی زمین کے تناظر میں بھی استعمال کی۔لفظ انڈیا، سندھو (سندھ) یا پرانے فارسی کتبوں میں ہندو سے مماثل ہے۔قرون وسطی کے مسلم حکمرانوں کے ذریعہ استعمال ہونے والے بعد کے عہد میں ہند یا ہندوستان کے ساتھ قریب سے جڑا ہوا ہے۔رگوید کے 10 ویں ادھیایہ میں دریاؤں کی تعریف میں دلچسپ منتر ہیں۔مصنفین سندھو کی عظمت گاتے ہوئے گنگا سمیت کم از کم 19 ندیوں کا شمار کرتے ہیں۔پانچویں بند میں 10 ندیوں کی فہرست دی گئی ہے، چھوٹی اور بڑی گنگا، جمنا، سرسوتی، ستلج، راوی، چناب، جہلم، مروڑوان (جموں وکشمیر میں)، سوشوما (ضلع راولپنڈی) اور غالباً اسی ضلع میں کانشی۔

7.3.1 ہندوستان میں ابتدائی آریائی بستیاں (Early Aryan Settlements in India)

دریائے سندھ، گومتی (جدید گومل) کرومو (جدید کرم) اور کبھا (جدید کابل) کا ذکر رگوید میں ملتا ہے۔کابل کے شمال میں ایک دریا کا ذکر سوواستو (جدید سوات) کے نام سے ہے، لیکن رگویدک بستیوں کا بنیادی مرکز پنجاب اور دہلی کا علاقہ تھا۔جب رگویدک منتروں مرتب کیے گئے تو آریائی آبادکاری کا مرکز جمنا اور ستلج کے درمیان، جدید امبالا کے جنوب میں اور دریائے سرسوتی کے اوپری راستے کے ساتھ والا علاقہ تھا۔سب سے زیادہ کثرت سے ذکر ہونے والی ندیوں میں سندھو، سرسوتی، دریشادوتی (جدید چتانگ) اور پنجاب کی پانچ ندیاں ہیں۔دیگر جغرافیائی خصوصیات کے بارے میں، ویدک شاعر ہمالیہ کو جانتے تھے لیکن جمنا کے جنوب میں زمین کو نہیں جانتے تھے، چونکہ انہوں نے وندھیاؤں کا ذکر نہیں کیا، اس لیے مشرق میں بھی آریائی جمنا سے آگے نہیں پھیلے۔دریائے گنگا کا تذکرہ صرف ایک بار ہوا ہے وہ بھی ایک بہت بعد کے منتر میں ہوا ہے اور ممکنہ طور پر، آریاؤں کو سمندروں کا کوئی علم نہیں تھا کیونکہ ویدک دور میں لفظ 'سمودر' کا مطلب پانی کا تالاب تھا جیسا کہ ایم ایل بھارگوا نے اپنی کتاب 'جیوگرافی آف رگویدیک انڈیا' میں اشارہ کیا ہے۔لیکن بعد کے ویدک متون سے پتہ چلتا ہے کہ آریائی دو سمندروں کو جانتے تھے۔رگویدک آریائی کسی بھی قسم کے ریگستان کے بارے میں نہیں جانتے تھے، یہ بنیادی طور پر ایک دیہی ثقافت تھی اور اہم شہر ابھی تک ابھرے نہیں تھے۔

7.3.2 کیا ہڑپہ کے بانی آریائی تھے؟ (Were the Founders of Harappan Civilisation Aryans?)

کچھ ماہرین آثار قدیمہ کا خیال ہے کہ ہڑپہ کی ثقافت رگویدک لوگوں نے بنائی تھی۔1978 میں بی بی لال نے رگوید اور ہڑپہ کے عہد رفتہ، جغرافیائی اور ثقافتی مواد کے لحاظ سے اس کی باضابطہ طور پر تردید کی۔لیکن 1997 میں ان کا تبدیل ہوتا ہوا نقطہ نظر اس کو متنازعہ بناتا ہے۔وہ ہڑپہ اور ویدک متون کے درمیان تاریخی فرق کو قبول نہیں کرتے۔ویدک متون، عام اتفاق سے 1500 سے 500 ق م سے تعلق رکھتے ہیں۔رگوید کو ہڑپہ کے آخری یا مابعد شہری مرحلے میں رکھا جاسکتا ہے۔اسے ترقی یافتہ ہڑپہ تہذیب سے جوڑا نہیں جاسکتا۔14 ویں صدی قبل مسیح کے متانی کتبے میں ویدک دیوتاؤں کے ناموں کا ذکر صاف ظاہر کرتا ہے کہ رگوید 15 ویں صدی قبل مسیح سے زیادہ پہلے کا نہیں ہو

سکتا۔ رگوید ک علاقوں سے گھوڑے کے بہت سے آثار دریافت ہوئے ہیں۔ 1500ق م میں ہڑپہ ثقافت کی ویدک شناخت سے متعلق بیان کرتے ہوئے، لال کہتے ہیں کہ 'جس طرح ہڑپہ کے عہد میں شہر، قصبے اور دیہات تھے ویدک زمانے میں دیہی اور شہری دونوں بستیاں تھیں' لیکن ماہر لسانیات اور ماہرین آثار قدیمہ جنھوں نے اس موضوع پر کام کیا ہے اس نظریے کو مسترد کرتے ہیں۔ لسانی طور پر، ہندایرانی کتبے، کسی شہر، قلعہ بندی، محلات، مندر، تحریر، آبپاشی، خصوصی دستکاری یا تجارت کو ظاہر نہیں کرتے ہیں۔

یقیناً قدیم ترین وید کے زیر احاطہ علاقے کا ایک بڑا حصہ ہڑپہ کے علاقوں جیسا ہی ہے۔ تاہم، رگوید میں افغانستان کا بھی احاطہ کیا گیا ہے جہاں ہڑپہ کی کالونی تھی۔ بی بی لال کا کہنا ہے کہ ہڑپہ کے یا تو مغرب یا مشرقی علاقوں میں کسی ایک نام کی دریا یا کوئی بھی دریائی قسم سے دراوڑی تعلق نہیں ہے۔ ویدک لسانیات کے ماہر وٹزل کے مطابق، کچھ ماقبل آریائی دریاؤں کے نام باقی رہ گئے ہیں۔ ان میں دریائے کبا (جدید کابل)، کرومو (جدید کرم) اور ممکنہ طور پر سندھو شامل ہیں۔ لال کہتے ہیں کہ گنگا ہند آریائی نام ہے لیکن یہ درست نہیں ہے کیونکہ لفظ گنگا کی اصطلاح کا مطلب منگولیائی زبان میں دریا ہے اور یہ تبت برمن بھی ہو سکتا ہے۔

رگوید ک اور ہڑپہ ثقافتوں میں پودے اور جانور مختلف ہیں۔ پیپل اور نیم ہڑپہ کے مقدس درخت ہیں۔ یہ دونوں اصطلاحات غیر ہند آریائی ہیں۔ رگوید میں نمبا کی اصطلاح معلوم نہیں ہے، لیکن پیپلا کی اصطلاح اس کے پہلے منڈل میں آتی ہے۔ رگوید میں ذکر کردہ واحد زرعی پیداوار جو ہے، لیکن جو کے علاوہ گندم، تل اور مٹر ہڑپہ میں پیدا ہوتے تھے۔ واضح رہے کہ لفظ تل جس کا مطلب سیسم ہے اسے منڈا یا دراوڑی سمجھا جاتا ہے۔ اگرچہ موہنجوداڑو میں اونٹ کی ہڈیاں نظر آتی ہیں، لیکن نہ تو مہروں اور نہ ہی مٹی کے برتنوں پر اونٹ نظر آتا ہے۔ 1700 قبل مسیح میں بلوچستان کے پیراک میں کچی میدانوں میں پہلی بار گینڈے میں نظر آئے۔ گینڈا ایک اہم جانور ہے۔ ایک سینگ والے جانور کے ثبوت وادی سندھ کی مہروں میں بھاری اکثریت سے دستیاب ہیں لیکن ہڑپہ کا یہ سب سے پسندیدہ جانور رگوید میں ذکر نہیں ہے۔ گنڈا یا کھڈ گا کی اصطلاح سنسکرت میں گینڈے کے لیے استعمال ہوتی ہے اور ایکسرنگ کی اصطلاح ایک سینگ والے اور گینڈے دونوں کے لیے استعمال ہوتی ہے، لیکن ان میں سے کوئی بھی اصطلاح رگوید میں نہیں ملتی۔ ٹرنر کے مطابق یہ بات اہم ہے کہ گنڈہ اور کھڈ گا دونوں ہی دراوڑی علاقوں سے ہیں۔ بہر حال، ہڑپہ میں خوراک پیدا کرنے والی ایک مکمل معیشت تھی جس نے شہروں کی بقا کے لیے حالات پیدا کیے تھے۔

بیل کے علاوہ ہاتھی کو بھی ہڑپہ کے ٹیراکوٹا میں دکھایا گیا ہے، لیکن گھوڑے کے برعکس ابتدائی وید میں اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ ویدک ثقافت گھوڑوں پر مرکوز تھی۔ اگرچہ بی بی لال اور ایس پی گپتا گھوڑے کی موجودگی کے کچھ واقعات پیش کرتے ہیں، لیکن یہ عام طور پر ترقی یافتہ ہڑپہ مرحلے سے تعلق نہیں رکھتے۔ یہی وجہ ہے کہ اس نظریے کا مقابلہ آریائی ہڑپہ کے پرانے علمبردار ایس آر راؤ نے کیا ہے۔ رچرڈ میڈو جنھوں نے گھوڑے کے مسئلے سے متعلق متعلقہ اعداد و شمار کا جائزہ لیا ہے، انہیں 2000ق م سے پہلے گھوڑے کی ہڈیوں کی باقیات نہیں ملی۔ امریکی ماہرین آثار قدیمہ کی طرف سے ہڑپہ کی کھدائی وہاں گھوڑے کی موجودگی کی نشاندہی نہیں کرتی ہے اور اسی طرح دھولاویرا کے ہڑپہ کے مقام پر بھی۔ اس کے کھدائی کرنے والے آر ایس بشت کی بھی رائے تھی کہ اسے دھولاویرا میں ہزاروں ہڈیاں ملی ہیں، اسے گھوڑے کی

کوئی ہڈی نہیں ملی۔ ترقی یافتہ ہڑپہ مرحلے میں وسطی ایشیا کے ہند آریائی اور ہڑپہ کے درمیان رابطوں کو رد نہیں کیا جا سکتا۔ ہڑپہ کے چند لوگ گھوڑے کو جانتے ہوں گے لیکن یہ یقینی ہے کہ یہ جانور عام استعمال میں نہیں تھا۔ یہی وجہ ہے کہ بی بی لال اپنی ابتدائی تحریر میں کہتے ہیں 'اونٹ اور گھوڑے کے ثبوت بہت کم ہیں اور مکمل طور پر شک سے بالاتر ہیں۔ بیل کو گھوڑے کی شکل دینے کی حالیہ کوششوں کے باوجود کسی بھی مہر پر گھوڑے کی نمائندگی نہیں کی گئی ہے۔اسی طرح ہند آریائی ثقافت کا مخصوص ڈنڈی دار پہیہ ترقی یافتہ ہڑپہ ثقافت میں غائب ہے۔

ترقی یافتہ ہڑپہ ثقافت بنیادی طور پر شہری تھی، جس میں دستکاری اور تجارت کا چلن تھا۔ ابتدائی ویدک ثقافت کے برعکس جو دیہی اور شبانی تھی۔ ہڑپائی تعمیرات کی سب سے نمایاں خصوصیت بڑے پیمانے پر پکی اینٹوں کا استعمال ہے۔ مصر میں بنیادی طور پر دھوپ میں خشک اینٹیں استعمال ہوتی تھیں۔ میسوپوٹیمیا میں پکی ہوئی اینٹوں کا استعمال کیا جاتا تھا، لیکن ہڑپہ کے شہروں میں ان کا استعمال بہت زیادہ تھا۔ جو لوگ ہڑپہ کی عمارتوں کو رگویدک لوگوں سے منسوب کرنا چاہتے ہیں انہیں 'استک' کی اصطلاح کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ استک رگوید میں عبادت یا قربانی کے معنی میں پایا جاتا ہے جو ابتدائی مرحلے میں اینٹ سے منسلک نہیں تھا۔ اگر ایسا ہوتا تو استک کو رگوید میں استعمال کیا جا سکتا تھا، جیسا کہ بعد کی تحریروں میں کیا گیا تھا۔ یہ واضح طور پر اینٹوں کی عدم موجودگی کو ظاہر کرتا ہے اور اس نظریے کی تائید کرتا ہے کہ پور، قلعہ یا ہڑپائی شہروں کو ظاہر نہیں کرتا تھا۔ اندر کے ذریعے پور کی تباہی میں، جسے پورندر کہا جاتا ہے، بیکٹریا-مارجیانا آثاری احاطے میں پائی جانے والی تقریباً 2000 قبل مسیح کی بڑی عمارتوں کا حوالہ دیا جا سکتا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ رگویدک ہند آریائی، ترکمانستان اور شمالی افغانستان کے اس علاقے میں پھر رہے تھے۔ انہوں نے اس علاقے میں اینٹیں تو دیکھی ہوں گی لیکن وہ اینٹ استعمال کرنے والے نہیں لگتے۔

رگوید میں غیر ہند آریائی الفاظ کی تعداد، اس متن میں لسانی اجتماعیت کو ظاہر کرتی ہے۔ اس متن میں غیر ملکی الفاظ ہڑپہ زبانوں کے بولنے والوں کی ابتدائی ویدک زبان میں شراکت کی نشاندہی کرتے ہیں۔ رگویدک لوگ ہند آریائی زبان بولتے تھے۔ لیکن چونکہ ہڑپائی رسم الخط کو سمجھا نہیں گیا ہے، اس لیے ہم ان زبانوں کے بارے میں اعتماد کے ساتھ نہیں کہہ سکتے جو ہڑپہ میں بولی جاتی تھیں۔ غالباً دراوڑی الفاظ ہڑپائی ثقافت کے باقیات کے ذریعے ویدک زبان میں داخل ہوئے۔ اس وقت براہوئی، دراوڑی کی ایک شکل، ایران، ترکمانستان، افغانستان، بلوچستان اور سندھ کے کچھ حصوں میں بولی جاتی ہے۔ اس کے بولنے والوں کی تعداد 1980 میں 600,000 تھی۔ ایک اندازے کے مطابق قدیم دراوڑی بولنے والے قدیم ایلام کے اصل باشندے ایران سے 4000 قبل مسیح کے قریب برصغیر میں منتقل ہوئے۔

ڈی این اے کے اعداد و شمار پر مبنی تازہ ترین حقائق مختلف ہیں۔ ڈی این اے ڈیٹا انسانی جسم میں بعض خصوصیات کو ظاہر کرتا ہے جو نسل در نسل منتقل ہوتی ہیں۔ ڈی این اے کے اعداد و شمار کے خط نشان (ڈیٹا مارکر) نے ہندوستان میں دراوڑوں کی ہجرت کی پہلی بڑی لہر کی وضاحت کی۔ اس ڈیٹا مارکر (خط نشان) کو M 20 کہا جاتا ہے اور یہ جنوبی ہندوستان کی کچھ آبادی میں 50 فیصد تک پایا جاتا ہے۔ وہ دراوڑ ہیں اور تقریباً 30,000 سال قبل مشرق وسطیٰ سے ہندوستان آئے تھے۔ موجودہ بحث سے پتہ چلتا ہے کہ عام طور پر ہڑپہ ثقافت کے بانی، رگوید میں نظر نہیں آتے اور اس کے برعکس شہری منصوبہ بندی، دستکاری، تجارت اور بڑی عمارتیں ہڑپہ ثقافت کی خصوصیت ہیں، لیکن رگویدک

ثقافت دیہاتی اور دہقانی ہے۔ رگوید میں گھوڑا ایک اہم کردار ادا کرتا ہے، لیکن ترقی یافتہ ہڑپہ ثقافت میں اس کی کوئی جگہ نہیں ہے۔ شمال مغربی برصغیر کی کچھ رگویدک ندیاں غیر ہند آریائی نام رکھتی ہیں۔ رگوید میں منڈا، دراوڑی اور دیگر غیر ہند آریائی الفاظ بتاتے ہیں کہ ویدک لوگوں نے مٹی کے برتنوں اور زراعت کو ہڑپہ کے بعد والوں سے سیکھا تھا۔

7.9 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

آریاؤں کا اصل وطن ماہرِ قدیم لسانیات (پرانی زبانوں پر کام کرنے والے)، ماہرینِ لسانیات، مورخین، آثار قدیمہ کے ماہرین، سائنسدانوں اور دیگر کے درمیان مسلسل بحث کا موضوع ہے۔ غالب نظریہ یہ ہے کہ آریائی بنیادی طور پر وسطی ایشیا سے مہاجرین کے طور پر ہندوستان آئے تھے۔ تبت، افغانستان، ایران، بحیرہ ارال، بحیرہ خزر، بحیرہ اسود، لتھوانیا، قطب شمالی، قفقاز، یورال، وولگا پہاڑ، جنوبی روس وغیرہ میں ماہرین نے کئی برسوں کے دوران آریاؤں کے بہت سے وطن تجویز کیے ہیں۔ مغربی ایشیا، اسکینڈینیویا، بالٹک خطہ اور یہاں تک کہ ہندوستان بھی اس میں شامل ہے لیکن ان میں سے کوئی بھی خطہ شبہات سے پاک نہیں ہے۔

ہمارے پاس اسپینسر ویلز کی 2002 میں شائع ہونے والی کتاب 'دی جرنی آف مین، اے جینیٹک اوڈیسی' کی بنیاد پر ٹھوس سائنسی ثبوت موجود ہیں کہ ہند آریائی وسطی ایشیا سے ہندوستان منتقل ہوئے۔ انسانوں اور دیگر مخلوقات کے خون کے خلیات میں جینیاتی خصوصیات کے لیے کی جانے والی تحقیق میں انکشاف ہو رہا ہے کہ یہ خصلتیں نسل در نسل منتقل ہوتی ہیں۔ ماہرین حیاتیات نے وسطی ایشیا کے میدانی لوگوں میں اس کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک جینیاتی خصلتوں کی اقسام کو دیکھا ہے۔ ان میں موجود جینیاتی مادے M 17 کہلاتے ہیں، اور یہ تقریباً 8000 ق م سے ظاہر ہوتے ہیں۔ یہ وسطی ایشیا کے 40 فیصد سے زیادہ لوگوں میں پائے جاتے ہیں۔ جب سائنس دانوں نے دہلی میں ان کی تلاش کی تو انہوں نے 35 فیصد سے زیادہ ہندی بولنے والوں میں اور صرف 10 فیصد دراوڑ بولنے والوں میں یہ خصلتیں دریافت کیں۔ اس طرح ماہرین حیاتیات یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ ہند آریائی وسطی ایشیاء سے ہندوستان منتقل ہوئے۔ وہ اس عملدرآمد کو 8000 قبل مسیح کے بعد رکھتے ہیں۔ لیکن ماہر لسانیات اور ماہرین آثار قدیمہ اسے 2000 قبل مسیح کے آس پاس کا دور ظاہر کرتے ہیں۔

7.10 کلیدی الفاظ (Keywords)

ایریانہ ووِیجو : زنداوستا میں ایک روایت ہے کہ انسان کی پہلی تخلیق ایریانہ ووجو میں ہوئی اور وہاں سے ایرانی، ایران گئے۔ ایریانا ووجو سے جڑے زیادہ تر مقامات وسطی ایشیا میں یا اس کے آس پاس واقع ہیں۔

بحیرہ ارال : بحیرہ ارال قازقستان اور ازبکستان کے درمیان واقع ایک جھیل ہے جو اب تک بڑی حد تک سوکھ چکی ہے۔

قطب شمالی خطہ : قطب شمالی خطہ (Arctic Zone) ایک ایسا علاقہ ہے جو قطب شمالی کے ارد گرد پھیلا ہوا ہے۔

قفقاز : قفقاز (Caucasus) بحیرہ اسود اور بحیرہ خزر کے درمیان ایک علاقہ ہے اور بنیادی طور آرمینیا، آذربائیجان، جارجیا اور جنوبی روس کے کچھ حصوں پر مشتمل ہے۔ یہ کوہ قاف کے پہاڑوں سے گھیرا ہوا ہے۔

DNA: (Deoxyribo Nucleic Acid) اس مادے کا کیمیائی نام ہے جو تمام جانداروں میں جینیاتی ہدایات لے کر جاتا ہے، جیسا کہ ایک نسخہ کی ترتیب (لڑی) ہمارے جسم میں تمام پروٹین بنانے کے لیے ہدایات رکھتی ہے۔

سپت سندھو: سات دریاؤں کی سرزمین (سندھ، جہلم، چناب، راوی، بیاس، ستلج اور سرسوتی)

زنداوستا: (Zend Avesta) زرتشت کا مذہبی مجموعہ ہے، جو قدیم ایران میں آوستائی زبان میں تحریر کیا گیا تھا۔

7.11 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

7.11.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1. سپت سندھو سے کیا مراد ہے؟
2. آریائی اصطلاح کی تعریف کیجیے۔
3. آپ *Zend Avesta* کے بارے میں کیا جانتے ہیں؟
4. ڈی این اے کیا ہے؟
5. علم لسانیات کیا ہے؟
6. بال گنگادھر تلک کے آریاؤں کے اصل گھر کے بارے میں کیا نظریہ ہے؟
7. سوامی دیانند سرسوتی اور پارگیٹر کے خیالات میں آریاؤں کے اصل وطن کی نشاندہی کیجیے۔
8. ہندوستان میں آریہ کی وسعت کے بارے میں ایک چھوٹا سا نوٹ لکھیں۔
9. آپ ایریاناووجو کو کیا سمجھتے ہیں؟
10. میکس مولر کی رائے میں آریاؤں کا اصل وطن کہاں ہے اور کیوں؟

7.11.2 معروضی جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. ہندوستان میں ویدک آریائی کے جغرافیائی افق پر ایک نوٹ لکھیں۔
2. آریاؤں کے اصل وطن کے بارے میں ڈی این اے سے متعلق جدید تحقیق اجاگر کیجیے۔
3. ہندوستان میں ابتدائی آریائی بستیوں کی نشاندہی کریں جیسا کہ ویدک منتروں میں درج ہے۔
4. آریاؤں کے بارے میں آثار قدیمہ کے اعداد و شمار کا سراغ لگائیں۔
5. آریاؤں کے اصل وطن کے بارے میں ماہر لسانیات کے پیش کردہ نظریہ پر ایک نوٹ لکھیں۔

7.11.3 طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. آریاؤں کے اصل وطن سے متعلق نظریات کا تنقیدی جائزہ لیں۔

2. کیاہڑپہ ثقافت کے لوگ اور آریائی ایک جیسے تھے؟ بحث کیجیے۔

3. آپ کی رائے میں آریاؤں کا اصل وطن کیا ہو سکتا ہے اور کیوں؟

7.12 مزید مطالعہ کے لیے تجویز کردہ کتابیں (Suggested Books for Further Reading)

1. Edwin Francis Bryant and Laurie L. Patton (eds.), *The Indo-Aryan Controversy*: *Evidence and Inference in Indian History*, Oxon Routledge, 2005.
2. K.D. Sethna, *The Problem of Aryan Origin from an Indian Perspective*, Calcutta, S&S Publishers, 1980.
3. R.S. Sharma, *Looking for the Aryans*, New Delhi: Orient Blackswan, 2018.
4. __________, *Advents of the Aryans in India*, New Delhi, Manohar,1999.
5. Thomas R. Trautmann, *Aryans and British India*, Yoda Press, New Delhi, 2004.
6. Upinder Singh, *A History of Ancient and Early Medieval India*: *From the Stone Age to the* 12^{th} *Century*. Delhi, Pearson Longman, 2008.

اکائی 8۔ شہری مراکز، سماج، معیشت، آہن اور سماجی تبدیلی

(Urban Centers, Society, Economy, Iron and Social Change)

اکائی کے اجزا

8.0 تمہید

8.1 مقاصد

8.2 چھٹی صدی قبل مسیح کا ایک عام جائزہ

8.2.1 شہری مراکز کی تعریف

8.2.2 مہاجنپدوں کے دور میں شہر

8.2.3 شہری مراکز کی اقسام

8.4 شمالی ہندوستان میں دوسری شہرکاری

8.5 دوسری شہرکاری کے اسباب

8.5.1 زائد پیداوار

8.5.2 قدر زائد کی تنظیم

8.5.3 دستکاری کا عروج

8.5.4 سکوں کا چلن

8.5.5 سماج

8.5.6 معیشت

8.6 لوہا اور سماجی تبدیلی

8.6.1 ہندوستان میں آہنی دور سے پہلے کی ثقافتیں

8.6.2 آہنی تکنیک کا تعارف

8.6.3 سیاہ اور سرخ برتنوں کی ثقافت

8.6.4 منقش خاکستری برتنوں کی ثقافت

8.6.5 سنگ کلاں کی ثقافت
8.6.6 شمالی سیاہ چمکدار برتن تہذیب
8.7 ہندوستان میں لوہے کے استعمال سے متعلق بحث
8.8 اکتسابی نتائج
8.9 کلیدی الفاظ
8.10 نمونہ امتحانی سوالات
8.10.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات
8.10.2 معروضی جوابات کے حامل سوالات
8.10.3 طویل جوابات کے حامل سوالات
8.11 مزید مطالعہ کے لیے تجویز کردہ کتابیں

8.0 تمہید (Introduction)

پچھلی اکائیوں میں ہم آریائی کون تھے ؟ کہاں سے آئے تھے ؟اور کس طرح انہوں نے ویدک ثقافت کی بنیاد ڈالی؟ان باتوں کے بارے میں بات کر چکے ہیں۔ آپ کو ویدک دور کے ضمن میں آریاؤں کی سماجی اور معاشی زندگی کے بارے میں بھی بتایا گیا ۔آخری ویدک دور کے آخر میں بہت سے اہم بدلاؤ سماج میں شروع ہو گئے اور چھٹی صدی قبل مسیح آتے آتے ہندوستانی تاریخ میں ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔سیاسی میدان میں بہت سی ریاستوں کا قیام عمل میں آیا اور معاشی طور پر متعدد قصبے اور شہر شمالی ہندوستان میں، خاص طور پر گنگا کی وادی میں وجود میں آئے۔ اب آپ پوچھ سکتے ہیں کہ ریاستوں کی تشکیل اور شہروں کا قیام چھٹی صدی قبل مسیح میں ہی کیوں ہوا۔ کیا اس کا معاشی ساخت سے کوئی تعلق تھا؟اس کا جواب اس دور میں ہو رہی بہت سی تبدیلیوں میں مخصر ہے۔ جیسے اس دور میں آہنی تکنیک کا تعارف ہوا اور زراعت کی توسیع کے ساتھ تجارت اور شہری زندگی کی نشو و نما ہوئی۔تانبے پتھر کی جگہ اس عہد میں ایک نئی دھات لوہے کا استعمال شروع ہوا۔ہڑپائی کالے اور سرخ برتنوں کی ثقافت اور ویدک عہد کی منقش خاکستری برتنوں کی ثقافت کے بعد اس عہد میں شمالی ہند میں شمالی سیاہ چمکدار برتنوں کی ثقافت کو عروج حاصل ہوا۔دوسری طرف جنوبی ہندوستان میں سنگ کلاں (Megalith)ثقافت کا ارتقا ہوا اور لوہے کی تکنیک کی توسیع ہوئی۔ساتھ ہی اس عہد میں دھات کے سکوں کا چلن شروع ہوا جنہوں نے قدیم مبادلہ نظام (چیز کے بدلے چیز)اور زیورات کے بدلے خریداری کی جگہ لی۔ابھرتے ہوئے شہروں اور پھیلتی ہوئی ریاستوں کو ویدک عہد کے تنگ نظر برہمنی نظام کے بجائے نئے مذہبوں کی ضرورت محسوس ہوئی اور جین اور بدھ جیسے مذاہب کو عروج حاصل ہو۔اس اکائی میں ہم ان تبدیلیوں کو تفصیل سے سمجھنے کی کوشش کریں گے۔

8.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کے مطالعے کے بعد آپ

- دوسری شہر کاری کی خصوصیات کی وضاحت کر سکیں گے۔
- ہڑپہ کی اولین شہر کاری اور دوسری شہر کاری میں یکسانیت اور فرق کا مشاہدہ کر سکیں گے۔
- شہری مراکز، سماج اور معیشت کا جائزہ لے سکیں گے۔
- لوہے کے استعمال اور سماجی و اقتصادی تبدیلی پر اس کے اثرات کا پتہ لگا سکیں گے۔
- لوہے کے استعمال اور اس سے متعلق بحث کو جان سکیں گے۔

8.2 چھٹی صدی قبل مسیح کا ایک عام جائزہ (A General Overview of the 6th Century B.C.)

چھٹی صدی قبل مسیح سے شروع ہونے والے دور میں قدیم ہندوستان میں دوسری بار شہروں کا ظہور ہوا۔ یہ شہر کاری اس لحاظ سے زیادہ اہم تھی کہ یہ طویل عرصے تک برقرار رہی اور اس نے ایک نئی مذہبی روایت کا آغاز دیکھا۔ یہ روایت بدھ مت، جین مت اور آجیوک مت جیسے نئے فرقوں کے طور پر ابھری۔ عصری ادب راج گرہ، شراوستی، کاشی، چمپا، وارانسی، متھرا وغیرہ جیسے شہروں کے حوالے سے بھرا ہوا ہے۔ بدھ اور مہاویر زیادہ تر وقت شہری سامعین کو تبلیغ کرتے تھے۔ سندھ کے شہروں کے خاتمے کے بعد، دیہی کسان اور خانہ بدوش ہندوستان کے میدانی علاقوں میں آباد ہوئے۔ محدود رہائشوں کے ساتھ چھوٹے گاؤں کی بستیاں ملک کے منظر نامے پر پھیل گئیں۔ ادبی ماخذ سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ گنگا کی وادی کے لوگوں نے 600ق م کے قریب ایک سال میں دو یا تین فصلیں پیدا کرنا سیکھیں۔ انہوں نے دھان کی کاشت شروع کی جس سے کسی بھی دوسری فصل سے زیادہ پیداوار حاصل کرنا ممکن ہو گیا۔

اس طرح زراعت میں فاضل پیداوار کا آغاز ہوا۔ گنگا کی وادی میں بڑے پیمانے پر آباد کاری سے پہلے، زیادہ تر علاقہ جنگل یا دلدل سے ڈھکا ہوا تھا۔ انہیں زراعت کے لیے صاف کرنے کے لیے مزدوروں کی ضرورت تھی۔ ایسے مزدوروں کو کنٹرول کرنے اور ان کی رہنمائی کے لیے لوگوں نے ایک انتظامی نظام کی ضرورت محسوس کی۔ زرخیز مٹی اور دریا کی بڑے پیمانے پر دستیابی کی وجہ سے، گنگا کی وادی چھٹی صدی قبل مسیح میں سماجی، سیاسی اور معاشی سرگرمیوں کا مرکز بن گئی تھی۔ کوششوں اور تجربوں کے ذریعے، کسان ماہر بن گئے اور اناج کی اضافی پیداوار پیدا کرنے لگے۔ اضافی زرعی مصنوعات کو کنٹرول کرنے والا چھوٹا گروہ وہاں طاقتور ہو گیا۔ انہوں نے سماج میں اختیار اور خصوصی حیثیت کا دعویٰ کیا۔ دوسری طرف، لوگوں کا ایک اور طبقہ کچھ پیشہ ورانہ دستکاریوں کو اپنی روزی روٹی کے طور اپنا چکا تھا کیونکہ، وہ جانتے تھے کہ اگر وہ چاول، دال یا سبزیاں اپنی ضروریات کے مطابق پیدا نہیں کرتے ہیں، تب بھی وہ بازار میں اپنی دستکاری کی مصنوعات سے اس کا تبادلہ کر سکتے ہیں۔ لیکن ایک بار پھر، کسانوں کی طرح، ان کاریگروں کو بھی لوگوں کے ایک گروہ پر انحصار کرنا پڑا جو دستکاری کی مصنوعات کو جمع اور تقسیم کرتے تھے اور صنعت کے لیے خام مال کی تقسیم کا انتظام کرتے تھے۔

شروع میں گنگا کی وادی کی آبادی کم تھی۔ لوگ بنیادی طور پر دریاؤں اور پہاڑوں کے قریب آباد تھے۔ بعد میں اس میں توسیع ہوئی۔ کچھ لوگ اندرونی جگہوں پر چلے گئے اور کاشت کے لیے زمین صاف کی۔ مشرق میں لوگوں نے گیلے چاول یا دھان کی کھیتی شروع کی جس سے انہیں زیادہ فصل حاصل ہوئی۔ ایسی حالت میں شمال مغرب سے مزید لوگ گنگا کے میدانی علاقوں میں آکر بسنے لگے۔ پانی کی کمی اور آب و ہوا میں تبدیلی شاید دو وجوہات تھیں جن کی وجہ سے پنجاب اور شمال مغرب سے لوگ دوآب کے علاقے میں چلے گئے۔ یہ لوگ، جو زرخیز زمین کی تلاش میں تھے، مشرقی گنگا کے میدانی علاقوں میں بس گئے۔ نئے آباد کاروں نے قدیم باشندوں کو کچھ تکنیکی علم فراہم کیا اور وہ موجودہ ثقافتوں کے ساتھ گھل مل گئے۔ اس کے بعد شہر کاری کے عمل میں تیزی آئی۔ اسی دوران ویدک آریہ جو ابھی تک گنگا اور جمنا دوآب میں رکے ہوئے تھے، مزید علاقوں میں پھیلنے لگے۔ انہوں نے متعدد جگہوں پر وادی گنگا کے گھنے جنگلات کو کاٹ کر یا جلا کر صاف کر لیا اور اسے کھیتی باڑی کے لائق بنالیا۔

8.2.1 شہری مراکز کی تعریف (Definition of Urban Centers)

بہت سے دانشوروں نے شہری مرکز کی تعریف کرنے کی کوشش کی ہے۔ بظاہر شہری مرکز کی تعریف کرنا کافی آسان لگتا ہے لیکن جب ہم تفصیل میں جاتے ہیں تو مسئلہ پیچیدہ ہو جاتا ہے۔ مثال کے طور پر، کچھ مصنفین کا خیال ہے کہ شہری مرکز ایک بڑی آبادی والے شہر کو کہتے ہیں۔ باوجود اس کے کہ اس بات کی نشاندہی کی جا چکی ہے کہ کچھ جدید ہندوستانی دیہاتوں کی آبادی آسٹریلیا کے چند شہروں سے زیادہ ہے۔ اسی طرح، کچھ دانشوروں کا استدلال ہے کہ شہری مراکز رقبے کے اعتبار سے دیہات سے بڑے ہوتے ہیں، اگرچہ کہ شہروں کے لیے معیاری سائز کا تعین کرنا مشکل ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ آج کل کچھ دیہات ہڑپہ کے کسی شہر جیسے کالی بنگن سے بھی بڑے ہیں، اس طرح لوگوں کی تعداد یا بستی کا حجم، شہری یا دیہی مرکز کی تعریف کا باوثوق ذریعہ نہیں ہو سکتے۔ لہذا یہ بات بھی اہمیت کی حامل ہے کہ لوگوں کی مصروفیات کو دیکھا جائے کہ وہ کس طرح کی سرگرمیاں انجام دیتے ہیں۔ گاؤں میں زیادہ تر لوگ اناج کی پیداوار میں مصروف ہوتے ہیں، لہذا، دیہات کے سماجی منظر نامے پر کھیتوں اور کسانوں کا غلبہ ہوتا ہے۔ دوسری طرف، شہروں میں اکثر لوگ یا تو حکمران ہوتے ہیں یا افسران یا تاجر یا پجاری۔ یہ ممکن ہے کہ شہروں میں بہت سے لوگ زرعی سرگرمیوں میں مشغول ہوں لیکن بنیادی طور پر غیر زرعی سرگرمیاں ہی شہر کو متعارف کراتی ہیں۔ بنارس کی مثال لیتے ہیں جو ہندوستان کے قدیم ترین شہروں میں سے ایک ہے۔ اس کی شہرت کی وجہ معیاری چاول کی پیداوار نہیں بلکہ ایک عظیم تیرتھ ہے جو کہ اطراف ملک سے زائرین کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ یہ زائرین مندروں میں دیوتاؤں کو طرح طرح کے تحائف پیش کرتے ہیں، اس لیے مندروں کے محافظین ملک بھر سے آنے والے زائرین کے وسائل ہڑپ کر جاتے ہیں۔ اس طرح، شہر کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ یہ بڑے پیمانے پر مضافاتی علاقوں سے تعلق بنائے رکھتا ہے۔ دھات، معدنیات اور سامان آسائش کی فراہمی پر قبضے کے ذریعے شہری تاجر دیہی علاقوں کے وسائل پر قبضہ جماتے ہیں یا وسائل میں سے کچھ حصہ ہتھیا لیتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ شہروں میں رہنے والے راجاؤں، پجاریوں اور تاجروں کے طبقے کے پاس ایک عام آدمی سے زیادہ دولت ہوتی ہے۔ یہ طبقہ اپنی دولت کو اور زیادہ دولت، وقار اور طاقت کے حصول کے لیے استعمال کرتا ہے۔ اب ہر سماج میں امیر اور طاقتور کے اپنے دکھاوے کے طریقے ہوتے ہیں۔ کچھ سماجوں کے امیر بڑے

بڑے محل بناتے ہیں، دوسرے خوبصورت مندر بناتے ہیں اور پھر کچھ عظیم قربانیاں دیتے ہیں۔ کچھ دوسرے قیمتی دھاتوں اور پتھروں کے قبضے سے مطمئن ہیں۔ راجاؤں، پجاریوں، تاجروں اور کسانوں کے علاوہ ہنر مند افراد کا گروہ بھی شہر میں رہتا ہے۔ جو شہریوں کے لیے آسائشی اشیاء اور غیر شہریوں کے لیے دیگر اشیائے ضرورت تیار کرتا ہے۔

8.2.2 مہاجنپدوں کے دور میں شہر (The City in the Era of the Mahajanpadas)

اس عہد میں مادی زندگی میں نظر آنے والی سب سے اہم تبدیلی شہروں اور قصبوں کا نمودار ہونا ہے۔ ویدک ادب، دیہی زندگی کے تذکرے سے بھرا پڑا ہے لیکن اکثر ویدک متون میں شہر کاری کا تذکرہ موجود نہیں ہے۔ دوسری طرف بدھ مت کی مذہبی کتابیں، شہروں اور قصبوں کے تذکرے سے بھرپور ہیں۔ پالی مذہبی کتب میں 60 سے زائد شہروں۔ (نگر) کا تذکرہ ملتا ہے۔ ان میں سے چھ شہر چمپا (بھاگلپور، بہار)، راج گرہ (راجگیر، بہار)، وارانسی (بنارس، اترپردیش)، کوسمبی (الہ آباد کے قریب کوسم، اترپردیش)، سراوستی (ساہیت مہیت، اترپردیش) اور کسی نگرا (مشرقی اترپردیش میں کیسیا) کی شناخت ہو چکی ہے۔ یہ تمام شہر وادی گنگا میں واقع تھے یا گنگا جمنا کے دوآب میں اور گنگا کے اوپری علاقے میں پائے گئے۔ وادی گنگا کے علاوہ شہری زندگی اجین میں واضح طور پر دکھائی دیتی ہے۔ سلاتور (پنجاب میں موجودہ سیالکوٹ کے قریب) کا رہنے والا پانینی، ہمیں یہ بتاتا ہے کہ مشرقی (پراچیہ) سمت میں بہت سے شہر تھے۔ ایسا لگتا ہے کہ وہ گنگا کے وسط میں آباد شہروں سے واقف تھا۔ مورخین، بدھ مت کی کتابوں میں شہروں کے تذکروں سے واقف ہو رہے ہیں۔ یہ مذہبی کتابیں ان شہروں کی منقش اور جاندار کہانیاں بیاں کرتی ہیں جن میں حصار بند دیواریں، پختہ سڑکیں، عمدہ مکانات اور بڑے بڑے محلات، لوگوں کی آمد و رفت خصوصاً تاجروں، درباریوں اور دیگر تماشائیوں کا ہجوم ہوتا ہے۔ تاہم حالیہ تحقیقات یہ بتاتی ہے کہ یہ زیادہ تر مبالغہ آرائی پر مبنی تھے اور تمام شہروں پر یکساں طور پر لاگو کیے گئے تھے۔ لیکن اس سے منطقی سوالات بھی پیدا ہوتے ہیں کہ ان مذہبی کتابوں نے شہری زندگی کو کس حد تک حقیقت پسندانہ نظر سے دیکھا۔ 1950 کی دہائی سے اب تک شہری ترتیب کو سمجھنے کے لیے ادبی شواہد کے ساتھ آثار قدیمہ کے اعداد و شمار کو تیزی سے عمل میں لایا جا رہا ہے۔ کھدائی اور دریافتیں، قلعہ بندی کی اصل باقیات، سڑکوں کی ترتیب، رہائشی مکانات اور دیگر ڈھانچے، اینٹوں کے استعمال اور نکاسی آب کے نظام پر بہتر روشنی ڈالتی ہیں۔ آثار قدیمہ سے یہ بھی واضح طور پر پتہ چلتا ہے کہ تمام شہری علاقے ایک ہی سائز اور جہت کے نہیں تھے ان میں کچھ بڑے شہر اور چھوٹے قصبے بھی تھے۔ زمینی آثاری مواد ہمیں شہروں کے آغاز اور اختتام کو جانچنے میں مدد کرتا ہے۔ موجودہ صدی کے دوران شمالی ہندوستان میں ہوئے سروے میں 600 تا 300 ق م کے آثاری اور ادبی دونوں طرح کے اعداد و شمار کا استعمال کیا گیا۔ جن شہروں کا تذکرہ مذہبی کتابوں سے معلوم ہوا تھا وہ آثار قدیمہ کی کھدائی کے دوران پائے گئے۔ لیکن چند ایسے شہروں کے بھی باقیات ملے جن کا ذکر مذہبی کتابوں میں دیگر شہروں کے ساتھ نہیں ملتا۔ مغربی اترپردیش میں واقع اترنجی کھیڑا اہم ترین آثاری مقامات میں سے ایک ہے جو آثار قدیمہ میں حاصل شدہ باقیات میں سب سے زیادہ متاثر کن ہے لیکن اس کا تذکرہ کسی مذہبی کتاب میں موجود نہیں ہے۔ اترنجی کھیڑا میں منقش خاکستری برتنوں کی ثقافت ی سطح 650 مربع میٹر پر پھیلی ہوئی ہے لیکن بعد میں آنے والی شمالی سیاہ چمکدار برتنوں کی ثقافت کی پرت کی پیمائش 850x550 مربع میٹر ہے۔ 600 ق م میں ایک شہر کا رقبہ اور تقریباً علاقے کے حجم کا بڑھنا آبادیاتی اضافے کو بتلاتا ہے۔ قدیم شہر کی سب

سے اہم آثاری خصوصیت اس کے اطراف کی فصیل ہے۔ مشہور شہر وارانسی کے کھنڈرات سے راج گھاٹ کے اشارات ملتے ہیں اور کاسی مہاجن کی راجدھانی میں شمالی سیاہ چمکدار برتنوں کی آمد سے قبل جو فصیل تعمیر کی گئی تھی، اس کے باقیات پائے جاتے ہیں۔

قلعہ کی فصیل شاید 600ق م سے پہلے تعمیر کی گئی تھی۔ مگدھ کا دارالحکومت، یعنی راج گرہ 40 کلومیٹر کے دائرے پر بنی اپنی پتھر کی فصیل کے لیے مشہور تھا۔ راج گرہ کے ارد گرد پانچ پہاڑیاں تھیں جو اسے مزید قدرتی تحفظ فراہم کرتی تھیں۔ وادی گنگا سے باہر مدھیہ پردیش میں دو اہم شہری مراکز، مغربی مالوہ میں اُجینی اور مشرقی مالوہ میں ایرن تھے۔ 700 قبل مسیح کے اوائل میں ان دونوں شہروں کے ارد گرد فصلیں تعمیر کی جا چکی تھی۔ بھیڑ کے پہاڑی میں رہائشی علاقے اور رہائشی مکانات دریافت ہوئے ہیں جو گندھار مہاجنپد کے دارالحکومت ٹکشلا شہر کے ابتدائی مرحلے کو بتلاتا ہے۔ F.R. Allchin کی رائے میں آثار قدیمہ کے لحاظ سے سب سے قدیم مقام جو جنوبی ایشیا میں شہری خصوصیات کا دعویٰ کر سکتا ہے وہ جنوب مشرقی افغانستان کا قندھار ہے۔ آثار قدیمہ یہ بھی بتاتا ہے کہ جمنا کے کنارے متھرا کا شہر پہلے ہی وجود میں آ چکا تھا جسے شور سین مہاجنپد کی راجدھانی مانا جانا جاتا تھا۔ حالانکہ وہاں آثاری شواہد کی تعداد اتر نجی کھیڑ جتنی نہیں ہے۔

مذہبی اور آثاری ماخذ، وادی گنگا میں بڑے شہری مراکز کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ شمالی ہندوستان میں شہری ترقی کی واضح تصاویر پیش کرتے ہیں۔ یہ یقینی طور پر مادی زندگی میں ایک اہم تبدیلی کا اشارہ دیتا ہے۔ ڈی ڈی کوسامبی (D.D. Kosambi) اور آر ایس شرما (R.S. Sharma) اس بات کی وضاحت کرتے ہیں کہ وادی گنگا کی بہت ہی زرخیز لیکن موٹی بھاری مٹی پر (خاص طور پر وسطی گنگا کے میدانوں میں) لوہے کے ہل سے کاشتکاری کرنا اضافی پیداوار کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ لوہے کے ہل کی جدید تکنیک نے گہرائی سے زمین جوتنے میں مدد کی جس سے فصل کی پیداوار مین اضافہ ہوا۔ لوہے کے اوزار جیسے کلہاڑی اور بسولے نے گھنے جنگل کو صاف کرنے میں اور زمیں کے بڑے حصے کو کاشت کے قابل بنانے میں مدد کی۔ بدھ مت کے ادب میں لوہے کے ہل کی صنعت اور قابل کاشت زمین پر حقیقی ہل چلانے کی کئی ادبی تصریحات نقل کی گئی ہیں۔ روپڑ (ہریانہ)، جکھیرا (مغربی اتر پردیش)، کوسمبی اور ویشالی (شمالی بہار) کی کھدائی میں چھٹی صدی قبل مسیح سے تعلق رکھنے والے لوہے کے ہل دریافت ہوئے۔ اس طرح ڈی ڈی کوسامبی اور آر ایس شرما نے اس پر زور دیا ہے کہ اضافی پیداوار کی تیاری میں بنیادی عنصر لوہے کے اوزار کے ہیت میں تکنیکی تبدیلی ہے، جس کی بدولت شہروں کو آباد کرنے اور ان کی ترقی میں مدد ملی۔ ایسا لگتا ہے کہ کوسامبی اور شرما نے وی گورڈن چائلڈ کے اس ضابطے کی پیروی کی ہے کہ تکنیکی تبدیلیاں سماجی اور معاشی تبدیلیوں کا باعث ہوتی ہیں۔ ہر چند کی اس منطقی وضاحت کو چیلنج بھی کیا چکا ہے۔

آیا آہنی تکنیک شہری تشکیل کا بنیادی عنصر تھا یا نہیں اس پر سوال اٹھایا گیا ہے۔ اس بات کی نشاندہی کی گئی ہے کہ اس وقت کے وندھیاچل کے دوسری طرف کے لوگوں کو لوہے کے اوزاروں کی جانکاری حاصل تھی جس کا پتہ وسطی ہندوستان، دکن اور جنوب بعید میں سنگی مقبروں کی ثقافت سے چلتا ہے۔ لیکن 600-300 قبل مسیح کے عرصے کے دوران مذہبی روایتوں یا آثاری مآخذ میں وندھیا پار کسی بھی شہر کے شواہد موجود نہیں ہیں۔ اس کے بعد یہ تسلیم کیا گیا کہ محض آہنی (لوہے) تکنیک کی موجودگی لازماً کسی شہر کے قیام کا باعث نہیں ہو سکتی۔

دوسری طرف دلیپ کے چکر برتی(Dilip K. Chakarabarti)،اے گھوش(A. Ghosh)اور جارج اردوسی کا خیال ہے کہ قدر زائد محض تکنیکی پیداوار نہیں ہے، بلکہ سماجی وسیاسی طلب کا نتیجہ ہے۔ یہ جابر سیاسی اقتدار کا دباؤ ہے جو کسانوں سے زرعی اضافی پیداوار کا مطالبہ کرتا ہے جو اضافی پیداوار کو یقینی بناتا ہے۔ یہ اضافہ، غیر زرعی پیداکاروں جیسے کاریگروں، تاجروں، سیاسی شخصیتوں اور خاص حکومتی اہلکاروں کے لیے ضروری ہے جو ایک شہری کردار ادا کرتے ہیں۔ کاریگروں کو کچھ خام مال کی ضرورت ہوتی ہے جس کی دستیابی مقامی علاقے میں ممکن نہیں۔ اس کا مطلب اس جگہ تبادلے کی سرگرمیاں انجام پاتی ہیں۔ دوسری طرف، حکمران اور اس کے اہم افسران اپنے عزت وو قار کے لیے غیر مقامی اور دور دراز ذرائع سے عیش و عشرت اور قیمتی سامان کی خریداری کی خواہش رکھتے ہیں۔ یہ ایک اہم مرکز میں تجارتی تبادلے کو فروغ دے گا جو مناسب وقت پر شہری خصوصیات کو حاصل کر سکتا ہے۔ شہر بنانے میں ریاستی طاقت کی اہمیت کو نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔

اسے کوئی نظرانداز نہیں کر سکتا کہ ابتدائی دور میں شمالی ہندوستان کے بڑے شہر بھی مختلف مہاجنپدوں کے سیاسی مراکز تھے۔ ایسے علاقوں میں شہری مراکز نہیں پائے جاتے جنہوں نے علاقائی ریاستوں کے عروج وارتقا کا تجربہ نہیں کیا۔ اسی وجہ سے دکن اور جنوب بعید میں ہمارا سامنا نہ تو مہاجنپدوں سے ہوتا ہے اور نہ ہی شہری مراکز سے ہوتا ہے۔ مشرقی ہندوستان میں انگ کا مہاجنپد، جس میں بدھ کے زمانے میں شہری ترقی سب سے زیادہ تھی، گنگا کے ڈیلٹا میں کوئی علاقائی ریاست نہیں تھی اور پانچویں یا چوتھی صدی قبل مسیح سے پہلے اس خطے میں کوئی شہری مرکز بھی نہیں تھا۔

تجارت یقینی طور پر شہری ترقی کا ایک اہم عنصر تھا، لیکن شاید تبدیلی کا بنیادی عنصر نہیں تھا۔ اسے نوٹ کرنا بڑا ہی دلچسپ ہے کہ پالی مذہبی متون میں دی گئی شہروں کی فہرست میں، پاٹلی پتر کا نام نہیں ہے، جو کہ شمالی ہندوستان کا سب سے بڑا شہر اور اہم سیاسی مرکز تھا۔ مہاپری نبان ست اسے گنگا اور سون ندی کے سنگم پر 'پٹالیگاما' کے نام سے جانتے تھے، جسے نگر یا پورہ نہیں بلکہ پوٹ بھیدن کے طور پر بیان کیا گیا جس کا مطلب تاجروں کے ڈبوں کے ڈھکن توڑنا یا انہیں کھولنا ہوتے ہیں۔ باالفاظ دیگر پوٹ بھیدن بازاری مرکز کو کہا جاتا ہے جہاں گودام یا ذخیرہ اندوزی کا کام ہوتا ہے۔ جب بدھ کا گذر پٹالیگام سے ہوا تو کہا جاتا ہے کہ انہوں نے وجی مہاجنپد کے حملوں سے بچنے کے لیے اس کے ارد گرد تعمیر کی جانے والی فصیل کا مشاہدہ کیا۔ اہم تجارتی مرکز اور اسٹریٹجک مقام کی حیثیت سے، بدھ پٹالیگام کی تعریف کرنے سے نہیں چوکے۔ اس لیے انہوں نے مستقبل کے عظیم ترین شہر (آگنا گر) کے طور پر پوٹ بھیدن (پاٹلی پتر) کے مستقبل کی عظمت کی پیش گوئی کی۔ اُدین جسے اُدے بھدر بھی کہا جاتا تھا کے دور حکومت میں جا کر مگدھ کا سیاسی مرکز آخر کار راج گرہ سے پاٹلی گام منتقل ہوا جسے پاٹلی پتر کے نام سے جانا جانے لگا۔ چوتھی صدی قبل مسیح سے پاٹلی پتر شمالی ہندوستان کا سب سے بڑا شہر اور پورے برصغیر کا مرکز بن گیا۔

8.2.3 شہری مراکز کی اقسام (Types of Urban Centers)

- پہلی قسم میں وہ علاقے جو کہ سیاسی اور انتظامی سرگرمیوں کے مرکز تھے، شہروں کے طور پر ابھرے۔ اس طرح مختلف ریاستوں کے دارالحکومت جلد ہی عظیم شہروں میں تبدیل ہوگئے۔ اس سلسلے میں ہم مگدھ کے راج گرہ، کوشل میں شراوستی، وتس میں کوسمبی، انگ

میں چمپااور پنچال میں اہی چھتر کے ناموں کا ذکر کر سکتے ہیں۔

- دوسری قسم کے طور پر چھٹی صدی قبل مسیح میں کچھ بستیاں معاشی سرگرمیوں اور خاص بازار کی وجہ سے متعارف ہوئی۔ ایسی صورتوں میں کچھ دیہاتوں نے، جو مختلف النوع زرعی اضافی پیداوار کرتے تھے، اپنے لیے مناسب جگہ کا انتخاب کیا۔ وہ اپنی چیزیں وہاں لاتے تھے اور دوسروں کی چیزوں سے ان کا تبادلہ کرتے تھے۔ خرید فروخت کے اس نظام کو مبادلہ نظام (Bartar System) کہا جاتا ہے۔ ان میں سے کچھ بازار تجارتی راستوں پر واقع تھے جہاں پر دور دراز علاقوں سے سامان لایا جاتا تھا۔ ایسی جگہوں پر شہر کاری کا عمل تیز رفتار تھا۔ اس طرح کے عمل سے ابھرنے والے شہروں میں اجین ایک اہم شہری مرکز تھا۔
- تیسری قسم میں، گنگا کے میدانی علاقوں میں مذہب نے شہر کاری میں اہم کردار ادا کیا جہاں مذہبی زیارت گاہوں یا تیرتھوں یا پھر مذہبی تعلیم کے حصول کے لیے دور دراز علاقوں سے آنے والے لوگوں کا بڑا اجتماع ہوتا تھا۔ رفتہ رفتہ یہ مذہبی مقامات وسیع پیمانے پر آباد ہوتے چلے گئے اور بالآخر شہر میں تبدیل ہو گئے۔ ویشالی اور کاشی دو ایسے شہر تھے جو مذہبی اہمیت کے ذریعے عروج کو پہنچے تھے۔
- چوتھی قسم میں بعض ایسے مقامات شامل تھے جو مذکورہ تمام خصوصیات کے حامل تھے۔ یہ انتظامیہ، معیشت اور مذہب کے لیے اہم مقامات تھے۔ کوسامبی ایسا ہی ایک شہری مرکز تھا۔ ان شہری مراکز میں دیہاتوں کی نسبت لوگوں کی زیادہ تعداد تھی۔ روزی روٹی کے زیادہ متبادل ذرائع تھے اور ان کے استعمال کے لیے مزید مصنوعات دستیاب تھیں۔

8.4 شمالی ہندوستان میں دوسری شہر کاری (Second Urbanization in North India)

ہڑپہ تہذیب کے دوران ہمارے پاس منصوبہ بند شہر کے ثبوت موجود ہیں۔ یہ ہندوستان میں پہلی شہر کاری ہے۔ تاہم، یہ خیال کرنا غلط ہوگا کہ ہندوستان میں ہر جگہ شہری مراکز، ہڑپہ تہذیب کے ساتھ ساتھ وجود میں آئے۔ بہت سے سماج ابھی بھی شہری منزل سے دور تھے۔ شکاریوں، کسانوں اور دیہاتی لوگوں کی کثیر تعداد تھی جو ان تبدیلیوں سے متاثر نہیں تھی۔ ایسے بہت سے سماج ہیں جنھوں نے 1000 ق م میں جا کر تانبے، کانسہ اور لوہے کا استعمال شروع کیا اور ہندوستان کے بہت سے حصوں، خاص طور پر گنگا کی وادی میں اس طرح کے تانبے پتھر عہد کی ثقافتیں ابھریں۔ ایک بار جب 1700 ق م کے قریب ہڑپہ کے شہر غائب ہو گئے تو ہندوستان میں دوسری شہر کاری چھٹی صدی قبل مسیح میں شروع ہوئی۔ پچھلی صدیوں میں شہر کاری کا قیام ایک مضبوط زرعی بنیاد پر رکھا گیا تھا جس میں غذا کی مستقل فراوانی کے ذریعے آباد کاری کو یقینی بنایا گیا تھا اور جس سے، تعداد، رقبے اور آبادی میں اضافہ ہوا تھا۔ ہنر مندی اور تجارت میں اضافے اور پیسے کے استعمال نے سماجی پیچیدگی کو بڑھادیا۔ شمالی ہند، خصوصاً مشرقی یوپی اور بہار کی تصویر آثاری شواہد اور پالی اور سنسکرت ادبی شواہد کے ذریعہ کھینچی جا سکتی ہے۔ پالی مذہبی ادب میں مختلف قسم کی شہری بستیاں بتائی گئی ہیں، جیسے پور (گاؤں یا شہر، جو اکثر فصیل بند ہوتا ہے)، نگر (قلعہ یا قصبہ)، نگم (شہر کا بازار، گرام اور نگر کا درمیانی راستہ۔ رقبہ اور سماجی پیچیدگی کے لحاظ سے جہاں اکثر تجارتی سرگرمیوں ہوتی ہیں)، راجدھانی (دارالحکومت)، مہانگر (ایک بڑا شہر جیسے راج گرہ)، نگر (ایک چھوٹا شہر)، وغیرہ۔ مذہبی متون، اکثر شہروں کی دیواروں، دروازوں اور حفاظتی برجوں اور شہری زندگی کی ہلچل کا ذکر کرتے ہیں۔ آثار قدیمہ کے لحاظ سے چھٹی صدی قبل مسیح میں شمالی سیاہ چمکدار برتنوں کے مرحلے کا آغاز ہوتا ہے۔ اسی

مرحلے میں دھاتی سکوں، پکی ہوئی اینٹوں اور گول کوؤں کا وسیع پیمانے پر استعمال شروع ہوا۔ ان شہری مراکز میں دیہاتوں کی نسبت لوگوں کی زیادہ تعداد تھی۔ روزی روٹی کے زیادہ متبادل ذرائع موجود تھے اور ان لوگوں کے استعمال کے لیے مزید مصنوعات دستیاب تھیں۔

8.5 دوسری شہر کاری کے اسباب (Causes of Second Urbanisation)

8.5.1 زائد پیداوار (Surplus Production)

ریاست کی تشکیل اور شہر کاری دونوں کا بہت زیادہ انحصار زرعی پیداوار پر ہے۔ شہر کے لوگوں کی زمینیں اتنی کم ہوتی ہیں کہ وہ اپنی غذا خود پیدا نہیں کر سکتے، لہذا، انہیں اس کی فراہمی کے لیے بنیادی طور پر دیہاتوں پر بھروسہ کرنا پڑتا ہے۔ چھٹی صدی قبل مسیح میں جا کر گنگا کے علاقے کے لوگوں نے ایک سال میں دو سے تین فصلیں پیدا کرنا سیکھ لیا۔ گنگا کی وادی میں بڑے پیمانے پر آباد کاری سے پہلے، زیادہ تر علاقہ گھنے جنگلات یا دلدل سے ڈھکا ہوا تھا۔ زراعت کے لیے اسے صاف کرنے کے لیے مزدوروں کی سخت ضرورت درپیش تھی اور مزدوروں کو قابو کرنے اور ان کی رہنمائی کے لیے لوگوں نے ایک انتظامی نظام کی ضرورت محسوس کی۔ آثاری اور ادبی شواہد ہمیں یہ بھی بتاتے ہیں کہ زیر بحث مدت میں کسانوں کو دھان کی روپائی کے بارے میں علم ہوا تھا۔ چاول مشرقی یوپی اور بہار میں پیدا ہونے والا اہم اناج تھا۔ مختلف قسم کے دھان اور دھان کی روپائی اور کھیتوں کی قسموں کو پالی متن کے علاوہ سنسکرت متون میں بھی بیان کیا گیا ہے۔ دھان کی روپائی یا گیلے دھان کی کھیتی نے پیداوار میں بہت زیادہ اضافہ کیا۔ روپائی سے فی ایکڑ پیداوار گندم اور باجرہ کی روایتی زراعی پیداوار کی نسبت سے زیادہ ہوتی ہے۔ غذا کی بڑے پیمانے پر پیداوار نے بڑھتی ہوئی آبادی کو برقرار رکھنا ممکن بنایا۔ آثاری ریکارڈ میں آبادی کی تعداد کے اضافے کا ذکر موجود ہے۔

8.5.2 زائد پیداوار کی تنظیم (Organisation of Surplus Production)

سماج میں اضافی پیداوار کو ایک گروہ جمع کرتا ہے۔ بعدازیں وہی گروہ اس کی تقسیم کرتا ہے۔ جمع کرنے یا تنظیم کرنے والا گروہ بہت چھوٹا ہوتا ہے اور آہستہ آہستہ اس چھوٹے گروہ کے ذریعہ بڑے سماج کے لیے اضافی پیداوار کو جمع کرنا، منظم اور تقسیم کرنا ممکن ہوتا ہے۔ گنگا کی وادی میں بھی کچھ ایسا ہی ہوا۔ وہ چھوٹا گروہ جس نے اضافی پیداوار کو منظم کیا، وہ طاقتور ہو گیا اور سماج میں اختیار اور خصوصی حیثیت کا دعویٰ کرنے لگا۔ دریں اثناء دوسرے طبقے کا تعلق غیر پیداواری طبقے سے ہے جنہوں نے اپنی روزی روٹی کے مقصد کے لیے پیشوں یا دیگر دستکاری کو اپنایا۔ یہ طبقہ اس بات سے بھی واقف تھا کہ چاہے وہ چاول، گندم، دالیں یا سبزی وغیرہ اپنی ضرورت کے مطابق کچھ نہ بھی اگائیں، وہ اسے اپنی دستکاری کے سامان کے مبادلے کے ذریعہ اسے حاصل کر سکتے ہیں۔ لیکن ایک بار پھر کسانوں کی طرح، ان کاریگروں کو بھی ایک ایسے گروہ پر انحصار کرنا پڑا جو دستکاری مصنوعات کو جمع اور تقسیم کرتا تھا اور مختلف دستکاریوں کے لیے قوانین اور تحفظ فراہم کرتا تھا۔ بدلے میں یہ چھوٹا انتظامی گروہ کسانوں، تاجروں اور دستکاروں سے پیداوار کا کچھ حصہ بطور محصول وصول کرتا تھا۔ ان محصولوں کی وصولی سے طویل مدتی طور پر فوجیوں کی دیکھ بھال ممکن ہوئی اور ایک ایسی حالت پیدا ہوئی جس میں بڑی علاقائی ریاستیں قائم اور برقرار رہ سکیں۔

8.5.3 دستکاری کا عروج (The Development of Handicrafts)

ادبی شواہد کے مطابق کچھ دیہاتوں کے خاص پیشے تھے، جیسے کہ لوہاری، بڑھئی گیری، کمہاری، کپڑا بُننا، ٹوکری بُننا وغیرہ۔ یہ دیہات ایسی جگہوں پر پروان چڑھے جہاں نیا مواد وافر مقدار میں دستیاب تھا، اس لیے انہوں نے دیہاتوں کو کچھ بڑے تجارتی راستوں یا بازاروں سے جوڑ دیا اور رفتہ رفتہ ایسے گاؤں شہر میں تبدیل ہوتے گئے۔ جب شہروں میں پیداوار اور تقسیم دونوں کی سہولتیں ہو گئی، تو وہ اہم تجارتی مراکز بن گئے۔ ان میں سے چند مراکز ویشالی، شراوستی، چمپا، راج گرہ، کوشامبی، کاشی وغیرہ تھے۔ دوسرے شہر جیسے اجین اور ٹیکسلا اپنی اشیاء کو دور دراز مقامات پر بھیج سکتے تھے کیونکہ وہ تجارتی راستوں پر واقع تھے۔ شہروں کی ابتداء کا سبب کچھ بھی ہو، آخر کار وہ بازار بن گئے اور تاجروں اور کاریگروں سے آباد ہو گئے۔ کاریگر اور تاجر دونوں اپنے اپنے سربراہوں کے ماتحت گروہوں میں منظم تھے۔ ہم کاریگروں کے 18 گروہوں کے بارے میں سنتے ہیں لیکن صرف لوہار، بڑھئیوں، دباغ (چمڑے کے کام کرنے والوں) اور رنگ سازوں کے گروہوں کی وضاحت کی گئی ہے۔ ادبی شواہد سے ہمیں یہ بھی پتا چلتا ہے کہ ایک شہر میں کاریگروں اور تاجروں کے خاص علاقے تھے، جیسے وارانسی میں تاجروں کی گلی اور ہاتھی دانت کے کام کرنے والوں اور لوہاروں کی گلی۔ عموماً دستکاری موروثی ہوا کرتی تھی، بیٹا اپنا خاندانی پیشہ باپ سے ہی سیکھتا تھا۔

8.5.4 سکوں کا چلن (Circulation of Coins)

تقریباً 600 قبل مسیح کے دور کی سب سے نمایاں خصوصیت دھاتی سکوں کا تعارف ہے۔ ان سکوں پر ایک سے پانچ علامتوں کی مہریں لگائی جاتی تھیں اور بعض صورتوں میں ایک ہی رخ پر آٹھ علامتیں لگائی جاتی تھیں جنہیں عام طور پر سیدھا رخ (Obverse) کہا جاتا تھا، جب کہ دوسرے رخ کو الٹا رخ (Reverse) کہا جاتا تھا۔ یا تو اس پر کوئی علامت ہوتی ہی نہیں تھی یا ایک یا دو علامتیں ہوتی تھی جو سیدھے رخ پر موجود علامت کی بنسبت حجم میں چھوٹی ہوتی تھی۔ اس صنعتی تکنیک کی وجہ سے انہیں ٹھپہ دار (Punch-marked) کہتے تھے۔ ان سکوں پر علامت کے بجائے پہاڑ، درخت، پرندے، جانور، رینگنے والے جانور وغیرہ نقش ہوتے تھے۔ عصری ادب کے مطابق روزمرہ کے لین دین میں چاندی کے ان سکوں سے پہلے، سونے اور دیگر دھاتوں کے مقررہ وزن کے ڈلوں کو خرید و فروخت کے لیے استعمال کیا جاتا تھا۔ جاتکوں، اشٹادھیائی، دھرم سوتروں اور جین مذہبی ادب میں 'کرشپن' اصطلاح کی شناخت عام طور پر ٹھپہ دار سکوں سے کی گئی ہے۔ ان سکوں کے ذخیرے مشرقی اتر پردیش اور بہار سے ملے ہیں جبکہ کچھ ابتدائی سکے ٹیکسلا سے حاصل ہوئے ہیں۔

8.5.5 سماج (Society)

چھٹی سے چوتھی صدی قبل مسیح کا سماج ایک زبردست تبدیلی سے گزرنے والا سماج ہے۔ یہ وہ وقت تھا جب وادی گنگا میں پہلی بار شہر وجود میں آئے تھے۔ یہ وہ دور تھا جب تحریری ادبی روایت بھی شروع ہوئی۔ اس دور کے آخر تک سماج نے تحریر کا علم حاصل کر لیا تھا اور پہلا قابل فہم رسم الخط ایجاد کیا تھا۔ 'براہمی رسم الخط' قدیم ہندوستان کا پہلا رسم الخط مانا جاتا ہے۔ تحریر کی ایجاد نے علمی دائرے کو وسعت دی۔ سماجی طور پر حاصل کیا گیا علم جو یادداشت کے ذریعے ایک نسل سے دوسری نسل میں منتقل ہوتا تھا، اس میں وقت کے ساتھ ساتھ بہت

ساری چیزوں کے بھول جانے یا تبدیل ہونے کا امکان تھا۔ تحریر کی ایجاد کا مطلب یہ تھا کہ علم کو اس کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کیے بغیر محفوظ کیا جا سکتا تھا۔اس کی وجہ یہ تھی کہ وقت کے ساتھ ساتھ سماجی اقدار اور عقائد میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔ایک بار جب چیزیں لکھی گئیں تو آنے والے لوگوں کے لیے عقائد اور نظریات کی تبدیلیاں قابل مشاہدہ ہونگی۔

چونکہ سماج زیادہ تر زراعت سے تعلق رکھتا تھا،اس لیے لوگوں کی اکثریت دیہات میں رہتی تھی۔ صرف راجا، وزراء، شاہی دربار کے ارکان اور ریاست کے افسران، ملک کے محفوظ ترین مقام جو ملک کی راجدھانی ہوتا ہے، میں رہتے تھے۔ فصیل بند راجدھانی میں دفاعی اقدامات کے تحت جگہ جگہ حفاظتی برج بنائے گئے تھے۔ شہر میں چوڑی سڑکیں، پانسے کے کھیل کے لیے تفریحی ہال، تفریحی باغ، کمرہ عدالت اور رقص و سرود ہال وغیرہ ہوتے تھے۔ شکار، پانسے کے کھیل، شمشیر زنی اور جنگی کہانیاں سننے کا رواج تھا۔
مردوں کے لباس کے تین حصے ہوتے تھے، جسم کے نچلے حصے کے لیے ایک کپڑا جسے 'ابھارن' کہتے تھے اور جسم کے اوپری حصے کے لیے 'اورنا' اور سر پر جو استعمال کرتے تھے اسے 'شیر ابھارن' کہتے تھے۔ عورتوں کا لباس دو حصوں پر مشتمل ہوتا تھا۔ نیچے والا لباس اور جسم کے اوپری حصے کا لباس۔ مرد داڑھی بڑھاتے اور مخصوص قسم کے زیورات استعمال کرتے تھے۔ خاص طور پر اعلیٰ طبقے کی عورتیں گلے کے ہار، چوڑیاں، کمر بند، ناک کی پٹی وغیرہ استعمال کرتی تھیں۔اس زمانے میں چھتری اور جوتوں کا استعمال مشہور تھا۔

ذات پات کا نظام رائج تھا اور رفتہ رفتہ انتہائی قدامت پسندی میں تبدیل ہو رہا تھا۔ برہمن وہ ہے جو پیدائشی برہمن ہو۔ وہ اپنا پیشہ تبدیل کرنے پر بھی برہمن ہی رہتا ہے۔ برہمنی کتابیں انہیں خدا اور انسان کے درمیان وسیلہ بننے کا حق دیتی ہیں۔ انہیں قربانی کرنے کا خصوصی حق حاصل تھا۔ ہم عصر برہمنی کتاب شت پتھ برہمن، برہمنوں کی چار خصوصیات کا ذکر کرتا ہے۔ برہمن والدین، مناسب سلوک، شہرت کا حصول اور مردوں کی تعلیم ہیں۔ایسا کرنے کے لیے انہیں کچھ خاص مراعات چاہیے تھیں۔ کہ ان کا احترام کیا جائے،انہیں تحائف دیے جائیں اور انہیں موت کی سزا سے مستثنیٰ رکھا جائے۔

عصری ادب کے مطابق سماج کا سب سے زیادہ غالب اور طاقتور طبقہ کشتری ہے۔ گوتم بدھ اور وردھمان مہاویر اسی گروہ سے تعلق رکھتے تھے۔ 'ورن نظام میں یہ دوسری اعلیٰ ترین ذات ہے جب کہ بدھ مت کے ادب میں انہیں سماج میں اول درجہ حاصل ہے۔ وہ سماج کے حکمراں تھے اور ان کی زمینوں کو غلام اور مزدور کاشت کرتے تھے، جنہیں داس یا کرمکار کہا جاتا تھا۔ یہ کشتری قبیلے مختلف قسم کے شادی کے رواج پر عمل پیرا تھے جن میں گوتر میں شادی بھی شامل تھی۔

برہمنی ورن نظام میں ویشیہ روایتی ترتیب میں تیسری ذات تھی۔ان کے ذمے مویشی چرانا، زراعت اور تجارت کرنا تھا۔ دوسری طرف بدھ مت کے ادب میں گہ پتی کی اصطلاح زیادہ کثرت سے استعمال ہوتی ہے۔ گہ پتی کا لفظی معنی ہے گھر کا مالک۔انہیں امیر زمیندار کے طور پر دکھایا گیا ہے، جو مہاجنی کا کام کرتے ہیں۔ تجارتی شہروں میں بھی گہ پتیوں کا ذکر ملتا ہے۔ دولت کی انفرادی ملکیت اور کمزور برہمنی اثر و رسوخ نے گہ پتیوں کو اپنی دولت کو تجارت کے لیے استعمال کرنے میں مدد کی۔ بڑے تاجروں اور جاگیرداروں کے علاوہ بہت سے چھوٹے

تاجروں کا بھی ذکر ہے۔ گلڈ (تاجروں کی انجمن) کی موجودگی، تجارتی اور صنعتی سرگرمیوں میں اضافے کو بتلاتی ہے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ خاص طور پر معاشی سرگرمیوں کی بنیاد پر پہچانے جانے والے گروہ وجود میں آئے۔ ان گروہوں میں ذات پات کا نظریہ موجود تھا۔ یہ طبقات آپس میں ہی شادی کرتے تھے اور ان کے اپنے قوانین تھے، جنہیں واجب العمل سمجھا جاتا تھا۔

شودر برہمنی ترتیب میں سب سے کم درجے کا 'ورن' تھے۔ ان کا ایک ہی کام تھا جو کہ باقی تین ورن کے لوگوں کی خدمت کرنا تھا۔ پالی ادب میں کثرت سے داس (غلام) اور کرمکاروں (اجرتی مزدور) کا ذکر ملتا ہے۔ 'دردرا' کی اصطلاح انتہائی غریب لوگوں کے لیے استعمال ہوتی تھی جن کے پاس نہ کھانے کے لیے کچھ ہوتا تھا اور نہ ہی پہننے کے لیے۔ شودروں کو بغیر کسی وسائل کے غلامی کا پابند بنا دیا گیا تھا اور انہیں امیروں کی زمین پر کام کرنے پر مجبور بھی کیا جاتا تھا۔ عمومی طور پر شودر مزدور اور کاریگر ہوتے تھے۔ دھرم سوتر 'جاتی سنکرن' کے عقیدہ کو شودروں کے وجود کا سبب بتاتے ہیں۔ اس نظریے کے مطابق اگر بین ذات شادیاں ہوتی ہے تو ان سے ہونے والی اولاد انتہائی نچلی ذات کی ہو گی۔ ورن نظام سے باہر سب سے بدترین حالت میں چنڈال، پکوس، نشاد اور وینس تھے۔ ان کی موجودگی کو اتنا آلودہ خیال کیا جاتا تھا کہ ایک شریشٹھی کی بیٹی چنڈال کو دیکھ کر آنکھیں دھو لیتی ہے۔ اسی طرح ایک برہمن اس بات سے پریشان ہے کہ چنڈال سے گزرنے والی ہوا اسے چھو لے گی۔ ان حقیر ترین لوگوں کو مُردوں کے کپڑے پہننا پڑتا اور ٹوٹے ہوئے برتنوں سے کھانا پڑتا تھا۔

چھٹی صدی قبل مسیح کی معیشت اور سماج میں آنے والی تبدیلیوں نے خواتین کی حالت کو بھی متاثر کیا۔ چونکہ جائیداد باپ سے بیٹے کو وراثت میں ملتی تھی، اس لیے غیر روایتی جسمانی تعلقات کو روکنے کی ضرورت کا جنون تھا۔ کتابیں بار بار کہتی ہیں کہ راجا کے دو اہم ترین کام جائیداد اور خاندان کی خلاف ورزی پر سزا دینا ہے۔ وفا شعار غلام جیسی بیوی کو مثالی بیوی سمجھا جاتا تھا۔ تاہم، یہ امیروں کی بیویوں کے بارے میں سچ تھا۔ ان کے لیے بیوی کا بنیادی کام جائز وارث پیدا کرنا تھا۔ تاہم، خواتین کی ایک بڑی تعداد ایسی تھی جنہوں نے اپنی زندگی اپنے آقاؤں اور مالکوں کے لیے مشقت میں گزاری۔ خواتین کو مردوں کے مقابلے میں پنچ سمجھا جاتا اور انہیں عوامی اسمبلی میں بیٹھنے کی اجازت نہیں تھی۔

سولہ مہاجنپدوں کے دور میں ذات پات کی تقسیم نے کسی طبقاتی دشمنی کو جنم نہیں دیا۔ ہر چند کہ اپنی ذات والے سے ہی شادی کرنے کو عام طور پر ترجیح دی جاتی تھی، لیکن پھر بھی بین ذاتی شادیوں پر کوئی پابندی نہیں تھی۔ لیکن اس دور کے اختتام تک بین ذاتی شادیوں پر سختی سے پابندی عائد کر دی گئی تھی۔ اس دور میں برہمنوں کا اختیار سماج پر مطلق العنان حکمرانی کی طرف بڑھ رہا تھا۔

8.5.6 معیشت (Economy)

اس دور میں معاشی زندگی کا انحصار زراعت پر تھا۔ زرعی اراضی کو آبپاشی، کاشت اور پانی کے تحفظ کے مقصد کے لیے چھوٹے چھوٹے حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ قحط اس دور میں نہایت کم ہی پڑتا تھا۔ زراعت کے علاوہ مویشی بانی، معاشی زندگی کا ایک اہم ذریعہ تھا۔ اس زمانے میں فنون لطیفہ اور صنعت و حرفت جیسے ہاتھی دانت کا کام، دیوار پر نقش و نگار اور سنگ تراشی وغیرہ بہت زیادہ ترقی پا چکے تھے۔ تجارت اندرون ملک اور بیرون ملک ہوتی تھی۔ اس وقت آبی راستوں کے ذریعے برما، سیلون، ملایا، بابل وغیرہ کے ساتھ تجارت ہوا کرتی تھی اس وقت کی

مشہور بندرگاہیں بھروچ، تامرلپتی، سوپارہ وغیرہ تھیں۔ ریشم، سونا، اور سوتی کپڑا بنیادی تجارتی سامان تھے۔ اس دور کی تجارت میں مشترکہ کاروباری نظام (Co-operative System) کے ثبوت پائے جاتے ہیں۔ مبادلے کے ذریعہ کے طور پر چاندی کے ٹھپے دار سکے وجود میں آچکے تھے جو ویدک دور کے کرشپن اور نشک کی جگہ لے چکے تھے۔

چند قدیم کتابیں گاؤں کے وجود کے دو سبب بتاتے ہیں۔ پہلا سبب معاشی سرگرمی ہے۔ کمار گاؤں، سونار گاؤں وغیرہ جیسے ثبوت ہمارے پاس موجود ہیں۔ ان کے ناموں سے ہی آپ ان کے باشندوں کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ اسی طرح گنگا کے میدانی علاقوں میں مخصوص پیشوں جیسے لوہار، کمہار، بڑھئی کی بنیاد پر کچھ گاؤں وجود میں آئے۔

شہر کاری کا عمل بھی آبادی کے ارتکاز اور جگہ کے سائز پر مبنی تھا۔ سب سے چھوٹی اکائی گرام تھی۔ تبادلے کے مراکز اور مقامی بازاروں کو نگم اور پٹ بھیدن کے نام سے جانا جاتا تھا۔ وہ گراموں سے بڑے ہوتے تھے۔ شہر نگر کہلاتے تھے۔ بڑے شہروں کو مہانگر کہا جاتا تھا۔ یہ خوشحال اقتصادی اور سیاسی مراکز تھے۔ کوسمبی ایک اہم مہانگر تھا۔ تجارت کی ترقی، دستکاری کی خصوصی ترقی سے جڑی ہوئی تھی۔ ان دنوں تجارت اندرون و بیرون ملک کافی تیز تھی۔ تاجروں نے ریشم، ململ، آمور، عطر، ہاتھی دانت، ہاتھی دانت کی مصنوعات اور زیورات وغیرہ کے کاروبار سے دولت کمائی۔ انہوں نے ملک کے عظیم دریاؤں کے راستے یہاں سے وہاں تک کا طویل سفر کیا اور مشرق میں تاملوک سے برما اور سری لنکا تک سمندری سفر کیا۔ مغرب میں بروچ سے اندرون ملک، تاجر زمینی راستوں سے سفر کیا کرتے تھے۔ ان میں سے ایک راستہ پرتیشٹھان سے شراوستی تک جاتا تھا، جہاں سے دوسرا راستہ شراوستی سے راج گرہ تک گیا تھا۔ تیسرا راستہ ہمالیہ کے دامن میں ٹکسلا کو شراوستی سے اور چوتھا کاشی کو مغربی ساحل کی بندرگاہوں سے جوڑتا تھا۔ وہ لوگ بینک کے نظام سے ناآشنا تھے، اسی لیے زائد رقم کو وہ زیوارات میں تبدیل کرتے تھے یا برتنوں میں جمع کرکے زمین میں گاڑ دیتے تھے یا کسی دوست کے پاس امانت رکھا دیتے تھے۔

8.6 لوہا اور سماجی تبدیلی (Iron and Social Change)

ہندوستان میں لوہے کا دور جدید تاریخ کی دہلیز پر لے جاتا ہے۔ اس لیے یہ ایک ایسا دور ہے جس کے لیے قدیم تاریخ کے کچھ تاریخی حوالوں کا ذکر کیا جا سکتا ہے۔ یہ کوئی حیرت کی بات نہیں ہے کہ موجود ہندوستانی ثقافت کو سمجھنے کے لیے ویدک، اپنشد اور برہمنی ادبی شواہد کی ایک بڑی تعداد کو بار بار استعمال کیا جاتا رہا ہے۔ کچھ لوگوں کے نزدیک آثاری شواہد کو اس طرح کی ادبی کتابوں کے ساتھ ملانا ہندوستان میں لوہے کے دور کو جانچنے کا ایک معیاری طریقہ بن گیا ہے۔ ایسا نقطہ نظر بنیادی طور پر قدامت پسندانہ ہے۔ اس طرح کے طریقہ کار سے بچنے کے لیے ہم ہندوستان میں آہنی عہد کے آثار قدیمہ پر بھی توجہ مرکوز کر سکتے ہیں۔ ایسا کرتے ہوئے یہ نوٹ کرلیں کہ برصغیر میں لوہے کے ماخذ کے سلسلے میں آج بھی ماہرین کے درمیان تنازعے کا سبب ہے۔ یہ یاد رکھنا بھی ضروری ہے کہ افریقہ کی طرح ہندوستان میں بھی قدیم قبیلے ہیں (جیسے مدھیہ پردیش کے آگریا) جو دیسی تکنیک سے لوہا تیار کرتے ہیں اور اپنے تیار شدہ سامان کی تجارت کرتے ہیں۔ یہ خیال کرنا قطعی طور پر غیر منطقی نہیں ہوگا کہ ان سماجوں نے اپنا علم کسی سے حاصل کیا ہوگا۔ کیونکہ وہ وقت جو کہ کئی ہزار سال تک ایک رسمی لوہے کے دور سے پہلے کا

ہو سکتا ہے اور اس کے بعد رسمی لوہے کا دور شروع ہوتا ہے جب اس دھات کو مستقل آبادیاں قائم کرنے کے لیے جنگلات صاف کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔آہن ہندوستان کے مختلف حصوں میں مختلف سماجی سیاق وسباق کے اندر داخل ہوتا ہے اور اسی وجہ سے مختلف علاقوں میں آہنی دور کی بالکل مختلف خصوصیات ظاہر ہوتی ہیں۔ ہم ان مختلف مظاہر کا مختصراً جائزہ لے سکتے ہیں۔

8.6.1 ہندوستان میں آہنی دور سے پہلے کی ثقافتیں (Pre-Iron Age Cultures in India)

لوہے کے دور کا مطالعہ شروع کرنے سے پہلے، یہ ضروری ہے کہ لوہے کے دور سے پہلے کی مختلف تہذیبوں پر ایک نظر ڈالی جائے، ان کی مادی ثقافت کو سمجھا جائے اور یہ اندازہ لگایا جائے کہ انہوں نے لوہے کا استعمال کس طرح شروع کیا۔ تانبے پتھر کی ثقافت (Chalcolithic) انسانی تاریخ کا وہ مرحلہ ہے جب پتھر کے اوزار کے ساتھ تانبے کے اوزار بھی استعمال ہوتے تھے۔ یہ بنیادی طور پر دیہی ثقافت تھی اور برصغیر ہندوستان میں پھیلی ہوئی تھی۔ان ثقافتوں کو مٹی کے برتنوں کی روایات کی بنیاد پر ممتاز کیا جاتا ہے اور ان کے اہم مقامات کا نام اس علاقے کے نام پر رکھا جاتا ہے جہاں وہ پائے گئے۔ سابقہ جدید حجری دور کی عام زندگی کا طرز عمل اس دور میں بھی جاری رہا۔ بستیوں کی تعداد میں اضافہ ہوا اور مختلف قسم کے مٹی کے برتنوں کو تیز رفتار چاک پر اچھی طرح سے مٹی کے گارے سے بنایا گیا۔اس دور میں مٹی کے برتنوں کی سجاوٹ کے شواہد بھی ملتے ہیں۔چند مشہور غیر ہڑپائی تانبے پتھر کی ثقافتیں درج ذیل ہیں۔

1. بناس ثقافت (راجستھان)، 2600 سے 1900 ق م
2. کیاتھا ثقافت (مدھیہ پردیش)
3. مالوہ ثقافت (مغربی مدھیہ پردیش)، 2400 ق م سے 2000 ق م
4. جوروے ثقافت (مہاراشٹر)، 1700 ق م سے 1400 ق م
5. پربھاس ثقافت (سوراشٹر اساحل)، 1400 ق م سے 700 ق م
6. ساولدا ثقافت (تاپتی وادی) 1800 ق م سے 1200 ق م

ان کی تفصیلات اکائی نمبر چار میں پہلے ہی زیر بحث آچکی ہے۔

8.6.2 آہنی تکنیک کا تعارف (Introduction of Iron Technology)

وادی گنگا کے نچلے نم خطے میں زراعت پر مبنی آباد زندگی کی توسیع کے لیے آہنی تکنیک کا تعارف انتہائی اہمیت کا حامل تھا۔ تانبے کے ناقص ذخائر کے مقابلے میں، لوہے کے ذخائر ہندوستان میں خاص طور پر چھوٹاناگپور اور وسطی ہندوستان میں بہت زیادہ ہیں۔ طویل عرصہ تک تانبا ہی وہ واحد دھات تھی جس کے زیورات، برتن، ہتھیار اور اوزار لوگوں کے لیے دستیاب تھے اور تانبا ایک کمیاب اور قیمتی دھات تھی جو سماج کے امیر اور بااثر افراد کو ہی میسر تھی۔ لوہے کے اوزاروں کی مدد سے باہمت کسانوں نے وادی گنگا کے وسطی اور نچلے علاقے میں نچلے نم میدانوں کے گھنے جنگلات کو صاف کیا اور اس وسیع زرخیز خطے کو انسانی رہائش کے لائق بنایا۔ ہندوستان کے پہاڑی اور چٹانی جزیرہ نما میں لوہے

کے اوزاروں نے سنگ کلاں مقبروں اور یادگار عمارتوں کو قائم کرنے کے لیے پتھر کی کھدائی میں اور اس کے بعد سخت چٹان میں کنویں اور آبپاشی کے تالابوں کی کھدائی میں مدد کی۔ لوہے کی تکنیک، زرخیز مٹی، دریاؤں، جھیلوں اور کنوؤں سے پانی کی مستقل دستیابی سے زرعی پیداوار میں اضافہ ہوا اور آبادی میں اضافے نے ملک میں دوسری شہر کاری کے ظہور کا فروغ دیا۔ پہلی شہر کاری تانبے کے دور میں ہوئی اور یہ برصغیر کے خشک اور نیم خشک شمال مغربی حصے تک محدود تھی، دوسری شہر کاری وادی گنگا میں ہوئی اور آہستہ آہستہ جزیرہ نما ہندوستان میں پھیل گئی۔

آہنی تکنیک کے متعارف ہونے کے بعد گنگا کے میدانی علاقوں میں ثقافتی ترقی بھی ہوئی۔ اسی علاقے میں بدھ اور مہاویر نے برہمنی مذہب کی رسوم اور جانوروں کی قربانی کے خلاف بغاوت شروع کی اور اپنے عدم تشدد اور صالح طرز عمل کے پیغام کی تبلیغ کی۔ پہلی سیاسی اکائی مہاجنپد اور پہلی ہندوستانی سلطنت، جو کہ مگدھ کی ہے وہ اسی خطے میں وجود میں آئی۔ ابتدائی آہنی دور کی بنیادی ثقافتیں ذیل میں بیان کی جاتی ہیں۔

8.6.3 سیاہ اور سرخ برتنوں کی ثقافت (Black and Red Ware Culture)

اگرچہ ظروف سازی کے طور پر سیاہ اور سرخ برتن، ہڑپہ تہذیب سے لے کر جنوبی ہندوستان میں سنگ کلاں ثقافت تک تقریباً پورے ملک میں پائے جاتے ہیں، لیکن واضح طور پر علم طبقات الارض (Stratigraphy) کی ترتیب کے تناظر میں راجستھان کے بھرت پور ضلع میں نوہ میں اوپری حصہ پر گیروے رنگ کے برتن اور اتر پردیش کے ایٹا ضلع میں اترنجی کھیڑ میں نچلے سطح پر منقش خاکستری برتن پائے جاتے ہیں۔ مختلف زمین کی پرتوں کی وجہ سے ان برتنوں اور ان سے متعلق سامان کو ایک جداگانہ تہذیب کا درجہ دیا گیا۔ لوہے کا سب سے قدیم وجود نوہ علاقے میں اسی ثقافت کی سطح سے معلوم ہوا۔ تھرمولیو منیسینس (Thermoluminisence) تعین وقت کی بنیاد پر ان مٹی کے برتنوں کی ثقافت کو 1450 تا 1200 قبل مسیح سے منسوب کیا گیا ہے۔

8.6.4 منقش خاکستری برتنوں کی ثقافت (Painted Grey Ware Culture)

منقش خاکستری برتنوں (Painted Grey Ware) کی ثقافت کا نام، اسی رنگ کے برتنوں کے نام پر رکھا گیا تھا۔ یہ برتن سب سے پہلے 1944 میں کھدائی کے دوران اتر پردیش کے بریلی ضلع کے اہی چھتر میں پائے گئے تھے۔ لیکن 1950-1951 کے دوران ہستناپور کی کھدائی میں بی بی لال کے ذریعہ دریافت کیے جانے کے بعد اس کی اہمیت کا مکمل طور احساس ہوا۔ ہندوستان میں لوہے کا پہلی دفعہ بڑے پیمانے پر اور موثر استعمال اسی ثقافت سے وابستہ ہے۔ منقش خاکستری برتنوں کی ثقافت، سندھ گنگا کی تقسیم اور بالائی گنگا-جمنا دوآب میں پائی جاتی ہے۔ اس ثقافت کے کچھ بڑے مقامات گنگا نگر ضلع میں سردار گڑھ، ضلع جے پور میں بیرات، راجستھان کے بھرت پور ضلع میں نوح، پانی پت ضلع میں پانی پت، ہریانہ کے ضلع امبالا میں روپڑ اور دہلی کا پرانا قلعہ وغیرہ ہیں۔ غازی آباد ضلع میں اللہ پور، بلند شہر ضلع کا لال قلعہ، ہستناپور اور میرٹھ ضلع میں عالمگیر پور، ضلع ایٹہ میں اترنجی کھیرا، بریلی ضلع میں اہی چھتر، کمپیل، فرخ آباد ضلع میں قنوج اور کانپور ضلع میں جاج ماؤ وغیرہ سبھی اتر پردیش میں ہیں۔ پاکستان کے سندھ میں لکھیو پیر سے ایک تنہا گودام کی دریافت کی اطلاع ہے۔ یہ برتن اعلی چکنی مٹی

سے اور تیز رفتار چاک پر تیار کیا گیا تھا۔

8.6.5 سنگ کلاں کی ثقافت (Megalithic Culture)

لفظ میگالتھ، یونانی اصطلاح میگاس (بڑا) اور لیتھوس (پتھر) سے بنا ہے۔ یہ بڑے بڑے پتھر ہیں جو دفنانے کی جگہوں کو نشان زد کرنے کے لیے بنائے گئے ہیں۔ کرنل میڈوز ٹیلر وہ پہلا شخص تھا جس نے 1852 تا 62 میں کرناٹک کے شوراپور دوآب میں بڑے پیمانے پر تحقیق کی اور انھوں نے ہی سنگ کلاں کے متعلق تفصیل میں لکھا۔ برہم گیری میں کھدائی کے بعد، سر مورٹیمر وہیلر نے ہندوستانی آثار قدیمہ میں سنگ کلاں کی اہمیت کو ثابت کیا۔

سنگ کلاں (Megaliths) پورے ملک میں پھیلے ہوئے ہیں اور بنیادی طور پر جنوبی اتر پردیش کے وندھیا، مہاراشٹر کے ودیشا علاقے اور جنوبی ہندوستان کے بیشتر حصوں میں واقع ہیں۔ ان خطوں میں سنگ کلاں کا تعلق لوہے کے استعمال سے ہے۔ سنگ کلاں شمال مشرقی ہندوستان، مدھیہ پردیش (بستر علاقہ) اور بہار کے سنگھ بھوم کے علاقے میں بھی پائے جاتے ہیں۔ تاہم، یہاں پر ان کی اپنی الگ ثقافت ہے اور لوہے کے استعمال کے ساتھ ان کا کوئی تعلق نہیں ہیں۔

سنگ کلاں کے اقسام (Types of Megaliths)

سنگ کلاں وہ ڈھانچے ہیں جو بڑے پتھروں سے بنے ہوتے ہیں اور عام طور پر زمین کی سطح پر مردوں کی یاد میں بنائے جاتے ہیں۔ شکلوں اور ساخت کے اعتبار سے بنیادی طور پر جنوبی ہندوستان میں سات اقسام کے سنگ کلاں ہیں۔

1. لمبا (**Menhir**): ایک عمودی پتھر جو تنہا یا کسی دوسرے کے ساتھ کھڑا ہو۔ اس کی لمبائی 1.5 میٹر سے 2.5 میٹر تک ہوتی ہے اور یہ دکن، کیرالہ اور یوپی کے چترکوٹ ضلع میں پایا جاتا ہے۔
2. تابوت (**Dolmen**): ڈولمن کے معنی 'پتھر کی میز' کے ہیں۔ یہ سنگ کلاں پتھر کی میز کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ تابوت بنانے کے لیے پتھر کی چار سلیں رکھی جاتی ہیں اور انہیں ڈھانچے کی طرح تابوت بنا دیا جاتا ہے۔ بعض اوقات پتھر کی سلوں کو سواستیک کی شکل میں رکھا گیا ہے اور اسے ہموار سل سے ڈھانپ دیا جاتا ہے۔ کچھ تابوتوں کو روشن دان فراہم کیا جاتا ہے۔ یہ سوراخ ان تابوت میں دفن مردوں کو قبر کا سامان پیش کرنے کے لیے بنائے گئے تھے۔ وندھیا میں پائے جانے والے تابوت (Cist) چھوٹے ہوتے ہیں اور پتھر کی کئی چھوٹے سلوں سے بنے ہیں۔ ان تابوتوں میں مٹی کے برتن اور لوہے کی چیزیں بہت سے مردوں کے ساتھ پائی گئیں تھی۔ یہ اکثر برہما گیری (کرناٹک) اور چنگلپیٹ (تمل ناڈو) میں پائے جاتے ہیں۔
3. چھتری نما پتھر (Topical): ان سنگ کلاں کی ساخت چھتری جیسی ہوتی ہے جنہیں مقامی زبان میں ٹوپی کلز کہتے ہیں۔ اس قسم کی سنگ کلاں میں پتھر کے چار سلوں کو جوڑ کر ایک قبر کے اوپر کھڑا کیا جاتا ہے اور ان پر ایک بڑا گول پتھر اس انداز میں رکھا جاتا ہے کہ یہ چھتری نما دیکھائی دیتا ہے۔ یہ سنگ کلاں کیرالا کے اریانور اور چیرامنگاڈ سے ملے ہیں۔

4. کدائی کالس یا ٹوپی نما پتھر (Hood Stone): یہ چھتری نما پتھر سے ملتے جلتے ہیں۔ یہاں زمین پر گنبد کی شکل کی بڑے پتھروں کی سلیں رکھی گئیں۔ یہ ایک سانپ کی طرح لگتا ہے۔ کبھی کبھی قبر کے اوپر پانچ سے بارہ ٹوپی نما پتھر پائے جاتے ہیں۔ یہ دائرے کی شکل میں ترتیب دیے جاتے ہیں اور انہیں ایک سے زیادہ ٹوپی نما پتھر کہا جاتا ہے۔ یہ قبر کے گڑھے کا حاطہ کرنے کے لیے ہوتے ہیں اور کیرالہ میں بکثرت پائے جاتے تھے۔

5. کیرن سرکل: یہ پتھر دائرے کی شکل میں پائے جاتے ہیں۔ اس قسم کے سنگ کلاں میں جنازے کے لیے تقریباً 2 میٹر گہرائی اور 3.5 میٹر قطر کا گڑھا کھودا جاتا تھا۔ آخری رسومات کے بعد، دائروی شکل کے پتھروں کو ایک دائرے کی شکل میں رکھا جاتا ہے اور ایک یا ایک سے زیادہ انسانوں کی قبروں کے لیے بطور نشان استعمال کیے جاتے ہیں۔ ان قبروں کی کھدائی سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ لاش کو مٹی، لوہے اور پتھر کے ملبے سے بھر کر قبر میں رکھا جاتا تھا۔ یہ قبریں جنوبی ہندوستان کے چنگل پٹ، چتردرگ اور ضلع گلبرگہ میں اور شمالی ہندوستان کے کاکوریا میں پائی جاتی ہیں۔

6. چٹان تراشیدہ غار (Rock Cut Caves): یہ سرخ پتھر سے بنے تھے۔ یہ غاریں چٹانوں میں سیڑھیاں اور گڑھے کھود کر بنائی گئی تھیں۔ ان پتھروں کی کٹائی لوہے کے اوزاروں کے بدولت ممکن ہوئی۔ مزید یہ کہ غار بنانے کے لیے پتھروں کو کاٹا گیا۔ سامنے کچھ اضافی دروازے بھی بنائے گئے۔ دروازہ بنانے کے بعد، اندرونی کمرے کو گنبد کی شکل میں چٹان تراش کر ایک مستطیل نما ستون بنایا گیا۔ ان غاروں کو مردوں کو قبر کا سامان پیش کرنے کے لیے چھت کے لیے ایک مرکزی راستہ بھی بنایا گیا تھا۔

7. قبر کا تعویز (Sarcophagi): یہ پکی مٹی کا تابوت ہے جو بچوں کی آخری رسومات کے لیے بنایا جاتا تھا۔ یہ تین قسم کے ہوتے ہیں۔ ٹانگوں والے تابوت، دائروی اور عمودی گول قبر۔ ٹانگوں والے تابوت کے پکی مٹی کے خانے ہوتے ہیں جن کے نیچے جانوروں کی طرح کی ٹانگیں ہوتی ہیں۔ ان پکی مٹی کے تابوتوں کو قبر کے لیے اچھی طرح سے جلایا گیا تھا۔ قبر کے تابوت جنوبی ہندوستان کے چنگل پٹ، برہما گیری اور مسکی علاقوں میں کثرت سے پائے جاتے ہیں۔

سنگ کلاں کی ثقافت نے جنوبی ہندوستان میں آہنی دور کا آغاز کیا۔ کچھ جگہوں پر یہ اور جدید حجری دور کی ثقافت ایک دوسرے کے ہم عصر ہیں۔ جنوبی سنگ کلاں کی تاریخ باوثوق طور پر نہیں کہی جاسکتی اور اس کا فیصلہ علم طبقات الارض، سنگم ادب، سکے، مٹی کے برتنوں اور ریڈیو کاربن تعین وقت کی بنیاد پر کیا جاتا ہے۔ برہما گیری میں ثقافتی ترتیب کی بنیاد پر، وہیلر نے سنگ کلاں کی تاریخ تیسری صدی قبل مسیح سے پہلی صدی عیسوی کے درمیان بتائی ہے۔ جنوبی ہندوستان کے سنگ کلاں قبروں کے نشان رکھتے تھے اور ان سے مٹی کے برتن، لوہے کے اوزار اور اس دور کے سکے اکثر ملتے ہیں۔ چندراولی سے، رولٹڈ (Rouletted) سازوسامان اور پہلی صدی عیسوی کا ایک رومی چاندی کا سکہ ملا۔ کوئمبٹور میں ایک قبر کی تابوت میں، رومی شہنشاہ آگسٹس (63 ق م تا 14ء) کا ایک سکہ ملا۔

سنگ کلاں تہذیب کا تعلق جنوبی ہندوستان میں لوہے کے استعمال کے آغاز سے جڑا ہے۔ تاہم اصطلاح 'سنگ کلاں تہذیب' کو آہنی عہد کی تہذیب کے مترادف کے طور پر استعمال نہیں کیا جاسکتا۔ سنگ کلاں مقبروں سے تقریباً تینتیس قسم کے لوہے کے اوزاروں کی نشاندہی

کی جاچکی ہے۔ان میں زراعت کے لیے کدال، درانتی اور کلہاڑی، گھریلو استعمال کے لیے برتن اور تپائی، کاریگری کے لیے چھینی اور میخ، جنگ اور شکار کے لیے تلواریں، خنجر، نیزے اور تیر شامل ہیں۔ ناگپور کے قریب مہور جھاری میں گھوڑوں کے سروں کے زیورات کے ثبوت ملے ہیں جو لوہے کی پٹیوں کے ساتھ تانبے کی چادروں سے بنے تھے۔ ودربھ میں نائی کنڈ کے سنگ کلاں مقام سے ملنے والے شواہد انتہائی اہم ہیں کیونکہ یہاں لوہے کو گلانے والی ایک بھٹی ملی ہے۔اسی طرح تمل ناڈو کے پیم پلی سے بڑی مقدار میں لوہے کا میل ملا ہے۔اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ لوہے کو پگھلانا ایک عام سرگرمی تھی۔ یہ خطہ خام لوہے سے مالا مال ہے۔ شمالی ہندوستان کے کاکوریا مقام سے، کوئی لوہے کے اوزار نہیں ملے،اگرچہ کہ کاکوریا کی 'سنگ کلاں تہذیب' کا تعلق تانبے پتھر کی ثقافت سے تھا۔ااس دور کو تکنیکی ترقی کے طور پر سمجھا جاسکتا ہے کیونکہ لوگوں نے کچی دھات سے لوہا نکالنے کے لیے آگ پر قابو پانا سیکھ لیا تھا۔

8.6.6 شمالی سیاہ چمکدار برتن تہذیب (Northern Black Polished Ware Culture)

آہنی تکنیک نے تقریباً ساتویں صدی قبل مسیح کے کسانوں کے ذریعے وسطی اور نچلی گنگا وادی میں شہر کاری کو تیز کیا۔اس دور کے مٹی کے برتن، شمالی سیاہ چمکدار برتن(Northern Black Polished Ware) کہلاتے ہیں۔ شمالی سیاہ چمکدار برتنوں کے دور نے چھٹی صدی قبل مسیح میں گنگا کے میدانوں میں شہروں اور پہلے اہم سیاسی وجود کو متعارف کروایا جنہیں مہاجنپدوں کے نام سے جانا جاتا ہے۔ شمالی سیاہ چمکدار برتن، ایک تیز چاک پر مٹی سے بنائے جاتے تھے۔ یہ اچھی طرح سے پکے ہوئے ہوتے تھے جو کبھی سیاہ سرمئی اور کبھی کبھار سرخی مائل ہوتے تھے ساتھ ہی یہ پتلے اور مضبوط تھے۔ان کی سب سے اہم خصوصیت یہ تھی کہ یہ انتہائی چمکدار سطح والے ہوتے تھے۔ برتنوں کی عام سطح کا رنگ ہلکے سے سیاہی مائل یا فولادی نیلا ہوتا ہے لیکن یہ کبھی کبھار چاندی، سنہری، بھورا یا چاکلیٹی رنگ کا ہوتا ہے۔ شمالی سیاہ چمکدار برتن میں سب سے عام شکل جس میں پیالی محدب یا ہموار کناروں والی ہوتی ہے اور پیالے ہموار محدب، کشتی نما مخروطی شکل کے ہوتے ہیں۔ان کی شکلیں منقش خاکستری برتنوں سے ملتی جلتی ہیں اور برتن خود تیار کردہ شکل کے ہوتے ہیں۔ شاذونادر ہی برتنوں کو رنگ شدہ نقوش سے سجایا جاتا ہے جس میں افقی پٹیان، عمودی ہلکی لکیریں، ترچھی پٹیاں یا ہلکی لکیریں یا صرف دائرہ نما پٹیاں یا محراب گہرے نیلے، سرمئی، ہلکے اور گہرے سرخ، سیاہ اور گہرے بھورے رنگوں میں شامل ہوتے ہیں۔اس کا غیر معمولی اعلیٰ تکنیکی معیار، محدود موجودگی اور ٹوٹے ہوئے برتنوں کو تانبے کی میخ، چپٹی پٹی یا پنوں کے ساتھ جوڑنے کی مثالیں اس بات کی علامت ہیں کہ شمالی سیاہ چمکدار برتن، عمدہ برتن ہے جو سماج کے اعلیٰ طبقے کے لیے ہوتے تھے۔ یہ مٹی کے برتن پورے شمالی ہندوستان میں پائے جاتے ہیں لیکن اس کا اصل وجود اتر پردیش اور بہار کے گنگا کے میدانوں میں ہے۔ شمالی سیاہ چمکدار برتنوں کی تھوڑی مقدار وسطی ہندوستان، مشرقی ہندوستان، جنوبی ہندوستان اور یہاں تک کہ بنگلہ دیش اور سری لنکا کے مقامات پر پائی گئی ہے۔ یہ خیال کیا جاتا ہے کہ ان مٹی کے برتنوں کو بدھ راہبوں اور اعلیٰ انتظامی عہدیداروں کے ذریعے دور دراز مقامات پر لے جایا گیا تھا۔ شمالی سیاہ چمکدار برتنوں کی مدت 600ق م سے 100ق م تک ہے۔ شمالی سیاہ چمکدار برتنوں کا خطہ دوسرے بڑے ہندو مہاکاویہ رامائن، اور بدھ مت اور جین مت کے عروج کا مقام بھی ہے۔

8.7 ہندوستان میں لوہے کے استعمال سے متعلق بحث (Debate on the Use of Iron in India)

ہندوستان میں ابتدائی لوہے کا دور، آہنی تکنیک کے آغاز، پیداوار اور برصغیر میں اس کے وسیع ثقافتی استعمال کی نشاندہی کرتا ہے۔ اگرچہ ابتدائی طور پر محققین نے ہندوستانی سرزمین میں لوہے کے استعمال کے لیے تقریباً ساتویں سے چھٹی صدی ق م کی تاریخ بتائی تھی۔اب یہ تاریخیں دوہزار قبل مسیح کے آخری حصے تک پیچھے چلی گئی ہیں۔آہنی آثار قدیمہ کے مسائل اور شہر کاری پر اس کے اثرات، ہندوستان میں ابتدائی تاریخی تحقیق کا ایک لمبی بحث کا موضوع ہے۔ عمومی طور پر یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ آہنی تکنیک کا تیزی سے استعمال، شہر کاری کا سبب بنا۔ڈی ڈی کوسمبی(D.D. Kosambi)وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے چھٹی صدی قبل مسیح میں شہریت کے عروج کو آہنی تکنیک کے ساتھ جوڑا۔انہوں نے رائے دی کہ لوہے کے اوزاروں اور آلات جیسے کہ ہل کے وسیع استعمال نے زرعی پیداوار میں اضافہ کیا اور اس کے نتیجے میں آبادی میں اضافہ ہوا۔ڈی ڈی کوسامبی اور آر ایس شرما نے سماجی تبدیلی لانے میں معاشی عوامل اور تکنیکی تبدیلی کی اہمیت پر زور دیا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ ان کے نظریات چائلڈ کے اس بااثر خیال سے ماخوذ ہیں کہ تکنیکی بدلاؤ سماجی بدلاؤ کا ضامن ہوتا ہے۔

آر ایس شرما یہ استدلال کرتے ہیں کہ چھٹی صدی قبل مسیح میں شہر کاری کا نظریہ گنگا کے بالائی میدان سے وسطی گنگا میں منتقل ہوا۔ یہ علاقہ تقریباً الہ آباد کے مشرق اور راج محل کی پہاڑیوں کے مغرب میں گنگا کے میدانی علاقوں سے مماثلت رکھتا ہے (جسے وہ مجھیم دیس کہتے ہیں)۔ان کا دعویٰ ہے کہ دریائی علاقے اور وہاں ہونے والی شدید بارشوں کی وجہ سے گھنے جنگلات پنپنے کا امکان ہے۔کسی گروہ کے لیے کھیتی باڑی کا کام کرنے کے لیے اس طرح زمینیں اور اس کے گھنے جنگل کو صاف کرنے کے لیے لوہے کی کلہاڑی کی ضرورت ہوگی۔ سخت چکنی مٹی کی مزید کاشت کے لیے بھی کھیتوں کو کھودنے کے لیے لوہے کے ہل کی ضرورت ہوتی ہے۔اس طرح شہر کاری کی بنیاد، ان دانشور کے مطابق، جدید آہنی تکنیک پر موقوف ہے جس سے زرعی اضافی پیداوار کو یقینی بنایا جا سکتا ہے۔لوہے کی کلہاڑی اور ہل نے اضافی پیداوار کی جس کے نتیجے میں دستکاری کی مہارت اور مختلف شہری مراکز کا ظہور ہوا۔شرما نے پالی مذہبی کتابوں اور دیگر ذرائع سے متاثر کن مواد جمع کیا ہے جو تقریباً چھٹی تا چوتھی صدی قبل مسیح سے متعلق ہے تاکہ یہ ثابت کیا جا سکے کہ لوہے کے آلات واقعی استعمال کیے جا رہے تھے۔بدھ مت کی ابتداء پر بحث کرتے ہوئے، شرما کہتے ہیں کہ لوہے کا ہل واحد سب سے اہم تغیر پذیر شے تھی جس نے قبائلی سماج کو بدل دیا۔وہ کہتے ہیں کہ ”لوہے کے ہل، درانتی، کدال وغیرہ کے استعمال کی بناء پر زراعت نے اس پیمانے پر زائد پیداوار کی جس کا حصول پتھر یا تانبے کے آلات سے ممکن نہیں تھا۔“اس نے چھٹی صدی قبل مسیح کے آس پاس شمال مشرقی ہندوستان میں شہری بستیوں کے عروج کے لیے زمین تیار کی۔اس طرح تبدیلی یعنی تانبے پتھر سے آہنی عہد میں تبدیلی کے محرک کے طور پر چند تکنیکی اختراعات کو تسلیم کر لیا گیا۔

اے گھوش کا خیال ہے کہ جنگلات صاف کرنے اور وادی گنگا کی زرخیز اراضی پر ہل چلانے میں آہنی تکنیک اہم عنصر نہیں تھا۔ان دو مقاصد کے لیے تانبے اور کانسے کے اوزار نسبتاً موثر تھے۔جنگلات کو جلا کر بھی صاف کیا جا سکتا تھا، جیسا کہ مشاہدہ کیا گیا اور مہابھارت میں جس کے شواہد موجود ہیں۔لوہے کے استعمال اور سماج پر اس کے اثرات پر اے گھوش اور دلیپ کے چکر برتی جیسے کئی دانشوروں نے بحث کی ہے۔وہ

سماج کی مادی ثقافت میں تبدیلیاں لانے میں سیاسی اقتدار کے کردار پر زور دیتے ہیں جو شہری مراکز کے ظہور کا باعث بنتے ہیں۔ چکرورتی کہتے ہیں 'حقیقت میں ایک مقامی زرعی بنیاد، ایک منظم تجارتی سرگرمی اور ایک مرکزی سیاسی طاقت کا ڈھانچہ ان میں سے ہر ایک کو (راج گرہ، وارانسی، کوشامبی اور اجینی) کو ایک شہر بنانے میں شامل ہوا۔ ان تینوں عوامل میں سے بنیادی زور شاید سیاسی طاقت کے عنصر پر دیا جانا چاہیے۔ گھوش کا خیال ہے کہ معاشی تبدیلیاں مختلف سرداروں کے ذریعہ جنپدوں کے استحکام سے پہلے آنے کے بجائے اس کے بعد آئیں۔ انہوں نے اس خیال کو مسترد کر دیا کہ لوہے کا تعارف حتمی طور پر شہر کاری کے آغاز کا باعث بنا۔

زرعی اضافی پیداوار کے مسئلے پر گھوش کی اپنی ایک رائے تھی، زائد پیداوار یا فاضل پیدا کرنے کی صلاحیت سے زیادہ جس چیز کی ضرورت ہوتی ہے وہ ایک سماجی سیاسی ادارہ ہے جو کسان کو زائد پیداوار پر مجبور کرے یا اس پر آمادہ کرے اور جہاں اضافی پیداوار کی ضرورت ہو اسے منتقل کرے۔ جنپدوں کی تشکیل جیسے مسائل پر گھوش ایک محتاط مشورہ دیتے ہیں، کہ جن پدوں کا قیام خود آخری ویدک دور کے نئے سماج کا نتیجہ تھا جس میں معاشی اور سیاسی عوامل نے اپنا کردار ادا کیا۔

اس سلسلے میں، ایم کے دھاولیکر کا استدلال بھی بہت نتیجہ خیز ہے، جیسا کہ انہوں نے تجویز کیا کہ اگرچہ لوہے کے استعمال کی تاریخیں دوسرے ہزار قبل مسیح کے آخری نصف تک پہنچتی ہیں، لیکن شہر کاری ہونے میں مزید چھ صدیاں لگیں۔ دھاولیکر کا خیال ہے کہ یہ بڑی حد تک تقریباً 1500 ق م سے یا اس سے بھی پہلے مخالف ماحول کی وجہ سے ہوا تھا۔ تانبے پتھر دور اور ابتدائی تاریخی سطحوں کے درمیان متعدد مقامات پر وقفہ ہے جس کی ریڈیو میٹرک تاریخوں کی مدد سے تائید کی جا چکی ہے اور اس کا موازنہ یورپ میں موسم سرما سے کیا گیا ہے۔ یہ تقریباً پوری قدیم دنیا میں اور خاص طور پر ہندوستان میں شدید خشکی کا دور تھا جس کی تائید گردیپ سنگھ کے آثاری مطالعے سے ہوتی ہے۔ جب محض انسانی وجود مشکل تھا تو شہری ترقی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ آہنی تکنیک کا علم ہونے کے باوجود لوگ نصف ہزار تک دیہاتی بنے رہے لیکن ایک بار جب چھٹی سے پانچویں صدی قبل مسیح میں ماحول خوشگوار ہونا شروع ہو گیا تو اس عرصے میں شہریت کے عروج میں خاطر خواہ پیش رفت ہو سکی تھی۔ راکیش تیواری کی حالیہ تحقیق سے پتہ چلتا ہے کہ شمالی سیاہ چمکدار برتنوں کی ثقافت سے پہلے کے مرحلے میں لوہے کی موجودگی کی، وسط گنگا کے میدانوں میں کئی جگہوں کی کھدائی سے تصدیق کی جا چکی ہیں (راجہ نال کا ٹیلا، لہوراد یوا، ملہار، دادوپور، ترادیہ، چراند وغیرہ)۔ ریڈیو کاربن تاریخوں کا ایک سلسلہ، علم طبقات الارض اور 1300 تا 1200 ق م سے متعلقہ مواد، وادی گنگا اور اس کے آس پاس کے تقریباً تمام علاقوں میں کافی تعداد میں اس کی موجودگی کی تصدیق کرتا ہے۔ یہاں یہ بھی واضح طور پر بیان کیا جاتا ہے کہ آہنی تکنیک کا تعارف، یہاں تک کہ زرعی آلات کی موجودگی، فوری طور پر مادی ماحول میں ڈرامائی تبدیلیاں نہیں لا سکی تھی۔

مندرجہ بالا بحث کی روشنی میں ہم محفوظ طریقے سے یہ نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ لوہا ایک اہم عنصر ہے جس نے وادی گنگا میں دوسری شہر کاری کے ظہور میں اپنا کردار ادا کیا، لیکن یقینی طور پر وہی ایک عنصر نہیں ہے جیسا کہ آر ایس شرما نے تجویز کیا ہے۔ آہنی تکنیک کے متعارف ہونے اور لوہے کے استعمال کے پھیلاؤ کے درمیان وقفہ ہے۔ پہلے آہنی تکنیک نے بنیادی طور پر ہتھیاروں اور جنگی آلات کی تیاری

میں مدد کی اور اس کے بعد صنعتی آلات کی تیاری میں۔ دھاولیکر کا ماحولیاتی نظریہ بھی اس تناظر میں سود مند ہے۔ جیسا کہ اس نے کہا، 'ہندوستان نے ابتدائی تاریخی دور(600ق م تا600ء) میں خوشحالی کے مزے لیے۔ تاہم، یہ ہندوستان ہی کے لیے خاص نہیں بلکہ کم و بیش قدیم دنیا کے بہت سے حصوں میں ایسا ہوا تھا۔ یہ یونان، روم، فارس، چین اور ہندوستان میں ریاستوں کا دور تھا۔'' اسے لگتا ہے کہ اس ترقی کا ذمہ دار عنصر، سازگار ماحول ہے۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہا جاسکتا ہے کہ ایک نہیں بلکہ مختلف عوامل، جیسے مرکزی طاقت کا ڈھانچہ، لوہے کے استعمال میں اضافہ اور سازگار ماحول، ان سب نے مل کر شہر کاری میں اہم کردار ادا کیا۔

8.8 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

اس اکائی کے مطالعہ کے بعد آپ نے اضافی زرعی پیداوار کے کردار اور دیگر عوامل کا تجزیہ کرنا سیکھ لیا ہے جنھوں نے ہندوستان میں دوسری شہر کاری کی ترقی میں مدد کی۔ مزید یہ کہ آپ نے مختلف اقسام اور اس کی خصوصیات کی وضاحت کرنا بھی سیکھ لیا ہے۔ تاہم، اس اکائی کا صحیح مطالعہ آپ کو یہ سمجھنے میں مدد دے گا کہ زائد پیداوار کے ساتھ ساتھ، اس کی تنظیم اور کسی گروہ کی طرف سے تقسیم بھی شہری مراکز کی ترقی کے لیے اتنی ہی ضروری ہے۔ دوسری شہر کاری دو مختلف طریقوں پر معاشی سرگرمیوں اور آبادی کے ارتکاز کی بنیاد پر ہوئی۔ چھٹی صدی قبل مسیح میں شہر کاری کے ظہور کے ساتھ ساتھ گنگا کے میدانی علاقوں میں مختلف گن سنگھ اور ریاستیں وجود میں آئیں۔ دوسری شہر کاری میں بہت سے شہر یا شہری مراکز دریاؤں کے کنارے ابھرے۔ برسات کے موسم میں کسی بھی وقت سیلاب ایسے شہروں کو غرق کرسکتا تھا لیکن اینٹوں کی بنیادوں کے ذریعے بالخصوص دیواریں کھڑی کر کے اس کی حفاظت کی کوئی کوشش نہیں کی گئی۔ گنگا کے میدانی علاقوں اور ہڑپائی تہذیب کے لوگوں کی ضروریات میں بھی فرق تھا۔ اس وجہ سے ان دو شہر کاریوں کی خصوصیات میں فرق ہے۔

اکائی کے دوسرے حصے میں کی گئی بحث کی بنا پر، ہم کہہ سکتے ہیں کہ شہری انقلاب، لوہے کے اوزاروں اور آلات کی مدد سے زرعی ترقی میں تیزی کے نتیجے میں نہیں ہوا تھا۔ پہلی صدی قبل مسیح سے پہلے جنوبی ہندوستان کی سنگ کلاں ثقافتوں نے، آہنی تکنیک کا علم ہونے کے باوجود، ہل کی زراعت میں کوئی خاص پیش رفت نہیں کی۔ تمل ناڈو کے شمالی اضلاع کے ایک سروے میں، کے راجن نے 830 میں سے 640 مقامات کا آہنی عہد سے تعلق پایا، لیکن جنوبی ہندوستان میں شہر کاری بہت دیر سے دکھائی دیتی ہے۔ ہڑپہ کے مقامات پر موجود اناج کے ذخیروں سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ زراعت میں اضافی پیداوار لوہے کے زرعی آلات کے استعمال کے بغیر بھی ممکن تھی۔ ہڑپہ کے زمانے میں لکڑی کے ہل کا استعمال زرعی پیداوار میں نمایاں مقدار میں اضافہ کر پایا تھا۔ اس مؤقف کی اس حقیقت سے بھی مکمل تصدیق ہوتی ہے کہ 1951 کے آخر تک تقریباً 31.3 ملین لکڑی کے ہل زرعی سرگرمیوں میں استعمال ہوتے تھے۔ اس کے مقابلے میں، سروے سے پتہ چلتا ہے کہ اسی عرصے میں اور اسی مقصد کے لیے استعمال ہونے والے لوہے کے ہلوں کی تعداد صرف 93,000 تھی، جو لکڑی سے بہت کم ہے۔

8.9 کلیدی الفاظ (Keywords)

چالکولیتھک زمانہ	:	ایسا دور جس میں لوگ تانبے کے ساتھ ساتھ پتھر کے اوزار بھی استعمال کرتے تھے۔
کرشپن	:	قدیم ترین دھاتی ڈلے جو مبادلے کے لیے استعمال ہوتے تھے۔
خواندہ تہذیب (ادبی روایت)	:	وہ سماج جس میں تحریر متعارف ہوئی۔
دھان کی روپائی	:	تخم کو جہاں بویا گیا تھا وہاں سے نکال کر دوسری جگہ بونے کے عمل کو کہتے ہیں۔
اضافی پیداوار	:	اپنے کھانے کے استعمال سے زیادہ پیداوار

8.10 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

8.10.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1. شہری انقلاب کی تعریف کیجیے۔
2. دھان کی روپائی سے آپ کیا سمجھتے ہیں؟
3. دوآب کے علاقے کی تعریف کیجیے۔
4. کرشپنا سے آپ کا کیا مطلب ہے۔
5. سنسکرت کے لفظ سویمور (Svayambara) کی تعریف کیجیے۔
6. قدیم ہندوستان میں شہری مراکز کی اقسام کی نشاندہی کیجیے۔
7. NBPW سے آپ کی کیا مراد ہے۔
8. جنوبی ہندوستان کے تناظر میں سنگ کلاں کی تعریف کیجیے۔
9. زائد پیداوار کی تعریف کیجیے۔
10. مہاجن پدوں کے عروج سے آپ کیا سمجھتے ہیں۔

8.10.2 معروضی جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. NBPW اور ہندوستان کے آہنی عہد کے درمیان تعلق کی وضاحت کیجیے۔
2. ہندوستان میں دوسری شہر کاری کے عروج کے اہم اسباب پر روشنی ڈالتا ہے۔
3. چھٹی صدی قبل مسیح کے آس پاس کے لوگوں کی معاشی زندگی پر ایک نوٹ لکھیں۔
4. ہندوستان کی آہنی عہد سے پہلے کی ثقافت پر ایک نوٹ لکھیں۔
5. مہاجنپدوں کے دور میں سماجی زندگی میں تبدیلیوں کی نشاندہی کیجیے۔

8.10.3 طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. شمالی ہندوستان میں لوہے کے استعمال اور شہری مراکز کے عروج کے بارے میں بحث کا تنقیدی جائزہ لیں۔
2. شمالی ہندوستان کی دوسری شہرکاری پر ایک مضمون لکھیں۔
3. جنوبی ہندوستان کی سنگ کلاں (میگالیتھس) ثقافت اور اس کی خصوصیات کا جائزہ لیں۔

8.11 مزید مطالعہ کے لیے تجویز کردہ کتابیں (Suggested Books for Further Reading)

1. Kumkum Roy, *The Emergence of Monarchy in North India*: *Eighth–Fourth Centuries BC as Reflected in the Brahmanical Tradition*, Delhi: Oxford University Press, 1984.
2. Narendra Wagle, *Society at the Time of the Buddha*, Bombay: Popular Prakashan, 1966.
3. R.S. Sharma, *State and Varna Formation in Mid Ganga Plain*, New Delhi: Manohar, 1996.
4. __________, *Material Culture and Social Formation of Ancient India*, New Delhi: Macmillan Publication, 1983.
5. Romila Thapar, *From Lineage to State*: *Social Formations in the Mid-First Millennium BC in the Ganga Valley*, Delhi: Oxford University Press, 1990.

اکائی 9۔ جنپد اور مہاجنپد

(Janapadas and Mahajanapadas)

اکائی کے اجزا

9.0 تمہید

9.1 مقاصد

9.2 ریاست کے تصور کی ابتدا اور ارتقا

9.3 ما قبل ریاست سے ریاست تک

9.4 علاقائی ریاستوں کی ابتدا

9.5 ابھرتی ریاست میں شہری مراکز کا کردار

9.6 علاقائی ریاستوں کی اقسام

9.7 بادشاہتیں

9.8 سولہ مہاجنپد

9.9 گنا سنگھا

9.10 مگدھ کا عروج

9.11 مگدھ کی کامیابی کے عوامل

9.12 اکتسابی نتائج

9.13 کلیدی الفاظ

9.14 نمونہ امتحانی سوالات

9.14.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات

9.14.2 معروضی جوابات کے حامل سوالات

9.14.3 طویل جوابات کے حامل سوالات

9.15 مزید مطالعہ کے لیے تجویز کردہ کتابیں

9.0 تمہید (Introduction)

ہم اس بات کا مطالعہ کر چکے ہیں کہ کیسے گنگا ندی کے طاس میں بعد کے ویدک عہد کے لوگوں نے زراعت کو فروغ دیا اور مستقل دیہی علاقوں میں سکونت پذیر ہوئے۔ بعد ازاں یہی قصبے، شہری علاقوں میں ترقی پذیر ہوئے۔ اس باب میں ہم اس امر کو زیر مطالعہ لائیں گے کہ کیسے بڑھتی ہوئی زرعی مصروفیات اور مستقل بود و باش کی زندگی، چھٹی صدی قبل مسیح میں شمالی ہند میں عظیم تر علاقائی ریاستوں یا سولہ مہاجنپدوں (Mahajanapadas) کے عروج کا سبب بنیں۔ چھٹی صدی قبل مسیح کو برصغیر ہند میں دوسری شہری آبادکاری کے دور سے موسوم کیا جاتا ہے۔ ہڑپہ کے شہروں کے زوال سے ایک ہزار سال سے زائد وقفے کے بعد شہری مراکز دوبارہ عروج پذیر ہوئے۔ ان مہا جنپدوں کی ابتدائی تاریخ بدھ اور جین مذہبی متون جیسے انگتر نکائے اور بھگوتی سوتر میں ملتی ہے۔

چھٹی صدی قبل مسیح کی شروعات کے ساتھ صحیح معنی میں راجاؤں اور ریاستوں کا ظہور ہوا اور اسی کے ساتھ ساتھ شہری مراکز کا ثانوی مرحلہ زیر تکمیل اور جاری تھا۔ اس شہریت سازی کی خاص بات یہ تھی کہ یہ عمل ایک طویل اور لمبے عرصہ تک جاری رہا اور اس مرحلہ پر خواندگی کا رواج پروان چڑھا۔ زیر مطالعہ دور کے ادب میں راج گرہ' شراوستی' کاشی جیسے شہروں کے بکثرت حوالے ملتے ہیں۔ وادئ سندھ کے شہروں کے زوال کے بعد' شمالی ہند کے میدانوں میں' مستقل رہائشی کاشتکار دیہاتیوں، نیز خانہ بدوش خاندانوں نے بود و باش اختیار کی۔ ملک کے موزوں رہائشی علاقوں میں جگہ جگہ' چھوٹے چھوٹے سکونت خانے نظر آتے تھے۔ چھٹی صدی قبل مسیح کے قریبی زمانے میں ریاستی نظام کی ابتدائی تفہیم کے وسیع تر ہدف کے ساتھ ساتھ اس درس کے مندرجہ ذیل مقاصد ہیں۔

9.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کے مطالعے کے بعد آپ

- ان مادی اور سماجی عوامل کی توضیح کر سکیں گے جو مہاجنپدوں کے عروج کی بنیاد بنے۔
- ان سماجی عوامل کو زراعت کی نشو و نما اور جدید سماجی طبقات کے ظہور کے طور پر دیکھ سکیں گے۔
- چھوٹی ریاستوں کے عظیم مملکتوں کی شکل میں ظہور کے حوالے سے ہندوستانی سیاست کی ارتقاء کا جائزہ لے سکیں گے۔
- سولہ مہاجنپدوں کو درج فہرست کر سکیں گے۔
- بمبسار اور اجات شترو کے کارناموں سے واقفیت حاصل کر سکیں گے۔
- مگدھ کے عروج کی وضاحت کر سکیں گے۔

9.2 ریاست کے تصور کی ابتدا اور ارتقا (Origin and Evolution of the Concept of State)

آثار قدیمہ کے شواہد' ہڑپہ میں ایک مضبوط مرکزی اقتدار کے وجود کا ثبوت دیتے ہیں۔ ویدک دور کے شاہی نظام میں قبیلہ کا سردار

راجہ بنتا پھر بتدریج اسے وہ مرتبہ اور مقام مل جاتا ہے جو دیوتا کے برابر ہوتا۔ بدھ اور جین کی فکر و نظر میں 'الوہیت یا ربوبیت کا تصور نہ تھا بلکہ ان کا خیال تھا کہ ابتداء میں فطرت اور قدرت نے تمام حوائج کی تکمیل کا وافر سامان مہیا کیا تھا اور بلا سعی و مشقت لوگ سامان معیشت سے مستفید ہوتے تھے۔ لیکن آہستہ آہستہ سہولیات کی فراہمی میں زوال آتا گیا اور خواہشات نے انسان کو ظلم و بدی کی جانب راغب کر دیا۔ لوگوں میں اپنی ذاتی جائیداد بڑھانے کا رجحان، خاندانی مفاد پرستی اور آخر کار واضح اخلاقی زوال کی صفات پروان چڑھتی چلی گئیں۔ ظلم و فساد کی اس کیفیت پر قابو پانے 'لوگوں نے متحدہ طور پر فیصلہ کیا کہ ایک منتخب، مقتدر ایسا ہونا چاہیئے جو مختار کل ہو اور نظم و نسق کو بخوبی سنبھال سکے۔ اس چناؤ کو مہاسمّتا (Mahasammata) یا عظیم انتخاب کا نام دیا گیا۔ اس طرح بتدریج ریاست کا ادارہ ظہور پذیر ہوا۔ بعد کے نظریات نے عوام اور حاکم کے مابین ایک عہد و پیمان کے تصور (یا عنصر) کو باقی رکھا۔ برہمنی تصورات کے مطابق دیوتاؤں نے حکام کو مقرر کیا اور اس طرح حاکم اور محکوم عوام کے درمیان حقوق و فرائض کا عہد و پیمان ظہور میں آیا۔

ریاست کے آغاز کے حوالے سے یہ نظریہ بھی غالب رہا ہے کہ مکمل بدامنی کے دور میں جب کہ کوئی حاکم ہی نہ ہو 'لازم ہے کہ قوی تر 'ضعیف و کمزور کو نگل جائے جیسا کہ خاص کر قحط سالی کے ایام میں باثروت افراد کمزور اور بدحال لوگوں کو آخری حد تک محروم کر دیتے ہیں۔ اس نظریہ کو متسیانیایہ (Matsya Nyaya) کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ بہر حال آمر یا حاکم کی ضرورت ایک بدیہی اور لازمی ضرورت سمجھی جاتی رہی ہے۔ آزاد ریاست کا وجود دو عوامل پر منحصر رہا ہے جس میں سے ایک دنڈا (Danda) یعنی اختیار ہے اور دوسرا ہے دھرم۔ یہاں دھرم سماجی نظم کے معنی میں ہے (یعنی ذات پات کے ڈھانچے کا تحفظ) اور اس تحفظ کو ورن (Varna) کا نام دیا گیا تھا۔ ارتھ شاسترا (Arthasastra) مزید برآں 'ریاست کے اعضاء سعبہ سپتنگا (Saptanga) کا بھی ذکر کرتی ہے جو مندرجہ ذیل ہیں

1. راجہ (سوامی)
2. نظم و نسق، وزراء (Amatya) آماتیہ
3. سرحد (Janapada) جنپد
4. صدر مقام یا راج دھانی (Durga) درگ
5. مالیہ یا خزانہ (Kosha) کوش
6. بااختیار مقتدر کا وجود (Danda) ڈنڈ
7. حلیف حکومتیں (Mitra) متر

تاہم خالص سیاسی تصورات کی اہمیت آہستہ آہستہ گھٹتی چلی گئی۔ اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ جمہوریہ کی سیاسی رسوم و عادات میں زوال آگیا تھا اور اسی تناسب سے ریاست سے متعلق نظام غلبہ پارہا تھا اور اس نظام میں شاہ یا راجہ کے ساتھ وفاشعاری ایک بنیادی اور اہم صفت تھی۔ Monarchy یا نظام ریاست کے سیاسی تصور کو 'موریہ سلطنت کے ظہور نے تقویت و استحکام بخشا تھا۔ اس سلسلہ میں دوسرا عامل یا سبب یہ تھا کہ دھرم ('سماجی نظم کے معنی میں) 'ریاست کے مبہم تصور کے بالمقابل 'زیادہ اور شدید تر وفاداری کو عوام پر لازم کرتا تھا۔ دھرم کی

حفاظت کرنا مقتدر راجہ کا فرض تھا کیوں کہ جب تک سماجی نظم کو مستحکم اور مجتمع رکھا جاتا' کسی بدامنی کا کوئی اندیشہ نہ تھا۔ برصغیر میں کئی صدیوں تک عظیم سماجی ادارہ جات باقی و جاری رہے اس کا سبب یہ ہے کہ سماجی نظم کے ساتھ وفاداری' ہندوستانی تہذیب کا درخشاں پہلو رہا ہے۔

9.3 ماقبل ریاست سے ریاست تک (From Pre-State to State)

وادئ سندھ کا شہری تمدن' اس پیچیدہ منصوبہ بندی کا شاہد ہے جو اس خطہ اور ان اشخاص پر محیط تھا جو اس دور کے معیار کے مطابق تھے۔ لیکن بہر حال آثار قدیمہ کے عظیم تر شواہد کے باوجود' وادئ سندھ کی ریاست کا سماجی اور سیاسی تانہ بانہ' ظن و تخمین پر ہی مبنی کہا جاسکتا ہے۔ تاہم ہڑپہ تہذیب کے طول و عرض میں اوزان و پیمانہ جات کی یکسانیت اور ہم آہنگی' نیز شہری امور سے متعلق سمجھے جانے والے امور و اعمال، مثلاً بڑے بڑے گوداموں کا قیام وغیرہ' ایک وسیع تر علاقے پر نظام اجتماعی کے وجود اور سیاسی کنڑول کی دلیل ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ افسانوی حد تک مشہور درئے خیبر سے آریائی قبائل کی ہند میں آمد ہوئی۔ اس طرح تقریباً 1500 قبل مسیح میں ان کی آمد کے ساتھ ساتھ' تاریخ ہند میں ایک تہذیب پروان چڑھی جسے ویدک تہذیب اور عہد کے نام سے جانا جاتا ہے۔ آریائی لوگ مختلف قبائل میں منقسم تھے اور وہ شمال مغربی ہند کے الگ الگ خطوں میں آباد ہوئے۔ پھر بتدریج قبائلی امارت (chieftainship) بن گئی۔ ویسے عملاً قبائل کا سردار اکثر کسی کمیٹی کے مشورے یا پورے قبیلہ کی تجاویز کی روشنی ہی میں ذمہ داریاں ادا کرتا تھا۔ قبائل کے سردار جنہیں راجن کہا جاتا تھا اول گویا ایک سپہ سالار سے کچھ اوپر کے درجہ میں تھے اور اپنے قبیلہ کی نگرانی اور تحفظ ان کے ذمہ تھا۔ اونچے درجہ کے مذہبی رہنما کی مانند، راجا کا مرتبہ اور اختیار تھا۔ آریائی قبائل کو محیط، گھیرنے والے ، مخصوص حالات کا، ویدک دور کی راجات قدرتی نتیجہ تھی۔ جارحانہ حملوں اور دفاع دونوں مواقع پر عوام کا 'راجہ ہی اصل قائد ہوتا تھا۔ راجہ ہی کو ''عوام کا محافظ و نگران'' مانا جاتا تھا۔ رگوید کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ راجہ یا مہاراجہ ابتدائی قبائلی سماج کا محض لیڈر ہی نہ تھا بلکہ اس نے عوام کے مابین عزت واحترام کا خصوصی مقام حاصل کر لیا تھا اور رعایا کا تحفظ شاہ کا مقدس فرض تھا۔ نتیجہ کے طور پر راجہ بھی اپنے عوام کی جانب سے اطاعت و وفاداری کا امیدوار اور متمنی تھا اور یہی وفاشعاری عوام کی جانب سے اپنے حاکم کے لیے خراج عقیدت کے ہم معنی تھی۔

9.4 علاقائی ریاستوں کی ابتدا (Emergence of Territorial States)

پچھلے ادوار سے گذرتے ہوئے جب ہم مہاتما بدھ کے عہد کو پہنچتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ اس دور میں پچھلی کئی رکاوٹیں باقی نہ رہیں۔ زراعت میں لوہے کا استعمال ہونے لگا۔ عمیق گہرائی تک ہل چلانا آسان ہوا اور وسطی گنگا کے میدانوں کی سخت اراضی قابل کاشت ہو گئیں۔ کئی کاریگریوں میں لوہے کا استعمال ہونے لگا اور دھات کے خاص سکے یعنی ٹھپہ لگائے ہوئے نشان زدہ(Punch-Marked Cions) سکے استعمال ہونے لگے۔ نیز دھان کی کاشت کے اس قدرتی علاقہ میں جدید طریقوں سے چاول کی پیداوار ہونے لگی، جسے سیراب زمین پر منتقلی کے ذریعے دھان کی کاشت یا روپائی(Wet Paddy Transplantation) کہا جاتا ہے۔ مجموعی طور پر ان ترقیوں کے باعث

فاضل پیداوار ممکن ہوئی۔ اس طرح تجارت کو بقااور فروغ حاصل ہوا، محصول عائد ہونے لگے اور اپنے انتظامی اہل کاروں، اہل علم، فنی اور غیر فنی مزدوروں کے ساتھ ایک طبقاتی سماج ظہور میں آیا۔ دھرماسترا (Dharmasutra) ادب نے ورنہ (Varna) کی تقسیم کو برحق اور عادلانہ بتایا اور ادارہ جاتی نامساوات کو مبنی برانصاف ٹھہرایا، ویشییوں اور شودروں (Vaisyas, Sudras) کو پیداوار کی ذمہ داری سونپی گئی۔ وہ مختلف ذرائع سے ضروری آمدنی پیدا کرتے اور خود بھی جسمانی محنت کرتے کہ راجہ کے درباری وغیرہ، فوج سے متعلق افراد، مذہبی پیشوا اور مدبرین سب کو معاشی استحکام حاصل ہو۔ ان میں سے اکثر تبدیلیوں کی توثیق و تائید میں بدھ مت کا بھی حصہ رہا ہے۔ مگدھ اور کوشل حکومتوں کے پس منظر میں، وزراء اور فوجیوں کا کافی ذکر ملتا ہے۔ بلی سدھکشا (Balisadhaksha) اور کراکرا (Karakara) جیسے عہدہ داروں کی موجودگی سے پتہ چلتا ہے۔ کہ بلی اور کر ٹیکس وصول کیے جاتے تھے۔ اس طرح چھٹی اور پانچویں صدی قبل مسیح ہی میں ہند کے شمال میں علاقائی قلمرو وجود میں آئے۔ مذکورہ بالا نقطہ ء نظر پر عموماً دو پہلوؤں سے تنقید کی گئی ہے۔ نقد کا پہلا نکتہ یہ ہے کہ ریاستوں کے ظہور کو صرف ایک خاص فن اور ٹکنیک کی روشنی میں 'جس میں لوہے کا استعمال ہوا ہے۔ دیکھا گیا ہے_۔ یعنی لوہے کی دریافت کو مرکزی حیثیت دیتے ہوئے ریاست کی تشکیل کو اسی ایک نکتہ پر منحصر کر دینا۔ جسے لوہے کی وافر پیداوار، کو تشکیل ریاست میں فیصلہ کن عامل قرار دینے والی بحث کہا گیا ہے، کچھ زیادہ درست و معقول نہیں لگتا۔ دوسرے یہ کہ مذکورہ افکار میں، ان کے مقررہ کردار کا تذکرہ، خواہ محصول وصول کرنے والوں کی شکل میں ہو، یا پیدا کنندہ اور مزدور کی صورت میں، یہ دونوں امور اطمنان بخش طور پر واضح اور مدلل نہیں معلوم ہوتے۔

ریاست کی تشکیل میں ماحول، فن وتکنیک، سماجی طبقات کا تنوع، پیداوار کی فراوانی، شہری آبادی میں اضافہ اور فکری و نظریاتی ارتقاء جیسے عوامل کار فرما رہے ہیں لیکن ان عوامل کو ترجیحی ترتیب میں پیش کرنا، ایک مشکل کام ہے اور یہ بھی دشوار ہے کہ اس سلسلہ میں کسی ایک ہی عامل کو متعین کیا جاسکے۔ فاضل پیدوار یا آمدنی کا تعلق، سماجی اور سیاسی درجہ بندیوں سے ہے اور جو افراد پیداکار نہیں ان کو دوسروں کی پیداوار پر کیسے حق حاصل ہو سکتا ہے۔؟ اس طرح لازماً پیدوار کا راست تعلق سماجی درجہ بندی سے محسوس ہوتا ہے اور پیدوار کی تقسیم بھی طبقاتی درجہ بندیوں سے مربوط معلوم ہوتی ہے الغرض ریاست کی ابتدا اور تشکیل کے لیے مجموعی طور پر، کئی ایک عوامل ذمہ دار ہوا کرتے ہیں۔

صرف ایک مخصوص علم وفن کی فراہمی وفروانی کے سبب، عموماً پورے سماج کے مالیہ میں اضافہ نہیں ہوا کرتا۔ سماجی تنوع، شہروں کی ارتقا اور دانشوروں کے نظریات میں جو رشتہ ہے وہ بھی کافی پیچیدہ ہے۔ نظام ریاست، نیم جمہوری ریاست (Gana Sanghas) اور شاہی نظام کے ظہور میں متعلقہ زمانے کے پختہ نظریات، مذہبی نظم (یعنی بدھ مت کے نظام) نے ایک اہم رول ادا کیا۔ بدھ مت کے پیروکاروں کا سنگھ یا وہار نظام جس میں مساوات کے نظریات کا غلبہ تھا، ابتدائی ریاست کے لیے مفید ثابت ہوا۔ کیونکہ ذات پات کے تنوع کے باوجود اس رہبانی نظام نے ان کو مربوط ومنسلک کر دیا تھا۔ خود سنگھ کی بقا اور ارتقا بھی ایک مضبوط ریاست کی طالب تھی۔ مگدھ کے راجہ اجات شترو (Ajatasatru) اور اشوک موریہ نے بدھ مت کی سرپرستی کی۔ اس تجزیہ میں یہ بات بھی زیر بحث لائی گئی ہے کہ مہاجنپد نیم جمہوری گن سنگھ تھے یا وہ ایک شاہی نظم تھا، جبکہ شمال مشرقی ہند کی عوامی حکومتوں میں (مثلاً ملا اور وجی حکومتوں میں) مضبوط و مستحکم مرکزی

ریاستوں کی شکل میں ارتقاء بڑاسست رفتار رہااوراس کی وجہ یہ تھی کہ چھتریہ قبائل مشترک طورپر آراضی کے مالک تھےاور یہاں زمینی آمدنی کی حصولیابی ممکن نہ تھی جبکہ بالائی گنگا کے میدانوں میں علاقائی ریاستیں کرو، بعد کے ویدک رسومات کے ورثے سے بآسانی چھٹکارا حاصل نہ کر سکیں۔ جانوروں کی قربانی اور بے جافضول خرچی نے ایک مستحکم ریاست کے عروج اور امکان کو مسدود کر کے رکھ دیا تھا۔ لیکن کوشل (Kosala)اور مگدھ کی ریاستیں جو کہ گنگا کے وسطی میدانوں میں قائم تھیں وہ مذکورہ بالا حد بندیوں اور رکاوٹوں سے پاک تھیں۔ مزید برآں، مگدھ کو زرخیز آراضی کی سہولت حاصل تھی۔ یہ خطہء ارض گنگا کی جانب تدریجی نزول رکھتا تھااور نیزیہ دھان کی پیداوار کی ایک تاریخ رکھتا تھا۔ بارش کی مناسب مقدار، قابل کاشت زمین، اس کی خصوصیات تھیں۔ تالاب، بڑے ذخیرہ آب تھے۔ سون اور گنڈک جیسی کئی ندیاں، تجارت اور حمل و نقل میں معاون تھیں۔ نیزیہ علاقہ ،ڈھال بھوم اور سنگھ بھوم کی کانوں اور معدنیات کے قریب واقع تھا۔ راج محل کی پہاڑیوں کے جنگلات سے لکڑی حاصل کی جاتی اور یہاں ہاتھیوں کے لیے بھی کشادہ مسکن تھے۔ مگدھ کو دکشن پتھ کی تجارتی شاہراہ پر قابو حاصل تھااور گنگا کے جنوبی کنارے کے سارے راستے مگدھ سے منسلک اور مربوط تھے۔

9.5 ابھرتی ریاست میں شہری مراکز کا کردار

(The Role of Urban Centers in the Emergence of State)

گنگائی میدانوں کے چھ سو قبل مسیح کے بعد کے زمانے میں ابتدائی شہری مراکز کے ابھرنے کے ساتھ مہاجن پد کا عروج راست طور پر مربوط و منسلک رہا ہے۔ وسطی گنگا کے میدانوں میں چھ عظیم شہروں کے منجملہ پانچ، مہاجن پدا کے صدر مقام رہے جو یہ ہیں: راج گرہ(مگدھ)، وارانسی (کاشی)، کوشامبی (وتسا)، سراوستی (کوشل)اور چمپا(انگا)۔ صرف ایک چھوٹا شہر ساکیت تھاجو آزاد راجدھانی نہ تھااور یہ کوشل میں واقع تھا۔ یقیناًاسے ابتدائی جنپد کا مرکز ہوناچاہیے جو بعدازاں کوشل میں ضم ہوگیا، وسط ہند میں اجین واقع تھااور شمال مغرب میں ٹکشلا(Taxila) گندھار تھا' بلکہ حال ہی میں دریافت شدہ وہ ابتدائی شہر تھاجو نہ صرف ٹکشلا سے پہلے آباد ہوا تھابلکہ بھر(Bhir) ٹیلہ کی بستی سے بھی قدیم تر تھایعنی تقریباً500 قبل مسیح کے زمانے میں جسکا تعلق ایرانیوں کے قبضہ سے ہے۔ چھٹی سے پانچویں صدی قبل مسیح کے عہد میں یوں لگتاہے کہ سیاسی ترقی اور شہر سازی کے درمیان ایک خاص آپسی رشتہ تھا۔ گنگائی میدانوں کے جدید شہروں اور ہستناپور جیسی ابتدائی بستیوں میں 'جو قابل ذکر، اختلاف ہے وہ قلعہ بندی نظام کے حوالے سے ہے۔ جبکہ ابتدائی شہروں کی قلعہ بندی نہیں ہوتی تھی یہ جدید شہر کھائیوں اور فصیلوں کے ذریعہ 'دشمن سے محفوظ کیئے گئے تھے۔ فصیلیں، مٹی سے بنی تھیں اور بعض مقامات پر کچھ اینٹوں کا استعمال بھی ان میں ہوا تھا۔ یاد رہے کہ یہ بات پانچویں صدی قبل مسیح اور اسکے بعد کی ہے۔ پھر بعد میں ٹھوس اینٹ کی دیواریں انکی جگہ آگئیں۔ ہڑپہ تہذیب کے زوال کے ایک ہزار سال بعد ہمیں بھٹے میں تیار شدہ اینٹوں کے مشاہدے کا پھر موقع ملتاہے۔ کوشامبی کی قلعہ بندی سب سے زیادہ شاندار تھی اسکی شہری فصیلیں کوئی چار میل طویل تھیں اور بعض مقامات پر انکی بلندی کوئی دس گز تھی۔ ان فصیلوں کے بارے میں جی آر شرما، ماہر آثار قدیمہ کا جسنے 1950ء کے دہے میں کوشامبی کی کھدائی کی تھی (کا) خیال ہے کہ یہ دیواریں وادئی سندھ کے شہروں کی فصیلوں سے مشابہ ہیں ۔گنگا کے ان ابتدائی شہروں میں اجتماعی مجالس و محفلوں کے لیے ہال جیسی عوامی عمارتیں بھی تھیں نیز بدھ مت کے عروج کے بعد بدھ راہبوں

کے لیے خانقاہیں(Vihara)اوراستوپ(Stupa) بھی تھے۔

گنگا کے ان شہروں میں خصوصی ٹھپے دار سکے(Punch-Marked Coins) بھی پائے گئے ہیں جو شہری معیشت کے ترقی یافتہ ہونے کی اہم علامت ہیں۔ پانچویں صدی قبل مسیح میں ترقی یافتہ تجارت کی دلیل و علامت کے طور پر یہاں مقررہ معیاری اوزان و پیمانہ جات بھی دریافت ہوئے ہیں۔ لیکن کیا ہڑپہ تہذیب کے عہد سے اس جدید گنگائی تمدن تک اس علاقہ میں کچھ ثقافتی تسلسل بھی رہا ہے؟ ابھی تک اسکا مثبت یا منفی جواب نہ مل سکا۔ تاہم یہ ایک دلچسپ حقیقت ہے کہ ٹکشلا میں پائے گئے 1,150 چاندی کے سکوں میں 95% سکوں کا وزن وادیٔ ہڑپہ تہذیب کے پیمانہ جات کے معیارات سے بڑی حد تک مشابہ اور موافق ہے۔

9.6 علاقائی ریاستوں کی اقسام (Types of Territorial States)

چھٹی صدی قبل مسیح کے دوران ہندوستان متعدد ریاستوں میں بٹ گیا تھا اور خود شمالی ہند میں کوئی قابل ذکر، واحد مقتدر ریاست نہ تھی۔ ہندو مذہبی نصوص کے بالمقابل بدھ اور جین مت کی مذہبی کتب کے ذریعہ اس عنوان پر زیادہ مواد دستیاب ہوتا ہے۔ بدھ مت کی کتاب انگتر نکائے، جو کہ سوت پٹک ہی کا ایک حصہ ہے بدھ مت کے عہد میں موجود کل سولہ مہاجنپدوں کی فہرست پیش کرتی ہے۔ بدھ مت کے ایک اور متن (Mahavastu) میں سولہ مہاجنپد کی ایسی ہی فہرست ملتی ہے۔ جینوں کی تالیف بھگوتی سُترا بھی 16 مہاجناپدوں فہرست پیش کرتی ہے جو نسبتاً کسی قدر مختلف ہے اور اس میں ونگا اور ملایا(Malaya) شامل ہیں تاہم سولہ کا عدد قابل فہم اور روایتی محسوس ہوتا ہے لیکن سولہ (Mahajanapadas) کی لسٹ میں جو فرق ہے وہ اس (اختلاف کے) سبب ہے کہ بدھ اور جین کے ماننے والے مقامات کی اہمیت کے سلسلہ میں مختلف الخیال ہیں۔ اس فہرست میں وسطی گنگا کی وادی کی جانب 'توجہ کا بتدریج ارتکاز ملتا ہے کیونکہ یہ علاقہ ہی ان میں سے بہت سے مہاجناپدا کا محل وقوع رہا ہے۔

9.7 بادشاہتیں (Kingdoms)

مگدھ اور کوشل کی ریاستوں کے قیام کے ساتھ ہی جنپد کی اصطلاح میں دیہات، بازار، قصبے اور شہر شامل ہو جاتے ہیں، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان ریاستوں میں ایک انتظامیہ بھی تھا جو ٹیکس کے ذریعہ آمدنی بھی حاصل کرتا تھا سیاسی اقتدار بعض خاندانوں کے ہاتھ میں آیا جو (شروع میں) بلند ترین مرتبہ کے حامل نہ تھے کوشل کے راجہ پسندی(Pasandi) نے Asvamedha اور وجپیا/واجپیا وغیرہ رسم ادا کرکے اپنے لیے راجات کا جواز حاصل کر لیا تھا۔ ان رسموں میں سینکڑوں جانور قربان کردیئے گئے تھے۔ یہ رسوم اقتدار کو قانونی جواز عطا کرنے کی محض ایک علامت تھیں۔ چھاپہ مار کر حاصل شدہ رقم سے استفادہ کرنا مقصود نہ تھا۔ کوشل اور مگدھ میں (Gahapati) گہ پتی زمین کے مالک ہوتے، وہ یا تو خود ہی کاشت کاری کرتے یا پھر دیگر افراد کو کرایہ، مزدوری پر مشغول کرتے اور ریاستی سرکار بھی زمین کی کاشت کاری کرتی۔ بنجر اراضی کو بھی قابل کاشت بنایا گیا تھا اور زرعی معیشت کی توسیع کے سبب ان ریاستوں میں فاصل پیداوار (آمدنی) حاصل ہونے لگی۔ رسم یگیہ" کے موقع پر برہمنوں کو عام تحائف تو کم دیے جاتے۔

کوشل میں ٹیکس کی وصولی کا باقاعدہ انتظام تھا۔اب بَلی رسم ٹیکس کے معنی میں تھی یا پھر اسکا مطلب جانوروں کی قربانی تھا۔بھاگا (Bhaga)اور اردھاسے کل پیداوار یا آمدنی کا حصہ مقصود تھا اور شُلکا(Sulka)کا مطلب تھا"کسٹم ڈیوٹی"کرسپانا(Karsapana)کا حوالہ دیا جائے تو اسکا مطلب ہے سکہ سازی یا اسکے استعمال کا آغاز۔پانینی Panini نے مشرقی علاقہ میں رائج محصولات کا ذکر کیا ہے جن میں اراضی پر ٹیکس بھی شامل ہے۔کوش(Kosa)یعنی خزانہ کی اہمیت بھی ذکر کی گئی ہے۔ایک تیار اور مستقل فوج کو برقرار رکھنے کے لیے یہ ضروری تھا اور ریاستی نظام کا اسکے بنا ظہور ممکن نہ تھا۔مگدھ کے حکمرانوں نے فوج کی تنظیم کی جانب بھرپور توجہ کی جس میں فوجیوں کی بھرتی انکی تربیت اور اسلحہ خانوں کی تجدید شامل تھی۔وجیوں کے خلاف مہم میں مگدھ نے دو جدید ہتھیاروں کا استعمال کیا۔رتھ موسل یا چھتریوں سے مسلح رتھ اور مہاسلاکنتیکا یعنی منجنیق یا پتھر سے مارنے کے لیے غلیل،اس دور میں دشمن پر چھاپے مارنے کے بجائے منصوبہ بند مہمات سر کی جاتی تھیں۔

9.8 سولہ مہاجنپد (The Sixteen Mahajanapadas)

بتایا جا چکا ہے کہ چھٹی صدی قبل مسیح کے دوران ہندوستان کئی آزاد ریاستوں میں منقسم ہو تھا۔حتی کہ خود شمالی ہند میں بھی کوئی واحد عظیم قوت موجود نہ تھی۔بدھ مت کا متن انگترانکایا اور مہاوشنو:اجین متن بھگوتی سترا اور پاننی کی اژ کے ذریعہ ہمیں سولہ مہاجنپد کی فہرست ملتی ہے اور وہ سولہ یہ ہیں۔

انگ(Anga):

مگدھ کے مشرق میں انگا دریائے چمپا کے ذریعہ علاحدہ ہوتا تھا اور بہار کے جدید (موجودہ) اضلاح مونگیر اور بھاگلپور پر مشتمل تھا۔ہوسکتا ہے کہ شمال کی جانب دریائے کوسی تک اسکی وسعت رہی ہو اور اسمیں ضلع پورنیا(بہار) کے کچھ حصے موجود رہے ہوں راج محل پہاڑیوں کی مغرب کی جانب اسکا وقوع تھا۔انگا ریاست کا صدر مقام چمپا(Champa) تھا۔دریائے چمپا اور گنگا کا(مقام التقاء)سنگم اسکا محل وقوع تھا۔چھٹی صدی قبل مسیح میں چمپا کو چھ عظیم شہروں میں سے ایک مانا جاتا تھا۔اسے اپنی تجارت(commerce)،اور قدرتی وسائل کے سبب شہرت حاصل تھی۔یہاں سے تاجر گنگا کے ذریعہ مشرق کی جانب دریائی سفر کیا کرتے۔بھاگلپور کے قریب چمپا میں چھٹی صدی قبل مسیح کے وسط تک کا "شمالی سیاہ تجارتی سامان" یہاں منکشف(unearthed)ہوا ہے۔یہ اشیاء(NBP)شمالی سیاہ پالش زدہ تجارتی اشیاء کہلاتی ہیں۔غالباً بحری تجارت میں رقابت کے سبب انگا اور مگدھ میں سخت تنازعہ تھا۔آخر کار جنگ میں انگا کے راجہ برہمادتا کو مگدھ کے بمبسارا سے شکست ہوئی اور مگدھ میں ریاست انگا کو شامل کر لیا گیا۔

اشمک (Ashmaka):

مہابھارت میں جدید پیٹھن(modern Paithan)کے قرب وجوار میں دریائے گوداوری کے کنارے Ashmaka رہا کرتے تھے۔Paithan کی شناخت قدیم پرَتشٹھان(Ancient Pratishthana)سے ہوئی ہے جو کہ اساکا(Assaka) کی

راجدھانی تھی۔ سمجھا جاتا ہے کہ Dakshinapatha یا جنوبی راستے نے شمال کے شہروں سے پرَتشٹھان کو ملا دیا تھا۔ اشمکا کے 81راجاؤں کے غیر واضح حوالوں کے سبب اس خطہ سے متعلق ہماری جانکاری بالکل معمولی ہے۔ غالباً زمانے کے گذرنے کے ساتھ، اشمکا کا علاقہ تجارتی طور پر اہم ہو گیا۔ بدھ متن(Buddhist Text)چلا کلنگ جتاکا(Chulla Kalinga Jataka)سے پتہ چلتا ہے کہ Assaka اساکا کے راجہ اون Avun نے کالنگا کو فتح کیا تھا۔ بدھ کے زمانے میں Assaka دریائے گوداوری کے کنارے واقع تھا اشمکا کا بھی پانی نے تذکرہ کیا ہے۔

اونتی (Avanti):

اونتی ایک اہم مہاجنپد رہا ہے۔ یہ مہاویر اور بدھ کے زمانے میں، ہندوستان میں موجودہ چار بڑے شہروں میں سے تھا۔ بقیہ تین کوشل، وتسا اور مگدھ رہا ہے۔ دریائے وتراوتی(Vetravati)نے اونتی کو شمال اور جنوب میں تقسیم کر رکھا تھا۔ ابتداء مہساتی (Mahissati)جنوبی اونتی کا صدر مقام تھا اور شمالی اونتی کا صدر مقام اجینی(Ujjaini)تھا۔ لیکن مہاویر اور بدھ کے زمانے میں اجینی، متحدہ اونتی کی راجدھانی رہا۔ اونتی کا محل وقوع اپنے وقت میں تقریباً وہی تھا جہاں اب مالوہ، نمر (Nimar)اور مدھیا پردیش سے متصل (Adjoining)حصے ہیں ۔ وہ بدھ مت کا ایک اہم مرکز تھا اور بعض ممتاز (leading) تھیراس(Theras) اور تھیرس (Theris) یہاں پیدا اور حکومت پذیر ہوئے۔ پرادیوتا(Pradhyota)خاندان نے اونتی پر حکومت کی۔ یہ گوتم بدھ کے ہم عصر رہے۔ مگدھ کے راجہ، اجَتشترو نے شہر راجہ گرہ کی قلعہ بندی کی تاکہ اسے پرادیوتا کی قیادت میں ہونے والے حملوں سے محفوظ رکھا جا سکے۔ اونتی کے آخری راجہ نندی وردھنہ (Nandivardhana)نے مگدھ کے راجہ شیشوناگ (Shishunaga)سے ہزیمت اٹھائی اور آخرکار اونتی، مگدھ سلطنت کا جزو بن کر رہ گئی۔

چیدی (Chedi):

چیدی یا چدی کی سرحد موٹے طور پر، موجودہ بندیل کھنڈ اور اس سے متصل علاقوں پر مشتمل تھی۔ چدی پر حکمرانی کرنے والے راجاوں کی فہرستیں، گوتم بدھ کی ولادت کے قصوں میں پائی جاتی ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ یہ ریاست پٹھار مالوہ تک بسیط (پھیلی ہوئی) رہی ہو۔ کرشنا کا مشہور حریف و مخالف، شیسوپولا (Sisupula)ایک چدی حکمران ہی تھا۔ مشہور رزمیہ (Epic)مہابھارت میں، ان دونوں کا تذکرہ موجود ہے۔ جبکہ مؤخر الذکر (Krishna)اس نظم کے مختلف کرداروں میں ، نمایاں تر ہے۔ بعد کے ایک کوی (شاعر) مگھا (Magha)نے ایک طویل اور شاندار نظم اسی حوالہ سے سپرد قلم کی ہے۔ مہابھارت کی روشنی میں یوں لگتا ہے کہ چیدی کے سرکردہ افراد چمبل کے آگے متسیا(Matsya)کے قائدین کے ساتھ قریبی ربط میں تھے۔ اسی طرح بنارس کے کاسس(Kasis)سے، نیز دریائے سان (Son)کی وادی میں سکونت پذیر کروساس(Karusas)سے ان کے روابط تھے۔ اس کی راج دھانی ستھی وتی (سوتھیوتی)یا(Suktrimati)غالباً مدھیہ پردیش کے باندا ضلع میں واقع تھی۔ اس علاقہ میں سہاجتی (Sahajati)اور تریپوری(Tripuri)اس کے دیگر اہم قصبے تھے۔

گندھار (Gandhara):

اس کا پایہ تخت ٹیکسلا تھا اور پشکل وتی (Puskalavati) اس کا دوسرا شہر تھا۔ شمالی مغربی صوبوں میں راولپنڈی اور کابل کے درمیان خطوں، پشاور، پٹھار پوٹوہار اور دریائے کابل کا اس ریاست نے احاطہ کیا تھا۔ قدیم زمانے میں جامعہ Taxila اکتساب علم کا ایک اہم مرکز تھی۔ جہاں طلباء دور دور سے اعلی تعلیم کے لیے آیا کرتے تھے۔ ابتدائی ویدک زمانے میں اسے قابل لحاظ حیثیت حاصل تھی۔ لیکن بعد کی برہمنی (Brahmani) اور بدھی روایات میں اسے کوئی خاص اہمیت حاصل نہ رہی۔

پانینی اور کوٹیلیا (Kautiliya) نے ٹیکسلا یونیورسٹی سے ہی تعلیم حاصل کی تھی۔ چھٹی صدی قبل مسیح کے وسط میں راجہ پکوستی یا گندھار کا پشکرار سرن (Pushkrasarin) مگدھ کے راجہ بمبسارا کا ہم عصر تھا لیکن چھٹی صدی قبل مسیح کے اواخر میں یہ مہاجنپد، فارسیوں (Persians) کے ماتحت آ گئی۔ یونانی مؤرخ ہیروڈوٹس Herodotus کے مطابق، گندھار Archaemenid کے سلطنت کا بیسواں صوبہ تھا۔ یہ آبادی اور دولت دونوں میں بہت آگے تھا اور اس نے یونان کے خلاف نبرد آزما شخصی فوج کو افراد اور سامان فراہم کیے تھے۔ گندھار قدیم ایران اور وسطی ایشیاء کے مابین مواصلات کا ایک اہم چینل یا ذریعہ تھا۔ یہ اکثر سیاسی طور پر کشمیر اور کمبوجا (Kamboja) کے قریبی علاقوں سے ربط میں رہا کرتا تھا۔

کمبوجا (Kamboja):

کشمیر کے پنچ علاقہ کے گردو پیش، اس کی راج دھانی راج پور، (جدید نام راجوری) واقع تھی۔ مہابھارت (رزمیہ) میں کمبوجا کے کئی ایک گن (Gana) یا جمہوری ریاستوں کے حوالے ملتے ہیں۔ بالادستی کی کشمکش کے دوران جو چھٹی/پانچویں صدی قبل مسیح میں جاری تھی، قدیم ہندوستان میں مگدھ کی نمو پذیر ریاست ایک غالب ترین طاقت کے طور پر ابھری اور اسنے Majjhimadesa (مدھیہ دیس) کے متعدد جنپداؤں کا الحاق کر لیا۔ چندرا گپت کے تاریخ کے منظر نامہ پر ابھرنے تک مگدھ کی مملکت سے، کمبوجا اور گندھار راست طور پر ربط میں نہ آ سکے۔ بلکہ سایرس (Syrus) کے دور حکومت (530-558) قبل مسیح میں دارا (Darius) کے پہلے سال، یہ اقوام (ایران) فارس کے اکھمند Achaemenids کے زیر تسلط آ گئیں اور کمبوجا اور گندھار ریاستیں Achaemenid کا بیسواں اور متمول حصہ (Strapy) بن گئیں۔ کہا جاتا ہے کہ سیرس اول نے مشہور کمبوجا شہر کو تاراج کیا اس شہر کو پہلے (Kapisi) اور آج بگرام کہا جاتا ہے۔ ساتویں صدی قبل مسیح کی برہمنی نگارشات (Texts) میں کمبوجا کو غیر مہذب شمار کیا جاتا تھا۔ ارتھ شاسترا (*Arthashstra*) ان کو Varta Sastropajivam Sangha کے نام سے یاد کرتی ہے۔ جس کے معنی ہیں۔ "کاشکاکاروں، چرواہوں، تاجروں اور جنگجوؤں کا وفاق و اتحاد۔

کاشی (Kashi):

راجدھانی وارانسی کے گردو پیش کے علاقہ میں جو مہاجنپد کاشی کا صدر مقام ہے یہ ریاست واقع تھی۔ یہ علاقہ شمال و جنوب میں دریائے ورن اور آسی سے گھرا ہوا ہے اور ان دریاوں ہی کے نام پر اسکا نام وارانسی ہو گیا۔ گوتم بدھ کے زمانے سے قبل سولہ مہاجنپداؤں میں

کاشی مہاجنپد سب سے زیادہ طاقتور مہاجنپد تھا۔ بہت سے جتاکا (Jataka) قصے، ہندوستان کے دیگر شہروں پر اسکی بالادستی اور عظمت کی گواہی دیتے ہیں اور ریاست کی خوشحالی اور دولت کی فراوانی پر قصہ گو رطب اللسان ہیں۔ اس طویل کشمکش کا بھی ان جتاکا قصوں میں بیان ہوا ہے جو بالادستی کے لیے کاشی اور تین مہاجنپدوں کوشل، انگا اور مگدھ کے درمیان میں جاری رہی۔ بدھ کے دور میں کاشی ایک ترقی یافتہ کپڑے کے پیداکنندہ کے طور پر ظہور میں آیا۔ کہا جاتا ہے کہ بدھی راہبوں کے نارنجی، بھورے رنگوں کے البسہ یہاں تیار ہوتے تھے۔ باوجود یہ کہ کاشی کے راجہ بر یہادر تھا نے کوشل کو فتح کر لیا تھا، لیکن بعد میں کاشی کو بدھ کے دور میں کوشل میں ضم کر لیا گیا۔ متسیاپرانا (Matsya Purana) اور البیرونی کا شی کا تذکرہ بالترتیب کوسیکا اور کوشکا کے ناموں سے کرتے ہیں۔ دیگر تمام قدیم متون اور تحریرات میں اسکا تذکرہ کاشی ہی کے طور پر کیا گیا ہے۔ دسرتھا جتاکا کے مطابق، جو بدھ کی ولادت سے متعلق قصوں میں سے ایک ہے، رام تو ایک بھائی تھا اور سیتا کا شوہر ایودھیا نہیں، بلکہ کاشی کا راجہ تھا۔

کوشل (Kosala):

کوشل، مگدھ کے شمال مغرب میں واقع تھا سوتھّی یا شراوستی اس کا پایہ تخت تھا جو جدید ایودھیا سے کوئی 60 میل شمال میں سہت مہت علاقہ میں واقع تھا۔ وسطی اور مشرقی اترپردیش میں جہاں جدید اودھ واقع ہے (وہیں) اس کی سرحدیں موجود تھیں۔ رامائن کے مطابق رام اس خاندان کا ایک راجہ تھا۔ دوسرے بااثر راجا پریتھو، ہریش چندرا، اور دِلیپ تھے جن کا تذکرہ مختلف پرانوں رامائن اور مہابھارت میں موجود ہے۔ پھر مہاویر اور گوتم بدھ کے دور میں اس ریاست پر مشہور راجا پراسین جیت نے حکومت کی۔ مگدھ کے ساتھ رشتہ ازدواج کے سبب راجہ پراسین جیت کا مرتبہ مزید بلند ہو گیا اسکی بہن راجہ بمبسارا سے بیاہی گئی اور کاشی کا ایک حصہ بطور جہیز اسے ملا۔ ویسے راجہ پراسین جیت اور مگدھ کے حکمران Ajatasatru کے مابین بالادستی کی کشمکش جاری رہی لیکن جب لچھوس کا وفاق مگدھ کے ساتھ موافقت اور دوستی میں آگیا تو یہ رقابت باقی نہ رہی اس زمانے میں جب Vidudabha کوشل پر حکمران تھا، آخر میں یہ دریائے راپتی میں ڈوب جاتا ہے اور کوشل کی یہ ریاست مگدھ میں ضم ہو جاتی ہے۔ ایودھیا، ساکیت، بنارس اور سرسوتی، کوشل کے اہم شہر تھے۔

کورو (Kuru):

دہلی اور میرٹھ کے علاقہ کے ارد گرد کورو مہاجنپد واقع تھی کورو کے راجہ، یودھشترا کے خاندان سے متعلق سمجھے جاتے ہیں۔ کورو راجاؤں کو ارتھ شاستر Rajasabadopajivinah کے طور پر یعنی راجہ کے لقب کے حاملین" کے نام سے یاد کرتی ہے۔ قیادت اور سرداری کے کسیطرح (منقسم اور غیر مرکوز) پھیلے ہوئے ڈھانچے کی جانب 'اس سے اشارہ ملتا ہے'۔ بدھ کے زمانے میں کوروں کے ملک پر ایک خطابی سردار (حاکم اعلیٰ) جو کورویا Korayvya کہلاتا تھا حکومت کرتا تھا۔ ویدک دور میں کوروؤں کو وہ مقام و مرتبہ حاصل تھا جو کہ بدھ کے زمانے میں انہیں حاصل نہ رہ سکا۔ انکے ازدواجی روابط یادوا (Yadavas)، بھوجا، ترِگرتاس (Trigratas) اور پنچالہ سے تھے۔ اس علاقہ کے کئی ایک سیاسی مراکز کے مشاہدے سے اندازہ ہوتا ہے کہ انکی حکومت پوری طرح مطلق العنان نہ تھی۔ کوروں کے صدر مقامات کے طور پر' جنکے اپنے قائدین اور روساء تھے 'ہستناپور' اندراپرستھا' اسوکرا (Isukara) کا جُداجدا ذکر کیا جاتا ہے۔ رزمیہ مہابھارت کے واسطے سے ہم سب

کوروں سے واقف ہیں۔ کورو اور پانڈوؤں کے درمیان جانشینی کے سلسلہ کی جنگ اس رزمیہ کا عنوان ہے۔ جنگ کے اولین دور میں 'ذاتی فائدے کی خاطر چھاپے مار کر مویشیوں کو لوٹ لیا جاتا تھا لیکن مہاجنپداؤں کے ظہور کے ساتھ 'بڑے پیمانے پر جنگوں کا آغاز ہوا۔ یہ رزمیہ 'ایک نسل کی دو خاندانوں کے مابین جنگ کا بیان ہے۔ ابتدائی تاریخی دور کے ظہور کے ساتھ ہی (Mahajanpadas) مہاجنپداؤں کے مابین سماجی اقتصادی (economic) اور سیاسی تعامل کو فروغ ہوا۔

مگدھ (Magadha):

جہاں آج جدید پٹنہ اور گنگا کے اضلاع ہیں وہیں انگا اور وتسہ (Vatsa) کے درمیان 'مگدھ مہاجنپد واقع تھی۔ شمال اور مغرب کی سمت دریائے سون (Son) اور گنگا اسکی حفاظت کرتے تھے۔ جنوب کی جانب یہ ریاست وندھیا سے گھری ہوئی تھی اور اسکی وسعت پٹھار چھوٹا ناگپور تک جا پہنچی تھی۔ مشرق میں دریائے چمپا اُسے انگا سے جُدا کیا کرتی۔ ابتداء میں اسکی راج دھانی (Girivraja) گریوراجا یا راجہ گریہہ کے مقام پر تھی۔ کیونکہ Rajagriha کل پانچ پہاڑیوں سے گھرا ہوا تھا 'اسی وجہ یہ ایک ناقابل تسخیر (impregnable) مقام تھا۔ تاریخ میں 'راج گرہ کی فصیلیں 'قلعہ بندی کی بالکل اولین نشانی (evidence) ہیں۔ پانچویں صدی قبل مسیح میں پاٹلی پتر کو جو کہ ابتدائی مگدھ راجاؤں کا مرکز تھا 'اسکا صدر مقام بنادیا گیا۔ مگدھ حکمرانوں کو برہمنی کتب (یا نصوص Texts) میں ایک فروتر نسل مانا گیا ہے کیونکہ انکی ابتداء اور نسل مخلوط (mixed) تھی۔ غالباً اسکا سبب یہ تھا کہ یہاں کے لوگ نہ تو ورن (Varna System) نظام کے پیروکار تھے اور نہ ہی انہیں برہمنی رسوم و رواج پر اعتماد اور یقین تھا۔ دوسری جانب 'بدھ مت کی روایات میں اس علاقہ کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ یہیں گوتم بدھ کو روشن ضمیری عطا ہوئی۔ Rajagriha بدھ مت کے پیروکاروں کے لیے ایک مقبول اور پسندیدہ مقام تھا۔ مگدھ کے فرمانروا بمبسارا اور اجات شترو مہاتما بدھ کے دوست اور تلامذہ (شاگردوں) میں سے تھے۔ اس علاقہ کے زرخیز زرعی خطوں کے سبب بھی جو دھان کی پیداوار (کے جدید طریقوں) کے لیے نہایت موزوں تھے 'ریاست مگدھ کو اہمیت حاصل ہوئی۔ مزید یہ کہ جنوبی بہار کے لوہے کے معدنیاتی ذخائر پر اسے کنٹرول اور قابو حاصل تھا۔ سب سے بڑھکر یہ کہ مگدھ سلطنت کے کھلے سماجی نظام نے اسے آنے والے سالوں کے لیے ایک اہم ترین مملکت بنادیا تھا۔ گنگا (Ganga)، گنڈک (Gandak) اور سون (Son) دریاؤں کے تجارتی راستوں پر اسکے قابو پانے کی وجہ، اسے کافی آمدنی حاصل تھی۔ بتایا جاتا ہے کہ مگدھ کے فرمانروا بمبسارا نے (80,000) اسی ہزار دیہاتوں کے گرامنیوں (Gaminis) کی مجلس کو مدعو کیا تھا جس سے پتہ چلتا ہے کہ بمبسارا کے حکومتی نظم میں 'دیہات انتظامیہ کی اکائی تھا۔ گامنی، راجہ کے قرابت دار نہ تھے بلکہ وہ گاؤں کے سردار یا نمائندے تھے لہذا بمبسارا نے اپنی فتوحات اور سفارتی تدبر کے ذریعہ مگدھ کو بعد کے تاریخ دانوں کے لیئے ایک اہم ترین مملکت بنادیا۔ مگدھ نے ایک مملکت کے طور پر Vaishali کے وجی پر جو اجتشترو کے تحت تھا 'اپنے اقتدار کو وسعت دی۔ اس طرح اسے چوتھی صدی قبل مسیح میں موریہ مملکت کی شکل میں عروج و کمال کو پہنچنا تھا۔

ملہ (Malla):

ملا کی جمہوریہ مہاجنپد، اترپردیش کے دیوریا (Deoriya) ضلع کے کسیا (Kasya) میں واقع تھی۔ اس نے کوشل کے مشرق

کی جانب Vaishali کے Licchavis ور کپل وستو (Kapilavatu)اور موریہ اور کولیہ کے شاکیہ (Sakyas) کے درمیان والے علاقے کو گھیر لیا تھا۔یوں لگتاہے کہ بدھ کے دور میں، یہ مہاجنپد کئی خود مختار حصوں میں بٹ گئے تھےاور انکا پایہ تخت پاوااور کوسنرا/ کوسنگرا پر تھااور ہر ایک میں انکے ٹاون ہال (مذاکرہ گھر) یاانصاف کے مراکز بھی تھے۔

یہ قیاس اس بنیاد پر کیا گیاہے کہ کوسینرا/کشی نارا(کشی نگر) کے مقام پر مہاتمابدھ کی وفات کے بعد پاوا کے ملاوں(Mallas) نے بدھ کے آثار کے حصول کے لیےاپنے حصہ کی مانگ کی تھی(Kusinara کو کاشیہ (Kasia) کے طور پر شناخت کیا گیا ہے۔پاوا کا محل وقوع جھارتیہ عثمان پور کا علاقہ ہے،Padrauna کے علاقے (Sector) میں یہ واقع نہیں۔ گوتم بدھ نے اپنا آخری کھاناPava کے علاقہ میں ہی تناول کیا تھا۔اور کوسنارا کے مقام پر وہ اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔بدھ کے آثار میں سے جو حصے پاوااور کشی نارا(کشی نگر (Kusinara کے ملاؤں (Mallas کو ملے تھے'انہوں نے اپنے ان حصوں کے مطابق سٹوپا(Stupas تعمیر و قائم کیئے۔ملا کے سردار کے بارے میں کہاجاتاہے کہ وہ باری باری سے ریاست کا نظم ونسق سنبھالا کرتے تھے۔یوں محسوس ہوتاہے کہ ملا(Malla کی جمہوریہ (Ajatasattu)اجتستوں کے قبضے میں آگئی اور لچھوس Licchavis کی طرح یہ بھی Ajatasattu کے زیردست ہوگئے۔

متسیہ (Matsaya):

متسیہ کے بارے میں جو کہ روایتی طور پر جدید جے پور'بھرت پوراور راجستھان کے الوار Alwar خطہ سے تعلق واشتراک رکھتے تھے، زیادہ معلومات دستیاب نہیں۔متسیہ یا مچھا Machcha قبیلہ کی حکمرانی کوروں (Kurus) کے جنوب اور یمنا(Yamuna کے مغرب میں جو انہیں پنچالہ سے جدار کھتی'واقع تھی۔انکا صدر مقام Viratnagara تھا،جو پانڈوں(Pandavas) کے لیے ایک خفیہ ٹھکانا تھا۔اسی مقام کو مہابھارت میں مویشیوں کی افزائش کے لیے مناسب وموزوں علاقہ کے طور پر ذکر کیا گیاہے۔اسی لیے جب کوروں نے ویرات پر حملہ کیا توبطور مال غنیمت (booty)مویشیوں کو لوٹ کر لے گئے۔کیونکہ یہ قدیم اور بالکل ابتدائی قبائل تھے متسیہ ان قوتوں یا ریاستوں کا مقابلہ نہ کرسکے جنھوں نے زراعت کو اپنی معیشت کی بنیاد بنار کھا تھا۔قصہ مختصر'عروج پاتی ہوئی مگدھ مہاجنپد نے متسیہ کو اپنے میں ضم کرلیا۔ضلع جے پور کے بورات میں جو قدیم ویرات (Virat)ہی کا علاقہ ہے،اشوک کے بعض مشہور فرامین(Edicts) پائے گئے ہیں ۔بدھ کے عہد میں متسیہ کو کچھ زیادہ سیاسی اہمیت حاصل نہ تھی۔راجا سجاتا نے چیدی(Chedis)اور متسیہ دونوں پر حکومت کی تھی اس سے ظاہر ہوتاہے کہ کبھی Matsaya چیدی مملکت ہی کا ایک حصہ تھا۔

پنچالہ (Panchala) :

پنچالہ مہاجنپد (Mahajanapada)کا محل وقوع روہیل کھنڈ اور وسطی دوآب کے کچھ حصے تھے۔موٹے طور پر'بلند شہر، بریلی، پیلی بھیت، علی گڑھ،بدایوں وغیرہ جہاں واقع ہیں تقریباًوہی مقام پنچال کے مہاجناپدا کا تھا۔قدیم تحریروں پنچالہ کی دونسلوں کا حوالہ دیتی ہیں ۔ شمالی پنچالہ' جنوبی پنچالہ۔ دریائے بھاگیرتھی (Bhagirathi)ان دونوں کو آپس میں جدا کرتی تھی۔ شمالی پنچالہ کی راجدھانی

Ahichchatra تھی یعنی اترپردیش کا ضلع بریلی اسکا محل وقوع تھا۔ جنوبی پنچالہ کی راج دھانی ضلع فرخ آباد میں واقع کمپلیہ (Kampilya) تھی۔یوں لگتا ہے کہ یہ کوروؤں Kurus سے قریبی روابط رکھتے تھے۔کورو پنچالہ کے حلیف ورفیق تھے بتایا جاتا ہے کہ گوتم بدھ نے انکے تجارتی مرکز کادورہ کیا تھا۔انکو بھی Samgha کہا جاتا ہے لیکن انکے بارے میں بہت کم معلومات دستیاب ہیں۔چھٹی صدی قبل مسیح کے عہد میں انکی سیاسی طاقت کے بارے میں قطعی طور پر کچھ کہنا مشکل ہے۔پنچالہ کے سلسلہ میں کوٹیلیہ کی ارتھاشاستر اس امر پر گواہ ہے کہ چوتھی صدی قبل مسیح میں یہ سلطنت Rajashabdopajivin حاکم اعلی کے آئین کو تسلیم کرتی تھی۔

شورسین (Surasena):

مہاجنپد سوراسینا کا صدر مقام دریائے جمنا کے کنارے متھرا پر تھا۔یہ ریاست کچھ خوش گوار، خاطر دار(hospitable) قسم کا علاقہ نہ تھی۔، کیونکہ اس کی شاہراہیں بالکل غیر مسطح، گرد و غبار سے پٹی ہوئیں۔ناشائستہ عوام بلکہ (عوامی نقطہ نظر) سے جنات وشیاطین کی آماج گاہ تھیں۔متھرا کے حکمران خاندان کے بارے میں مہابھارت اور پران سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خاندان یدوا/یادوا(Yadava) قبیلہ سے تعلق رکھتا تھا، جس سے رزمیہ(epic) کا مشہور ومعروف شخص، کرشنا وابستہ رہا تھا۔شورسین کا راجا اونتی پترا، بدھ کے اہم شاگردوں میں پہلا تھا اور اسی کے تعاون سے مملکت متھرا میں بدھ مت کو جڑ پکڑنے کا موقع ملا۔یادوا کا عظیم تر قبیلہ نسبتاً چھوٹے قبائل میں منقسم کیا گیا جن میں سے چند یہ تھے۔اندھکا، Vrishani، مہابھوگا وغیرہ۔ان کا طرز حکومت(Samgha) وفاق اور سمجھوتے کی شکل کا تھا۔اسٹراٹجی کے اعتبار سے متھرا دو مشہور قدیم ہندوستانی تجارتی راستوں کے سنگم پر واقع تھا۔ ان گذرگاہوں کے نام یہ تھے۔(1)اترپتھا(Uttarapatha)(2)دکشن پتھ(Dakshinapatha)۔گنگائی میدان جہاں مقیم رہ کر لوگ کاشت کاری کرتے،اور کم آباد چراگاہی خطے جو مالوہ پٹھار تک داخل ہو گئے تھے،ان دونوں اراضی کے درمیان ایک قدیم منطقہ تھا اور متھرا ان کی نمائندگی کرتا تھا۔بہر حال اراضی کے تنوع اور منقسم سیاسی ساخت کے ساتھ،ایک طاقتور مملکت کے طور پر یہ علاقہ ابھر سکتا تھا۔لیکن اس کے سرداران و قائدین اسے ایک مربوط، منظم و مستحکم سیاسی شکل نہ دے سکے۔یادو/یادوا کے حلیف قبائل مثلا رشنی،(Vrishnis)،اندھکا وغیرہ نے ایک سمگھا(Samgha) اتحاد ووفاق تشکیل دیا اور واسودیوا کرشنا کو اس سمگھا کے مکھیہ کے طور پر پیش کیا گیا۔شورسین کی راجدھانی متھرا کو میگس تھنیز کے زمانے میں کرشنا کے معبد(کرشنا کی پوجا کے مقام) کے طور پر جانا جاتا تھا۔بعدازاں، مگدھ سلطنت نے شورسین کی اس مملکت کو اپنے میں ضم کر لیا اور اس طرح یہ ریاست کلی طور پر آزادی سے محروم ہو کر رہ گئی۔

وجی (Vajji):

وجی افراد/خاندانوں کا مہاجناپدا(Mahajanapada) جس کا صدر مقام Vaishali تھا اصل میں متعدد برادریوں اور چھوٹے قبائل کا ایک وفاق تھا۔ان قبائل میں لچھوی اور videhas کو بالادستی حاصل تھی۔سمنگلا ولسینی (Sumangala Vilasini) میں دیئے گئے ایک حوالے کی بنیاد پر سمجھا جاتا ہے کہ Vajji کی ریاست میں انصاف قائم کرنے کے لیے Athakulaka ذمہ دار تھے۔بعض اھل نظر کی جانب سے یہ اندازہ کیا جاتا ہے کہ وجی وفاق(confederacy) آٹھ قبائل سے

تشکیل پایا تھا۔ لیکن اس قسم کی نشاندہی کے لیے کہ واقعی کینفڈریٹ قبائل کی تعداد آٹھ ہی تھی، کوئی دیگر ثبوت دستیاب نہیں ہیں۔ وقت کے گذرنے کے ساتھ یوں ظاہر ہوتا ہے کہ Licchavis اتنے زیادہ طاقتور ہو گئے کہ لوگوں کے لیے وجی اور Licchavi دو ہم معنی (مترادف) الفاظ بن گئے۔ زوان زنگ (Xuanzang) کے مطابق جس نے اس کا ساتویں صدی میں دورہ کیا تھا، یہ علاقہ مشرق سے مغرب کی سمت زیادہ کشادہ اور وسیع ہے لیکن شمال تا جنوب اس کا رقبہ کم اور غیر کشادہ ہے۔ وجی علاقہ، شمال اور مشرق میں دریائے باگمتی سے گھرا ہے۔ گندک اور باگمتی کے درمیان کا پورا علاقہ وجی سرحدوں میں داخل تھا۔ اس طرح وجی کے مہاجناپدا میں موجودہ بیگو سرائی، سمستی پور، مظفر پور، موتی ہری، اور بے تیاہ (Betiah) اس (ریاست) میں شامل تھے۔ دریائے وگمدا (Vaggumuda) وجیوں کے عظیم جناپدا سے گذرتی تھی۔ وجی قبائل گوتم بدھ کے زمانے میں خوشحال اور طاقتور مہاجنپداؤں میں شمار کیے جاتے تھے۔ مہاتما کے مطابق اس ترقی کی وجہ وہ آپسی اتحاد تھا جو داخلی طور پر چھوٹے قبائل میں قائم اور باقی تھا۔ تاہم بدھ کے سانحہ ارتحال کے بعد جلد ہی اجات شترو (Ajatashatru) نے اپنے وزیر Vassakara کی مدد سے ان چھوٹے قبائل کے درمیان اختلافات کی تخم ریزی کی اور اس طرح ان کے علاقے کو مگدھ کی سرحدوں میں ملالیا۔ وجی کے مستقل وفاق میں حسب ذیل اہم بستیاں تھیں۔ ویشالی، اکسلا، کوٹی گاما، ندکا، بلوگاما، بھندگاما، بھوگہ گاما اور حتھی گاما۔

وتسا (Vatsa):

وتسا کو کوروؤں کی ایک شاخ بتایا جاتا ہے جو ہستناپور سے نقل مکانی کر کے کوشامبی میں آکر آباد ہو گئے تھے۔ وتسا جدید اتر پردیش کے الہ آباد اور مرزاپور کے علاقے سے تعلق رکھتے تھے تھا۔ ان کے پاس راجات طرز کی حکومت تھی جس کا دارالحکومت کوشامبی تھا (جواب الہ آباد سے 38 میل دور واقع کوسم گاؤں سے جانا جاتا ہے)۔ کوشامبی ایک بہت خوشحال شہر تھا جہاں لکھ پتی تاجروں کی ایک بڑی تعداد رہتی تھی۔ یہ شمال مغرب اور جنوب سے آنے والے سامان اور مسافروں کا سب سے اہم باب الداخلہ تھا۔ اجین اور کوشامبی ایک بڑے تجارتی راستے سے منسلک تھے۔ Udayana (اُدیانا) چھٹی صدی قبل مسیح میں وتسا کا حکمران تھا۔ وہ بہت طاقت ور، جنگجو اور شکار کا شوقین تھا۔ شروع میں راجا اُدیانا بدھ مت کا مخالف تھا لیکن بعد میں بدھ کا پیروکار بن گیا اور اس نے بدھ مت کو ریاستی مذہب قرار دے دیا۔

پُرانوں میں لکھا ہے کہ پانڈوؤں کی اولاد، نیچاکشوؤ نے ہستناپور کے سیلاب میں بہہ جانے کے بعد اپنا دارالحکومت کوشامبی منتقل کر لیا۔ ڈرامہ نگار بھاسا نے اپنے ڈراموں کے ذریعہ وتسا کے راجاؤں میں سے اُدیانہ کو امر کر دیا۔ یہ ڈرامے آونتی کی شہزادی وسادتّا اور اُدیانا کے رومانوی تعلق کی کہانی پر مبنی ہیں۔ یہ ڈرامے مگدھ، وتسا اور آونتی کی طاقتور ریاستوں کے درمیان ہونے والے تنازعات کی بھی نشاندہی کرتے ہیں۔ غالباً، وتسا نے آنے والی جدوجہد میں اپنی اہمیت کھودی تھی اسلیے کہ بعد کی تحریریں ان کا ذکر بڑی اہمیت کے ساتھ نہیں کرتیں۔

9.9 گن سنگھ (Gana Sanghas)

ہم پہلے ہی دیکھ چکے ہیں کہ بعد از ویدک دور جغرافیائی توجہ درمیانی گنگا کی وادی کی طرف منتقل ہوئی اور لوگوں کی نقل مکانی اور آباد

کاری دو راستوں پر ہوئی: شمالی راستہ ہمالیہ کے دامن سے شروع ہو کر پاٹلی پتر کے قریب جنوب میں بڑھ کر جنوبی راستے میں ضم ہو جاتا ہے۔ بدھ مت کے ذرائع کے ساتھ ساتھ پانینی کے اشٹادھیائی ہمیں بالترتیب درمیانی گنگا وادی اور گانا سنگھا کے بارے میں معلومات فراہم کرتے ہیں ۔ یہ درمیانی گنگا وادی کی گانا سنگھا تھی مثلاً ور جیس جس میں ریاست کی تشکیل کی بنیادی خصوصیات موجود تھیں۔ راجات ابتدائی طور پر کوشل، مگدھ، گندھار، کاشی اور کوشامبی میں قائم کی گئی تھی۔ بدھ کا زمانہ آنے تک ریاستی نظام دو قسموں میں تقسیم ہو گیا تھا: گنا سنگھ اور راجات۔

گنا سنگھ کی ابتدا وادی گنگا کی وسط میں منتقلی کے بعد سے شروع ہوتی ہے۔ نقل مکانی کا نتیجہ آبادی کے دباؤ کی وجہ سے ہوا اور خاندانی نظام میں پھیلاؤ کی وجہ سے ہوا۔ آخری ویدک دور میں چھتری قبیلوں کے درمیان تقسیم ہونے کی وجہ سے راج کلو کے ارکان نے کسی دوسرے علاقے میں ہجرت کی اور ایک نیا جنپد قائم کیا۔ جنپد کا مطلب ایک علاقہ ہے جو چھتری قبیلہ کے نام پر رکھا گیا۔ قبیلوں کے ایک گروہ نے جنا نامی ایک گروہ تشکیل دیا اور وہ علاقہ جہاں وہ آباد ہوئے اسے جنپد کہا جاتا ہے جس کا لفظی معنی ہے وہ جگہ جہاں قبیلہ اپنے قدم رکھتا ہے۔ اس طرح سے شاکیہ، کولیہ اور لچھوی قبیلے وجود میں آئے۔ گانا سنگھوں میں سے کچھ واحد قبیلے پر مشتمل ہیں جیسے شاکیہ، کولیہ اور ملا وغیرہ۔ کچھ قبیلوں کی جماعتیں تھیں جن میں سے واجی اور لچھوی سب سے زیادہ اہم تھے۔ گانا سنگھوں میں قبیلہ بندی کا نظام رائج تھا۔ لہٰذا، کہ پتیوں (خاندان [تین سے چار نسلوں] بطور مالکان تھے) کو گانا سنگھوں میں شاذ و نادر ہی زرعی کہا جاتا ہے۔ گانا سنگھوں میں چھتری نسبوں کو قابل کاشت زمین کا مالک سمجھا جاتا تھا۔ اس علاقے کا نام چھتری نسب سے اخذ کیا گیا تھا جو پہلے خاندان کی بنیاد پر زمین کی کاشت کرتے تھے لیکن جب آبادی اور رقبہ میں اضافہ ہوا تو انہوں نے اس کام کے لیے مزدور رکھنے شروع کیے۔ قبیلہ پیدائش کی بنیاد پر زمین کو مشترکہ طور پر رکھتا تھا اور اس وجہ سے پیداوار کو اس کے اراکین میں تقسیم کیا جاتا تھا۔

حکمراں سلسلہ کے ارکان کو راجہ، راج کلا یا مقدس چھتری کہا جاتا تھا۔ ہر گھر کے سربراہ کو راجہ کہا جاتا تھا۔ گانا سنگھوں کی علامتیں ٹھپہ دار سکوں پر ابھری ہوئی تھیں جو سکوں والے پیسوں کے استعمال کے آغاز کی نشاندہی کرتی ہیں۔ فیصلے ووٹنگ کے طریقہ کار سے ہوتے تھے۔ راجکلوں کے اندر تمام ارکان کو برابر سمجھا جاتا تھا۔ اس طرح سرداروں کا ایک مرکزی کمانڈ ڈھانچہ تھا جس میں قیادت کی حیثیت کا فیصلہ پیدائش اور نسب سے کیا جاتا تھا اور ایسے وقت نسب نامے کی اہمیت اور بڑھ جاتی تھی۔ فوجی اور مالیاتی عہدوں کا ذکر بھی ملتا ہے۔ ان کے پاس تیار فوج نہیں تھی اور نہ ہی ان کے پاس محصول اکٹھا کرنے کا کوئی باقاعدہ نظام تھا۔ تاہم، ذرائع تاجروں پر عائد ٹیکسوں کا حوالہ دیتے ہیں۔ ورن نظام نے گانا سنگھا کے علاقوں میں سماجی حیثیت کا تعین نہیں کیا۔ رسومات کی کوئی اہمیت نہیں تھی اور اس علاقے میں دو وسیع زمرے تھے ایک جن کے پاس زمین تھی اور دوسرے وہ جو اس پر محنت مزدوری کرتے تھے۔ یہ تمام خصوصیات ایک ابتدائی ریاست یا طبقاتی سماج کے وجود کی نشاندہی کرتی ہیں۔ گانا سنگھوں کے ارکان کے درمیان اختلاف نے گروہوں کی تقسیم کا کام کیا۔ یہ گروہ نئے علاقے آباد کرنے میں کامیاب ہوئے۔ تاہم ایسی صورت حال میں اگر قبیلہ کا ایک طبقہ اقتدار پر قابض ہو جاتا، تو جنپد (گانا سنگھا) راجات میں تبدیل ہونے کا امکان رہتا تھا۔ مذکورہ بالا مہاجنپدوں کے علاوہ، ابتدائی پالی اور پراکرت متون میں بھی مندرجہ ذیل گناؤں / گانا گنا سنگھا لوگوں کا ذکر ملتا ہے جو بدھ کے دور میں موجود تھے:

- ویشالی کے لچھوی۔
- مِتھلا کے ویدیہا
- کپل وستو کے شاکیہ
- رامگاما کے کولیا
- پپلیوانہ کے موریا
- کشی نارا (کشی نگر) کے ملا
- پاوا کے ملا
- کیسا پوتا کے کالاما
- الا کپا کے بولی
- سمسمارا گیری کے بھگا
- کنڈا پورہ کے نایا

ان میں سے کچھ اہم ذیل میں تفصیل سے زیر بحث آئے ہیں:

لچھوی

بدھ کے زمانے میں لچھوی ایک طاقتور ریاست تھی جس نے بدھ کے آثار پر اس بنیاد پر دعویٰ کیا کہ وہ کھٹیا قوم سے ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ لچھویوں کی کوشل کے راجا پاسناڈی کے ساتھ دوستانہ تعلقات رہے ہیں۔ مگدھ اور ان کے درمیان دریائے گنگا حائل تھا اور دونوں ریاستوں کے درمیان بالکل ہی دوستانہ تعلقات نہیں تھے۔ اجاتا ستو نے، ان کے درمیان تفرقہ کے بیج بونے کے بعد، واجیوں کی پوری وفاق کو اپنی شاہی سے جوڑ دیا تھا۔ لچھویوں نے گنا سنگھا کی طرز حکومت کی پیروی کی جس میں ایک یا چند کے بجائے آبادی کے ایک قابل ذکر حصے کو ریاست کی حتمی طاقت اور حتمی اختیار سونپا گیا۔ مہاتما بدھ کے زمانے میں لچھوی جمہوریہ سب سے بڑی جمہوریہ تھی۔ ان کی راجدھانی ویشالی تھی، اور وہ وجیان وفاق کا حصہ بنے۔ ان کی طاقت ان کے عظیم اتحاد میں مضمر تھی۔ ساتھ ہی لچھویوں کے نوجوانوں کو تیر اندازی کا شوق بھی تھا۔ لچھوی جمہوریہ کا حکمران طبقہ کافی بڑا تھا جسے اسمبلی میں شرکت کا حق تھا اور انفرادی طور پر راجہ کہلاتے تھے۔ الٹیکر نے تجویز کیا ہے کہ لچھویوں کے پاس نو افراد پر مشتمل ایک کونسل تھی حالانکہ ان کی اسمبلی کی رکنیت 7,707 لچھوی کھٹیاؤں پر مشتمل تھی اور سبھی اپنے آپ کو راجہ کہتے تھے۔ یہ ایک جنرل اسمبلی کی تشکیل کرتی تھی لیکن عام طور پر ایک بہت چھوٹا ادارہ سنستھا گرہ شالہ (Sanstha Giraha Shala) (موٹ ہال) میں جمع ہوتے تھے تاکہ روزمرہ کے کام کاج کو چلایا جا سکے۔ مہاتما بدھ کے زمانے میں جمہوریہ کی ایک عام سرگرمی تھی کہ وہ اپنی میٹنگوں کے ساتھ ساتھ سنستھا گرہ شالہ میں مختلف سماجی اور مذہبی تقاریب کا انعقاد کیا کرتے تھے۔ غالباً لچھوی جمہوریہ کی جنرل اسمبلی سال میں صرف ایک بار اپنے سالانہ موسم بہار کے تہوار کے موقع پر ایک دوسرے سے ملاقات کرنے آتے تھے۔ غالب امکان ہے کہ، راجا، جو ریاست کا چیف آفیسر تھا، اس تہوار کے دوران منتخب کیا جاتا تھا۔ جینوں کے نیریوا لیکا سترا (Nirivalika Astra) مقامات میں

،راجہ سیڑاگا (سیٹاکا) کوایک بڑے طاقتور راجا کے طور پر دکھایا گیا ہے جس کی مدد نو راجاؤں کی ایک کونسل کرتی ہے۔ اسی عبارت میں یہ بھی اشارہ کیا گیا ہے کہ لچھویوں کے راجا سیٹکا نے، جس پر کنیکا (Kuneka) (اجات شترو) حملہ کرنے والا تھا، نے کاشی اور کوشل کے اٹھارہ اتحادی راجاؤں، ملاوں اور لچھویوں کو ایک ساتھ بلایا اور اُن سے مشورہ کیا کہ اگر وہ ایسا کریں گے تو اجاتسترو کے مطالبات کو پورا کریں یا میدان جنگ میں اس کا سامنا کرنا پسند کیجیے۔ غالباً، لچھوی گنا سنگھا کے منتخب راجا نے ایک ناگہاں صورتِ حال کے علاوہ دس سے پندرہ سال تک عہدہ سنبھالا۔ سردار راجہ کا انتخاب غالباً اسمبلی کے ذریعے کیا گیا تھا اور باقی آٹھ ارکان وہ راجہ تھے جنہیں لچھویوں کے آٹھ قبیلوں نے نوارا کین پر مبنی اندرونی کونسل بنانے کے لیے منتخب کیا تھا۔ غالباً، راجاوؤں کی یہ نوارا کین کی اندرونی کونسل تھی جو کاروبار پر تبادلہ خیال کرنے کے لیے کثرت سے ملا کرتے تھے۔ اگرچہ کچھ ممتاز برہمنوں اور چھتریوں کو مکمل سیاسی حقوق کی اجازت دی گئی ہوگی اور انہیں جمہوریہ لچھوی میں اعلیٰ عہدوں پر مقرر کیا گیا ہوگا۔ جب بھی کوئی میٹنگ بلانی ہوتی تھی، ایک ڈھول پیٹا جاتا تھا اور اس کی آواز سن کر سنت گرہ شالہ میں ممبران جمع ہو جاتے تھے جہاں بیٹھنے کا انتظام ایک منتظم (آسانپنیاکا) کرتا تھا۔ فیصلے اکثریتی ووٹوں (Yebhuyyasika) سے کیے جاتے تھے جو سالاکا (لکڑی کے بنے ہوئے ووٹوں کے نشانات) کی مدد سے دیے جاتے اور ان کی گنتی ہوتی تھی۔ گنپوراکا نامی ایک افسر اجلاسوں میں کورم اور حاضری جیسے معاملات کی دیکھ بھال کرتا تھا۔ راجہ، اپراجا (نائب چیف)، سیناپتی (جنرل)، اور بھنڈگاریکا (خزانچی) ریاست کے ایگزیکٹو (انتظامی) ممبران تھے۔

مِتھلا کے ویدیہہ

ودیہہ کی جمہوریہ جس کا دارالحکومت مِتھلا میں تھا تقریباً سات یوجنوں پر محیط تھی۔ مہاتما بدھ کے وقت، مِتھلا کے ودیہا نے وجیان وفاق کے دو اہم اجزاء میں سے ایک کو تشکیل دیا تھا۔ ودیہ ثقافت کے لوگ مشرق میں دریائے کوسِکی (کوسی) سے، مغرب میں دریائے گنڈکا، شمال میں ہمالیہ، جنوب میں گنگا سے جڑے ہوئے تھے اور تقریباً موجودہ شمالی بہار، نیپال کا جنوب مشرقی حصہ بشمول پہاڑیوں کی نچلے حصہ سے جڑے ہوئے تھے۔ چکر برتی کا خیال ہے کہ ان کی راجدھانی مِتھلا ممکنہ طور پر بلی راج گڑھ کے موجودہ مقام پر واقع تھی کیونکہ یہ ودیہا کی راجدھانی کے طور پر زیادہ مناسب جگہ معلوم ہوتی ہے۔ ویدیہا جمہوری وفاق جس میں تین کونسلرز اور ایک راجہ شامل تھے، غالباً لچھویوں سے مشابہت رکھتے تھے۔

کپل وستو کے شاکیہ

شاکیہ ایک قبائلی جمہوریہ تھے جس سے بدھ کا تعلق تھا۔ان کے دارالحکومت کپل وستو کی شناخت عام طور پر پپرہوا (Piprahwa) سے کی جاتی ہے۔ شاکیہ قبیلے کے اندر شاید کئی قبیلے تھے، بدھا خود گوتمہ قبیلے سے تعلق رکھتے تھے۔ ایسا لگتا ہے کہ شاکیہ بدھ کے زمانے میں کوشل کے زیر تسلط تھے جیسا کہ کچھ حوالوں میں بدھ کو کوشلیائی کہا گیا ہے۔ تاہم، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوشل کے مکمل کنٹرول میں ہونے کے باوجود، شاکیوں نے کافی حد تک داخلی امور میں آزادی حاصل کی اور ایسا لگتا ہے کہ انہوں نے اپنے اندرونی معاملات کو خود ہی سنبھال لیا تھا۔ شاکیوں کا علاقہ کوہ ہمالیہ کے دامن میں موجود ہے۔ مغرب اور جنوب میں کوشل کی شاہی ہے، اور مشرق میں دریائے روہنی

(دریائے کوہانہ) سے پرے راماگاما کے کولیوں کی سرزمین ہے۔ سلواتی اور کتوما کی بستیوں کے علاوہ، پالی متن میں شاکیاؤں کے کم از کم پانچ نگموں (شہر کے بازار) کا ذکر ملتا ہے، یعنی دیوادااہا، نگاراکا، خومادوسا، میداتلمپا/اُلمپا اور ساکھارا۔ شاکیوں نے اپنے انتظامی اور عدالتی امور پر اپنے سنت گرہ جو یا تو کپل وستو تھا یا کٹوما تھا میں تبادلہ خیال کرتے تھے۔ بظاہر، شاکیوں نے اپنے قبیلہ کی عورتوں سے شادی کی جس کی وجہ سے انہیں کولیاؤں کے غیض وغضب کا شکار ہونا پڑا جنہوں نے ان کے ساتھ کتوں، گیدڑوں اور درندوں جیسا سلوک کیا، اور اپنی بہنوں کے ساتھ رہنے کا الزام لگایا۔ دریائے روہنی کے پانی کی تقسیم سے متعلق تنازعہ شاکیوں اور کولیوں کے درمیان مسلسل چلتا رہا یہاں تک کہ مہاتما بدھ کو دونوں فریقوں کو صلح کرانے کے لیے مداخلت کرنی پڑی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ودودھابا کے قتل عام کے بعد، شاکیہ ایک سیاسی طاقت اور نسلی گروہ دونوں اعتبار سے تاریخی منظر نامے سے عملی طور پر غائب ہو گئے تھے، شاید صرف چند انفرادی گھرانے ہی باقی رہ گئے تھے۔

راماگاما کے کولیا

کولیا، جس کا دارالحکومت راماگاما میں تھا، ایک جمہوری ریاست تھی۔ دریائے روہنی نے کولیان کے علاقے کو شمال مغرب میں شاکیوں سے الگ کیا، اور جنوب مغرب میں اس کی سرحد غالباً کوشل سے ملتی ہے، ان کے مشرق میں پپلی وانہ کے موریا کا علاقہ تھا، شمال مشرق میں کشی نارا (کشی نگر) کے ملاّے نامی گروہ تھا اور شمال کی طرف ہمالیہ کی پہاڑیاں ہیں۔ شاکیان اور کولیان کھٹیا دونوں نے آپس میں شادی کی اور بدھ کے ساتھ رشتہ کا دعویٰ کیا۔ اس طرح، بدھ کی موت کے بعد، کولیاؤں نے بدھ کے آثار پر اپنا بھی دعوی کیا اور آٹھواں حصہ حاصل کرنے کے بعد ان پر ایک اسٹوپا بنایا۔ کولیاؤں کی ریاست میں عہدیداروں کا ایک خاص ادارہ تھا جو جھکتی ہوئی چوٹی (لمبا کولا کا بھاٹا) کے ساتھ ایک خاص سرپوشاک پہنتے تھے اور تشدد اور بھتہ خوری میں ملوث ہونے کے لیے بدنام تھے۔ راماگاما اور اترا کے نگروں (شہروں) کے علاوہ، کولیاؤں کے کم از کم چار نگموں (بازاروں کے شہر) کا تذکرہ ابتدائی پالی متون میں ملتا ہے، جو ہلیدا واسنا، ککڑپتہ، ساپوگا، اور سجنیلا ہیں۔ غالباً کولیاؤں کی ریاست کو بالآخر کوشل نے اپنے ساتھ جوڑ لیا تھا، حالانکہ اجات شترو کے لچھویوں پر قبضہ کے بعد ان پر براہِ راست فتح حاصل کرنے کے امکان کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

پپلی وانہ کے موریا

کولیا اور ان کے قریبی پڑوسیوں کے مغرب میں واقع موریا ایک چھوٹی سی برادری تھی۔ جنوب مغرب میں دریائے انوما (راپتی) نے انہیں کوشل سے تقسیم کیا، ملّا قبیلہ ان کے مشرق میں تھا، اور ان کے جنوب میں دریائے گھاگرا بہتی تھی۔ کھٹیا اور بدھ میں رشتہ داری ہونے کے ناطے، انہوں نے بدھ کے آثار پر اپنا بھی دعویٰ جتایا لیکن تاخیر کی بنا پر انہیں صرف راکھ کے حصہ پر اکتفاء کرنا پڑا۔ یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ ودودبھ (Vidarbha) پر حملہ موریوں کے علاوہ کسی اور کی جانب سے کیا گیا تھا۔ اس لیے اس بات کا امکان موجود ہے کہ موریا وہی ہیں جن کا ذکر پپراہوا جام کے کتبہ میں ملتا ہے۔ بستی کی شناخت مختلف طریقوں سے بھدرا اور نیا گرودھوان (بنیان گرو) سے کی گئی ہے۔ لیکن خود پپراہوا کا انتخاب، دوناموں کی مماثلت اور اس کی جغرافیائی حیثیت کی وجہ سے، رد نہیں کیا جا سکتا؛ خاص طور پر اگر کپل وستو کی نمائندگی تیلار کوٹ کرتا ہے۔

الاکپّا کے بولی

الاکپّا کے بولی ایک جمہوریہ کھٹیا قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے جنہوں نے بدھ کے آثار میں حصہ لینے کا دعویٰ کیا اور انہیں حاصل کرنے کے بعد ان پر ایک اسٹوپا تعمیر کیا۔ دھماپادا کمنٹری کے مطابق، الاکپّا، دس یوجنوں پر مشتمل تھا اور اس کا راجا ویتھادیپا کے سردار کے ساتھ دوستانہ تعلقات رکھتا تھا، جو کہ ایک برہمن گاؤں کا سربراہ تھا جو کہ عام طور پر بیتیا کے نام سے پہچانا جاتا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ جمہوریہ بولی سیاسی طور پر زیادہ عرصے تک باقی نہیں رہی۔ کننگھم نے الاکپّا کی شناخت نوند گڑھ / نند نگڑھ کے طور پر کی ہے جو بیتیا کے شمال۔ شمال مغرب میں پندرہ میل اور دریائے گنڈک کے قریب ترین مقام سے دس میل کے فاصلے پر واقع ہے۔

9.10 مگدھ کا عروج (Rise of Magadha)

سنسکرت مہاکاوی رامائن اور مہابھارت، اور مقدس متن پرانوں میں مگدھ کی قدیم شاہی کا ذکر ہے۔ بدھ مت اور جین متون میں بھی کثرت سے اس کا ذکر ملتا ہے۔ مگدھ کے لوگوں کا سب سے قدیم حوالہ اتھروید میں ملتا ہے، جس میں انگاس، گندھاریوں اور مجاوتوں کو حقیر لوگوں کے طور پر درج کیا گیا ہے۔ مگدھ شاہی میں جمہوی وفاق جیسے کہ راجکمار اوفاق شامل تھی۔ دیہاتوں کی اپنی اسمبلیاں ان کے مقامی سرداروں کے ماتحت ہوتی تھیں جنہیں گرامک کہتے تھے۔ ان کی انتظامیہ کو انتظامی، عدالتی اور فوجی کاموں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ ان مہاجنپدوں کے درمیان سیاسی لڑائی نے بالآخر ان میں سے ایک مگدھ کو سب سے طاقتور ریاست اور ایک وسیع سلطنت کے مرکز کے طور پر ابھرنے کا باعث بنایا۔ مگدھ کا ابتدائی اہم حکمران راجا بمبیسارا تھا، جس نے 544 قبل مسیح سے 492 قبل مسیح تک 52 سال حکومت کی۔ اس نے تین جہتی پالیسی اپنائی، یعنی ازدواجی اتحاد، مضبوط حکمرانوں سے دوستی اور سلطنت کو بڑھانے کے لیے کمزور پڑوسیوں پر فتح۔ ازدواجی اتحاد کی پالیسی کے تحت، اس نے کوشل کے راجہ پرسین جیت کی بہن سے شادی کی۔ وہ کاشی کے علاقے میں جہیز لے کر آئی جس سے 1,00,000 مالیتی سکے حاصل ہوئے۔ اس طرح، کاشی اور انگا کی فتح مگدھ کی توسیع کا پیش خیمہ ثابت ہوئی۔ کاشی پر کنٹرول اور پرسیناجیت سے دوستی نے مگدھ کو دوسرے علاقوں پر توجہ مرکوز کرنے کا موقع دیا۔ ان کی دیگر بیویاں بالترتیب لچھوی اور مدرا (وسطی پنجاب) کے سرداروں کی بیٹیاں تھیں۔ بمبیسارا نے بھی اپنے حکمران برہمدتا کو شکست دے کر انگہ کو فتح کیا۔ انگا اور خاص طور پر اس کا دارالحکومت چمپا اندرون ملک اور سمندری تجارت کے لیے اہم تھا۔ وہ بدھ اور مہاویر دونوں کے ہم عصر تھے اور ان کی یکساں عزت کرتے تھے۔ ایسا لگتا ہے کہ اسے یا تو قتل کیا گیا تھا یا اس کے بیٹے اجات شترو نے خودکشی کرنے پر مجبور کیا تھا، جو خود تخت پر قبضہ کرنے کے لیے بے تاب تھا۔

اجات شترو ایک جارحانہ قسم کا آدمی تھا اور سب سے پہلے اپنے پر اسین جیت نامی اس ماموں کے ساتھ تنازعہ میں آیا، جو بمبیسارا کے ساتھ کیے گئے سلوک سے ناراض تھا۔ اس نے اجات شترو سے کاشی کا علاقہ واپس کرنے کے لیے کہا جو اس کی ماں کو جہیز میں دیا گیا تھا۔ اجات شترو نے انکار کر دیا اور یہ صرف ایک شدید جنگ میں تبدیل ہو گیا جب پر سیناجیت نے کاشی کے علاقہ کو مگدھ سمیت چھوڑنے پر رضامندی ظاہر کی۔ اسی طرح اس نے ویشالی کے سردار اپنے نانا چیتک کے ساتھ جنگ کی اور 16 سال کی طویل جنگ کے بعد اجات شترو ویشالی کی طاقت

کو توڑنے میں کامیاب ہو گیا۔اس لیے اس نے نہ صرف کاشی کو اپنے پاس رکھا بلکہ ویشالی کو بھی مگدھ میں شامل کر لیا۔اجات شترو کا ساتھ اُدائن نے دیا اور اس کی اہم شراکت پاٹلی پتر یا جدید پٹنہ میں دریائے گنگا اور دریائے سون کے سنگم پر ایک قلعہ بنانا تھا۔یہ تزویراتی طور پر ایک اہم قدم تھا کیونکہ یہ سائٹ نہ صرف مرکزی طور پر واقع تھی بلکہ تاجروں اور سپاہیوں کی آسانی سے نقل و حرکت کی اجازت بھی دیتی تھی۔اُدائن کی جانشینی ششوناگا کے خاندان نے کی۔شیشوناگا کی سب سے اہم کامیابی اونتی (مالوہ) کو شکست دے کر اسے مگدھ کا حصہ بنانا تھا۔

ششوناگ کا جانشین اس کا بیٹا کلاشوکا تھا۔ان کے دور میں بدھ مت کی دوسری کونسل منعقد ہوئی۔شیشوناگ خاندان کی جانشینی نندا خاندان کے راجاؤں نے کی تھی۔مہاپدمانندا اس کے سب سے اہم حکمران تھے۔برہمنی متون کے مطابق اس کا تعلق نچلی ذات سے تھا یا کم از کم ایک غیر چھتریہ ذات سے تھا۔اس کے پاس بڑی فوج تھی اور اس نے کلنگ کو اپنی سلطنت میں شامل کیا۔آخری نندا کی شاہی دھنانند نے کی تھی۔اس کے بارے میں خیال کیا جاتا ہے کہ وہ ایک متکبر اور جابر حکمران ہے جس نے عام آدمی پر بھاری ٹیکس عائد کیا۔اس نے انہیں عوام میں کافی غیر مقبول بنا دیا اور بالآخر چندر گپت نے اس عوامی ناراضگی کا فائدہ اٹھایا اور نندا کی حکمرانی کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا اور موریہ سلطنت قائم کی۔

9.11 مگدھ کی کامیابی کے عوامل (Factors for the Success of Magadha)

سوال یہ ہے کہ مگدھ اس دور کی دیگر تمام ریاستوں پر بتدریج اپنا تسلط قائم کرنے میں کیسے کامیاب رہا۔مگدھ کو یقیناً متعدد قابل اور پرعزم حکمرانوں سے فائدہ ہوا، لیکن اس کی طاقت بنیادی طور پر بعض جغرافیائی عوامل پر مبنی تھی۔اس کا سابقہ دارالخلافہ گرہ راج یا راجگیر پانچ پہاڑیوں سے گھرا ہوا تھا، جس نے اسے قدرتی قلعہ بنانے میں مدد دی۔دوم، اس کے زرخیز دریائی میدان نے زرعی پیداوار کی ایک بڑی مقدار فراہم کی، جو ایک وسیع تیار فوج کے اضافہ کے لیے ضروری تھا۔جنوبی علاقوں کے جنگلات نے اسے لکڑیاں فراہم کی تھیں۔جنوبی بہار کے بالکل قریب پائے جانے والے لوہے کے ذخائر پر مگدھ کا کنٹرول ایک اور فائدہ تھا۔فوجی تنظیم میں مگدھ کو بھی خاص برتری حاصل تھی۔اگرچہ ہندوستانی ریاستیں گھوڑوں اور رتھوں (ٹانگوں) کے استعمال سے اچھی طرح واقف تھیں، لیکن یہ مگدھ ہی تھا جس نے سب سے پہلے اپنے پڑوسیوں کے خلاف جنگ میں ہاتھیوں کا بڑے پیمانے پر استعمال کیا۔ملک کا مشرقی حصہ مگدھ کے راجاؤں کو ہاتھی فراہم کر سکتا تھا اور ہم یونانی ذرائع سے یہ بات بھی سیکھتے ہیں کہ نندوں نے اپنی فوج میں 6000 ہاتھی رکھے ہوئے تھے۔ہاتھیوں کو قلعوں پر حملہ کرنے اور دلدلی اور سڑکوں کی کمی والے دوسرے علاقوں میں مارچ کرنے کے لیے استعمال کیا جا سکتا تھا۔مگدھ راجاؤں کو بھی قصبوں کے عروج اور دھاتی سکوں کے استعمال سے فائدہ ہوا۔ایک پالی متن میں بدھ کے وقت کے تقریباً 20 قصبوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ان میں سے زیادہ تر گنگا کے طاس پر واقع تھے اور انہوں نے شمال مشرقی ہندوستان میں تجارت میں اپنا تعاون دیا۔یہ راجا کو زیادہ محصول جمع کرنے اور ایک بہت بڑی فوج کو برقرار رکھنے میں بھی مدد کیا کرتے تھے۔لوہے تک ان کی رسائی نے مگدھ کے ہتھیاروں کو بہت بہتر اور زراعت کے اوزار کو زیادہ پیداواری بنا دیا تھا۔یہی مادی پس منظر تھا جس نے مگدھ کو دوسرے مہاجنپدوں کے مقابلے زیادہ طاقتور بننے میں مدد دی تھی۔

9.12 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

پانچویں اور چھٹی صدی قبل مسیح میں مہاجنپدوں کا عروج نہ صرف شاہی کے تصور کی ایک واضح شکل تھی بلکہ حکمرانوں، خراج پیش کرنے والوں اور جمع کرنے والوں کے سماجی ڈھانچے میں واضح حد بندی بھی تھی۔ یہ پانچویں اور چھٹی صدی قبل مسیح کی بات ہے جب ہمیں پہلی بار گنگا کے بالائی اور درمیانی طاس میں شہری مراکز کا ظہور ملتا ہے اور یہ دور شمالی ہندوستان میں ابتدائی تاریخی دور کی نشاندہی کرتا ہے۔ تقریباً ڈیڑھ ہزار سال کے طویل وقفے کے بعد جو کہ ہڑپہ کے شہری مراکز کے زوال کے بعد ہوا، قصبے ایک بار پھر بالکل نئے جغرافیائی پس منظر میں مختلف مادی اور ثقافتی آلات کے ساتھ ابھرنے لگے تھے۔ گنگا کا میدان وہ گہوارہ تھا جہاں شہری کرن کا یہ مرحلہ عمل میں آیا تھا۔ دوسری مرتبہ ہونے والے اس شہری کرن کو اہم سمجھا جاتا ہے، کیونکہ یہ اس کے بعد شہروں کے عروج وزوال کے مراحل کے لیے ایک کڑی بناتا ہے۔ سیاسی سطح پر، سیاست کی دو مسابقتی قسمیں تھیں، اشرافی وفاق اور بادشاہتیں۔ مگدھ سلطنت کی نشوونما جاری تھی اور اس میں دوسری ریاستوں کی شکست اور ٹوٹ پھوٹ کا عمل بھی جاری تھا۔ یہ ننداسے موریہ سلطنت کی جانب ایک چھوٹا سا مرحلہ تھا۔

9.13 کلیدی الفاظ (Keywords)

گناسنگھا	:	غیر شاہی سیاست جس میں طاقت کا استعمال اجتماعی طور پر، لوگوں کے ایک گروہ کے ذریعے کیا جاتا تھا۔
جنپد	:	متعین علاقے جہاں لوگ آباد ہوتے اور جن پر سیاسی اتھارٹی کی حکمرانی ہوتی۔
مہاجن پداس	:	بڑے اور طاقتور جنپد جن کے حکمرانوں نے زیادہ علاقائی طاقت کا استعمال کیا۔
این بی پی ڈبلیو	:	شمالی سیاہ چمکدار برتن 7ویں صدی قبل مسیح سے 1/2ویں صدی قبل مسیح کے درمیان تاریخ۔
شہری مرکز	:	گاؤں سے زیادہ آبادی کی کثافت والا علاقہ، جہاں غیر زرعی سرگرمیاں چلتی ہیں۔

9.14 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

9.14.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1. لفظ جنپداؤں کی وضاحت کیجیے۔
2. لفظ شہری مراکز کی وضاحت کیجیے۔
3. گناسنگھا سے آپ کیا مراد لیتے ہیں۔
4. 600ق م کے تمام اہم مہاجنپدوں کے نام لکھیں۔
5. 600ق م کے دوران علاقائی ریاستوں کی اقسام کی نشاندہی کیجیے۔
6. راجات اور جمہوریہ کے درمیان فرق لکھیں۔

7. ان ادبی ذرائع کے بارے میں لکھیں جو مہاجنپدوں کے بارے میں معلومات دیتے ہیں۔
8. مگدھ جنپد کا جغرافیہ اور ابتدائی راجدھانی کے بارے میں بتائیں۔
9. مہاتمابدھ کے دور کی اہم جمہوریہ کے نام لکھیں۔
10. گندھار مہاجنپد کے محل وقوع کی نشاندہی کیجیے۔

9.14.2 معروضی جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. قدیم ہندوستان میں راجات کے نظریہ کی ابتدااور نشوونما کی وضاحت کیجیے۔
2. چھٹی صدی قبل مسیح کے تمام مہاجنپدوں کو نقشے میں بتائیں۔
3. جغرافیائی عوامل نے مگدھ کے عروج میں کس طرح اہم کردار ادا کیا۔
4. مہاتمابدھ کے زمانے میں علاقائی ریاستوں کے عروج پر ایک مضمون لکھیں۔
5. مگدھ کے حکمرانوں کی طرف سے اپنے علاقے کو بڑھانے کے لیے اختیار کیے جانے والے طریقوں کا جائزہ لیں۔

9.14.3 طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. مگدھ کے عروج اور اس کے حکمرانوں کے کارناموں پر ایک مضمون لکھیں۔
2. مہاتمابدھ کے دور میں تمام مہاجنپدوں کے جغرافیائی رقبے پر بحث کیجیے۔
3. 600ق م میں ابھرتی ہوئی حکومت میں شہری مراکز کے کردار کی وضاحت کیجیے۔

9.15 مزید مطالعہ کے لیے تجویز کردہ کتابیں (Suggested Books for Further Reading)

1. Kumkum Roy, *The Emergence of Monarchy in North India*: *Eighth–Fourth Centuries BC as Reflected in the Brahmanical Tradition*, Delhi: Oxford University Press, 1984.
2. Narendra Wagle, *Society at the Time of the Buddha*, Bombay: Popular Prakashan, 1966.
3. R.S. Sharma, *State and Varna Formation in Mid Ganga Plain*, New Delhi: Manohar, 1996.
4. __________, *Material Culture and Social Formation of Ancient India*, New Delhi: Macmillan Publication, 1983.
5. Romila Thapar, *From Lineage to State*: *Social Formations in the Mid-First Millennium BC in the Ganga Valley*, Delhi: Oxford University Press, 1990.

اکائی 10۔ایرانی اور مقدونی حملے اور ہندوستان پر ان کے اثرات

(Iranian and Macedonian Invasions and Their Impact on India)

اکائی کے اجزا

10.0 تمہید

10.1 مقاصد

10.2 چھٹی صدی ق م کا ہندوستان: ایک عمومی جائزہ

10.3 ایرانی حملے

10.3.1 سائرس

10.3.2 کمبائی سیز دوم

10.3.3 دارا اول

10.3.4 زرکسیز

10.4 مقدونی حملے

10.4.1 سکندر کی تخت نشینی

10.4.2 مشرقی مہم

10.5 سکندر کی ہندوستانی مہم

10.5.1 اسپ سیوئی

10.5.2 نیسا

10.5.3 اسکنوئی کی شکست

10.6 شمال مغربی ہندوستان میں صورت حال

10.6.1 ٹکشلا اور امبھی

10.6.2 پورس

10.6.3 فتح ملتان

10.6.4 سکندری فوج کا آگے بڑھنے سے انکار
10.6.5 سکندر کی موت
10.7 حملوں اور تعلقات کے نتائج
10.7.1 ایرانی اثرات
10.7.2 یونانی اثرات
10.8 اکتسابی نتائج
10.9 کلیدی الفاظ
10.10 نمونہ امتحانی سوالات
10.10.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات
10.10.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات
10.10.3 طویل جوابات کے حامل سوالات
10.11 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں

10.0 تمہید (Introduction)

چھٹی صدی قبل مسیح کے آخری نصف حصے میں شمال مغربی ہندوستان چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں منقسم تھا اور کوئی بڑی طاقت ایسی نہ تھی جو ان کی باہمی رنجشوں اور رقابتوں کا سد باب کر سکتی۔ اس دوران ہندوستان پر کئی بیرونی حملہ آوروں نے مال و دولت کے حصول کے لیے حملے کیے۔ سب سے پہلے سائرس (Cyrus) اور دارا اول کی قیادت میں ایرانیوں نے ہندوستان کا رخ کیا۔ ایرانی سلطنت کا خاتمہ کرنے کے بعد سکندر نے بھی ہندوستان کے شمال مغربی حصے کی طرف پیش قدمی کی۔ اس کا مقصد ہندوستان کی عظیم مال و دولت کا حصول اور چین تک پہنچنے کے آسان راستے کی تلاش تھی۔ آئندہ اکائی میں ہم ان حملوں اور ان کے اثرات کو تفصیل سے جائزہ لیں گے۔

10.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کے مطالعہ کے بعد آپ

- چھٹی صدی قبل مسیح میں ہندوستان کے سیاسی حالات کا جائزہ لے سکیں گے۔
- چھٹی صدی قبل مسیح میں شمال مغربی ہندوستان کی ریاستوں اور ان کی باہمی جنگ و جدل کا تجزیہ کر سکیں گے۔

- فارس کی اکامینائی سلطنت کے بارے میں جان سکیں گے۔
- ہندوستان پر پہلے ایرانی حملے اوران کے اثرات کا جائزہ لے سکیں گے۔
- یونان کی مقدونی سلطنت سے واقفیت حاصل کر سکیں گے۔
- سکندر کے ہندوستان پر حملے سے متعلق جانکاری حاصل کر سکیں گے۔
- ان حملوں کے ہندوستانی سیاست اور سماج پر پڑنے والے اثرات کا تجزیہ کر سکیں گے۔

10.2 چھٹی صدی ق م کا ہندوستان: ایک عمومی جائزہ

(India in the Sixth Century BC: An Overview)

چھٹی صدی قبل مسیح اوراس کے بعد کی صدیوں میں ہندوستان کی سیاست میں کئی اہم اور بڑے بدلاؤ آئے۔ تبدیلیوں کا سلسلہ صرف میدان سیاست تک محدود نہیں تھا بلکہ معیشت اور سماج بھی ایک نئے انقلاب سے دوچار تھے۔اس انقلاب کی شروعات وسطی وادی گنگا کے میدانوں سے ہوئی جہاں کی زمین بہت زرخیز اور ایک بڑی آبادی کا پیٹ آرام سے بھر سکتی تھی۔ حالانکہ یہ زمین پہلے بھی موجود تھی مگر اس پر بسے ہوئے گھنے جنگلات کو صاف کرنا اور زمین کو کھیتی کے لائق بنانا آسان نہیں تھا۔اس عہد میں نئے اوزاروں جیسے لوہے کے پھال والے ہل وغیرہ کی مدد سے یہ کام ممکن ہو سکا۔ساتھ ہی کھیتی باڑی کے نئے طریقوں جیسے روپائی(transplantation) اور کیاری لگانے سے پیداوار میں بھی اضافہ ہوا۔ہڑپا تہذیب کے زوال پذیر ہونے کے تقریباً ایک ہزار سال بعد پہلی بار گنگا کے میدانوں میں نئے شہر اور ریاستیں وجود میں آئے۔قدیم زمانے کے مبادلہ نظام(Barter System) کی جگہ نئے قسم کے دھات کے ٹھپے دار سکے چلن میں آئے جس سے تجارت اور کاروبار میں اضافہ ہوا۔ویدک عہد کی دیہی تہذیب میں دھوپ میں سکھائی ہوئی کچی مٹی کی اینٹوں کا استعمال ہوتا تھا۔اس عہد میں ہم آگ میں پکائی ہوئی پکی اینٹوں سے عمارتوں کو بنتا ہوا پاتے ہیں، حالانکہ یہ ابھی بڑے پیمانے پر چلن میں نہیں تھا۔

سیاسی طور پر ملک میں متعدد ریاستیں وجود میں آئیں جنہیں ہم جنپدوں (Janapadas) کے نام سے جانتے ہیں۔یہ جن پد ایک دوسرے سے لڑتے جھگڑتے رہتے تھے۔ان میں سے کچھ جن پد دوسرے علاقوں کو فتح کر کے مہا جن پد یعنی عظیم ریاست میں تبدیل ہو گئے۔انگوتر نکائے(Anguttara Nikaya) کے مطابق گوتم بدھ کے عہد میں ''شوڈش مہاجن پد''یعنی سولہ بڑی ریاستیں تھیں ۔ان ریاستوں میں سے ایک یعنی مگدھ نے بالآخر سب پر فتح حاصل کی اور ایک کل ہند سلطنت کی بنیاد ڈالی۔وادی گنگا سے دوسری طرف شمال مغربی ہند میں متعدد ریاستیں ابھی بھی اپنی خود مختاری قائم کیے ہوئے تھیں جو کہ مگدھ کے ایک عظیم سلطنت بننے کے راستے کی رکاوٹ تھیں ۔رفتہ رفتہ یہ ریاستیں بیرونی حملوں کی وجہ سے کمزور ہو کر اپنا وجود ہی کھو بیٹھیں۔ایران اور مقدونیہ سے آنے والے حملہ آور ہندوستان کی دولت سے واقف تھے۔یونانی مورخ ہیروڈوٹس(Herodotus)، دارا اول(Darius-I) گندھار شترپ(صوبے) سے 360 ٹالنٹ وزن کی سنہری دھول(تقریباً 1.5 کروڑ روپیے)سالانہ حاصل ہونے کی بات کرتا ہے۔سکندر کا حملہ ان شمال مغربی ریاستوں کے اقتدار کا خاتمہ ثابت ہوا اور اس کے بعد ہم کبھی انہیں ہندوستانی سیاست میں سرگرم نہیں دیکھتے۔ان ریاستوں کے خاتمے یا اطاعت گذار بنانے کے بعد سکندر

ہندوستان کی اصل سرزمین میں داخل ہونا چاہتا تھا، مگر اس کے فوجیوں نے آگے بڑھنے سے انکار کر دیا۔ وجہ چاہے جو بھی رہی ہو سکندر کو واپس لوٹنا پڑا۔ اثنائے واپسی میں کئی جنگجو قبائل نے اس کے لشکر پر چھاپے مارے، جس سے غصہ ہو کر سکندر نے ان کے مکمل خاتمے کا حکم دے دیا۔ چنانچہ سکندر کے جانے کے بعد شمال مغربی ہندوستان میں کوئی بھی اہم سیاسی طاقت نہیں بچی اور وہاں رہنے والے قدیم جنگجو قبائل کا زور بھی اب ٹوٹ چکا تھا۔

شمال مغربی ہند پر جب بیرونی حملے ہو رہے تھے تو مگدھ میں پہلے عظیم شاہی خاندان کی بنیاد پڑ چکی تھی۔ بمبسار کی قیادت میں ہریبنکا خاندان (Haryanka Dynasty) نے اپنی حکومت قائم کی اور مگدھ نے انگ، کاشی، کوشل اور وجی پر فتح حاصل کی۔ ہریبنکا خاندان کی حکومت کو ششوناگ خاندان نے اکھاڑ پھینکا۔ اس خاندان کا سب سے بڑا کارنامہ "اونتی" مہاجن پد جو مگدھ کے جیسا ہی طاقتور تھا، کو مکمل شکست دے کر اسے مگدھ کی سلطنت میں ملا لینا تھا۔ مگدھ کے اگلے حکمراں خاندان یعنی نند خاندان نے کلنگ اور آس پاس کے علاقوں کو فتح کر کے مگدھ کی شمالی ہند پر فتح کو مکمل کیا۔ یہی وہ وقت تھا جب سکندر شمال مغربی سرحد پر دستک دے رہا تھا لیکن اس کے فوجی وطن سے اتنی دور مسلسل جنگ کے بعد مضبوط نند سلطنت سے ٹکرانے سے پیچھے ہٹنے لگے۔ یہ الگ بات ہے کہ مگدھ کے حکمراں اس وقت تک اندرونی کمزوریوں کا شکار ہو کر اندر سے ٹوٹ رہے تھے، اور شاید سکندر کے حملے کے دفاع کی طاقت بھی نہیں رکھتے تھے۔

جہاں تک جنوبی ہندوستان کا سوال ہے مکمل ہندوستان کی تاریخ لکھنے والے کچھ ابتدائی مورخین کا ماننا ہے کہ جنوبی ہند میں ریاستیں اس وقت وجود میں آئیں جب شمال کی مادی تہذیب حملہ آوروں یا مذہبی رہنماؤں کے ذریعے جنوب میں پہنچی۔ دوسری طرف موجودہ دور میں جنوبی ہند کی تاریخ کا گہرائی سے مطالعہ کرنے والے بعض دیگر مورخین نے اس شمال مرکوز نظریے کو خارج کر دیا ہے۔ ان کے مطابق جنوب بعید میں چول، چیر، پانڈیہ ریاستوں سے پہلے ہی ابتدائی ریاستی نظام کی بنیاد پڑ چکی تھی اور جنگجو سرداروں کا ایک گروہ وہاں وجود میں آچکا تھا۔

آئندہ صفحات میں ہندوستان پر حملہ آور ہونے والی بیرونی ریاستوں کا مختصر تعارف پیش کریں گے اور ہندوستان پر ان کے حملے اور ان حملوں کے نتائج کو تفصیل سے بیان کریں گے۔

10.3 ایرانی حملے (Iranian Invasions)

10.3.1 سائرس (Cyrus):

چھٹی صدی قبل مسیح میں فارس (جنوبی ایران) میں ایک حکمراں خاندان نے جس کا نام ہخامنشی (Achaemenid) تھا اپنے آپ کو پہلے شمالی ایران پر حکمراں میڈی خاندان (Medes) کے تسلط سے آزاد کیا اور پھر بابل اور اشور کی ریاستوں کو فتح کیا۔ اس خاندان کا عظیم حکمراں کروش یا سائرس دوم (Cyrus II) تھا جس نے تقریباً 558 سے 530 ق م تک حکومت کی۔ وہ ابتدا میں اپنے باپ کے مرنے کے بعد ایک چھوٹی سی ریاست انشان کا حاکم بنا۔ یہ ریاست میدیائی حکمراں استیاگس (Astyages) کے ماتحت تھی۔ سائرس نے بابل کے راجا بخت نصر ثالث کے ساتھ ساز باز کر کے میڈیا (مدین) کے خلاف بغاوت کر دی۔ اس نے میدیائی حکمراں استیاگس کو شکست دی

اور دارالحکومت ایکبتانہ (ہمدان) پر قبضہ کر لیا۔اس طرح میدیا کا پورا علاقہ اس ابھرتی ہوئی نئی سلطنت میں شامل ہو گیا۔ابتدائی فتوحات کے بعد اس نے پسر گراد (پرسی پولس)، ایلام (مغربی ایران) اور اس کا دارالحکومت سوسا بھی فتح کر لیا۔ایران کی فتح مکمل ہونے کے بعد وہ مغربی ایشیا کی طرف بڑھا جہاں اس کا مقابلہ لیڈیا (ترکی) اور بابل کی ریاستوں سے ہوا۔ان جنگوں میں اسے فتح حاصل ہوئی اور اس طرح بحر روم سے افغانستان تک کا علاقہ فارسی سلطنت میں شامل ہو گیا۔اس کے بعد اس عظیم حکمراں کی نظریں ہندوستانی علاقوں پر پڑیں جو اس زمانے میں کافی زرخیز اور دولت مند سمجھے جاتے تھے۔ہیروڈوٹس اور ٹیسی ٹس (Tacitus) نے اس کی مشرقی مہم کا تذکرہ کیا ہے۔ان کے بیان کے مطابق مشرقی مہم کی ضرورت لیڈیا کی فتح کے بعد اور بابل کی فتح سے قبل پیش آئی۔اس کی وجہ یہ تھی کہ گیڈروسیا (مکران) اور بیکٹریا (بلخ و ہرات) کے قبائل نے بغاوت کر دی تھی۔یہ مہم 540 اور 545 ق م کے درمیان واقع ہوئی۔چنانچہ سائرس اپنی فوجوں کے ساتھ ان علاقوں پر حملہ آور ہوا اور گیڈروسیا، بیکٹریا اور گندھار کو فتح کر لیا۔حالانکہ اس کے یہاں سے آگے بڑھنے کے واضح شواہد موجود نہیں ہیں۔

10.3.2 کمبائی سیز دوم (Cambyses II):

اس کے بیٹے اور جانشین کمبائی سیز دوم (Cambyses II) نے 530 ق م میں تخت حکومت سنبھالا۔تخت نشینی کے فوراً بعد اس نے مصر اور یونان کی فتح کا بیڑا اٹھایا۔اہل یونان سے اپنی برتری تسلیم کروانے کے بعد اس نے مصر کا رخ کیا۔مصر کی فتح میں وہ کامیاب رہا لیکن اس کے فوراً بعد دارالحکومت میں باردیا نامی شخص کی بغاوت کا سن کر اس کا ذہنی توازن بگڑ گیا اور اسی عالم میں وہ 522 ق م میں گھٹنے پر ایک زخم کی وجہ سے مر گیا۔

10.3.3 دارااول (Darius I):

کمبائی سیز کی موت کے بعد کچھ عرصے تک باردیا نامی شخص تخت حکومت پر بیٹھا یہاں تک کہ دارااول (Darius I) نے اسے شکست دے کر اپنی حکمرانی قائم کی۔دارااول نے 522 سے 486 ق م تک حکومت کی۔وہ سائرس کی نسل سے نہیں تھا، بلکہ اس کے ایک بھائی اور فارس کے حکمراں ارسامش کا بیٹا تھا۔دارااول کے پرسی پولس (Persepolis) کتبے اور نقش رستم میں اس کی قبر کے کتبے کے مطابق اس نے سندھ کے کچھ علاقوں پر قبضہ کر لیا تھا کیوں کہ اہل سندھ کو اس کی رعایا میں شامل ظاہر کیا گیا ہے۔یہ فتح غالباً 518 ق م کے بعد عمل میں آئی کیونکہ اسی سال کے بہستون کتبے میں فارسی سلطنت کے علاقوں میں سندھ کا ذکر نہیں ہے۔

ہیروڈوٹس (Herodotus) بتاتا ہے کہ دارا نے کس طرح اپنے مقصد میں کامیابی حاصل کرنے کی کوشش کی۔517 ق م کے کچھ عرصے بعد دارا نے کورنتھ (Corinth) کے باشندے اسکائی لیکس (Skylax) کی سرکردگی میں ایک بحری مہم روانہ کی۔اس مہم کا مقصد یہ تھا کہ کسی ایسے راستے کی کھوج کی جا سکے جو دریائے سندھ کے دہانے سے فارس (جنوبی ایران) کو جاتا ہو۔اسکائی لیکس نے ایک کشتی کے ذریعے دریائے سندھ کے بہاؤ کے رخ کے ساتھ ساتھ سفر کیا۔اپنی دریائی مہم کے دوران اس نے مقامات کے نام، رہنے والے قبائل اور موسمی تغیرات وغیرہ جیسی کافی اہم معلومات حاصل کی، جس کا استعمال دارا نے اپنے حملوں کے دوران کیا۔ہیروڈوٹس کے مطابق ہندوستان کا

مفتوحہ علاقہ فارسی سلطنت کا بیسواں صوبہ (شترپ) تھا، جس سے 360 ٹالنٹ (یونانی سونے کا سکہ، تقریباً دس کروڑ روپے) سالانہ حاصل ہوتے تھے۔ ظاہر ہے کہ اس زمانے میں یہ علاقہ کافی ہرا بھرا اور زرخیز تھا۔

10.3.4 زرکسیز (Xerxes):

دارا اول کے بعد اس کا جانشینی زرکسیز کو ملی جس نے 486 سے 465 ق م تک حکومت کی۔ اس کی حکومت کے دوران یونان اور فارس کی جنگیں مسلسل ہوتی رہیں، جن کی تفصیل ہمیں تھیوسی ڈائڈس (Thucydides) کی تصنیف میں ملتی ہیں۔ ان بیانات کے مطابق تھرماپولی (Thermopylae) کی جنگ میں یونان پر حملہ کرنے والی فارسی فوج میں ہندوستانی سپاہی شامل تھے۔ یہ لوگ سوتی کپڑے پہنتے اور بید کے تیر کمان استعمال کرتے تھے۔ اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ہندوستان کے شمال مغربی علاقوں پر فارسی اقتدار بدستور قائم رہا۔ دارا سوم کی اس فوج میں جس نے سکندر کا مقابلہ کیا، ہندوستانی امدادی دستے موجود تھے۔

10.4 مقدونی حملے (Macedonian Invasions)

10.4.1 سکندر کی تخت نشینی (Alexander's Accession to the Throne)

تخت نشینی کے وقت سکندر کی عمر 20 سال تھی۔ اس کی جانشینی میں کوئی رکاوٹ نہیں آئی کیونکہ وہ تخت کا اکلوتا وارث تھا اور مقدونیہ کی حکمرانی کا کوئی اور خاص دعوے دار نہیں تھا۔ پھر بھی سکندر نے ایسے تمام لوگوں کو مروا ڈالا جو کسی بھی طرح اسے نقصان پہنچا سکتے تھے۔ یہاں تک کہ اپنی ماں کے اکسانے پر اس نے اپنی شیر خوار سوتیلی بہن کو بھی قتل کر دیا۔

سکندر کو ارسطو جیسے استاد کی شاگردی نصیب ہوئی جو اس زمانے کا قابل ترین دانشور تھا۔ اس کے باپ 'فلپ' نے اپنے بیٹے کی جسمانی تربیت پر بھی خاص توجہ دی تھی اور اس کے لیے اسے محلوں سے دور یونانی مدرسے میں تعلیم و تربیت کے لیے رکھا گیا۔ یہاں سکندر نے جنگی مشق، گھڑ سواری، نیزہ اور تلوار بازی میں نام پیدا کیا۔ اس کے ساتھ ہی ارسطو اسے ذہنی تربیت بھی دیتا رہا۔

اپنی حکومت کے ابتدائی دنوں میں سکندر نے یونان کے اہم ترین شہر ایتھینز (Athens) کے ساتھ ساتھ دیگر یونانی ریاستوں کو اپنے ماتحت بنایا۔ اس کے باپ کے ذریعے تیار کردہ فوج اس کے بے حد کام آئی اور وہ بلا کسی خاص دشواری کے سب کو اپنے ماتحت لانے میں کامیاب رہا۔ اس کام میں اسے تقریباً 2 سال لگ گئے۔ کچھ علاقے تلوار کے زور پر اور کچھ مقابلہ کیے بغیر ہی اس کے قبضے میں آ گئے۔ اب وہ بے خوف ہو کر اپنی مشرقی مہم پر روانہ ہو سکتا تھا۔

10.4.2 مشرقی مہم (Eastern Expedition)

مشرق کی طرف بڑھتے ہوئے سکندر کا پہلا ٹکراؤ لازمی طور پر فارسی سلطنت سے ہوا۔ اس وقت فارسی سلطنت پر ہخامنشی خاندان (Achaemenid Empire) کے حکمراں دارا سوم (Darius III) کی حکومت تھی، جو کہ فوجی امور میں ناتجربہ کار اور

آرام طلب حکمراں تھا۔ سکندر نے 331 ق م میں گوگ میلا (Gaugamela) اور اربیلا (Arbela) کی جنگوں میں دارا کو شکست اور 330 ق م میں فارسی سلطنت کی راجدھانی پرسی پولس (Persepolis) کے عالی شان محل کو سکندر کی فوجوں نے آگ کے حوالے کر دیا۔ اس طرح ہخامنشی خاندان کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔ عظیم فارسی سلطنت کی فتح سے سکندر کے دائرہ اقتدار میں بے حد اضافہ ہو گیا اور ہخامنشی خاندان کے ماتحت تمام حکمراں سکندر کے باجگذار بن گئے۔ فارسی سلطنت کے بہت سے فوجی جو پہلے دارا کی فوج میں تنخواہ پر کام کرتے تھے، اب سکندر کی فوج میں شامل ہو گئے۔ فلسطین اور مصر کی فتح کے بعد سکندر آدھی دنیا کا حکمراں بن چکا تھا اور خود کو عظیم یونانی دیوتا زیوس کا بیٹا تصور کرنے لگا تھا۔

10.5 سکندر کی ہندوستانی مہم (Alexander's Indian Campaign)

اس کے بعد سکندر نے ہندوستان فتح کرنے کی دیرینہ آرزو کو پورا کرنے کے منصوبے بنانے شروع کر دیے۔ سب سے پہلے اس نے راستے میں پڑنے والے تمام علاقوں کو فتح کرنے کا فیصلہ کیا تاکہ راجدھانی سے رسل و رسائل کا سلسلہ قائم رہ سکے۔ اس نے سب سے پہلے سیستان یعنی جنوبی ایران فتح کیا۔ اس کے بعد جنوبی افغانستان کی طرف توجہ دی۔ جنوبی افغانستان میں ایک مقام پر جہاں کئی شاہراہیں آکر ملتی تھیں، سکندر نے سکندریہ نامی ایک شہر کی بنیاد رکھی جو بعد میں گندھار یا قندھار کے نام سے مشہور ہوا۔ اگلے سال وہ اپنے لشکر کے ساتھ وادیٔ کابل میں داخل ہوا لیکن ہندوستان کی طرف بڑھنے سے پہلے اسے بیکٹریا اور اس سے متصل علاقوں کو فتح کرنا پڑا جن پر ایک فارسی شہزادے کی حکومت تھی۔ راستے کی رکاوٹیں دور کرنے کے بعد تقریباً دس دنوں میں کوہ ہندوکش کا دشوار گذار پہاڑی سلسلہ عبور کیا گیا۔ اس کے بعد سکندر کا لشکر ہندوکش پہاڑ کے نیچے قندھار کی بیرونی چوکی تک پہنچا اور وہاں سے قندھار اور دریائے کابل کے درمیان ایک مقام پر پہنچا جسے بعد میں نیقیا (فتح) کے نام سے آباد کیا گیا۔ ٹکشلا کے حکمراں امبھی نے سکندر کی اطاعت قبول کر لی اور اس کے آئندہ سفر میں مکمل تعاون کیا جس کے بدلے میں سکندر نے اسے بے شمار قیمتی تحائف اور وسیع علاقے پر حکمرانی کا اختیار دیا۔ امبھی کی مدد کے بعد سکندر کو اس بات کا حوصلہ ہوا کہ وہ اپنی فوج کو دو حصوں میں تقسیم کر دے۔ ایک حصے کو اپنے دو معتمد سالاروں ہفیسشن (Hephaestion) اور پرڈِکاس (Perdiccas) کے حوالے کیا اور انہیں اس ہدایت کے ساتھ آگے بڑھنے کا حکم دیا کہ دریائے سندھ پر پُل تعمیر کریں تاکہ لشکر بآسانی دریا پار کر سکے۔ دوسرا حصہ جنگجو اور سرکش قبائل کے مقابلے کے لیے اپنی کمان میں رکھا۔

10.5.1 اسپ سیوئی (Aspasioi)

27/326 ق م کے موسم بہار میں سکندر نے دریائے کنار (Kunar) کی وادیوں میں رہنے والے اسپ سیوئی قبائل کے خلاف کوچ کیا جنہوں اس کی اطاعت قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ ایرین (Arrian) کے بیان کے مطابق ان قبائل سے مقابلہ سخت ہوا کیونکہ اس کے سپاہی تمام قبیلوں میں سب سے زیادہ طاقت ور تھے اور زمین بھی اونچی نیچی تھی۔ اس مقابلے میں سکندر کی فوج کو 40000 ہل اور 230000 بیل مال غنیمت کے طور پر حاصل ہوئے جن میں سے بہترین بیلوں کو زراعت میں استعمال کے لیے مقدونیہ بھیج دیا گیا۔

10.5.2 نیسا (Nisa)

سکندر کا اگلا حملہ نیسا کی پہاڑی ریاست پر ہوا جو پنج کورا ندی کی وادی کی نشیب میں واقع تھی۔اس پر بزرگوں کی ایک جماعت حکومت کرتی تھی جس کے 300رکن تھے اور ان کا سردار اکوخس تھا۔ یہاں کے لوگوں نے رضامندی سے سکندر کی اطاعت قبول کرلی اور 300سواروں پر مشتمل ایک فوجی دستہ اس کے حوالے کر دیا۔ یہ اپنا سلسلہ ڈیو نیسس دیوتا سے ملاتے تھے اور خود کو یونانی اصل کا تصور کرتے تھے۔ موقعے کا فائدہ اٹھاتے ہوئے سکندر نے اپنی تھکی ماندی فوج کو اپنے دور دراز کے مفروضہ بھائیوں کے ساتھ چند دن آرام کرنے اور یونانی انداز میں جشن منانے کا حکم دے دیا۔

10.5.3 اسکنوئی کی شکست (Defeat of Askinoi)

چند روز آرام کے بعد سکندر نے پیش قدمی جاری کی اور راہ میں حائل ہونے والے اسکنوئی قبیلے کو شکست دی جنھوں نے یونانی مورخین کے مطابق 20000سواروں 30000پیادوں اور 30ہاتھیوں کے ساتھ سکندر کا مقابلہ کیا۔ حالانکہ یہ تعداد مبالغہ آمیز لگتی ہے اور یونانی فوج کی بہادری ثابت کرنے کے لیے گڑھی گئی ہے۔اسکنوئی قبیلے کے مضبوط ترین مقام مساگا(Masssaga)کا محاصرہ بے حد دشوار ثابت ہوا، کیونکہ مشرق میں ایک زبردست پہاڑی جھرنا اس کی حفاظت کرتا تھا، جس کے کنارے ڈھلواں تھے اور جنوب اور مغرب میں قدرت نے پہاڑوں کی عظیم دیوار کھڑی کر رکھی تھی، جس کی ترائی میں دلدلیں اور گہرے غار تھے۔اس قدرتی قلعہ بندی میں ایک گہری خندق اور ایک چوڑی دیوار نے اضافہ کر دیا تھا۔ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس قلعے کے محاصرے نے بہت جان اور خون کی قربانی لی تھی اور قریب تھا کہ سکندر کی فوج کی پیر اکھڑ جاتے لیکن عین میدان جنگ میں قبیلے کے سردار اساکنوز کی اچانک تیر لگنے سے موت ہوگئی اور محصورین کے پیر اکھڑ گئے۔اس کی بیوی کلیوفس(Cleophis)نے اب مقابلے کو بیکار سمجھتے ہوئے ہتھیار ڈال دیے اور اپنے آپ کو سکندر کے حوالے کر دیا۔

یونانی روایتوں کے مطابق اس کی سکندر سے شادی کے نتیجے میں ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام باپ کے نام پر سکندر رکھا گیا۔ ہندوستان کے تقریباً 7000فوجیوں نے مساگا کی حفاظت میں جس بہادری کا مظاہرہ کیا وہ قابل ذکر ہے۔ ہمیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ سکندر نے اس شرط پر کہ وہ شہر خالی کر دیں ان کی جان کی حفاظت کی ذمے داری لے لی، لیکن جیسے ہی وہ شہر چھوڑ کر کچھ فاصلے پر پہنچے تو سکندر کی فوج نے اچانک ان پر حملہ کر دیا۔ڈیوڈورس(Diodorus)لکھتا ہے کہ پہلے انہوں نے بلند آواز سے احتجاج کیا کہ معاہدے کے خلاف ان پر حملہ کیا جا رہا ہے اور انہوں نے ان دیوتاؤں کا واسطہ دیا جن کا نام لے کر سکندر نے جھوٹی قسمیں کھائیں اور دیوتاؤں کو شرمسار کیا۔اس پر سکندر نے ترکی بہ ترکی جواب دیتے ہوئے کہا کہ وہ اپنے عہد کی رو سے صرف اس بات کا پابند تھا کہ وہ انہیں پرامن طور پر شہر سے باہر جانے دے اور یہ بہر حال ان کے اور مقدونیہ والوں کے بیچ مستقل صلح نامہ نہیں تھا۔اس غیر متوقع حملے سے خوف زدہ ہوئے بغیر اسکنوئی والوں نے جم کر دشمن کا مقابلہ کیا۔ان کی دلیری اور جرأت نے مقدونیہ والوں کو حیرت میں ڈال دیا۔ گھمسان کا رن پڑا۔جب ان کے بہت سے آدمی مارے گئے یا شدید طور پر زخمی ہو گئے تو عورتوں نے ہتھیار سنبھال لیے اور مردوں کے ساتھ مردانگی سے جنگ کی۔آخر کار وہ اپنے طاقت ور دشمن سے

مغلوب ہو گئے اور ڈیوڈورس کے لفظوں میں ذلت کی زندگی سے عزت کی موت کو ترجیح دی۔اس حادثے سے سکندر جیسے فاتح کی شہرت داغدار ہوتی ہے اور اس کی بدعہدی ظاہر ہوتی ہے،بقول پلوٹارک ''یہ واقعہ سکندر کی فوجی عظمت پر ایک بدنما داغ بن کر رہے گا۔''

مساگا کی شکست کے بعد سکندر نے مزید پیش قدمی کی اور چند مہینوں کی جنگ کے بعد اورا، بربرا،اورنس،پیوکلاؤٹس،(پشکراوتی یا موجودہ چارسدہ)،امبولی اور ڈیرٹا جیسے اسٹرٹیجک اہمیت کے تمام شہر فتح کر لیے۔

10.6 شمال مغربی ہندوستان کی صورت حال (Situation in North-West India)

اس طرح تمام سرحدی علاقوں کو تسخیر کرنے اور ان مقامات پر انتظام وانصرام کے کچھ فوجی چھوڑنے کے بعد سکندر بڑی تیزی سے آگے بڑھا۔حالات نے بھی اس کا ساتھ دیا کیونکہ پنجاب اور سندھ نااتفاقی اور آپسی جھگڑوں میں الجھے ہوئے تھے اور چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں منقسم تھے۔ان میں سے کچھ ریاستیں اشرافی یا چند سری تھیں تو دوسری شخصی حکمرانی کے ماتحت تھیں۔یہ آپس میں بھی لڑتی جھگڑتی رہتی تھیں اور کئی مرتبہ بیرونی حملوں کے وقت اپنی حفاظت یا پڑوسی ریاست کا مقابلہ کرنے کے لیے بیرونی حملہ آوروں سے ساز باز کر لیتی تھیں۔مثلاً تکشیلا(Takshila)کے راجا امبھی نے اطاعت قبول کر کے سکندر کی آئندہ فتوحات کی راہ ہموار کی اور پرڈکاس نامی سالار کی فوج کو دریائے سندھ پر پل بنانے اور راہ میں پڑنے والے قبیلوں جیسے استئیس یا ہشٹی کو زیر کرنے میں بھرپور مدد کی۔

10.6.1 تکشلا اور امبھی (Taxila and Ambhi)

326ق م کے بہار کے موسم میں سکندر نے روایتی طور پر قربانی پیش کرنے اور فوج کو مناسب آرام دینے کے بعد ''اوہند''اٹک سے کچھ دور شمال میں) کے قریب اطمینان اور سکون سے دریائے سندھ عبور کر لیا۔تکشیلا میں تکسیلیس کے بیٹے اوم فس (ہندوستانی زبان میں امبھی) نے سکندر کا خیر مقدم کیا اور اچھی نسل کے بیل اور بھیڑیں اور چاندی سمیت بیش قیمتی تحفے اس کی خدمت میں پیش کیے۔سکندر اس رویے سے بے حد خوش ہوا اور اس نے اپنی طرف سے تحفے شامل کر کے وہ تحفے اسے واپس کر دیے۔اس طرح اس نے نہ صرف تکشلا کے راجا کی وفاداری حاصل کی بلکہ اس سے 500 مقامی سپاہیوں کا ایک دستہ بھی حاصل کر لیا۔اوم فس کی طرح ابھی سازیر،ڈاکساریز نے بھی مقابلے کی ہمت نہ پاتے ہوئے صلح کا راستہ اپنایا۔

10.6.2 پورس (Porus)

سکندر نے دریائے ہائیڈاس پیز (جہلم) کی دوسری طرف کے راجا پورس (Porus) کو اطاعت قبول کرنے کا پیغام دیا۔لیکن پورس نے اس پیغام کو نامنظور کرتے ہوئے جنگ کرنے کا فیصلہ کیا۔سکندر نے اپنے 11000 منتخب سپاہیوں کے ہمراہ اپنے کیمپ سے چند میل دور ایک تنگ موڑ پر دریا عبور کر لیا۔اپنی نقل و حرکت پر پردہ ڈالنے اور دشمن کو فریب دینے کے لیے فوج کا ایک بڑا حصہ '' کرائی ٹراس ''کی قیادت میں کیمپ میں ہی چھوڑا اور دوسرا'' ملیگر ''کی قیادت میں کیمپ اور اس مقام کے درمیان میں تعینات کیا جہاں سے اس نے دریا پار کیا

تھا۔

سکندر کا ہندوستان پر حملہ، بشکریہ وکیپیڈیا

کوہ مور کے قریب نیسا کے مقام پر دونوں فوجیں آپس میں مل گئیں اور انہوں نے اٹک کے قریب دریائے سندھ کو عبور کیا۔ اس کے بعد دریائے جہلم کے قریب اس کا سامنا ہندوستانی راجا پورس سے ہوا۔ سکندر کو معلوم تھا کہ وہ پورس کا مقابلہ اس طرح سے نہیں کر سکتا جس طرح اس نے دارا کا مقابلہ کیا تھا یعنی وہ سامنے سے حملہ نہیں کر سکتا تھا۔ راجا پورس کی بہادری کے قصے اس نے سن رکھے تھے

اس لیے اس نے ایک جنگی چال چلی۔ اس نے ایک جرنیل کی قیادت میں اپنی فوج کا کچھ حصہ پورس کے سامنے کر دیا اور باقی فوج لے کر ایک اور مقام کی طرف چل پڑا۔ اس سے پورس یہی خیال کرتا کہ مقدونوی فوج کے وہی مٹھی بھر سپاہی ہیں جو اس کے سامنے ہیں لیکن اس کی بے خبری کا فائدہ اٹھا کر سکندر ایک طرف سے حملہ کر دیتا۔

پورس کو سکندر کی موجودگی کا اس وقت تک علم نہ ہوا جب تک وہ دریا پار نہیں کر چکا تھا۔ جب پورس کو معلوم ہوا کہ اس کی مزاحمت کی کوششیں ناکام ہو چکی ہیں اور سکندر نے مشرق کی جانب فوجوں کو اتار دیا ہے تو اس نے اپنے بیٹے کو 2000 سپاہیوں اور 120 رتھوں کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کرنے کے لیے بھیجا۔ اس لڑائی کا نتیجہ یہ ہوا کہ پورس کا بیٹا مارا گیا اور اب سکندر کے سامنے میدان بالکل صاف ہو گیا۔ اس نے اسی وقت پورس کی فوج پر ہلہ بول دیا۔

ایرانیوں کے برعکس پورس بہت بہادری سے لڑا۔ اس کے لشکر میں 180 ہاتھی بھی شامل تھے۔ انہی سے مقدونوی فوج کو زیادہ خطرہ تھا۔ کیوں کہ ہاتھیوں کو دیکھ کر گھوڑے ہیبت زدہ ہو جاتے تھے۔ اس مصیبت کا علاج سکندر نے یوں کیا کہ جوں ہی ہاتھی حملہ آور ہوئے اس نے اپنے نیزہ بردار سواروں کو دو قطاروں میں بانٹ دیا، ایک ہاتھیوں کے بائیں اور دوسری دائیں طرف۔ یہ سوار ہاتھیوں کو دھکیلتے ہوئے ایک تنگ سی گھاٹی میں لے آئے۔ یہاں آ کر ہاتھی بدک گئے اور خود اپنی فوج کے لیے مصیبت بن گئے۔ اس معرکے میں پورس کے بیس ہزار آدمی اور سو ہاتھی مارے گئے لیکن اس سب کے باوجود پورس نے ہمت نہ ہاری اور مسلسل لڑتا رہا۔ اس نے اس وقت تک ہار نہ مانی جب تک اس کا جسم زخموں سے چور ہو کر بالکل نڈھال نہیں ہو گیا۔

پورس کو گرفتار کر کے اسی روز سکندر کے سامنے پیش کیا گیا۔ سکندر کی یہ عادت تھی کہ دشمن کا جو بھی آدمی گرفتار ہو کر آتا اسے اپنی صفائی میں کچھ کہنے کا موقع ضرور دیتا تھا۔

سکندر میدان جنگ میں پورس کی بہادری سے تو پہلے ہی متاثر تھا، اب اس کی گفتگو نے بھی اسے کم متاثر نہیں کیا اور بہادروں کو موت کے گھاٹ اتار دینا اسے بالکل پسند نہیں تھا۔ اس نے پورس کو معاف کر دیا اور اس کا تمام علاقہ بھی واپس کر دیا۔ اس کے جواب میں راجا بھی اس کا دوست بن گیا۔

10.6.3 فتح ملتان (Conquest of Multan)

سکندر نے اپنی فوج کو آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ انہیں دولت کا لالچ دیا اور زرخیز زمینوں پر قبضے کی امید دلائی۔ یہ فوج ملتان کی طرف بڑھی یہاں ملوئی قوم آباد تھی جن کی شجاعت اور بہادری کی داستانیں پھیلی ہوئی تھیں۔ جب سکندری افواج ملتان پر حملہ آور ہوئیں تو اس قوم نے ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ اس مہم کے دوران سکندر کی کمر میں تیر لگا جو ریڑھ کی ہڈی میں پیوست ہو گیا۔ حکماء کی کوششوں کے باوجود یہ تیر نہ نکل سکا اس پر انہوں نے تیر کا کچھ حصہ کاٹ دیا تا کہ سکندر جنگ جاری رکھ سکے۔ تاہم کچھ دنوں بعد ملتان فتح ہو گیا۔ یہاں یونانی فوج نے اپنے راجا کے زخمی ہونے کا بھیانک انتقام لیا اور شہر میں کسی کو زندہ نہ چھوڑا۔ یوں سکندر نے ملتان کو بھی فتح کر لیا۔

10.6.4 سکندر کی فوج کا آگے بڑھنے سے انکار (Refusal of Alexander's Army to Advance Further)

سچ بات تو یہ ہے کہ پچھلے کئی برسوں کی مسلسل جنگوں نے انہیں سخت تھکا دیا تھا اور اب ان میں مزید مہمات پر جانے کی بالکل ہمت نہیں رہی تھی۔ فتح ملتان کے بعد سکندر کی فوج نے آگے بڑھنے سے مکمل انکار کر دیا۔ سکندر کی تقریریں بے اثر ہو گئیں اور انہوں نے واپسی کا نعرہ لگایا۔ مؤرخین اس کی دو وجوہات بیان کرتے ہیں: پہلی وجہ یہ تھی کہ ہر سپاہی مال غنیمت سے بھرے ہوئے اونٹوں کا مالک بن چکا تھا اور اب وہ اس دولت سے عیاشی کی زندگی گزارنا چاہتا تھا۔ وہ میدان کی مصیبتوں اور قتل و غارت سے بچنا چاہتا تھا۔ دوسری بڑی وجہ یہ تھی سکندر کے جاسوسوں نے اطلاع دی تھی کہ دریائے بیاس کے کنارے آباد قبائل کے طاقتور اور جنگجو سپاہی اسلحہ سے لیس ہو کر جنگ کے لیے مستعد ہیں۔ یہ خبریں سن کر سکندر کی فوج بددل ہو گئی انہیں پورس اور ملتان کے جنگجوؤں نے ہلا کے رکھ دیا تھا اس لیے وہ وطن واپسی کا سوچنے لگا۔ تیسری اور سب سے اہم وجہ ہندوستان کی شدید گرمی تھی جو ٹھنڈے ملک سے آنے والے حملہ آوروں کے لیے ناقابل برداشت تھی۔ اس سے قبل وہ جن ممالک اور ریاستوں پر قبضہ کر چکے تھے ان کی افواج میں علاقائی محبت اور جذبے کی کمی تھی اور سپہ سالار کے مرتے ہی وہ آسانی سے میدان چھوڑ دیتی تھیں۔ ہندوستانی ریاستوں کے فوجی اپنی ریاست اور قبیلے کے لیے جی جان سے لڑتے تھے اور لڑتے ہوئے ہی مر جاتے تھے۔ ان کی بہادری کے بارے میں یونانیوں کو کئی جنگوں میں تجربہ ہو چکا تھا۔ ساتھ ہی مگدھ کی طاقتور نند حکومت کے بارے میں انہیں خبر لگ چکی تھی اور وہ آگے بڑھ کر لڑنے کے لیے تیار نہیں تھے۔ سکندر نے انتہائی سمجھ بوجھ کا ثبوت دیتے ہوئے وہی کیا جو اس کے سپاہی چاہتے تھے۔ ہندوستان کو فتح کرنے کی اپنی تمام تر خواہش کے باوجود وہ ان کی بات مان گیا اور یہیں سے اس نے واپسی کا فیصلہ کیا لیکن اس عظیم سپہ سالار کی قسمت میں کچھ اور ہی لکھا تھا۔ وہ چاہتا تو یہی تھا کہ اپنے سر پر آدھی دنیا کی فتح کا تاج سجائے اپنے آبائی شہر مقدونیہ میں داخل ہو لیکن ابھی وہ "بابل" ہی میں تھا کہ ایسا بیمار ہوا کہ دوبارہ صحت یاب نہ ہو سکا اور وہیں اس نے موت کو گلے لگا لیا۔

10.6.5 سکندر کی موت (Death of Alexander)

سکندر نے 33 سال عمر پائی۔ وہ 356 ق م میں پیدا ہوا اور اس کا انتقال 323 ق م میں ہوا۔ اس کی موت کی کئی وجوہات بتائی جاتی ہیں: پہلی وجہ یہ ہے کہ اسے زہر دیا گیا۔ یہ زہر اسے ایرانی شہزادی رخسانہ نے دیا تھا۔

- پہلی روایت کے مطابق سکندر اعظم نے ایران کی فتح کے بعد دارا کے خاندان سے تعلق رکھنے والی ایک شہزادی سے شادی کر لی اور اس پر عنایات کی بارش کر دی مگر شہزادی نے اپنے خاندان کی تباہی و بربادی اور قتل و غارت کو فراموش نہیں کیا اور موقع ملتے ہی سکندر کو زہر دے دیا جس سے اس کی موت واقع ہو گئی۔
- دوسری روایت کے مطابق سکندر نے بابل شہر پہنچ کر جشن فتح منایا ساری رات شراب کا دور چلتا رہا یہ شدید سرد رات تھی سکندر کو بخار لاحق ہوا جو بعد میں نمونیہ (Pneumonia) میں بدل گیا جس سے سکندر کی موت واقع ہو گئی۔
- تیسری روایت یہ ہے کہ ساری دنیا کو فتح کرنے کا خواب پورا نہ ہوا تو سکندر نے کثرت سے شراب نوشی شروع کر دی جس سے اس کی صحت برباد ہو گئی۔ آخری ایام میں اس کا ذہنی توازن بھی بگڑ گیا، کثرت مئی نوشی نے اس کی جان لے لی۔ اس نے لگ بھگ آدھی دنیا

تواس نے اس جوانی ہی میں فتح کرلی۔ کہتے ہیں اگر وہ تھوڑی مدت اور زندہ رہ لیتا تو کوئی وجہ نہیں تھی کہ پوری دنیا کا فاتح نہ بن جاتا۔

10.7 حملوں اور تعلقات کے نتائج (Effects of Invasions and Contacts)

10.7.1 ایرانی اثرات (Iranian Influences)

بی۔ایس۔اپادھیائے کے مطابق ہند ایرانی تعلقات کی بنیاد ہڑپہ تہذیب کے زمانے سے ہی پڑ چکی تھی جب اس کی مہریں ایلم کے دوسری ماقبل سیلاب تہذیب(Prediluvian Culture)میں اور 'ار' اور 'کش' میں بھی پائی گئیں۔ہند یورپی آریاؤں کی ہند ایرانی شاخ اور ہندوستانی شاخ کافی دنوں تک یا تو دریائے دجلہ کے بالائی حصے میں یا پھر میسوپاٹامیہ میں کافی دنوں تک ساتھ ساتھ رہی تھیں۔ ایک جگہ ساتھ رہنے کی یہ یادداشت اس وقت بھی باقی تھی جب آریائی اقوام 'سپت سندھو'' علاقے میں جابسیں۔رگوید میں 'پر تھوس' یعنی پارتھی اور 'پرسوس' یعنی فارسی کا ذکر بقول ہیل برانڈاس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ'' رگوید کا یہ حصہ ایران میں پہلے ہی مدون ہو چکا تھا۔'' گزرتے زمانے کے ساتھ لوگ ایک دوسرے سے الگ ہو گئے جن کو پھر ایک بار ہخامنشی سلطنت نے متحد کیا۔چنانچہ گندھار،پنجاب اور سندھ دارا کی فارسی سلطنت کا حصہ تھے۔اس کے پرسی پولس اور نقش رستم کے کتبے سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ شترپ (صوبہ) سالانہ 360 ٹالنت کے وزن کے برابر سنہری دھول جس کی قیمت تقریباً ایک ملین پاؤنڈ اسٹرلنگ (1.5 کروڑ روپے) ہوتی تھی، فراہم کرتا تھا۔اپنے اسی کتبے میں دارا نے پہلی مرتبہ 'ہندوی' لفظ کا استعمال ہندوستان اور ہندوستان کے لوگوں کے طور پر کیا، جس کو بعد میں، ہندوستانی ادب میں اپنا لیا گیا اور ہندی اور ہندو کی شکل میں عام طور پر استعمال کیا گیا۔

فن تعمیر کے میدان میں کچھ مورخین کے مطابق کمہرار کے مقام پر پائے گئے موریائی محل کے باقیات سے ایک دس ستونوں والے محل کا پتہ چلتا ہے جس کی تصدیق بیرونی یونانی مورخین نے بھی کی ہے۔یہ ستونوں کا تصور غالباً پرسی پولس میں ایرانی محل سے لیا گیا ہوگا۔علاوہ ازیں ستونوں پر لکھائی یا کتبہ کندہ کرنے کی جو روایت ایران میں تھی وہ ہمیں اشوک کے کتباتی ستونوں کے طور پر نظر آتی ہے۔انتظامی میدان میں ایک وسیع سلطنت کو صوبوں میں تقسیم کرنے کا رواج ایران میں تھا، جہاں صوبوں کو شترپ کہا جاتا تھا۔موریہ سلطنت میں پہلی مرتبہ ساری سلطنت کو چار صوبوں میں تقسیم کیا گیا، اجین، ٹیکسلا، کلنگ اور سورناگیری۔

ثقافتی میدان میں ہم پہلی مرتبہ آرامی رسم الخط (Aramaic Script) کا استعمال اشوک کے شمال مغربی کتبوں میں دیکھتے ہیں۔یقیناً ایرانی حملہ آوروں نے ہندوستان میں آرامی رسم الخط رائج کیا، جس نے ہندوستانی ماحول میں ڈھل کر کھروشٹی طرز تحریر کی بنیاد رکھی جو عربی کی طرح دائیں سے بائیں لکھی جاتی تھی۔۔ بعض مورخین نے چندر گپت موریہ کے دربار میں بھی فارسی اثرات کی نشاندہی کی ہے۔اشوک کے عہد میں بعض مروجہ الفاظ اور اس کے کتبوں کے ابتدائی اجزا خاص کر 'ٹال' کی شکل کے حروف فارسی اثرات کا نتیجہ بتائے جاتے ہیں۔

دونوں ملکوں کا یہ سیاسی تعلق باہمی طور پر مفید ثابت ہوا۔ہندوستانی فوجی اور ہاتھی فارس کی کامیابی میں اہم کردار ادا کرتے تھے۔خیالات کے لین دین کے علاوہ اس سے تجارت کی ترقی اور متعدد ہندوستانی اشیا کی معلومات دوسرے ملکوں میں پہنچی۔علاوہ ازیں ایک

متحدہ مملکت کا تصور بھی ہندوستانیوں کے ذہن میں پیدا ہوا۔آگے چل کر انہوں نے اس کے لیے کوششیں بھی شروع کر دیں۔

10.7.2 یونانی اثرات (Greek Influences)

ایران سے تو ہندوستان کا تعلق قدیم دور سے تھا مگر یونان سے تعلق سکندر کے حملے کے بعد ہی قائم ہو سکا۔ سکندر کا حملہ اچانک اور تیز رفتار تھا۔ایرانیوں کے ذریعے خالی کی جگہ کو یونانیوں نے پر کیا۔ نتیجتاً یونان اور ہندوستان ایک دوسرے کے پڑوسی بن گئے۔

سکندر کے تیز رفتار حملوں نے شمال مغربی ہند میں ایک سیاسی خلا پیدا کر دیا۔اس نے متعدد جنگجو قبائل کا خاتمہ کر کے چندر گپت کے لیے ان علاقوں کی فتح کو آسان بنا دیا۔ فوجی نظم وضبط اور مرکزی نظام حکومت کی جو روایت سکندر نے چھوڑی اسے بعض مورخین کے مطابق چندر گپت موریہ نے اپنی انتظامیہ کی تشکیل میں مد نظر رکھا۔ سکندر کے مشرقی صوبوں کے سپہ سالار سیلیوکس(Seleucus) نے بعد میں چندر گپت موریہ سے سیاسی تعلقات اپنائے اور اپنا سفیر اس کے دربار میں بھیجا۔اس کے سفیر میگا ستھنیز نے 'انڈکا' کے نام سے اپنی تصنیف چھوڑی ہے جس میں موریہ سماج اور سیاست کے بارے میں اہم معلومات دی گئی ہے۔

سکندر کے حملے کے بعد کچھ یونانی اسی علاقوں میں بس گئے۔انہوں نے اپنی حکومتیں قائم کیں اور ہندوستانیوں سے شادی بیاہ کے تعلقات قائم کیے۔ وقت کے ساتھ موریہ حکومت کے خاتمے کے بعد کچھ یونانیوں نے یہاں اپنی ریاستیں قائم کیں اور وہ ہند یونانی کہلائے۔ ان ہند یونانیوں نے ہندوستانی ثقافت پر اہم اثرات مرتب کیے، جس کا اثر فن تعمیر اور مجسمہ سازی میں نظر آتا ہے۔انہوں نے گوتم بدھ کے مجسمے یونانی انداز میں بنائے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستانی رہن سہن میں یونانی اثرات قبول کرنے لگے تھے۔اشوک کے شمال مغربی کتبے دوزبانی یعنی براہمی رسم الخط میں پراکرت اور آرامی رسم الخط میں خروشٹی یا یونانی زبان مین کندہ کیے گئے۔ان دوزبان والے کتبوں کی مدد سے اشوک کے کتبوں کو حل کیا جا سکا۔

فن اور علوم کے میدان میں یہ لین دین یک طرفہ نہیں تھا۔ایرانیوں اور یونانیوں نے یہاں کے مذہبی اور روحانی خیالات کو اپنایا۔ انہوں نے ہندوستانی مذاہب کی سرپرستی بھی کی۔ علم طب اور فلسفے کے میدان میں وہ ہندوستان سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکے۔اس کے علاوہ یونانی مورخین متعدد ہندوستانی اشیا سے بہت متاثر ہوئے اور آگے چل کر مغربی دنیا میں ہندوستانی اشیا کی طلب میں بے تحاشا اضافہ ہوا۔اسکندریہ میں ایک آئندہ زمانے میں ایک ہندوستانی بستی کا ہونا اس بات کی نشان دہی کرتا ہے کہ ہندوستانی بھی تجارت یا دوسری غرض سے دوسرے ملکوں میں جانے لگے تھے۔

10.8 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

قدیم ہندوستان میں چھٹی صدی قبل مسیح میں وادی گنگا میں شہروں کے ابھرنے کے آثار ملتے ہیں۔ شہر کاری کے ساتھ تجارت میں اضافہ ہوا اور نئی حکومتیں قائم ہوئیں۔ان حکومتوں کے آپسی جدوجہد کے نے نتیجے میں بالآخر مگدھ کو سب پر فوقیت حاصل ہوئی۔اسی دور میں

مغربی دنیا میں حالات میں بدلاؤ آیا اور نئی ریاستیں قائم ہوئیں۔ فارسی یا ہخامنشی سلطنت کی وسعت کے سامنے بابل، اشور، میڈیا، لیڈیا اور مصر کی ریاستیں ہیچ نظر آنے لگیں۔ فارسی سلطنت کے مشرق میں گیڈروسیا (مکران) بیکٹریا (بلخ اور ہرات) گندھار (قندھار) اور ملتان کے صوبے تھے جو زرخیز اور مالا مال تھے۔ چنانچہ ایرانی ان پر حملہ آور ہوئے اور انہیں اپنی سلطنت میں سوائے ملتان کے شامل کر لیا۔ ایرانیوں کے پیچھے پیچھے کچھ عرصے بعد ایک جوان حملہ آور نے ان زمینوں کا رخ کیا۔ اس جوان کا نام سکندر تھا جو مقدونیہ کے حکمراں فلپ دوم کا بیٹا تھا۔ سکندر کے حملوں کے نتیجے میں دریائے جہلم تک سبھی علاقے یونانیوں کے قبضے میں آگئے۔ سکندر کے آگے بڑھنے کی خواہش کے باوجود اس کے فوجی وطن سے دور مزید مہم جوئی کے لیے رضامند نہیں ہوئے اور سکندر واپس لوٹ گیا۔

ایرانیوں اور یونانیوں کے ان حملوں کا فوری طور پر کوئی خاص نتیجہ سامنے نہیں آیا مگر اس کے سیاست، سماج، ثقافت اور معیشت پر گہرے اثرات مرتب ہوئے، جن کا آپ نے اس اکائی میں مطالعہ کیا۔ چندر گپت موریہ کے تحت موریہ سلطنت کا عروج کچھ مورخین کے نزدیک سکندر کے حملوں کا مرہون منت تھا، حالانکہ یہ مکمل طور پر صحیح نہیں ہے۔ البتہ موریہ دربار نے ایرانی اور یونانی روایات کو ضرور اپنایا۔ ستونوں کا محل، آرامی رسم الخط کا استعمال، چٹانی کتبات، دور حکومت اور انتظامی مرکزیت جیسی کچھ چیزیں بطور مثال پیش کی جاسکتی ہیں۔

یہ لین دین یک طرفہ نہیں تھا بلکہ مذہب، سیاست، طرز زندگی اور بہت سے دیگر علوم کے میدان میں ہندوستان نے غیر ملکیوں کو اپنی طرف متوجہ کیا اور انہوں نے ثقافتی اور سماجی ارتقا میں آگے چل کر بھرپور حصہ لیا۔

10.9 کلیدی الفاظ (Keywords)

فارس	:	جنوبی ایران
شترپ	:	ہخامنشی سلطنت میں صوبے کو کہا جاتا تھا۔
ٹالنٹ	:	ایک یونانی وزن کی مقدار
میدیا	:	مدین، شمالی ایران کا علاقہ
پرسی پولس	:	ایران میں شیراز کے شمال میں تخت جمشید
نقش رستم	:	ایران میں اصطخر کے قریب ایک مقام
کورنتھ	:	جنوب وسطی یونان میں ایک شہر
مقدونیہ	:	شمالی یونان کی ایک ریاست
لیڈیا	:	اناطولیہ یا ترکی کا علاقہ

10.10 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

10.10.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1. فارس کہاں واقع ہے؟
2. استیاگیس کس حکمراں خاندان سے تعلق رکھتا تھا؟
3. چھٹی صدی قبل مسیح میں ایک نئے انقلاب کی بنیاد کہاں پڑی؟
4. ہخامنشی سلطنت میں صوبے کو کیا کہا جاتا تھا؟
5. ٹالنٹ کسے کہتے ہیں؟
6. مبادلہ نظام سے کیا مراد ہے؟
7. مقدونیہ کے کس حکمراں نے ہندوستان پر حملہ کیا؟
8. موریائی ستون والے محل کہاں پائے گئے؟
9. فارسی سلطنت کا بانی کون تھا؟
10. امبھی کس ریاست کا حکمراں تھا؟

10.10.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. سائرس پر ایک نوٹ لکھیے۔
2. دارا اول پر ایک نوٹ لکھیے۔
3. سکندر کی مشرقی مہم پر ایک نوٹ لکھیے۔
4. سکندر کی فوج نے آگے بڑھنے سے کیوں انکار کیا؟ وضاحت کیجیے۔
5. سکندر کی موت کی وجوہات بیان کیجیے۔

10.10.3 طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. چھٹی صدی قبل مسیح کے ہندوستان کا ایک عمومی جائزہ پیش کیجیے۔
2. سکندر کی ہندوستانی مہم پر ایک تفصیلی مضمون تحریر کیجیے۔
3. ایرانی اور مقدونی حملوں اور تعلقات کے نتائج کا تفصیلی جائزہ لیجیے۔

10.11 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں (Suggested Books for Further Reading)

1. Mitchiner, Michael (1978), *The Ancient & Classical World, 600 B.C. – A.D. 650*, Hawkins Publications.
2. Olmstead, A. T. (1948), *History of the Persian Empire*, University of Chicago Press.
3. Sen, Sailendra Nath (1999), *Ancient Indian History and Civilization*. New Age International.
4. Bopearachchi, Osmund (2017), "Achaemenids and Mauryans: Emergence of Coins and Plastic Arts in India", in Alka Patel and Touraj Daryaee (eds.), *India and Iran in the Longue Durée*, UCI Jordan Center for Persian Studies, pp. 15-48.
5. Peter Green (1992), *Alexander of Macedon, 356–323 B.C.: A Historical Biography*. University of California Press.
6. Irfan Habib and Vivekanand Jha (2004), *Mauryan India: A People's History of India*. Aligarh Historians' Society / Tulika Books.
7. Upadhyaya, B.S. (1989), *Feeders of Indian Culture*, People's Publishing House, New Delhi.

اکائی 11۔ جین مت

(Jainism)

اکائی کے اجزا

11.0 تمہید
11.1 مقاصد
11.2 چھٹی صدی قبل مسیح کا تاریخی پس منظر
11.2.1 مادی اور سماجی حالات میں تبدیلی
11.2.2 نئے مذہبی عقائد و نظریات کا آغاز
11.2.3 مذہبی افکار و خیالات میں تبدیلی
11.2.4 شمالی ہند میں نئے مذہبی فرقوں کا ظہور
11.3 جین مت آغاز وارتقاء اور توسیع
11.3.1 وردھمان مہاویر کے ابتدائی حالات
11.3.2 تلاشِ حق کی جستجو اور کیولیہ کا حصول
11.3.3 مہاویر جین کی تعلیمات اور جین مذہب کے اصول
11.3.4 جین مت کا فلسفۂ حیات
11.3.5 جین مت تحریک، تنظیم اور توسیع
11.3.6 جین روایتیں اور مکاتبِ فکر
11.3.7 جین مت کے مذہبی متون
11.4 جین مذہب: ادب، فنون اور ثقافت
11.4.1 زبان وادب کی ترقی
11.4.2 آرٹ اور ثقافت کا فروغ
11.5 اکتسابی نتائج

11.6 کلیدی الفاظ
11.7 نمونہ امتحانی سوالات
11.7.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات
11.7.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات
11.7.3 طویل جوابات کے حامل سوالات
11.8 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں

11.0 تمہید (Introduction)

چھٹی صدی قبل مسیح کا عہد عام طور پر ہندوستان ہی نہیں بلکہ اقوام عالم کی تاریخ میں ایک اہم موڑ مانا جاتا ہے۔اس دور میں دنیا کے کئی متمدن علاقوں میں مختلف افکار و نظریات کے حامل مفکرین کا ظہور ہوا جس کے نتیجہ میں کئی اہم مذہبی افکار و خیالات عقائد و نظریات پروان چڑھے ۔ فارس میں زرتشت، چین میں کنفیوشش، یونان میں سقراط اور ہندوستان میں مہاویر جین اور گوتم بدھ قابل ذکر ہیں ۔ان تمام مصلحین نے اقوامِ عالم کے ایک بڑے طبقے پر اپنے افکار و خیالات کے ان مٹ نقوش مرتب کیے۔ بڑے پیمانے پر لوگ ان کی تعلیمات سے متاثر ہوئے۔ان عقائد و نظریات کے ماننے والے آج بھی دنیا کے مختلف خطوں میں پائے جاتے ہیں۔ان کی تعلیمات آج مختلف زبانوں میں پیش کی جارہی ہیں۔

ویدوں کی تعلیمات پر مبنی ویدک دھرم قدیم ہندوستان کا اہم عقیدہ تھا۔ چھٹی صدی قبل مسیح کے آتے آتے ویدک مذہب اور سماج نہایت پیچیدہ ہو گیا۔دنیاوی آلام و مصائب سے نجات حاصل کرنے کے لیے دھرم گروؤں اور پروہتوں نے قربانیوں اور یگیوں پر زور دینا شروع کر دیا۔رفتہ رفتہ آخری ویدک دور میں مذہبی رسومات پرستی، جانوروں کی قربانیاں اور ان پر بے جا اسراف مذہبی زندگی کا اہم حصہ بن گیا۔ویدک طبقاتی نظام (ورن سسٹم) نے پجاری طبقہ (برہمنوں) کو سماج میں سب سے اعلیٰ رتبہ اور مقام دیا۔ویدک عہد کے آخری دور کا سماج اعلیٰ اور ادنی، کم تر اور برتر ذاتوں کی پیچیدگیوں میں بانٹ دیا گیا تھا۔ویدک نظام کی پیدا کردہ پیچیدہ اور خرچیلی رسومات، جانوروں کی قربانیوں، برہمنوں کی بالادستی اور اعلیٰ طبقوں کے سماجی امتیازات کے خلاف نچلے طبقے میں بے اطمینانی کا ماحول پیدا ہوا جو بالآخر مذہبی اصلاحات کا پیش خیمہ ثابت ہوا۔ان اصلاحات کے نتیجہ میں ہندوستان میں کئی اہم عقائد و نظریات کا فروغ ہوا۔انہیں عقائد میں سے ایک اہم عقیدہ جین مت کا ہے۔ جسے جین ازم یا جین مکتب فکر بھی کہا جاتا ہے۔

11.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کے مطالعے کے بعد آپ

- چھٹی صدی ق م میں ہندوستان میں ہو رہی معاشی تبدیلیوں سے واقف ہو سکیں گے۔
- چھٹی صدی قبل مسیح کے ہندوستان کے مذہبی حالات کا جائزہ لے سکیں گے۔
- ورھامان مہاویر جین کی ابتدائی زندگی اور حالات سے واقف ہو سکیں گے۔
- جین ازم کی تعلیمات اور بنیادی اصولوں کو جان سکیں گے۔
- جین دھرم کی تنظیم، توسیع اور اثرات کا تجزیہ کر سکیں گے۔
- جین مت کے اہم مسالک اور مکاتبِ فکر پر گفتگو کر سکیں گے۔
- جین مذہب کے زوال کی وجوہات کا جائزہ لے سکیں گے۔

11.2 چھٹی صدی قبل مسیح کا تاریخی پس منظر (Historical Background of 6th Century BC)

قدیم ہندوستانی تاریخ میں چھٹی صدی قبل مسیح کا دور جدید مذہبی عقائد و نظریات کے فروغ کے لیے انتہائی اہمیت کا حامل رہا ہے۔ اس عہد میں دریائے گنگا کے زرخیز علاقے میں شہر کاری کا فروغ ہوا۔ زرعی پیداوار میں نمایاں اضافہ ہوا، جس نے صنعت و حرفت اور تجارت و کاروبار کے فروغ کے لیے راستہ ہموار کیا۔ اس کے نتیجہ میں نئے سماجی طبقوں کا ظہور ہوا جس سے سماج میں اہم تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ برہمنوں کی مذہبی اجارہ داری اور ان کی پیشوائی پر چھتریوں نے سوالیہ نشان کھڑے کیے۔ ویدک روایات کو ابھرتے ہوئے چھتری طبقے کی طرف سے چیلنج کا سامنا کرنا پڑا۔ دراصل نئی شہری تہذیب کی ضرورتوں نے برہمنی مذہب سے باہر نئے مذہبی نظریات کو فروغ دینے میں مدد کی۔ یہاں تک کہ آریاؤں کی آمد سے قبل بھی کچھ اہم مذہبی مبلغ ایسے بھی تھے جنہوں نے مکمل مذہبی حقیقت کے حصول کے لیے اخلاقیات، سادگی اور انفرادی جدوجہد پر زور دیا۔ چھٹی صدی قبل مسیح میں مکھلی گوشال اور پورن کشیپ جیسے ماہر شرمن (Sramana) پیدا ہوئے۔ انہوں نے ہندوستانی مذہبی روایت میں نمایاں تعاون پیش کیا۔ بودھ ادب میں تمام غیر برہمنی مذہبی نظاموں کو سرمن کہا گیا ہے جس میں آجیوِک ازم، جین ازم اور بدھ ازم وغیرہ شامل ہیں۔ شرمنوں کے مذہبی نظریات کی کچھ اہم خصوصیات مندرجہ ذیل ہیں:

i. ان کی مذہبی ہدایتیں اور اس کے عملی طریقے پروہتانہ ویدک مذہب کے برعکس تھے۔
ii. سماجی رتبہ اور مذہب سے قطع نظر سبھی فرقے کے افراد اس میں شامل ہو سکتے تھے۔
iii. کچھ مقررہ اخلاقی اصولوں کی پیروی پر زور دیا گیا تھا۔
iv. روحوں کے وجود اور آتما کے نئے جنم پر یقین کرتے تھے۔
v. کرم (Karma) کے فلسفے پر کلی یقین۔
vi. سادہ زندگی اور نفس کشی پر زور۔

واضح رہے کہ اس میں کچھ باتیں ایسی ہیں جن پر دیگر فرقوں کے لوگ بھی عمل کرتے تھے۔

11.2.1 مادی اور سماجی حالات میں تبدیلی (Changes in Material and Social Conditions)

دریائے گنگا کی مشرقی وادی میں لوہے کی صنعت و تکنیک کے استعمال کی وجہ سے نئے مادی حالات ظہور پذیر ہوئے۔ نئے زرعی وسائل کے فروغ نے جدید اوزاروں اور ہتھیاروں کے استعمال کو متعارف کیا۔ ان آلے وں سے مشرقی اتر پردیش اور بہار کے گھنے جنگلات کو صاف کیا گیا۔ اس سے پیداوار کے لیے نئی زرخیز زمینوں اور آراضی میں اضافہ ہوا۔ کھیتی باڑی اور زراعت کی تکنیک میں بہتری آئی۔ کاشتکاری کی فصلوں اور پودوں کے بارے میں معلومات میں اضافہ ہوا۔ بہتر تکنیک اور زراعت کے متعلق نئی معلومات نے کسانوں کو زیادہ اناج پیدا کرنے کے قابل بنایا۔ فاضل زرعی پیداور نے تجارت و کاروبار کے لیے راستہ ہموار کیا۔ شمال مغربی ہندوستان میں تجارت اور شہروں کا آغاز چھٹی صدی قبل مسیح کی ایک اہم ترین خصوصیت ہے۔ بدھ مت کی مذہبی کتابوں میں بیس شہروں کا تذکرہ ملتا ہے۔ آثار قدیمہ کے حوالوں سے بھی اس دور میں شہری مراکز کے وجود کا پتہ چلتا ہے۔ زرعی پیداور کے اضافہ سے صنعت و حرفت، تجارت اور کاروبار کو بڑھاوا ملا، تجارتی لین دین شہر کاری کے فروغ کا سبب بنا۔ کاروبار اور تجارتی لین دین میں اضافہ کی وجہ سے روپے پیسے کی معیشت کو فروغ حاصل ہوا۔ ہندوستانی سماج پر اس کے دیرپا اثرات مرتب ہوئے اور اس سے مختلف قسم کی صنعت و حرفت اور کاریگری میں اضافہ ہوا۔ اس سے مصنوعات کی پیداوار اور دستکارانہ مہارت کو فروغ حاصل ہوا۔ اس دور کے اہم دستکاروں اور ہنر مندوں نے اپنی اپنی انجمنیں قائم کیں۔ نجاروں اور سناروں کی طرح دیگر پیشہ ورانہ مہارتوں کی انجمنیں (Guilds) موجود تھیں۔ یہ انجمنیں شہری مراکز میں سرگرم عمل تھیں اور کافی دولت کمارہی تھیں۔ اس طرح ایک نئے سماجی طبقے کا ظہور ہوا۔

دولت میں اضافہ کے لیے مزید علاقوں اور آراضی پر قبضہ ناگزیر ہو گیا۔ زمین کے ایک بڑے حصہ پر چند گروہوں کا قبضہ تھا۔ جنہیں بدھ مت کے ادب میں 'گہ پتی' (Gahapati) کے نام سے موسوم کیا گیا۔ جو بنیادی طور پر زمین کے مالکان تھے۔ دولت مند گہ پتی گروہ کے عروج نے حکمرانی کے ابتدائی تصورات کو توڑ دیا۔ قبائلی نظام کا شیرازہ بھی منتشر ہو۔ اس طرح مختلف قسم کی معاشی عدم مساوات ظہور پذیر ہوئی۔ معاشی زندگی کے فروغ پانے والے نئے خدوخال ابتدائی زمانے سے قائم ویدک تصورات سے بڑی حد تک مختلف نظر آنے لگے۔ شہروں میں موجود دولت مند تاجروں اور سوداگروں نے دیہی علاقوں میں بھی اپنی جڑیں مضبوط کرنی شروع کر دیں۔ بہرحال صنعت و حرفت، زراعت و تجارت، معیشت و کاروبار اور تکنیک کے میدان میں ہونے والی مشترکہ تبدیلیوں نے اس عہد کے سبھی سماجی گروہوں کو متاثر کیا۔ اس کے بعد جو سماجی طبقہ ظہور میں آیا اس میں کئی ایسے افراد پیدا ہوئے جنہوں نے اس دور کے مذہبی عقائد و نظریات اور سماجی تصورات کو فروغ دیا۔

11.2.2 نئے مذہبی عقائد و نظریات کا آغاز (Emergence of New Religious Beliefs and Ideas)

قدیم مذہبی روایات، اور دھرم سوتروں کے مطابق چھٹی صدی قبل مسیح کے دوران تشکیل پانے والا سماج چار ذاتوں (ورنوں) برہمن، چھتریہ،، ویش اور شودر میں تقسیم تھا۔ کسی بھی فرد کی طبقاتی درجہ بندی یا ذات کا انحصار اس کی پیدائش پر تھا اور یہ تصور عام تھا کہ تمام انسان برہما (خالق) کے مختلف انگوں (حصوں) سے پیدا کیے گئے ہیں۔ ورن نظام میں ابتدا ہی سے اعلیٰ ذاتوں کو کئی مراعات دی گئی تھیں۔ اس

کی بنیاد پر انھوں نے رفتہ رفتہ سماج میں اعلیٰ ترین مرتبے کا مطالبہ کیا۔ جس فرد کی ذات جتنی اونچی ہوتی وہ شخص سماج میں اتنا ہی پاک اور پَوِتر سمجھا جاتا تھا۔ ویدک عہد کے آخری دور میں ذات کی بنیاد پر قائم سماج میں کشیدگی اور شدید تناؤ پیدا ہوا۔ ویشیہ اور نچلے طبقہ کی جانب سے برہمنوں کی رسوماتی بالادستی کے خلاف کسی خاص ردِ عمل کی نشان دہی کرنا مشکل ہے۔ لیکن چھتریوں کا ردعمل بالکل نمایاں اور واضح تھا۔ چھٹی صدی عیسوی کی دو اہم مذہبی تحریکوں کے رہنما مہاویر اور گوتم بدھ کا تعلق چھتری خاندانوں سے تھا۔ جین مت اور بدھ مت کی بنیادی تعلیمات برہمنوں کی قربانی کرنے کے عقیدے کے خلاف تھیں۔ دونوں مذہبی پیشواؤں اور ان کی تعلیمات میں برہمنوں کی بالادستی پر اعتراض کیا ہے ۔اس کے علاوہ اسی عہد میں نئی زرعی معیشت کے نتیجہ میں نئے سماجی طبقوں کا ظہور ہوا۔ اس نئے سماجی نظام میں سابقہ روایتی سماجی تقسیم زیادہ موثر اور کار گر نہیں ہو سکی۔ ایک طرف شہری علاقوں میں ابھرتے ہوئے تاجر طبقے کو قدیم روایتی نظام میں تیسری ذات (طبقہ) ویشیہ کا درجہ دیا گیا۔ جب کہ وہ اس سے اعلیٰ مرتبہ کا خواہش مند تھا۔ وہ اپنی آرزوں سے محروم ہو گیا۔ حالانکہ معاشی اعتبار سے ویش ایک گروہ کی حیثیت سے شہروں اور دیہی علاقوں میں معاشی زندگی میں وقوع ہونے والی تبدیلیوں سے زیادہ فائدہ اٹھا رہے تھے۔ چھتری بھی ان تبدیلیوں سے بہرہ مند ہوئے۔ وہ بڑی بڑی زمینوں اور جائیدادوں کے مالک تھے ان سے ہونے والی فاضل زرعی پیداوار سے وہ اپنی گزر بسر کے ساتھ ٹیکس بھی ادا کرتے تھے۔ بہر حال چھتریوں نے برہمنوں کی مذہبی و سماجی بالادستی پر اپنی برہمی کا اظہار کیا۔ ویشیہ طبقہ بھی اپنے سماجی حیثیت کو بہتر بنانے کے لیے موقع کا متلاشی تھا۔

11.2.3 مذہبی افکار و خیالات میں تبدیلی (Changes in Religious Thought and Ideas)

چھٹی صدی قبل مسیح میں واقع ہونے والی تبدیلیوں کے نتیجہ میں زرعی پیداوار میں اضافہ شہروں کا فروغ، بڑی بڑی جائیدادیں اور اراضیاں رکھنے والے دولت مند اور طاقتور طبقہ کا ظہور، دستکاروں کی تعداد میں اضافے وغیرہ نے یہاں کے سیاسی، سماجی، اور معاشی تبدیلیوں کے لیے راستہ ہموار کیا۔ ان تبدیلیوں نے مذہبی اور فلسفیانہ قیاس آرائیوں کا دائرہ وسیع کیا۔ چھٹی صدی قبل مسیح نے جبریت سے لے کر مادیت تک بڑے پیمانے پر فلسفیانہ قیاس آرائیوں کی وسعت کا مشاہدہ کیا۔ ابتدائی دور میں اپنیشدوں (Upanishads) کے خیال نے متحمل طرز فکر کی روایت کو برقرار رکھا۔ اپنیشد کے دانشوروں اور ادیبوں نے خرچیلی رسومات اور قربانیوں پر زور نہیں دیا۔ چنانچہ قدیم مذہبی افکار و خیالات، عقائد و نظریات میں نمایاں تبدیلیاں محسوس ہونے لگیں۔ انہیں بدلتے اخلاقی اور مذہبی عقائد و تصورات کے بیچ جین مت اور بدھ مت جیسی تحریکوں کو فروغ حاصل ہوا۔ ان دونوں متوں کے مبلغین نے تجرد، برہمچاری اور رہبانیت کا راستہ اختیار کیا۔ اس دور میں یہ طریقہ بہت زیادہ مقبول ہوا۔ اس کے نتیجہ میں سماجی اور مذہبی کشمکش پیدا ہوئی۔ بہت سے گروہوں نے مذہبی احتجاج کا راستہ اختیار کیا اور ویدک علم کے ماخذ کی حیثیت سے نہ صرف قبول کرنے سے انکار کر دیا بلکہ نئے مذہبی عقائد و تصورات اختیار کیے۔ بہر حال، نئے مذہبی اور سماجی تصورات کی تخلیق کے علاوہ انہوں نے سختی سے احتجاج کا راستہ اپنایا۔ اس کے دور رس سماجی اور مذہبی نتائج برآمد ہوئے۔ آیئے پہلے ان اصولوں سے بحث کریں جن کی ترجمانی ان مذہبی احتجاجی تحریکوں نے کی تھی۔

11.2.4 شمالی ہند میں نئے مذہبی فرقوں کا ظہور

(Emergence of New Religious Sects in North India)

چھٹی صدی قبل مسیح میں ہندوستان کے شمال مشرقی علاقوں میں جین مت اور بدھ مت کے علاوہ دھرم کا پرچار کرنے والے کئی اہم مذہبی عقائد و نظریات اور مفکرین کا ظہور ہوا۔ انہیں میں سے ایک فرقہ اجیویکوں (Ajivikas) کا ہے۔ اس فرقہ کا علمبر دار گوشالہ تھا۔ چونکہ اس نے اپنے ماننے والوں کو شدت پسندی کی تعلیم دی لہٰذا اس کی تعلیمات عوام میں مقبولیت حاصل نہیں کر سکیں۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ اس کے عام ماننے والوں کی تعداد بہت کم تھی۔ قدیم ہندوستان کا یہ فرقہ جبریت (Pre-determinism) کے فلسفہ کا قائل تھا۔ ان کے خیال میں جسم کی تعمیر کے بغیر روح پہلے سے دوبارہ پیدائش کے عمل سے گزرتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں تقدیر انسان کے ہر عمل کو متاثر اور کنٹرول کرتی ہے۔ اس کو کوئی بھی تبدیل نہیں کر سکتا ہے۔ اجیویکوں نے خود کو راہبوں کی حیثیت سے منظم کیا۔ ان کے برعکس فلسفیانہ مکتب فکر اختیار کرنے والے 'چارواک' تھے جنہوں نے مکمل مادیت کے نظریے کی تبلیغ کی۔ انہیں 'لوکایت' کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔ انہوں نے ایک خاص نظریہ اور مکتب فکر اختیار کیا۔ نئے مکتب فکر کی حیثیت سے انہوں نے اجیت کیش کمبلن کی تعلیمات سے کافی استفادہ کیا۔ انہوں نے کہا کہ انسان چار عناصر سے بنایا گیا ہے۔ یہ عناصر انسان کے مرنے کے بعد خاک میں مل جاتے ہیں۔ اس مکتبِ فکر کے نے استبدادی (مطلق العنانیت کا) نظریہ پیش کیا۔ ان کے مذہبی پرچار کو کٹر برہمنوں نے نفرت کی نگاہوں سے دیکھا۔ ان تمام مادیت پسند مصلحین نے برہمنوں کی جانب سے انجام دی جانے والی ویدک رسومات اور قربانیوں کو مکمل طور پر رد کر دیا کیوں کہ انہیں وہ بے سود اور فضول خرچ تصور کرتے تھے۔ ان مکاتیب فکر کو اس عہد کے سماج و سماج میں کس حد تک مقبولیت ملی یہ قابل غور مسئلہ ہے اس پر تحقیق کی ضرورت ہے، کیوں کہ بہت سے ماخذوں اور حوالوں سے براہِ راست ان کے بارے میں کوئی واضح معلومات فراہم نہیں ہوتی ہیں۔

11.3 جین مت آغاز و ارتقاء اور توسیع (Rise, Growth and Expansion of Jainism)

11.3.1 وردھمان مہاویر کے ابتدائی حالات (Early Life of Vardhman Mahavira)

مہاویر جین کی ولادت پٹنہ کے شمال میں تقریباً ستائیس میل دور، ویشالی کے قریب کنڈل گرام (Kundalgram) میں ہوئی تھی۔ ان کے والد سدھارتھ، اس علاقے کے حکمراں تھے اور ماں ترشلا کا تعلق لچھویوں کے شاہی خاندان سے تھا۔ تیس برس کی عمر میں مہاویر نے اپنی روحانی جستجو کا آغاز کیا اور بارہ برسوں کی سخت ریاضت، نفس کشی، غور و فکر اور سخت تپسیا کے بعد انہیں 'کیول جنن' (Kevalajnana) 'مکمل آگہی' حاصل ہوئی۔ انہوں نے تیس برسوں تک اپنے عقائد و نظریات کی تبلیغ کی اور بڑی تعداد میں لوگوں کو اپنا معتقد اور ہمنوا بنایا۔ ان کے ہمنواؤں میں تارکِ دنیا بھکشو اور خاندانی گھر گرہستی سنبھالنے والے دونوں طرح کے افراد شامل تھے۔ ان کا انتقال 527 قبل مسیح میں بہتّر 72 سال کی عمر میں بہار میں راج گرہ کے نزدیک پاواپوری میں ہوا اور ان کا شاگرد اندر وبھوتی ان کا جانشین بنا۔

11.3.2 تلاشِ حق کی جستجو اور کیولیہ کا حصول (Search for Truth and Attainment of Kaivalya)

مہاویر کی پیدائش (540 قبل مسیح) سے پہلے کئی جین مفکرین پیدا ہوئے اور انہوں نے اپنی تعلیمات کی تبلیغ کی۔ مہاویر کے پیش رو پاشوناتھ نے جین عقائد و تصورات کو فروغ دیا۔ مہاویر نے اسے عروج بخشا اور انتہائی اعلیٰ مقام پر پہونچایا۔ ان کی تعلیمات کی وجہ سے جین مذہب ہندوستان میں تیزی سے پھیلا اور منظم بھی ہوا۔ وردھمان مہاویر نے تیس برس کی عمر تک گھریلو زندگی بسر کی۔ انہوں نے ایک متمول اعلیٰ چھتری خاندان میں پرورش پائی۔ زندگی کی تمام سہولیات اور آسائشوں کے باوجود انہیں ذہنی سکون نہیں تھا۔ چنانچہ ایک دن وہ اپنا گھر بار، عزیز اقارب، حتی کہ بیوی بچے اور سب کو چھوڑ کر مکمل سچ کی تلاش میں نکل پڑے۔ اور بھیک مانگ کر زندگی گزارنی پڑی۔ تلاشِ حق کے لیے 72 سال تک متواتر مراقبہ کرتے رہے۔ جینی روایات میں کہا جاتا ہے کہ انہوں نے بارہ برس سخت تپسیا، محنت اور ریاضت میں گزارے۔ اس طویل مدت میں انہوں نے اپنے کپڑے تک نہیں اتارے یہاں تک کہ وہ بے لباس ہو کر رہ گئے۔ آخر کار انہوں نے 'کیولیہ'' Kaivalya (مکمل آگہی) حاصل کر کے خوشی اور غم کے تمام جذبات پر فتح پائی۔ اس کے بعد سے ان کا نام ''جِن'' یعنی فاتح پڑ گیا۔ یعنی وہ فرد جس نے خوشی اور غم کے جذبات پر فتح حاصل کر لی۔ اس کے بعد سے ہی ان کے پیروکاروں کو ''جین'' کہا جانے لگا۔ جلد ہی مہاویر کو بڑی شہرت حاصل ہو گئی۔ بعد از آں انہوں نے کئی راجاؤں کی سرپرستی میں گنگا کے میدانی علاقوں کے کئی ریاستوں میں 30 سال تک لگاتار اپنی تعلیمات پہنچاتے رہے۔ وہ اپنے اس مشن کو لے کر کوشل، مگدھ، متھلا، چمپا اور دیگر مقامات تک گئے۔

11.3.3 مہاویر جین کی تعلیمات اور جین مذہب کے اصول

(Teaching of Mahavira and the Principles of Jainism)

مہاویر جہاں بھی گئے ان کے ماننے والوں کی تعداد روز بروز بڑھتی ہی گئی۔ انہوں نے اپنے ماننے والوں کو کسی خاص مقررہ رسم و روج کا پابند نہیں بنایا۔ جین مت کی تعلیمات کائنات کے خالق کی حیثیت سے کسی بالاتر دیوتا کے وجود کو تسلیم نہیں کرتی۔ ان کا ماننا ہے کہ یہ کائنات اسباب اور نتائج کے اعتبار سے اپنے ابدی قوانین کے مطابق کام کرتی ہے۔ جین مت کا عقیدہ ہے کہ انسان کو خود ہی اپنے اعمال اور کرتوتوں کا نتیجہ بھگتنا پڑتا ہے۔ جین مذہب کے اصولوں کے مطابق کائنات کی ہر شئی میں روح موجود ہوتی ہے۔ یہ نہ صرف درند، چرند اور پرند میں بلکہ پیڑ پودوں، دھاتوں پتھر اور پانی میں بھی روح موجود ہے۔ ان کے اصولوں کے مطابق کسی پتھر کو بھی تکلیف یا گزند پہنچانا درست نہیں بلکہ جین دھرم کے اصولوں کے خلاف ہے۔ جین مت اپنے ماننے والوں کو اچھے اخلاق اور عمدہ کردار پر زور دیتا ہے اور اعلیٰ کردار کے لیے اپنے ماننے والوں کو پانچ باتوں کی تعلیم دیتا ہے۔ مہاویر کی یہی پانچوں تعلیمات جین مت کے ابتدائی پانچ اصول بن گئے۔

1. عدم تشدد
2. جھوٹ نہ بولنا
3. چوری نہ کرنا
4. جائیداد حاصل نہ کرنا

5. برہماچاری کی زندگی بسر کرنا

جین دھرم کے ماننے والوں کا ''کرم'' اور ''پُنر جنم'' میں یقین ہے۔اس کے اصولوں کے مطابق زندگی کا بلند ترین مقصد دنیاوی بندھنوں سے نجات اور آزادی یعنی ''موکش'' حاصل کرنا ہے۔یہ موکش ''تری رتن'' کے ذریعہ حاصل کیا جا سکتا ہے اور یہ تری رتن مندرجہ ذیل ہیں۔

1۔درست عقیدہ 2۔درست علم 3۔درست کردار

چنانچہ سب سے پہلے انہوں نے اپنے پیروکاروں کو عقیدہ کی اصلاح کے ساتھ سادہ زندگی گزارنے کی تعلیم دی۔ان کے تمام اصولوں اور تعلیمات میں سب سے زیادہ عدم تشدد پر زور دیا گیا ہے۔یہاں تک کہ ارادی یا غیر ارادی طور پر بھی چھوٹے کیڑے مکوڑوں کو مارنے کے عمل کو ایک گناہ سمجھا گیا۔مہاویر نے اپنے ماننے والوں کو مکمل طور پر لباس ترک کر دینے کے لیے کہا۔اس عمل سے ظاہر ہوتا ہے کہ جین مت کے ماننے والوں نے ایک نہایت سیدھی سادی زندگی بسر کی تھی۔

جین مت میں خداؤں کے وجود کو تو تسلیم کیا گیا ہے۔اس طرح خدا کا تصور اس کے نظریہ سے غیر متعلق ہو گیا۔ہر انسان ایک پیغمبر یا تیر تھنکر بننے کی صلاحیت رکھتا ہے۔اس کے لیے اسے طویل فاقہ کشی اور عدم تشدد پر سختی کے ساتھ عمل پیرا ہوتے ہوئے روح کی طہارت کے اصول کو اپنانا چاہئے۔یہی طہارت اور پاکیزہ زندگی کا بنیادی مقصد ہے۔

جین مت کے اصولوں نے یہ صاف کر دیا کہ مسرت کے حصول کے لیے روح کی طہارت اور جسم سے اس کی علاحدگی علم کے ذریعہ سے نہیں کی جا سکتی۔اسی لیے علم ایک لحاظ سے نجات کے لیے ہمیشہ صحیح راستہ نہیں ہو سکتا۔اس سلسلہ میں مہاویر نے اپنشدوں کے عالموں کے خیال سے اتفاق نہیں کیا، جو یہ کہا کرتے تھے کہ علم کے ذریعہ پاکیزگی حاصل کی جا سکتی ہے۔جین مت میں دنیاوی قید سے آزادی حاصل کرنے پر زور دیا گیا۔اس موقع کے حصول کے لیے کسی بھی قسم کی رسم یا ویدک دھرم کی طرح قربانی انجام دینے سے انکار کیا۔اس طرح انہوں نے برہمنوں کو اپنا مخالف بنالیا۔جین مت نے ذات پات کے نظام کی بھی پُرزور مذمت کی ہے۔مہاویر جین کا یہ عقیدہ تھا کہ کوئی بھی فرد اپنی پچھلی زندگی کی نیکیوں اور گناہوں کی وجہ سے ایک اعلیٰ یا ادنیٰ ذات میں پیدا ہوتا ہے۔اسی لیے ایک پاکیزہ اور باصلاحیت زندگی ہی ادنیٰ طبقہ کے اراکین کو نجات دلا سکتی ہے۔

11.3.4 جین مت کا فلسفۂ حیات (Philosophy of Life in Jainism)

جین مت کا ماننا ہے کہ پوری کائنات دو بنیادی اور خود مختار طبقوں میں منقسم ہے، یعنی جیو (ذی روح) اور اجیو (غیر ذی روح)۔جین فلسفہ جیو اور اجیو کی نوعیت اور تفاعل پر مبنی ہے اور یہ مانا جاتا ہے کہ ان دونوں کے تفاعل سے اس کائنات میں تمام تنوعات پیدا ہوتے ہیں۔جین مت کے مطابق ایک روح میں تبدیلی کی اہلیت ہوتی ہے، لیکن اس کا انحصار حالات پر اور ان کرموں کی نوعیت پر ہوتا ہے جن میں وہ ملوث ہوتی ہے۔جینیوں کا ماننا ہے کہ ہر زندہ مخلوق میں ایک روح ہوتی ہے۔زندگی کا اصل مقصد جذبات سے دستبردار ہو کر اپنی روح کا تزکیہ کرنا ہے اور

جب روح اپنے اجیو بندھن سے آزاد ہو جاتی ہے تو وہ دنیاوی معاملات سے نجات حاصل کر لیتی ہے۔ زندگی کا مقصد موکش یا نجات حاصل کرنا ہے جس سے کہ پیدائش اور موت کی گردش کی طرف کوئی واپسی نہیں ہوتی۔ زندگی اور کائنات کے معموں کی وضاحت کے لیے جین خدا میں یقین نہیں رکھتے۔ جین مت کے مطابق یہ کائنات چھ چیزوں یا جوہروں سے مل کر بنی ہے، یعنی روح، مادّی ذرّے، خلا، وقت، حرکت اور ٹھہراؤ۔ یہ جوہر ہمیشہ سے موجود ہیں۔ تو جو پہلے سے موجود ہو اسے بنایا نہیں جا سکتا۔ اس طرح جین مت میں نہ تو دنیا کی تخلیق ہوئی ہے اور نہ کوئی خالق ہے۔ منطق اور عقل کی بنیاد پر جین مت جیو اور اجیو پر مشتمل حقیقت کی وضاحت کرتا ہے۔

جین مت دنیا کے خالق اور حکمراں کی حیثیت سے خدا کے وجود میں عقیدے کے لحاظ سے ایک وحدانی نظام نہیں ہے۔ جین کے نظریے سے ہر انفرادی ذی روح میں خدا بننے کی صلاحیت ہوتی ہے، جو کہ روح کی وہ کیفیت ہوتی ہے جس میں وہ مادّی پیچیدگیوں سے آزاد ہو جاتی ہے اور نجات حاصل کر لیتی ہے۔ جینیوں کا خدائی نظریہ ایک آزاد اور مکمل ذی روح (تیر تھنکر) کا ہے۔ آزاد ذی روح کو جینیوں میں خدا مانا جاتا ہے اور اس کی عبادت کی جاتی ہے۔ جین فلسفہ بتاتا ہے کہ ہر ذی روح کرم کے اصول کے ذریعے ادنیٰ سے اعلیٰ حالت کی طرف نشو و نما پاتا ہے۔ اگر پہلے کی زندگیوں میں پیدا کرموں اور قوتوں نے مکمل طور سے کام نہیں کیا ہو تو روح دوسرا جسم اپنا لیتی ہے۔ آخر کار غور و فکر، سادگی اور جذبات پر قابو پانے کے ذریعے کرم کے بندھنوں کو توڑتے ہوئے روح حقیقی نجات حاصل کر لیتی ہے۔ ہر ذی روح علم کی ایک خالص تجسیم ہے جس میں لا محدود خلقی طاقتیں ہیں۔ دیگر ہندوستانی مذاہب کی طرح جین مت نجات کے تصور کو قبول کرتا ہے، مگر یہ نجات (مکتی) کے لیے ذاتی جدوجہد پر زور دیتا ہے۔ یہ خدا کی طرف سے عطا نہیں کیا جاتا بلکہ صالح عقیدہ، صالح علم اور صالح عمل کے مجموعے کے تیئں انسان کی ذاتی جدوجہد ہوتی ہے جو موکش یا نجات کے حصول میں معاون ہوتی ہے۔

آیئے اب ہم یہ وضاحت کریں کہ جین مت میں صالح عقیدہ، صالح علم اور صالح عمل سے کیا مراد ہے۔ جین مت اس بات کی حمایت کرتا ہے کہ انسان کو حقیقت کی نوعیت، اپنی ذات، مذہبی مقصد اور راستے کو جاننے، سمجھنے اور ذہن نشین کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اسے تیر تھنکروں کی ہدایت اور جین صحائف میں مکمل اعتقاد ہونا چاہیے۔ صالح علم کا مطلب ہے حقیقت، یا تتوں (Tattavas) کا مناسب اور حسب حال علم۔ چھ کائناتی جوہروں روح، مادہ، حرکت، ٹھہراؤ، خلا اور وقت، اور سات تتوں یا اصولوں کا علم ہونا چاہیے جو مندرجہ ذیل ہیں:

- جیو (ذی روح)
- اجیو (غیر ذی روح)
- اسرو (کرمک مادے کا روح میں دخول)
- بندھ (کرمک مادے کے ذریعے روح کا بندھن)
- سمور (اسرو کو روکنا)
- نرجر (کرمک مادّے سے بتدریج علیحدگی)

- موکش (نجات کا حصول)

صالح علم کو تین خرابیوں شک وشبہ، وسوسہ اور ابہام سے پاک ہونا چاہیے۔ جس ذی روح کے پاس صالح عقیدے کی بنا پر صالح علم موجود ہے وہ صالح عمل کے اصولوں کی تعمیر شروع کرتا ہے۔ اس کا مقصد پسند اور ناپسند کا خاتمہ کرتے ہوئے اور پانچ باتوں کا عہد کرتے ہوئے بے رغبتی کی کیفیت حاصل کرنا ہونا چاہیے۔ وہ پانچ باتیں ہیں: عدم تشدد اختیار کرنا، سچ بولنا، چوری نہ کرنا، مال ودولت جمع نہ کرنا اور برہمچاری کی زندگی گزارنا (جنسی خواہشات سے پاکیزگی اختیار کرنا)۔ ایک کامیاب زندگی اور موکش کے راستے کا تعین کرنے کے لیے صالح عقیدہ، صالح علم اور صالح عمل کی ضروری ہے۔

جین فلسفے میں کرم (Karma) کے اصول کی ایک خاص اہمیت ہے۔ جین مت کرم کی ایک نئی توضیح پیش کرتا ہے۔ آسان مفہوم میں کرم کا مطلب ہے کام اور ہندوستانی فلسفے میں کرم کے تصور کا ایک نمایاں مقام ہے۔ جین مت میں کرم کے نظریے کو مندرجہ ذیل طریقے سے واضح کیا گیا ہے۔

کرم:

روح ہمیشہ کرم کہے جانے والے عمدہ مادّے کی ایک مقدار سے گھری رہتی ہے۔ جب بھی روح بداعمالی کی حالت میں ہوتی ہے، یعنی جسم، ذہن یا گفتگو کی غلط عقیدے یا اخلاقی تنزل یا جذبات، جیسے خواہش، غرور، دھوکہ یا لالچ کی محرک قوت کی بدولت ہونے والی سرگرمیوں سے متاثر ہوتی ہے تو یہ روح میں مداخلت کرکے اسے درست کرتا ہے۔ یہ کرم ہی ہے جو ہمارے خوشگوار اور ناخوشگوار حال اور مستقبل کا تعین کرتا ہے۔ جس طرح جین مت کرم کے نظریے میں یقین رکھتا ہے اسی طرح وہ اخلاقی قوانین پر بھی خاص زور دیتا ہے۔ جہاں تک ان کی تعمیل کا معاملہ ہے صاحب خانہ کے لیے بتائے گئے اخلاقی ضابطے بھکشوؤں کے مقابلے کم مشکل ہیں۔ صاحب خانہ کے لیے تجویز کیے گئے پانچ اصول

- اہنسا، دوسری زندہ مخلوقات کے تئیں عدم تشدد
- ستیہ، سچ بولنا
- استیے، چوری سے باز رہنا
- برہمچاریہ، بدکاری سے دور رہنا
- اپرگرہ، جائیداد کے قبضے کے جذبے پر قابو رکھنا

کو "انوورتا" کہا جاتا ہے اور جب بھکشو ان اصولوں کی تعمیل زیادہ شدت کے ساتھ کرتے ہیں تو انہیں مہاورتا کہا جاتا ہے۔ سات اضافی عہد ہیں جو ضبط نفس، ترک خواہشات اور نفس کشی جیسی خصوصیات کو فروغ دینے میں معاون ہوتے ہیں۔ بھکشوؤں کو جسم، گفتگو اور ذہن کے کاموں سے زیادہ محتاط رہنے کے لیے کہا جاتا ہے، کیوں کہ صرف ان پر سختی سے قابو پانے کے ذریعے ہی وہ ان کرموں کو نیست ونابود کرسکتے ہیں، جو روح کو باندھ کر رکھتے ہیں۔ جذبات کی وجہ سے روح کرم میں جذب ہو جاتی ہے اس لیے معافی، عاجزی، راست روی، قناعت، سچائی، ضبط نفسی،

سادگی، صفائی، پاکیزگی اور نفس کشی جیسی خوبیوں پر عمل کرنا ضروری ہے۔

جین مت کا ایک اور اہم اصول شیادواد (Syadavad) کا اصول ہے۔ علم کا مقصد بے حد پیچیدہ ہے۔ جین روایت کے مطابق حقیقت متضادوں — اتحاد اور اختلاف، پائیدار اور تبدیلی کا امتزاج ہے۔ حقیقت انیک انتمک (Aneka Antamaka) ہے، یہ اپنے آپ کو متعدد شکلوں میں ظاہر کرتی ہے۔ جین فلسفہ کسی بھی قسم کے مکمل اثبات کی تردید کرتا ہے اور حقیقت کے بارے میں اثبات کی سات شکلوں کی تجویز پیش کرتا ہے۔ ہر قول صرف ایک شیاد (Syad) دیتا ہے۔ اختلاف کے وسط میں کچھ بھی ناقابل تردید یا یقینی نہیں ہے۔ کسی چیز کو کہنے کیلیے شیادواد کے مختلف طریقے ہیں۔

- ہے،
- نہیں ہے،
- ہے اور نہیں ہے،
- کہا نہیں جا سکتا،
- ہے لیکن کہا نہیں جا سکتا،
- نہیں ہے اور کہا جا سکتا ہے،
- ہے، نہیں ہے اور کہا جا سکتا ہے

اسے مندرجہ ذیل طریقے سے واضح کیا جا سکتا ہے

'ایک آدمی باپ ہے اور نہیں بھی ہے، اور دونوں ہے۔ یہ بالکل قابل فہم بیانات ہیں، اگر کوئی اس نقطہٗ نظر کو سمجھ لے جس سے یہ کہا جا رہا ہے۔ ایک مخصوص لڑکے کے تعلق سے وہ باپ ہے، دوسرے لڑکے تعلق سے وہ باپ نہیں ہے۔ لڑکوں کو ایک ساتھ رکھنے کے تعلق سے وہ باپ ہے اور باپ نہیں ہے۔ چوں کہ دونوں خیالات ایک ہی وقت میں الفاظ میں بیان نہیں کیے جا سکتے، اس لیے اسے ناقابل بیان وغیرہ کہا جا سکتا ہے۔ شیادواد کا یہ اصول اثبات اور نفی کے باہمی تعلق پر زور دیتا ہے۔ شیادواد جین دھرم کا ایک اہم فلسفہ ہے۔

11.3.5 جین مت تحریک، تنظیم اور توسیع (Jainism: Movement, Organisation, and Expansion)

مہاویر نے اپنی تعلیمات کے فروغ کے لیے اپنے ماننے والوں کو رفتہ رفتہ منظم کرنا شروع کیا اور اپنے ماننے والوں کی ایک تنظیم بنائی، جن کا کام جین مت کی تبلیغ واشاعت کرنا تھا۔ اس تنظیم میں مردوں کے ساتھ عورتوں کو بھی شرکت کرنے کی اجازت دی گئی۔ چنانچہ مہاویر کی اس جماعت میں مرد اور عورتیں دونوں ہی داخل کیے گئے۔ کہا جاتا ہے کہ ان کے پیروؤں کی تعداد چودہ ہزار تھی۔ اس تنظیم نے جین مت کی تعلیمات کو زبانی روایت کے طور پر نہ صرف یاد کیا بلکہ اس کو آگے بڑھایا اور بعد میں آنے والوں کے لیے محفوظ بھی رکھا۔ تیسری صدی قبل مسیح میں اسے جمع کرکے تحریری شکل دی گئی۔

مہاویر جین نے اپنے پیروؤں کو مذہبی نظام میں داخل کیااور انہیں جنوب اور مغرب میں جین مذہب کی تعلیمات کو پھیلانے کے لیے بھیجا۔ چنانچہ شمالی ہندوستان کے بعد جین مت کی روایات رفتہ رفتہ جنوبی اور مغربی ہند میں پہنچیں۔ ایک روایت کے مطابق کرناٹک میں جین مت کی توسیع کا سہرا چندر گپت موریہ (322-298ق۔م) کے سر جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ چندر گپت موریہ نے جین مذہب اختیار کر لیا تھا۔اس کے بعد تخت وتاج کو ترک کر کے اس نے اپنی زندگی کے آخری سال کرناٹک میں جین سادھو کی حیثیت سے گزارے۔ لیکن اس روایت کوتاریخ میں سند کادرجہ حاصل نہیں ہے۔

جنوبی ہند میں جین مذہب کی توسیع کا دوسرا سبب اس قحط سالی کو بھی بتایا جاتا ہے جو مہاویر کی وفات کے 200 سال بعد مگدھ میں ظہور پذیر ہوئی تھی۔ یہ قحط سالی بارہ سالوں تک جاری رہی۔اس سے بچنے کے لیے بہت سے جینیوں نے بھدر باہو کی قیادت میں جنوبی علاقوں کارخ کیا۔ باقی جینیوں نے استھل باہو کی سرپرستی میں مگدھ ہی میں رہنے کو ترجیح دی۔ جنوبی ہند کی طرف ہجرت کرنے والے جینیوں نے وہاں پر اپنے مذہب کی تبلیغ کی اور قحط کا سلسلہ ختم ہو جانے پر وہ لوگ واپس مگدھ آگئے۔ لیکن اس کے بعد جینیون مین آپس میں اختلافات پیدا ہو گئے ۔واپس آنے والوں کا دعویٰ تھا کہ ترک وطن کے بعد بھی وہ اپنے مذہبی اصولوں کے پابند رہے، لیکن ان کا الزام تھا کہ جو جین سادھو مگدھ میں رہ گئے تھے انہوں نے اپنے مذہبی اصولوں سے انحراف کیااور اپنے مذہب کی تعلیم، تبلیغ اور توسیع میں کوتاہی برتی تھی۔ باہمی اختلاف کو دور کرنے اور جین مت کے اصولوں کو مدوّن کرنے کے لیے پاٹلی پتر، موجودہ شہر پٹنہ میں ایک اجتماع منعقد کیا گیا۔ لیکن جنوبی ہند سے لوٹ کر آنے والے جینیوں نے اس میں شریک ہونے اور اس کے فیصلوں کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔اسی وقت سے جنوبی ہند سے واپس آنے والے جینی دگمبر اور مگدھ میں رہ گئے جینی شویتامبر کہلائے جانے لگے اور اس طرح جین مذہب دو فرقوں (1) شوتیامبر (2) دگمبر میں تقسیم ہو گیا۔

بہر کیف کرناٹک میں جین مت کے پھیلنے کی جو ''لوحی سند'' ملتی ہے وہ تیسری صدی عیسوی سے پہلے کی نہیں ہے۔ بعد کی صدیوں میں خاص طور سے پانچویں صدی کے بعد سے، کرناٹک میں بہت سے جین مٹھ قائم ہوئے جنہیں ''بسادی''(Basadis) کہا جاتا تھااور جن کی کفالت کے لیے راجاؤں نے بڑی بڑی جاگیریں اور اراضیاں بطور عطیہ دان کیں۔

چوتھی صدی قبل مسیح تک جین مذہب اڑیسہ کے علاقہ کلنگ تک پھیل گیا۔اسے کلنگ کے راجہ کھار بیل کی سرپرستی حاصل ہوئی تھی جس نے آندھرا اور مگدھ کے حکمرانوں کو شکست دی تھی۔ پہلی اور دوسری صدی قبل مسیح میں یہ تمل ناڈو کے جنوبی اضلاع میں بھی پہنچ گیا۔ رفتہ رفتہ آنے والی بعد کی صدیوں میں جین مذہب مالوہ، گجرات اور راجستھان میں بھی پھیلا جہاں آج بھی بڑی تعداد میں جینی نہ صرف موجود ہیں بلکہ خاص طور سے تجارت اور کاروبار میں مشغول بھی ہیں۔

مسلکی اختلاف کے باوجود جین مت کا عقیدہ بتدریج کرناٹک ،اڑیسہ اور ٹامل ناڈو کے کچھ حصوں میں پھیلتا رہا۔ بالآخر بعد کی صدیوں میں مالوہ، گجرات اور راجستھان میں بھی پہونچا جہاں تجارتی کمیونٹی میں یہ کافی مقبول ہوا اور اس کی سرپرستی کرتے رہے۔ عدم تشدد پر حد سے زیادہ زور دینے کی وجہ سے زیادہ تر زراعت پیشہ افراد نے اس کا پیروکار بننے سے پرہیز کیا۔ جین مت کے بعض تصورات جیسے کفایت شعاری،

بڑی بڑی زمینیں اور جائیدادیں بنانے پر روک، شہری ماحول میں رہنے والے پیشہ ور افراد کے احساسات سے میل کھاتی تھیں۔ چنانچہ شہری علاقوں میں یہ مکتبِ فکر کافی مقبول ہوا۔اس کے باوجود یہ کہا جاسکتا ہے کہ جین دھرم ہندوستان میں بدھ مذہب کی طرح شہرت اور مقبولیت حاصل نہیں کر سکا۔ بدھ مت کی طرح جین مت کو حکومت کی زیادہ سرپرستی حاصل نہیں ہو سکی اور بدھ مت کی طرح ابتدا میں وہ تیزی سے پھیلا بھی نہیں، تاہم جن علاقوں میں وہ پھیلا وہاں آج بھی برقرار ہے۔

11.3.6 جین روایتیں اور مکاتبِ فکر (Jain Traditions and Schools of Thought)

جین مت کے اندر فرقہ بندی کا آغاز کب اور کیسے ہوا اس کے بارے میں بہت سی دلیلیں پیش کی جاتی ہیں۔ ایک روایت یہ ہے کہ مہاویر کی وفات کے بعد جین مت کے ماننے والوں کے بیچ عبادت و ریاضت کے اصولوں کو لے کر اختلافات بڑھے جس کے نتیجہ میں دو بڑے فرقوں کا ظہور ہوا، جنہیں ''شویتامبر (سفید پوشاک پہننے والے)'' اور ''دگامبر (لباس کو مکمل طور پر ترک کرنے والے)'' کہا جاتا ہے۔ان کی ابتدا کے بارے میں مشہور روایت یہ ہے کہ شمالی ہندوستان میں قحط سالی سے بچنے کے لیے جین بھکشوؤں کا ایک گروہ جنوبی ہندوستان کی طرف ہجرت کر گیا تھا۔ شمالی ہند میں باقی بچے جینیوں نے عملی اصولوں میں بعض تبدیلیاں کیں اور سفید پوشاک پہننا شروع کیا اور شویتامبر کہلائے۔ آثاری باقیات اور کندہ کاری کے نمونوں کے شواہد کی بنیاد پر یہ کہا جاتا ہے کہ پوشاک پہننے یا برہنگی کی بنیاد پر شویتامبروں اور دگامبروں کی حیثیت سے جینیوں کی تقسیم برسوں بعد ہوئی تھی۔ مہاویر اور ان کے معتقدین برہنہ بھکشو تھے اور شویتامبروں کی شبیہ کئی صدیوں کے بعد عام طور سے پوشاک کے ساتھ سامنے آئی۔ ایسا لگتا ہے کہ یہ تقسیم پہلی صدی عیسوی میں ظاہر ہوئی اور پانچویں صدی عیسوی کے دوسرے نصف میں ولبھی کے اجلاس کے وقت یقینی طور پر مستحکم ہو چکی تھی۔ دونوں فرقوں کے درمیان اختلافات بنیادی طور پر اصولوں، اساطیری تفصیلوں اور راہبانہ عملوں کو لے کر ہی ہوئے تھے۔ دگامبر روایت کے مطابق ایک سچے بھکشو کو خود پسندی اور شرم کے خیالات کو اہمیت نہیں دینا چاہئے۔ اسے مکمل طور سے برہنہ رہنا چاہیے اور تمام مال و متاع کو ترک کر دینا چاہیے۔ دگمبر بھکشو مور پنکھوں سے بنا ایک جھاڑو رکھ سکتے ہیں اور دھونے کے لیے پانی کا ایک برتن۔ دگامبر راہبائیں سفید ساڑی پہنتی ہیں۔ دگامبر روایت میں عورتیں اس وقت تک نجات نہیں حاصل کر سکتیں جب تک کہ وہ پہلے مردوں کی حیثیت سے دوبارہ جنم نہ لے لیں۔ شویتامبر بھکشو اور راہبائیں سفید کپڑے کے تین ٹکڑے پہنتے ہیں اور ان کے پاس بھیک مانگنے کے پیالے بھی ہوتے ہیں۔ وہ اون کے گچھوں سے بنا ایک چھوٹا برش اپنے پاس رکھتے تھے جس سے کیڑے مکوڑوں کو نقصان پہنچانے سے بچایا جاسکے، رفتہ رفتہ شویتامبروں میں کئی مزید ذیلی فرقوں کا ظہور ہوا، خاص طور سے مورتی پوجک، استھانک وشی اور تیرہ پنتھی فرقے جینیوں کے شویتامبر فرقہ میں بہت مشہور ہوئے۔ بنیادی طور پر تیرتھنکروں کی تعلیمات کی پابندی اور تشریح کی بنیاد پر جین مت کے پیروؤں کو مختلف فرقوں اور ذیلی زمروں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ان فرقوں میں جین صحائف کی صحت درستگی کو قبول کرنے میں اختلافات ہیں۔

11.3.7 جین مت کے مذہبی متون (Religious Texts of Jainism)

جین مت کے مذہبی صحیفے کسی خاص عہد یا متعینہ دور سے وابستہ نہیں ہیں۔ وقتاً فوقتاً ان کی کئی بار تصحیح، ترتیب اور نظرثانی کی گئی ہے۔ ابتدا میں سب سے پہلے مہاویر کی تعلیمات کو ان کے اہم شاگردوں کے لیے جنہیں گندھار (Gandharas) کہا جاتا ہے، چودہ پوروؤں

(Purvas) میں جمع کیا گیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ چوتھی صدی قبل مسیح میں استھل بھدر (Sthulabhadra) نے پاٹلی پتر (موجودہ پٹنہ) میں ایک عظیم اجلاس طلب کیا اور جین قوانین کو بارہ انگوں (Angas) میں دوبارہ تشکیل دیا۔ بعد میں پانچویں صدی عیسوی میں ولبھی کے اجلاس میں موجودہ متون کو باضابطہ طور پر تحریری شکل میں مدون کیا گیا۔ یہ صحیفے اردھ مگدھی اور شور سینی زبانوں میں تحریر کیے گئے تھے۔ یہ صحائف شویتامبروں میں مقبول ہیں۔ انہیں مندرجہ ذیل طور پر منظم کیا گیا ہے:

- 12 انگ
- 12 اُپانگ
- 10 پرکرن
- 6 چھید سوتر
- 2 سوتر
- 4 مل سوتر

یہ سبھی مذہبی کتابیں بنیادی طور پر اخلاقی ضابطوں، مختلف روایتوں، جین نظریوں اور علم روح انسانی سے تعلق رکھتی ہیں۔ دگمبر فرقہ کے جینیوں کا ماننا ہے کہ اصل پوروؤں میں سے اکثر ضائع ہوگئی ہیں۔ اس لیے شویتامبروں کے لیے قابل قبول موجودہ جین صحائف کو دگمبر قبول نہیں کرتے۔ جبکہ مہاویر کی اصل تعلیمات پر مبنی عظیم آچاریوں (Acharyas) کے ذریعے تحریر کیے گئے صحیفوں کو دگامبر اپنی مذہبی تعلیمات کی بنیاد کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ بعض دگامبر کتابیں جیسے شت کھنڈ (اگم)، کسے-پاہد، پرتھم-انویوگ، چرن-انویوگ، کرن-انویوگ، دروی-انویوگ۔ یہ تمام ادب ایک ساتھ مل کر جین مت کو ایک قابل فہم مذہبی اور فلسفیانہ نظام میں تبدیل کر دیتے ہیں۔

11.4 جین مذہب: ادب، فنون اور ثقافت (Jainism: Literature, Arts and Culture)

11.4.1 زبان وادب کی ترقی (Growth of Language and Literature)

جین مت نے ہندوستان میں ''ورن نظام'' کی خامیاں اور ویدی مذہبی رسوم کی خرابیاں کم کرنے کی پہلی سنجیدہ کوشش کی۔ ابتدائی دور کے جینیوں نے سنسکرت زبان کو جس کی سرپرستی برہمن کرتے تھے نظر انداز کیا۔ اپنے نظریات وعقائد کی اشاعت کے لیے انہوں نے پراکرت زبان اختیار کی، جو عوام کی زبان تھی۔ ان کا مذہبی ادب اردھ مگدھی زبان میں لکھا گیا تھا اور چھٹی صدی قبل مسیح میں گجرات میں واقع ایک عظیم تعلیمی مرکز ولبھی میں مذہبی متنوں کو حتمی شکل دی گئی۔ جینیوں نے پراکرت زبان کو اپنایا، اس سے پراکرت زبان وادب کو ترقی حاصل ہوئی۔ پراکرت زبانوں سے کئی علاقائی زبانوں کا جنم ہوا جیسے شور سینی جس سے مراٹھی زبان نکلی۔ جینیوں نے ہی اپ بھرنش میں قدیم ترین اہم کتابیں تحریر کیں اور اس زبان کی اوّلین گرامر بھی مرتب کیں۔ جین ادب میں رزمیہ داستانیں، پران، ناول اور ڈرامے شامل ہیں۔ جینی تصانیف کا ایک بڑا حصہ آج بھی مخطوطوں کی شکل میں گجرات اور راجستھان میں واقع جینی مٹھوں میں محفوظ ہے، جو آج تک شائع نہیں ہو

سکے ہیں۔ عہد وسطیٰ کے ابتدائی ایام میں جینیوں نے سنسکرت کی طرف بھی خاصی توجہ کی اور اس میں متعدد کتابیں لکھیں۔ انہوں نے کنڑ کے فروغ میں بھی حصہ لیا۔

11.4.2 آرٹ اور ثقافت کا فروغ (Development of Art and Culture)

بودھوں کی طرح جینی روایات میں بھی شروع میں بت پرستی شامل نہیں تھی اور نہ ہی وہ کسی تصویر یا مجسمے کی پرستش کرتے تھے۔ لیکن بعد میں انہوں نے مہاویر اور دیگر تیرتھنکروں کی مورتیوں کی پوجا کرنا شروع کر دیا۔ اس کے لیے خاص طور سے کرناٹک، گجرات، راجستھان اور مدھیہ پردیش میں خوبصورت اور کبھی کبھی بہت بڑے پتھروں کے مجسّمے تراشے گئے۔ قدیم عہد میں تو جین آرٹ کو اتنی ترقی حاصل نہیں ہوئی تھی جتنی کہ بودھ مذہب کے آرٹ نے حاصل کی تھی۔ لیکن رفتہ رفتہ آرٹ اور فن تعمیر کے میدان میں جین مت نے بہت گرانقدر اور نمایاں اضافے کیے۔

جین مذہب نے ادب اور فنونِ لطیفہ کی ترقی میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ جین مندروں میں موجود دیواروں، ستونوں اور پتھروں پر کی گئی منقش کندہ کاری کے عمدہ نمونے اور مجسمے اس عہد کے ماہر دستکاروں کی فنی مہارتوں کا جیتا جاگتا ثبوت ہیں۔ راجگیر، گرنار، ماؤنٹ آبو، متھرا، اور بندیل کھنڈ وغیرہ میں واقع جین مندروں کے آرٹ اور فنِ تعمیر کے میدان میں بہترین مثال پیش کرتے ہیں۔ مہاویر جین کے کئی ایسے مجسمے دستیاب ہوئے ہیں جس میں انہیں کھڑے یا بیٹھے ہوئے دکھایا گیا ہے۔ یہ مجسمے تعمیری اور فنی روایات کی انتہائی ترقی یافتہ تصویر پیش کرتے ہیں۔ جین مذہب کی سرپرستی میں ست گھر اور ست بکھرا کے غاروں کے سنگتراشی اور نقاشی کے عمدہ نمونے اور کھنڈ گری کے غاروں میں عہدِ وسطیٰ کے فنی کارنامے بھی مجسمہ سازی کا اعلیٰ معیار پیش کرتے ہیں۔ کچھ غاروں کی گپھاوؤں میں کئی تیرتھنکروں کے خوبصورت مجسمے، اور کندہ کاری کے حسین نمونے اس عہد کی فنی خصوصیات کی نمائندگی کرتے ہیں۔ جس نے ہندوستانی آرٹ اور ثقافت کے فروغ میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔

جین مت کو قدیم ہندوستان کے راجاؤں اور مہاراجاؤں کا تعاون حاصل ہوا۔ جنہوں نے جین مذہبی مفکرین اور تیرتھنکروں سے وابستہ تعمیرات کی سرپرستی کی تھی۔ ان میں چندر گپت موریہ، کلنگ کا راجا کھارویل، اور گنگا، کدمبا، چالکیہ اور راشٹر کٹ جیسے جنوب کے بہت سے شاہی خاندان کے حکمران شامل ہیں۔ دھیرے دھیرے مشرقی اور جنوبی ہندوستان سے جین مت کا اثر ہندوستان کے مغربی اور جنوبی حصوں میں پھیلتا گیا۔ رفتہ رفتہ جین مذہب شاہی سرپرستی سے محروم ہوا گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اپنی جنم بھومی میں ہی یہ زوال پذیر ہو گیا۔

11.5 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

اس اکائی میں ہم نے سیکھا کہ کس طرح برسوں کی مدت میں ایک نئے مذہبی روایت کی حیثیت سے جین مت کی نشوونما ہوئی۔ چراگاہی سماج کی بنا پر لوگوں کی مادّی زندگی میں جو تبدیلیاں آ رہی تھیں وہ زراعت اور تجارت و لین دین کے فروغ کے ذریعے تبدیل ہو رہی تھیں۔ ساتھ ہی ساتھ رسوم پرستی اور پروہتانہ بالادستی کے ذریعے پیدا ردّ عمل نے اصل حقیقت کا ادراک کرنے کے متبادل راستوں کی تلاش

کے لیے میدان ہموار کیا۔ ہم نے پڑھا کہ چھٹی صدی قبل مسیح میں ہندوستان میں دو اہم مذہبی روایتوں، جین مت اور بدھ مت کی نشو ونما ہوئی۔ جینیوں کا ماننا ہے کہ چوبیس تیر تھنکر ہوئے ہیں اور مہاویر آخری تیر تھنکر تھے۔ یہ مانا جاتا ہے کہ مہاویر اور ان کے جانشین پار شوناتھ نے جین مت کو بنیادی شکل دی۔ جین مت کے مطابق کائنات دائمی ہے اور خدا کا اس کائنات کی تخلیق سے کچھ سروکار نہیں ہے۔ جین فلسفہ بنیادی طور پر دنیا کو جیوا اور اجیو کی ثنویت میں تقسیم کرتا ہے۔ جین مت کا آغاز اس اصول سے ہوتا ہے کہ روح ہمیشہ سے ہی کرم کے ساتھ الجھی ہوئی ہے۔ کائنات کی ہر شئی کرمک توانائی کی مظہر ہے۔ صالح عقیدہ، صالح علم اور صالح عمل موکش یا نجات کی طرف رہنمائی کرتے ہیں، جس پر عام لوگ اور بھکشو دونوں اپنے عہدوں کے مطابق چل سکتے ہیں۔ جین مت اَنیک واد یا انت واد یا حقیقت کی متعدد شکلوں کی نوعیت پر بھی یقین رکھتا ہے، جس میں اگر چیزیں بظاہر ایک دوسرے کے متضاد بھی ہوں تو بھی ایک مکمل نظریہ رکھنے کی سفارش کی گئی ہے۔ کچھ عرصہ کے بعد جین مت چند نظریاتی اختلافات کی بنا پر دو اہم فرقوں میں بٹ گیا۔ ایک فرقے کے ماننے والے افراد نے سفید پوشاک پہننے کو ترجیح دی یہ فرقہ ''سوتیامبر کہلایا۔ دوسرا فرقہ وہ تھا جس نے لباس کو ترک کر کے مادر زاد ننگا رہنا پسند کیا۔ اس فرقہ کو دگمبر کہا جاتا ہے۔ جین مت کا سب سے اہم تصور یہ ہے کہ پوری کائنات زندگی معمور ہے۔ چرند، پرند، درند، حیوانات، نباتات، وجمادات حتیٰ کی پانی میں بھی حیات موجود ہے۔ اسی لیے کسی بھی ذی حیات کو خصوصاً انسانوں، جانوروں، پیڑ پودوں اور حشرات الارض وغیرہ کو تکلیف نہ دینا جین فلسفہ کا مرکزی نکتہ ہے۔ جین مت کے بنیادی تصور ''اہنسا'' نے ہندوستان کی مجموعی فکر پر اثر چھوڑا ہے۔ جین تعلیمات کے مطابق بار بار جنم ''آوا گون'' کا چکر ''کرم'' کی بنیاد پر چلتا ہے۔ کرم کے اس چکر سے چھٹکارہ پانے کے لیے دنیا کی لذتوں کو چھوڑنا اور کفارہ ادا کرنا ہوتا ہے اور یہ صرف دنیا کو تج دینے سے ہی حاصل ہوتا ہے۔ لٰہذا مکتی اور نجات کے لیے راہبانہ زندگی اختیار کرنا ضروری ہے۔

11.6 کلیدی الفاظ

اجیوک : قدیم ہندوستان کا وہ غیر برہمنی مذہبی نظریہ وعقیدہ جو مہاویر جین اور مہاتما گوتم سے قبل ہندوستان میں رائج تھا۔ اس مکتب فکر کے اہم ترین معلم مکھالی گھوسلا تھے۔

جین : جن لفظ سے بنا ہے جس کا معنیٰ فاتح، یعنی وہ جو مسرت والم کے جذبات پر فتح حاصل کر چکا ہو۔

کیولیہ : مکمل آگہی یا عرفان، انتہائی غور وفکر کے بعد کسی فرد کا مکمل عرفان حاصل کرنا۔

موکش : نجات، چھٹکارہ: آوا گون یعنی بار بار جنم لینے کے چکروں سے ہمیشہ کے لیے مکمل آزای حاصل کر لینا۔

شوتیامبر : مہاویر جین کو ماننے والوں کا وہ طبقہ جو استھل باہو کی قیادت میں مگدھ میں رہائش پذیر تھا جس نے جنوب کی طرف ہجرت نہیں کی تھی۔ یہ طبقہ سفید پوشاک زیبِ تن کرتا ہے۔

ڈگمبر : جین دھرم کو ماننے والا وہ گروہ جس نے قحط کے زمانے میں بھدر باہو کی قیادت میں جنوب کا سفر کیا تھا۔ یہ طبقہ مادر زاد برہنہ رہتا ہے۔ ڈگ کا مطلب وستر اور امبر کا مطلب کھلا آسمان۔ ان کا ماننا ہے کھلا آسمان ہی ان کی پوشاک ہے۔

بسادی : کرناٹک میں تعمیر کی گئی جین دھرم سے وابستہ خانقاہی عمارتیں جن کی تعمیر کے لیے وہاں کے حکمرانوں نے کئی گاؤں اور

اراضیاں ان خانقاہوں کو عطیہ کے طور پر دیا تھا۔

اسرو : اسرو جین فلسفے میں مذکور سات عناصر (تتّوں) یا اصولوں میں سے ایک ہے۔ یہ وہ سبب ہے جس سے اچھے یا برے کرموں کا دخول ہوتا ہے جس کے نتیجے میں روح بندھنوں میں گرفتار ہوتی ہے۔ جین فلسفے میں حسی اشیاء کے تئیں التفات کو "اسرو" کہا گیا ہے۔

بندھ : بندھ بھی سات تتوں میں سے ایک ہے۔ یہ کرمک مادّے کی روح سے وابستگی ہے۔ کرمک مادہ روح کی طرف اس کی ناواقفیت، ضبط نفس کی کمی، جذبات، غفلت، جسم، ذہن اور گفتگو کی سرگرمیوں کی بنا پر متوجہ ہوتا ہے۔ روح، جو کرمک مادے سے گھری ہوئی ہے، کائنات سے نئے کرم حاصل کرتی رہتی ہے اور پرانے کرم کو کائنات میں چھوڑتی رہتی ہے۔ کرم کے ذرّوں کو اپنانے اور ترک کرنے کے اس مسلسل عمل کی وجہ سے، روح پیدائش اور موت کے چکر سے گزرتی ہے اور خوشی اور دکھ کا تجربہ کرتی ہے۔

جنن : جین مت کے مطابق ذی روح کے روحانی ارتقائی سطحوں کے لحاظ سے جنن یا علم پانچ مختلف قسموں کے ہوتے ہیں، وہ ہیں متی، شروتا، اودھی، مانہ پریاے اور کیول متی حسی اعضاء کے ذریعے عام سمجھ کو کہتے ہیں۔

شروتا : سے وہ علم مراد ہے جو مذہبی کتاب کے ذریعے منکشف ہوتا ہے۔ اودھی وہ علم ہے جو اعلیٰ حسی سمجھ کے ذریعے فراہم ہوتا ہے۔ مانہ-پریاے دوسروں کے ذہنوں تک رسائی رکھتا ہے اور اسے یوگا کے ذریعے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ کیول وہ لا محدود علم ہے جو ذی روح کو موکش کے بعد ملتا ہے۔

نرجر : نرجر بھی تتوں میں سے ایک ہے اور یہ پہلے سے حاصل کرمک مادے کے ختم ہونے کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

سمور : سمور اس طریقہ کار کو کہتے ہیں جو نئے کرم کو روح کے اندر آنے سے باز رکھتا ہے۔ اسے خواہشات پر فتح، سادگی، نفس کشی، وابستگی اور مراقبے کے ذریعے ممکن بنایا جا سکتا ہے۔

11.7 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

11.7.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1. مہاویر جین کہاں پیدا ہوئے تھے۔
2. مہاویر جین سے پہلے جین مت کے کتنے تیرتھنکر گزرے ہیں۔
3. مہاویر سے پہلے جین مت کے مذہبی گرو (تیرتھنکر) کون تھے۔
4. مہاویر جین کی والدہ کا تعلق کس خاندان سے تھا۔
5. جین عقیدے کے مطابق مکمل شعور و آگہی کو کیا کہتے ہیں۔
6. جین مت کے دو بنیادی فرقے کون کون ہیں۔

7. سفید لباس پہننے والے جین فرقے کا نام کیا ہے۔

8. جین عقیدے کے مطابق زندگی کا بلند ترین مقصد کیا ہے

9. جین مذہب کا وہ فرقہ جو کپڑے نہیں پہنتا کیا کہلاتا ہے۔

10. جنوبی ہند کی طرف ہجرت کرنے والے جین بھکشوؤں کی قیادت کس نے کی تھی۔

11.7.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. مہاویر جین کون تھے۔ان کی ابتدائی زندگی پر روشنی ڈالیں۔

2. جین مت کے ''تری رتن'' کی وضاحت کریں۔

3. جین مت میں اخلاقی کردار کے پانچ اصولوں پر روشنی ڈالیں۔

4. جین مذہب ہندوستان کے کس طبقہ میں سب سے زیادہ مقبول ہوا تھا۔

5. کیولیہ، اہنسا اور موکش کی وضاحت کریں۔

11.7.3 طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. جین مت کے آغاز کے وقت ہندوستان کے سیاسی، سماجی اور معاشی حالات پر روشنی ڈالیں۔

2. جین مت کو مذہبی، اصلاحی تحریک کیوں کہا جاتا ہے۔وضاحت کیجیے۔

3. ہندوستانی تہذیب و ثقافت، آرٹ اور ثقافت کے فروغ میں جین مذہب کا کیا کردار رہا ہے بیان کریں۔

11.8 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں (Suggested Books for Further Reading)

1. Basham, A.L., *The Wonder That Was India*, New Delhi, 1967.
2. Jha, D.N., *Ancient India*: *An Introductory Outline*, New Delhi, 1977.
3. Sharma, R.S., *India's Ancient Past*, Oxford University Press, New Delhi, 2005.
4. Singh Upinder, *A Comprehensive History of Ancient and Early Medieval India*, Pearson, Delhi, 2009.
5. Thapar, Romila, *Early India from the Origins to AD 1300*, Penguin Group, 2002.

6. باشم، اے۔ایل : قدیم ہندوستان کا شاندار ماضی،، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، دہلی

7. شرما، آر۔ایس : قدیم ہندوستان، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دلی۔

اکائی 12۔ بدھ مذہب

(Buddhism)

اکائی کے اجزا

12.0 تمہید

12.1 مقاصد

12.2 بدھ مذہب کا آغاز وارتقاء

12.2.1 گوتم بدھ کی پیدائش اور ابتدائی حالات

12.2.2 گوتم بدھ کی تعلیمات اور بدھ مت کے اصول

12.2.3 بدھ مت کا فلسفۂ حیات

12.2.4 بدھ مت کی تنظیم، مقبولیت اور توسیع

12.2.5 بدھ مجالس کا انعقاد

12.2.6 بدھ روایات میں اختلافات اور تقسیم

12.2.7 ہین یان اور مہایان مکاتب فکر

12.2.8 بدھ مذہب کا ادبی سرمایہ

12.2.9 بدھ مت کے اثرات

12.2.10 ہندوستان میں بدھ مت کے اثرات

12.2.11 جین مذہب اور بدھ مذہب میں اشتراک واختلافات

12.3 اکتسابی نتائج

12.4 کلیدی الفاظ

12.5 نمونہ امتحانی سوالات

12.5.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات

12.5.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات

12.5.3 طویل جوابات کے حامل سوالات

12.6 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں

12.0 تمہید (Introduction)

ہندوستان کی تاریخ میں چھٹی صدی عیسوی کا زمانہ سیاسی، سماجی، تہذیبی اور ثقافتی تبدیلیوں کا زمانہ تھا۔ اس دور میں کئی اہم مذہبی تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ کئی اہم مذاہب کا آغاز ہوا جنہوں نے آنے والے وقت میں ہندوستان کی مذہبی حالات پر گہرے اثرات مرتب کیے۔ ان تمام مذاہب میں سب سے اہم اور پُراثر مذہب بدھ مذہب ہے۔ جسے بدھ مت کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔

بدھ مت کو چھٹی اور پانچویں صدی قبل مسیح کے آس پاس گنگا کی وادی کے وسط میں ہونے والی عظیم تبدیلیوں کے ایک لازمی حصے کی طرح سمجھنا چاہیے۔ بدھ مت کے فروغ کو گنگا کی وادی (مشرقی اترپردیش اور بہار) میں دوسری شہر کاری کے ساتھ جوڑا جاتا ہے۔ لوہے کے وسیع استعمال، زراعتی تکنیک کے فروغ، مویشی پالن اور تجارتی معیشت نے شہر کاری کے لیے لازمی دباؤ فراہم کیا۔ شہر کاری سے جو تبدیلیاں آئیں انہوں نے سماج کے مختلف پہلوؤں پر ایک نمایاں اثر چھوڑا۔ اس عہد میں واحد چھتری طبقہ بڑی املاکوں کے مالک کی حیثیت سے ابھرا۔ ایک زمیندار طبقے کے ظہور کے ساتھ ہی مزدوروں کے مختلف طبقوں کی تعداد میں بھی اضافہ ہوا۔ کسان زیادہ مقدار میں پیداوار کرنے کی حیثیت میں تھے جس نے شہروں کی ترقی میں مدد کی۔ اس عہد میں شہروں میں ہم پیشہ لوگوں کی انجمنوں کا ظہور بھی دیکھنے میں آتا ہے اور یہ انجمنیں بعد میں نئے مذہبی نظاموں کی سرپرست بن گئیں۔ قرابت اور مساوات کے قبائلی معیار گاؤں اور شہروں میں ابھرتے ہوئے دولت مند طبقے کے ذریعے تبدیل ہو گئے تھے۔ مادّی خوشحالی سے دولت کی تقسیم پر تصادم اور زندگی اور املاک کی الجھنوں کی وجہ سے دکھ بھی پیدا ہوا۔ مویشیوں، جنہیں راعیانہ سماج میں امارت کا معیار سمجھا جاتا تھا، کی جگہ زمین اور پیسہ دولت کی علامت بن گئے۔

یہ تمام باتیں اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتی ہیں کہ پہلے ہزار سال قبل مسیح کے وسط کا تاریخی سیاق وسباق سابقہ عہد سے مختلف تھا۔ تبدیلیوں نے ایسی صورت حال پیدا کردی جس میں لوگوں نے ایسے مذہبی نظریات کی طرف دیکھنا شروع کردیا جو تبدیل شدہ سماجی حقیقت کے مطابق ہوں۔ اس طرح، بدھ مت کے فروغ کو محض برہمنی رسوم پرستی اور ریاکاریوں کے خلاف احتجاج کے بجائے زیادہ تر دوسری شہر کاری کے سیاق وسباق میں دیکھنے کی ضرورت ہے۔

12.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کے مطالعے کے بعد آپ

- گوتم بدھ کے ابتدائی حالات بیان کر سکیں گے۔
- بدھ مذہب کے اصولوں اور تعلیمات سے واقف ہو سکیں گے۔

- ہندوستان میں بدھ مذہب کی مقبولیت کا جائزہ لے سکیں گے۔
- بدھ مت کی تنظیم، تقسیم اور ہندوستان کے اندر اور باہر توسیع پر سیر حاصل گفتگو کر سکیں گے۔
- بدھ مذہب کے سیاسی، سماجی، معاشی اور ثقافتی اثرات کا جائزہ لے سکیں گے۔
- بدھ مذہب اور جین مذہب کی تعلیمات کی یکسانیت اور اختلافات کا جائزہ لے سکیں گے۔

12.2 بدھ مذہب کا آغاز وارتقاء (Rise and Growth of Buddhism)

12.2.1 گوتم بدھ کی پیدائش اور ابتدائی حالات (Birth and Early Life of Gautama Buddha)

گوتم بدھ کا گھریلو نام سدھارتھ تھا لیکن انہیں ان کے روحانی نام بدھ سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ گوتم بدھ 563 قبل مسیح میں نیپال کی پہاڑیوں کے دامن میں واقع لمبنی کے باغ میں رومندی یا روپن دہی کے مقام پر پیدا ہوئے۔ ان کی والدہ کا نام مایا تھا۔ ان کے والد سدودھن ایک مشہور شاکیہ خاندان کے سردار تھے جن کا انتخاب غالباً کپل وستو کے حکمران کی حیثیت سے ہوا تھا۔ سدھارتھ کی پرورش نہایت عیش و عشرت کے ماحول میں ہوئی جس کو زندگی کی تلخ حقیقتوں کا ذرّہ برابر بھی علم نہ تھا۔ اس کے باوجود وہ ہمہ وقت اپنے خیالوں میں گم رہتے۔ سدودھن بیٹے کی متفکرانہ طبیعت سے جب پریشان ہو گئے تو انہوں نے کم سنی میں ہی ان کی شادی یشودھر کے ساتھ کردی۔ ان کے لیے عیش و آرام کا ہر سامان مہیا کر دیا۔ لیکن دنیاوی غور و فکر میں محو رہنے والے گوتم کو عیش و عشرت اور ان رنگینیوں سے تسکین نہیں ہوئی۔ بدھ روایات کے مطابق ان کو دنیاوی عیش و عشرت کے کھوکھلے پن کا احساس ہوا تو انہوں نے شہزادوں جیسی عیش و عشرت سے بھری زندگی سے دست بردار ہونے اور انسانی مصائب کو ختم کرنے کا ذریعہ تلاش کرنے کا فیصلہ کیا۔ ایک دن جب انہوں نے اپنے محل کے باہر پہلی بار ایک بیمار آدمی، ایک بوڑھے آدمی ایک مردے اور ایک سنیاسی کو دیکھا تو وہ اس منظر سے بے حد متاثر ہوئے۔

چنانچہ محض انیتس (29) سال کی عمر میں انہوں نے اپنی نوجوان بیوی یشودھرا (گوپا) اور نوزائیدہ بیٹے راہل کو سوتا ہوا چھوڑ کر گوشہ نشینی کی زندگی میں سکون کی تلاش میں اپنے محل کو خیر باد کہا اور ایک تارکِ دنیا کی طرح کئی سالوں تک قریہ قریہ بستی بستی پھرتے رہے۔ انہوں نے مختلف اس عہد کے دو ممتاز استاذ عالموں الارکالام اور اداک رام پُت (Uddaka Ramputta) سے گیان حاصل کیا کالام سے انہوں نے مراقبہ کا علم حاصل کیا۔ لیکن یہاں بھی انہیں ذہنی سکون حاصل نہیں ہوا۔ چنانچہ وہ بودھ گیا کے قریب اُرویلا کے جنگل کی تنہائیوں میں سخت عبادت اور ریاضت کے تحت نجات حاصل کرنے کی کوشش کی۔ انہوں نے اپنے جسم کو سخت اذیت پہنچانے کی مشق کی اور قریب تھا کہ وہ اپنے نفس کو فنا کر لیتے ان پر انکشاف ہوا کہ ذہنی سکون اور تزکیۂ نفس کے لیے صرف ترک دنیا ہی کافی نہیں ہے۔ انہوں نے اس تکلیف دہ طریقہ کو ترک کر دیا اور سجاتا کے کہنے سے دودھ کا بنا پکوان کھا کر اپنی تکلیف کو ترک کیا۔ اس کے بعد وہ اُرویلا (گیا کے مضافات میں) کے مقام پر ایک پیپل کے درخت کے نیچے بیٹھے اور مراقبے کی حالت میں غرق ہو گئے۔ 49 دن کی طویل ریاضت کے بعد ان کو اسی مقام پر سچائی کا علم ہوا۔ ان کے پیروؤں کے مطابق سدھارتھ نے ''مصیبتوں کے اور غموں کے راز کو تلاش کر لیا'' اور آخر کار ان پر یہ راز منکشف

ہو گیا کہ ''دنیا کیوں ہر قسم کی مصیبتوں اور پریشانیوں سے بھری ہوئی ہے اور لوگوں کو ان پر قابو پانے کے لیے کیا کرنا چاہیے۔''اس طرح اب ''بدھ''بن گئے اور وہ بودھ (عارف) کہلائے اور گوتر گوتم ہونے کی وجہ سے گوتم بدھ کہلائے۔اس وقت ان کی عمر پینتیس سال تھی۔انہوں نے اپنے مذہب کی تبلیغ کا کام موجودہ سارناتھ (رشی پتنم Rishi Pattanam)سے شروع کیا۔اپنا پہلا وعظ سارناتھ میں 'ڈیر پارک' (ہرَن باغ) کے مقام پر دیا جو کہ وارانسی سے تقریباً چار میل کے فاصلے پر واقع ہے۔سب سے پہلے ان پانچ بھکشوؤں نے ان کا مذہب قبول کیا جنہوں نے اُرویلا کے جنگلوں میں یہ سوچ کر ان کا ساتھ چھوڑ دیا تھا کہ انہوں نے دنیاوی لذتوں کی خاطر ریاضت چھوڑ دی ہے۔ان کی زندگی کے اگلے 45 سال سخت حرکت و عمل میں گزرے۔اپنی پوری زندگی میں وہ اپنی تعلیمات کو پھیلانے کے لیے گھومتے رہے۔اپنے مذہب کی تبلیغ کے لیے انہوں نے عام فہم دیسی زبان پالی کا استعمال کیا۔ان کی عمدہ تعلیم ، بے پناہ مہربانی،اخلاقی بلندی اور سچی ہمدردی نے لوگوں کو ان کا گرویدہ بنادیا۔راجا اور پرجا سب نے ان کا ساتھ دیا۔بہت جلد ان کا ''سنگھ''ایک مقبولِ عام طاقتور تنظیم بن گیا اور ان کی تعلیمات کوشل (Kausala)اور مگدھ کے وسطی گنگا کے علاقوں میں پھیل گئی۔اپنے مذہب کو پھیلانے کے لیے انہوں نے مشنری سطح پر کام کیا اور بالآخر 80 سال کی عمر میں 483 قبل مسیح میں موجودہ دور کے مشرقی یوپی میں ضلع کشی نگر کے مقام پر وفات پائی جسے بدھ مذہب میں پَری نِروان (Parinirvana) کہا جاتا ہے۔

12.2.2 گوتم بدھ کی تعلیمات اور بدھ مت کے اصول

(Teachings of Gautama Buddha and the Principles of Buddhism)

مہاتما گوتم بدھ نے چار عظیم سچائیوں کی تعلیم دی جو کہ حسب ذیل ہیں؛

1. 'دکھ'(دنیا مصیبتوں کا گھر ہے)
2. 'دکھ سمودائی'(ہر دکھ کا کوئی نہ کوئی سبب ہوتا ہے اس کا سبب ہماری خواہشات ہیں)
3. 'دکھ نرودھ گامنی پرتی پد''(اور اگر ہم اپنی خواہشات کو ترک کر دیں تو مصیبتوں کو بھی ٹالا جا سکتا ہے۔
4. 'مارگ'(خواہشات کو ہٹانے کا ایک راستہ بھی ہے)۔

بدھ کے اندازِ فکر کے مطابق ''نروان'' حاصل کرنا زندگی کا اہم ترین مقصد ہے۔نروان کے لفظی معنی ہیں ''نکال پھینکنا'' یا انسانی خواہشات کی آگ کو بجھا دینا۔دوسرے لفظ میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ خواہشات کو مٹانے سے تمام انسانی پریشانیوں کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔یہ ''امن اور سکون'' کی وہ حالت ہے جس کو انسان اپنی خواہشات کو چھوڑ کر حاصل کر سکتا ہے۔انہوں نے انسانی مصیبتوں کے خاتمہ کے لیے اشٹانگک مارگ (ہشت راہ) تجویز کیا ہے۔جو اس طرح ہیں

1. سمیک درشٹی (راسخ عقیدہ)
2. سمیک سنکلپ (درست خیالات)
3. سمیک واکیہ یا وچن (راست گفتار)

4. سمیک کمنتی یا کرم (نیک اعمال)

5. سمیک اجیواکا (پاک روزی)

6. سمیک ویام یاویایام (صحیح کوشش)

7. سمیک اسمرتی (مناسب انداز فکر)

8. سمیک سمادھی (موزوں مراقبہ)

مہاویر کی طرح بدھ بھی کرم اور دوبارہ جنم کے اصول کو تسلیم کرتے تھے۔ یہ آٹھ راستے بتاتے ہیں کہ ہر فرد کو ان کے اعمال کا صلہ ملتا ہے اور ایسا کرنے میں اس کو بار بار جنم لینا پڑتا ہے۔ مہاتما بدھ کی تعلیمات کے مطابق صرف ترشنا (نفس) یا خواہش سے آزاد رہ کر زندگی گزارنے سے ہی نروان حاصل ہو سکتا ہے اور ایک پاک صاف، ایماندارانہ اور سچائی پر قائم کردار ہی نروان حاصل کرنے کے لیے راستہ ہموار کرتا ہے۔ بدھ نے ایسے "درمیانی راستے" کی وکالت کی جس میں سختی سے ترک دنیا بھی نہ ہو اور حد سے زیادہ عیش پرستی بھی نہ ہو۔

گوتم بدھ نے انسانوں کے اخلاقی کردار کا باقاعدہ ایک ضابطہ اور دستور بھی طے کیا۔ انہوں نے اپنے پیروؤں سے جھوٹ بولنے، دوسروں کی جائیداد یا مال کو ہڑپنے، تشدد کا طریقہ اپنانے، منشیات استعمال کرنے اور بدچلنی میں ملوث ہونے سے بچنے کی تعلیم دی ہے۔ بودھ عقیدے کو برہمنی روایت سے ایک واضح انحراف کی حیثیت سے تسلیم کیا جاسکتا ہے۔ بودھ فلسفہ خیالی تصور پر توجہ مرکوز نہیں کرتا، نہ ہی یہ دنیا کی ابتدا اور انتہا یا خدا کے وجود جیسے سوالوں پر بے بنیاد قیاس آرائیوں میں ملوث تھا۔ بدھ نے کہا تھا، 'اگر واجب الوجود سے مراد تمام معلوم چیزوں کے تعلق سے باہر کی کسی چیز سے ہے، تو اس کے وجود کو کسی استدلال کے ذریعے قائم نہیں کیا جاسکتا۔ پوری کائنات تعلقات کا ایک نظام ہے۔ ہم ایسی کوئی چیز نہیں جانتے جو بے تعلق ہو یا ہو سکتی ہو۔ اگر واجب الوجود خوبیوں سے محروم ہے تو اس سے پیدا ہونے والی تمام چیزیں بھی اسی طرح خوبیوں سے خالی ہوں گی۔ لیکن حقیقت میں تمام چیزیں خوبیوں سے گھری ہوتی ہیں، اس لیے واجب الوجود ان کا سبب نہیں ہو سکتا۔ بدھ کی ہدایت نے لامعلوم سے متعلق مفروضوں سے احتراز کیا ہے اور صرف موجودہ زندگی میں روزانہ ہونے والے واقعات پر اپنی توجہ مبذول کی ہے۔ رسوم پرستی، دینیات اور مابعد الطبیعیات سے خود کو دور رکھتے ہوئے بدھ مت نے کردار کی درستگی اور نیکیوں کے تئیں خلوص پر زور دیا ہے۔

بودھ فلسفے کے مطابق ذات کا نظریہ ایک خیالی غلط عقیدہ ہے جو 'میں' اور 'میرا' کے نقصان دہ خیالات، خود غرض خواہشات اور دوسرے مسائل پیدا کرتا ہے۔ اس غلط عقیدے کو دنیا کی تمام برائیوں کی بنیادی وجہ مانا جاتا ہے۔ بدھ کی بنیادی تعلیمات انسانی دکھ کی حقیقت اور بے اطمینانیوں کی تمام شکلوں سے نجات کے پائیدار راستے کی تلاش کی ضرورت پر متمرکز ہیں۔ بدھ کے فلسفے کو آسانی کے ساتھ تین الفاظ میں واضح کیا جاسکتا ہے، ان آتما، انتیہ اور دکھ۔ نروان کے علاوہ سبھی چیزیں انتیہ ہیں اور اس طرح تکلیف دہ ہیں اور کسی بھی پائیدار جوہر سے محروم ہیں۔ یہ چار اعلیٰ حقیقتیں ہیں جو بدھ کی تعلیمات کو سمجھنے کا موقع فراہم کرتی ہیں۔ وہ چار اعلیٰ حقیقتیں مندرجہ ذیل ہیں:

یہ کہ وجود کی تمام شکلیں ،انسان اور دوسرے دکھوں میں مبتلا ہیں۔اس دکھ کی وجہ خواہش ہے، جو روح کے فریب سے پیدا ہوتا ہے۔اس دکھ کا پائیدار خاتمہ روشن خیالی (نروان) کے تجربے میں ہے جو روح کے فریب اور اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والی تمام رغبتوں اور نارغبتی سے مکمل نجات ہے۔ یہ پر امن اور مسرور کن روشن خیالی ایک سلسلے وار ترتیب سے حاصل ہوتی ہے۔ایک راستہ جسے درمیانی راستہ یا آٹھ اعلیٰ اصولوں کا راستہ (اشٹانگک مارگ) کہا جاتا ہے۔ جس کا ذکر اس سے قبل کیا گیا ہے۔یہ آٹھ اصولوں کا راستہ جو نیکی، دھیان اور عقل کی مستقل اصلاح پر مشتمل ہے مندرجہ ذیل ہے:

1. صالح فہم: صالح فہم سے مراد ہے دنیا کو دیکھنے اور اس کی وضاحت کا صحیح طریقہ۔اس میں عقیدے کے لحاظ سے محدود تمام غلط عقائد سے انحراف اور اس حقیقت کی سمجھ شامل ہے کہ دنیا خود غرضی اور نا قابل اختیار خواہش سے پیدا لافانی دکھ سے بھری ہوئی ہے۔
2. صالح فکر: صالح فکر لالچ اور ہوس، غلط ارادے، بے رحمی سے آزاد ہوتی ہے۔
3. صالح گفتار: صالح گفتار میں دوسروں کے جذبات کو ٹھیس پہنچائے بغیر اور جھوٹ سے احتراز کرتے ہوئے بات چیت کا مناسب طریقہ شامل ہے۔
4. صالح عمل: صالح عمل کا مطلب ہے بے غرض کام اور اس میں رحم دلی، درد مندی وغیرہ جیسے عمل شامل ہیں۔صالح ذریعہ معاش سے مراد یہ ہے کہ کسی کو قابل اعتراض ذرائع سے اپنی روزی نہیں حاصل کرنی چاہیے اور ایمانداری کے طریقے کو اپنانا چاہیے۔
5. صالح جدوجہد: صالح جدوجہد کی وضاحت ذہن کے درست نظام سے کی گئی ہے، یعنی جذبات کو قابو میں رکھنا تا کہ برے خیالات کے پیدا ہونے کو روکا جاسکے۔ذہن کے درست نظام کے ذریعے ایک شخص بندھنوں، غصہ، حسد وغیرہ کو نیست و نابود کر سکتا ہے۔
6. صالح دھیان: صالح دھیان کو آگہی کی تربیت کی تکنیک کی حیثیت سے مانا جاتا ہے جسے دنیاوی برائیوں کے خاتمے کے لیے غور و خوض کی طرح دیکھا جاتا ہے۔
7. صالح ارتکاز: صالح ارتکاز دھیان کی باضابطہ اصلاح کے ذریعے مکمل شعور حاصل کرنے کے تئیں ایک جدوجہد ہے۔بدھ مقصد انسانی تکمیل کا حصول ہے جسے زندگی کا اصل مقصد تسلیم کیا جاتا ہے۔خوشی، صبر اور خوف سے آزادی حاصل کرنے کے لیے بدھ راستے کی تقلید لازمی ہے۔

12.2.3 بدھ مت کا فلسفۂ حیات (Philosophy of Life in Buddhism)

بدھ مت کا فلسفہ عقلیت پر مبنی ہے اور بدھ نے کرم اور حیات نو کے اصول کی بات کی ہے۔بدھ مت کے مطابق فرد کی زندگی کا ہر واقعہ اس کی پہلی زندگی کے کرم کے ذریعہ متعین ہوتا ہے۔زندگی کو ایک ناشکستہ سلسلہ سمجھا جاتا ہے اور کسی فرد کا موجودہ وجود اس کے گزشتہ اعمال کا نتیجہ ہوتا ہے۔کرم کا بودھ عقیدہ تقدیر پرستی نہیں ہے اور یہ اخلاقیات اور علت و معلول کے اصول پر مبنی ہے۔کرم کا عقیدہ اپنشدوں میں موجود تھا، مگر بدھ نے اس عقیدے کی وضاحت اور تشکیل مختلف طریقے سے کی۔بدھ کے مطابق، تمام زندہ مخلوقات کے اپنے اعمال

(کرم)، اپنی میراث، خلقی سبب، اپنے قرابتی رشتے اور اپنے آسرے ہوتے ہیں۔ یہ کرم ہے جو مخلوقات کے اعلیٰ اور ادنی درجوں میں امتیاز کرتا ہے۔ یہ کرم ہے جو ان حالات کی وضاحت کرتا ہے جس میں زندہ مخلوقات اپنے آپ کو پاتے ہیں۔ بدھ آتما (روح) میں یقین نہیں رکھتے تھے، لیکن موت کے بعد بھی انفرادی شعور کے تسلسل کو قبول کرتے تھے۔ بدھ مت میں حیات نو نقل مکانی نہیں ہے بلکہ زندگی کے سلسلوں میں ایک تسلسل ہے جس عمل میں کرم ایک سببی تعلق کا کام کرتا ہے۔ انگولی مالا (Angulimala) کی کہانی کرم کے بودھ تصور کی وضاحت کرتی ہے۔ انگولی مالا ایک ڈاکو تھا جو بعد میں ایک بودھ بھکشو بن گیا، لیکن بودھ بھکشو بن جانے کے بعد بھی ایک دن وہ لوگوں کے قہر سے نہیں بچ سکا، کیوں کہ لوگ اسے پہلے ایک لٹیرے کی حیثیت سے پہچانتے تھے۔ جب انگولی مالا نے اس واقعہ کی بدھ سے شکایت کی تو بدھ نے کہا، تم نے جو برائیاں کی ہیں اس کا دکھ تم اسی زندگی میں اٹھا رہے ہو۔ اسے برداشت کرو اور تم ٹھیک ہو جاؤ گے۔ آنے والی زندگی میں بڑی سزا پانے سے بہتر ہے کہ اس زندگی میں چھوٹی سزا برداشت کرلی جائے۔ کرم کے بعد حیات نو اور نروان کا تصور آتا ہے۔ بدھ کا روح کے وجود میں یقین نہیں تھا، لیکن پھر نیا جنم کس طرح ہوتا تھا، اس کی وضاحت مندرجہ ذیل طریقے سے کی گئی ہے۔

'ایک بودھ مندر میں، ایک شمع کی لو مدھم ہوتی ہے، جو بجھنے کے قریب ہے۔ ایک بھکشو نئی شمع لیتا ہے اور اسے پرانی سے روشن کردیتا ہے۔ پرانی شمع بجھ جاتی ہے، نئی روشن ہو جاتی ہے۔ پرانی شمع سے نئی شمع کے آر پار کیا چیز گئی؟ وہاں پر ایک سببی تعلق تھا لیکن کوئی بھی چیز آر پار نہیں گئی، ٹھیک اسی طرح، تمہاری گزشتہ زندگی اور موجودہ زندگی کے درمیان ایک سببی تعلق تھا، لیکن روح اس پار نہیں گئی۔'

جب کوئی شخص مرتا ہے تو مادّی جسم چلا جاتا ہے لیکن اس زندگی میں مرتا ہوا شعور ایک نئے شعور کی حیثیت سے ایک تازہ جسم میں منتقل ہو جاتا ہے۔ بدھ مت میں حیات نو کے تصور کو جاتک کہانیوں کے ذریعے مقبول بنایا گیا ہے جو بدھ کے گزشتہ جنموں سے متعلق ہیں۔ نروان کا حصول بدھ مت میں حتمی مقصد ہے۔ ضبط نفس اور آٹھ اعلیٰ اصولوں کے راستے پر عمل کرنے کے ذریعے اس زندگی ہی میں نروان حاصل کیا جاسکتا ہے۔ بدھ مت بنیادی طور پر ابدی تبدیلی کا ایک فلسفہ ہے۔ بودھ تعلیمات فرد کو یہ تاکید کرتی ہیں کہ وہ اپنے اعمال کا ذمے دار خود ہے، کوئی خدا یا پروہت یا کوئی بھی تمھیں تمہارے غلط کاموں سے نکالنے میں مددگار نہیں ہو سکتا، یہاں تک کہ بدھ کے پاس بھی بچانے کی طاقت نہیں ہے۔ بدھ مت میں دیوی دیوتاؤں سے کرم کی تاکید کی طرف منتقلی کی وضاحت مذہبی امتیازات کو کمزور کرنے کی ایک کوشش اور ایک کائناتی مذہب کے نظریے کی جانب ایک اقدام سے کی گئی ہے۔

12.2.4 بدھ مت کی تنظیم، مقبولیت اور توسیع

(Organisation, Popularity, and Expansion of Buddhism)

بدھ مت کے سادہ اصولوں نے عوام الناس کو بہت متاثر کیا۔ گوتم نے محبت اور نیکی کو ابھارنے کے لیے بڑی ہی دل نشین انداز میں اپنے اصولوں کی وضاحت کی۔ اس سلسلہ میں ان کی شخصیت نے اہم کردار ادا کیا۔ وہ اپنے دشمنوں کے ساتھ صبر و تحمل اور کھلے ذہن سے پیش آئے۔ وہ اپنے مخالفین کی باتوں سے کبھی مشتعل نہیں ہوئے۔ برہمن مت کے مقابل میں بدھ مت ایک زیادہ فراخ دل اور کھلے مکتب فکر کی

حیثیت سے ظہور پذیر ہوا۔خواتین کو بھی بدھ مت کی خانقاہوں یعنی سنگھا(Sangha)میں رکنیت حاصل کرنے کی اجازت دی گئی۔ لیکن اس کے لیے بدھ بہت ہی دبے من سے تیار ہوئے تھے یا اجازت دی تھی۔ یہ خواتین کے موقف کو بہتر بنانے کے لیے ایک انقلابی قدم تھا۔ روایتی طور پر خواتین کی حالت ٹھیک نہیں تھی۔ نچلے طبقہ کے افراد خانقاہ میں شامل ہو جاتے تو ان کی ذات پات کی شناخت ختم ہو جاتی تھی۔ یہ خانقاہی نظام جمہوری اسمبلی کی روایت پر قائم کیا گیا تھا۔ خانقاہ (یا) سنگھ کی جمہوری تنظیم اور عوام کی زبان پالی کے استعمال سے سماج کے تمام طبقات میں بدھ مت کے تصورات کے پھیلنے میں آسانی ہوئی۔خانقاہ میں شامل ہونے کے بعد بھکشوؤں اور خواتین کو سخت قواعد وضوابط پر عمل کرنا پڑتا تھا۔انہیں تین قسمیں کھانی پڑی تھیں۔ پاکیزگی، غربت اور عقیدہ۔ بدھ مت کے تین اہم عوامل بدھ، خانقاہ اور مذہب (بدھا، سنگھا، دھرما) تھے۔ بدھ مذہب کی مقبولیت اس درجہ بڑھی کہ بہت سے لوگ اس کے پیرو بن گئے۔ پیچیدہ مذہبی رسومات سے بچنا، ذات پات کی تقریبات پر تنقید اور سنسکرت کی بجائے عوام کی زبان پالی کا استعمال، اس نئے مذہب کی وہ خوبیاں تھیں جن کے تحت ہمدردی کا جذبہ رکھنے والوں میں اضافہ ہوا۔

بدھ کی شخصیت نے بھی جس نے برائی کے بدلہ نیکی اور نفرت کے جواب میں محبت کی پیشکش کی، اس نئے اصول کی جانب لوگوں کی ایک بڑی تعداد کو متوجہ کیا۔ ابتدا میں اس کو سماج کے اندر موجود اس نچلے طبقہ کی حمایت حاصل ہوئی جن کا ورن نظام کے تحت استحصال ہوا تھا۔ لوگوں کو بلالحاظ تفریق ذات بدھ برادری کے اندر شامل کیا گیا۔ عورتوں کو بھی سنگھ میں شامل کیا گیا۔ یہ عورتوں کی حیثیت کے لحاظ سے بھی ایک بڑی تبدیلی تھی، کیونکہ برہمنوں کے شدت پسند رویے کے سبب ان پر بہت سی پابندیاں عائد کرنا شروع ہوگئی تھیں۔ بدھ بھکشو اور بھکشوئیں بدھ تعلیمات کی تبلیغ کرتے اور خیرات مانگتے ہوئے ایک جگہ سے دوسری جگہ گھومتی رہتے تھے، جس نے اس مذہب کو مشنری کا کردار عطا کیا اور یہ مذہب ایک مشن کی طرح آگے بڑھتا رہا۔ بدھ راہبوں اور راہباؤں کی خانقاہوں کی نوعیت جمہوری تھی، جو عوامی مجلسوں کے نمونہ پر قائم کی گئی تھیں جس نے انہیں عوامی مقبولیت عطا کی۔

بمبسار، اَجات شترو اور اشوک جیسے عظیم حکمرانوں کی حمایت سے بدھ مذہب پورے ہندوستان اور سری لنکا میں نہایت تیزی سے پھیل گیا۔ کوشل اور وتس جیسی راجاتوں کے لوگوں اور کئی دوسری جمہوریاؤں نے بدھ مذہب اختیار کر لیا۔ اس کے بعد کشان شہنشاہ کنشک اس کے سب سے بڑے سرپرستوں میں سے ایک بن گیا۔ اس نے کشمیر میں ایک کونسل طلب کی جہاں بدھ کی تعلیمات تانبے کے پتروں پر کھدوایا گیا اور ایک استوپ میں محفوظ کر دیا گیا۔ گوتم بدھ کی زندگی میں ہی بدھ مت کا عقیدہ شمال مشرق ہندوستان کی شاہی اور جمہوری ریاستوں جیسے مگدھ، کوشل، کوشامبی، لچھوی اور شاکیہ میں بہت مشہور ہو گیا۔ بعد کی آنے والی صدیوں میں، بدھ مت وسط ایشیاء، مغربی ایشیاء، سری لنکا، برما، تبت، چین، جاپان میں پھیل گیا۔ انجام کار، سری لنکا، تھائی لینڈ، تبت، کمبوڈیا، لاؤس میں اور برما میں بدھ مذہب ایک اہم مذہب بن گیا۔ یہ ویتنام، جاپان اور چین جیسے مشرق بعید کے ممالک تک جا پہنچا۔ ان میں سے بعض ممالک آج بھی بدھ مت کو مانتے ہیں۔ حالاں کہ یہ اس کی جنم بھومی سے غائب ہو چکا ہے۔ اس کے زوال کی کیا وجوہات تھیں یہ ایک قابل غور مسئلہ ہے۔ جس کا ذکر اس کتاب کی چوبیسویں اکائی میں تفصیل سے کیا جائے گا۔ تاہم اتنا کہا جا سکتا ہے کہ بعد کی صدیوں میں بدھ مت بھی فرسودہ رسومات اور بت پرستی کا شکار

ہو گیا۔اس کے اندر بھی وہ سماجی مسائل پر بھی کوئی فیصلہ نہیں کر سکا جو ذات پات کے نظام کی پوری مخالفت کر سکے۔

12.2.5 بدھ مجالس کا انعقاد (Commencement of Buddhist Councils)

مہاتما بدھ نے تحریری مذہبی کتابوں کی مدد سے تبلیغ کا کام نہیں کیا بلکہ اس کے لیے انہوں نے صرف وعظ اور مباحثوں کو تبلیغ کا ذریعہ بنایا۔ ہندوستان میں بدھ مذہب کے پھیلنے کی پوری مدت کے دوران بدھ وقتاً فوقتاً اصولوں کو ضبط تحریر میں لانے اور خود اپنے اندر مذہبی اختلافات کو سلجھانے کے لیے مجالس منعقد کیا کرتے تھے۔ہم کو ایسی چار مشہور کونسلوں (مجالس) کا علم ہے۔ پہلی مجلس وہ تھی جو کہ مہاتما بدھ کی وفات کے فوراً بعد راجگیر میں 483 قبل مسیح کے آس پاس منعقد ہوئی تھی۔ تری پتاکا جو کہ بدھوں کی مذہبی کتابوں کی بنیاد ہے، راجگیر کونسل کا ہی کا نتیجہ تھیں۔ ایک صدی بعد ویشالی مجلس میں ترپتاکاؤں کے سخت ضابطے سے انحراف کو تسلیم نہیں کیا گیا۔اشوک کے دور حکومت میں پاٹلی پتر کونسل منعقد ہوئی۔پاٹلی پتر کی کونسل موگلی پتا تسا (Moggaliputta Tissa) اور اُپ گپتا جیسے دانشوروں کی رہنمائی میں ہوئی جنہوں نے کٹر برہمنی طریقۂ حیات کی مخالفت کی اور بدھ مذہب کی بالاتری پر زور دیا۔اس مجلس میں اس نظریہ کی بھی ترجمانی کی گئی کہ بدھ مذہب پوری نوع انسانی کا مذہب ہے جس کو دوسرے ممالک تک پہنچانا چاہیے۔چوتھی مجلس شہنشاہ کنشک کی سرپرستی میں منعقد ہوئی، تاہم اس میں بدھ مذہب کو بالکل ایک نیا موڑ دے دیا گیا۔اس نے بدھ مذہب کے اندر موجود مہایان (بڑا ذریعہ اظہار) مکتب جو کہ مہاتما بدھ کو ایک دیوتا کی حیثیت سے دیکھتا تھا اور ہین یان (چھوٹا ذریعہ اظہار) مکتب کے درمیان جو کہ بدھ کو ایک رہبر تسلیم کرتا تھا اور ان کی تعلیمات پر بھروسہ کرتا تھا، جو ترتیاگاؤں سے وابستہ تھیں، نظریاتی اختلافات کو تسلیم کیا۔مہایان فرقہ نے پالی زبان کو چھوڑ کر سنسکرت زبان کو اپنا لیا اور مہاتما بدھ کی مورتیوں کی پرستش اولوکتیشور کی حیثیت سے کرنا شروع کر دی۔ جلد ہی کچھ حد تک تو ویدک مذہب اور اس مذہبی رسوم جیسی رسوم شروع ہو گئیں، جن کے خلاف مہاتما بدھ نے جنگ کی تھی۔ناگار جن،اشوگھوش اور وسومتر "مہایان بدھ مذہب" کے عظیم مصنف تھے۔

12.2.6 بدھ مذہب میں اختلافات اور تقسیم (Differences and Division in Buddhism)

اس حصے میں ہم بدھ کی موت کے بعد بدھ مت میں ہونے والے بڑے رجحانات کی وضاحت کرنے کی کوشش کریں گے۔ بدھ مت کے فروغ میں سنگھ یا بھکشوؤں کے گروہ نے نمایاں کردار ادا کیا تھا۔بدھ کی زندگی کے دوران ہی سنگھ وجود میں آیا تھا جو بتدریج ذات پات یا جنس سے قطع نظر تمام لوگوں کے لیے اپنے دروازے کھول کر ایک جمہوری نظام میں بدل گیا۔ بھکشوؤں کی تنظیم کی طرز پر راہباؤں کی تنظیم کا بھی قیام ہوا، حالاں کہ اسے زیادہ مقبولیت حاصل نہیں ہوئی۔ سنگھ کے لوگ اپنی سادگی، نظم وضبط اور انسانی مساوات کی خصوصیات کی وجہ سے جانے جاتے تھے۔ حالاں کہ ایک عرصے کے بعد مختلف علاقائی روایات جن سے کہ بھکشوؤں کا تعلق تھا اور تحقیق یا ایک استاد کے مخصوص شعبے میں دلچسپی کی بنا پر سنگھ کے اندر مختلف فرقے پیدا ہو گئے۔

بدھ کی موت کے تقریباً سو برسوں کے بعد ویشالی میں دوسرا اجلاس منعقد ہوا۔اس وقت تک بودھ بھکشوؤں میں مختلف مسائل پر،

خاص طور سے بدھ کی تعلیمات کی درست توضیح کو لے کر اختلافات پیدا ہو گئے تھے۔ بودھ گروہ میں اس تقسیم سے جن دو اہم گروہوں کا ظہور ہوا وہ تھے استھاویر (Sthaviras) یا تھیراوادن (Theravadins) اور مہاسنگھکا(Mahasanghikas) ۔ تیسرے بودھ اجلاس کا انعقاد اشوک کے عہد میں پاٹلی پتر میں ہوا تھا۔ اس اجلاس میں نظریاتی اختلافات و نے تک ہی محدود نہیں تھے، بلکہ دھما سے بھی متعلق تھے۔ اجلاس کے صدر، موگلی پتا تِسّا (Moggaliputta Tissa) نے کتھاوتھو(Kathavatthu)نام کی ایک کتاب تدوین کی جس میں بعض فرقوں کے ملحدانہ، غلط خیالات اور اصولوں کو نامنظور کیا گیا تھا۔ اس اجلاس میں ابھدھما پتا کا کو شامل کیا گیا۔ کنشک کے عہد میں واسومترا اور اشوگھوش کی رہنمائی میں چوتھا اجلاس کشمیر میں منعقد ہوا۔ اس طرح ہر آنے والے اجلاسوں میں بدھ مت کی وضاحت کو لے کر بھکشوؤں کے مابین اختلافات مزید واضح ہوتے گئے اور بدھ فلسفے کے جن دو مسلکوں کا ظہور ہوا انہیں ہین یان (Hinayana) اور مہایان (Mahayana) کے نام سے جانا جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہین یان اور مہایان دونوں اپنے نظریات بدھ کے یکساں اقوال سے اخذ کرتے ہیں، لیکن ان اقوال کی وضاحت کو لے کر ان میں اختلاف ہے۔

12.2.7 ہین یان اور مہایان مکاتب فکر (Hinayana and Mahayana Schools of Thought)

پہلی صدی عیسوی سے گوتم بدھ کی تعلیمات کی تعمیل اور تشریح کو لے کر ان کے ماننے والوں میں نظریاتی اختلاف پیدا ہوا۔ اس نظریاتی اختلاف کی وجہ سے ان کے متبعین دو گروہوں میں بٹ گئے۔ ایک ہین یان اور دوسرا مہایان۔ ایک بدھ کو نجات دہندہ تصور کرتا تھا۔ انہیں بودھ ستّ کا خطاب دیتا ہے یہ فرقہ خود کو مہایان ''عظیم سواری'' کہتا ہے۔ جب کہ دوسرا فرقہ بدھ کی قدیم روایات سے وابستہ رہا اسے مہایان فرقہ والوں نے ہین یان یا تھراو کہنا شروع کیا۔ ہین یان جنہیں تھیراوادن بھی کہا جاتا ہے یہ یقین رکھتے تھے کہ کوئی مستقل ذات یا روح نہیں ہے اور ایک فرد پانچ کل۔۔ تھیرامادہ، احساس، تصور، میلان طبع اور شعور کا مجموعہ ہوتا ہے۔ ناواقفیت، نفسانی خواہشات اور خود غرض تصورات سے علیحدگی کے ذریعے ہی ایک شخص کرم اور بار بار کے نئے جنم سے نجات پاکر نروان حاصل کر سکتا ہے۔

ہین یان بتدریج روشن خیالی کی طرف فرد کی جدوجہد پر زور دیتا ہے۔ اس اصول سے انفرادی نجات مراد ہے، جہاں ہر شخص کو اپنی منزل مقصود کی تیاری خود کرنی ہوتی ہے۔ روشن خیالی کے حصول کے لیے غور و خوض اور محاکمہ ذات کی تائید کی جاتی ہے۔ جن ممالک میں تھراویدا روایت ابھی زندہ ہے وہ ہیں سری لنکا، تھائی لینڈ، برما، کمبوڈیا اور لاؤس۔ مہایان روایت کا فروغ پہلی صدی قبل مسیح اور دوسری صدی عیسوی کے درمیان مانا جاتا ہے۔ مہایان فلسفہ بدھ کی اصل تعلیمات پر مبنی ہے، لیکن یہ روایتی وضاحتوں پر یقین نہیں رکھتا۔ اس نے نئے اصولوں اور تعمیلات کو متعارف کرنے کے ذریعے بدھ مت کی حدود کو اور وسعت دینے کی کوشش کی تاکہ غیر تربیت یافتہ بودھوں کے لیے اسے زیادہ عام اور معنی خیز بنایا جاسکے۔ اس نے بدھ کو خدا کی حیثیت سے بھی فروغ دیا تاکہ نروان کے بعد بدھ کے وجود سے متعلق تمام سوالات اور شبہات واضح ہو سکیں۔ مہایان فلسفہ یہ تعلیم دیتا ہے کہ ہر ذی حس مخلوق بدھ بن سکتا ہے، ایک ہی چیز جو روشن خیالی کے حصول میں مانع ہوتی ہے وہ اپنے ذاتی اعمال اور ذہنی کیفیت کی اصلاح کرنے میں ناکامی ہے۔ یہ بودھی ستوا کے تصور کو فروغ دیتا ہے جو اس وقت تک نروان کے حصول سے احتراز کرتا ہے، جب تک ہر ذی حس مخلوق اپنی مرضی کے مطابق پیدائش اور موت کے تکلیف دہ چکر میں رہتے ہوئے رحم دلی

کے کام نہ کرے۔ اس روایت کے ماننے والے بدھ کو ایک لافانی مخلوق سمجھتے ہیں جس سے دعائیں مانگی جاسکتی ہیں اور اس طرح مذہب میں ملحدانہ طول و عرض کا اضافہ کرتے ہیں ۔ اسے نجات کے تئیں اس کی تمام مشمولہ رسائی کی وجہ سے 'عظیم سواری Great) ' Vehicle) بھی کہا جاتا ہے، جیسا کہ بودھی ستوا کے تصور اور تمام مخلوقات کو نجات دلانے کے خواہش میں شامل ہے۔ عقل کے ساتھ رحم دلی کو روشن خیالی کا راستہ مانا جاتا ہے۔ انگیز اعمال کے علاوہ بودھی ستوا کے تئیں عقیدت کو بودھیت کی رسائی کے لیے اہم مانا جاتا ہے۔ آیئے اب ہم ہین یان اور مہایان روایتوں کے درمیان اختلافات کے اہم نکات پر ایک نظر ڈالیں۔

ہین یان بدھ مت میں فوری مقصد نروان، انفرادی نجات حاصل کرنا ہے، جس میں ہر شخص کو اپنی منزل مقصود کی تیاری خود کرنی ہوتی ہے، جب کہ مہایان بودھوں کے لیے بودھی ستوا (Bodhisatva) کا حصول بنیادی مقصد ہوتا ہے۔ ایک بودھی ستوا وہ فرد ہوتا ہے جسے روحانی روشن خیالی حاصل ہو جاتی ہے لیکن وہ تمام ذی حس مخلوقوں (انسان، جانور اور کیڑے مکوڑے) کو نجات دلانے کے لیے اپنے نروان کے آخری درجے کو ملتوی رکھتا ہے۔ ہین یان ان تکلیفوں کو حقیقت مانتا ہے جب کہ مہایان روایت اسے ایک واہمہ تصور کرتی ہے۔ ہین یان روایت میں بدھ کی تعلیمات پر اصل زور دیا جاتا ہے، جب کہ بدھ کی معبودیت اور دیوی دیوتاؤں کی پوجا مہایان روایت کا بنیادی حصہ مانا جاتا ہے۔ حالاں کہ دونوں مسلک بدھ مت کے بنیادی فلسفے میں یقین رکھتے ہیں لیکن ان کے درمیان جو اختلافات ہیں وہ بنیادی طور پر بودھ فلسفے کی تشریح اور اس کی تعلیمات سے متعلق ہیں۔ ہین یان بدھ مت سری لنکا، برما اور جنوب مشرقی ایشیا کے ممالک میں مقبول ہوا، جب کہ مہایان بدھ مت ہندوستان، وسط ایشیا، تبت، چین اور جاپان کا غالب فرقہ بنا۔ بدھ مت کے فروغ میں وجریان (Vajrayana) کا بھی حصہ رہا ہے ۔ آخری دور میں بدھ مذہب میں ایک بڑے طبقہ کی شکل میں ابھرتا ہے۔ وجریان، جس کے معنی بجلی کی کڑک اور ہیرا دونوں ہوتے ہیں، یوگی اور جادوئی نوعیت کا تھا۔ یہ مہایان مت کے تمام مفروضوں کو قبول کرتا ہے، لیکن انہیں مزید وسعت دیتے ہوئے اپنی بعض چیزوں کا اضافہ کرتا ہے۔ وجریان بدھ مت کا مقصد، ذہنی اور جسمانی دونوں اعتبار سے شنیتا (Shunyata) کا ادراک ہے۔ یہ روحانی ارتقاء کے لیے یوگی مشقوں میں اور روحانی طاقت کی منتقلی میں ایک روشن ضمیر گرو (استاد) کے تصور پر یقین رکھتا ہے۔ وجریان کا فروغ شمالی ہندوستان کے علاقوں اور تبت میں ہوا۔

12.2.8 بدھ مذہب کا ادبی سرمایہ (Literary Treasure of Buddhism)

ابتداء میں گوتم بدھ کی تعلیمات کی ترسیل زبانی روایت کے ذریعے کی جاتی تھی۔ بعد کے دنوں میں ضروری تبدیلیوں، تشریحات اور غور و فکر کے ذریعے مختلف مرحلوں میں مدون کیا گیا۔ آج ترقی یافتہ پالی مجموعۂ قوانین کو بدھ کے الفاظ کی حیثیت سے تعظیم دی جاتی ہے۔ پالی مجموعۂ قوانین کی بنیادی تقسیم تین حصوں میں کی گئی ہے۔

1. ونے پتاکا (Vinaya Pitaka)
2. سُتّا پتاکا (Sutta Pitaka)
3. ابھدھما پتاکا (Abhidhamma Pitaka)

ان تینوں کے مجموعے کو تری پتاکا (Tripitaka) کہا جاتا ہے۔ حالاں کہ تری پتاکا کو بدھ کے الفاظ کی حیثیت سے جانا جاتا ہے، اس میں کچھ متن ہیں جو یا تو مخصوص بھکشوؤں سے منسلک ہیں یا کسی ایسے واقعے سے متعلق ہیں جو بدھ کے وقت کے بعد کا ہے یا اسے اس وقت کے بعد تدوین کیا گیا تھا۔ ونے پتاکا میں راہبانہ اصولوں سے متعلق ہے اصول وضوابط ہیں اور بنیادی طور پر دو حصوں پر مشتمل ہے۔

(1) ونے وبھنگ (2) ونے واستو۔

ست پتاکا: گوتم بدھ کے مذہبی خطبات، وعظوں اور نصیحتوں کا مجموعہ ہے۔ اس میں دھرم کی اخلاقی تعلیمات، سماجی اقدار، اور اچھے کردار کی خوبیاں بتائی گئی ہیں یہ کتاب ''دھمہ'' کے بارے میں ہماری معلومات کا بنیادی ذریعہ اور تاریخ کا ایک اہم ماخذ ہے۔ سُت پتاکا پانچ مجموعوں یا نکایوں (Nikayas) پر مشتمل ہے:

1. 1 دِگھا (Digha)
2. مجھما (Majihima)
3. سمیتا (Samyutta)
4. 4انگتّر (Anguttar)
5. کھدک (Khuddaka)

ابھیدھم پتاکا: بدھ مذہب کے فلسفیانہ تعلیمات پر مختلف مقالات کا مجموعہ ہے جو ''ست پتاکا'' کے متون کا تجزیہ ہے۔ اس میں بدھ مذہب سے وابستہ تمام فلسفیانہ مباحث کو جمع کیا گیا ہے۔ یہ تصنیف سات کتابوں پر مشتمل ہے جس میں کتھاوتھو (Kathavatthu) سب سے زیادہ اہم ہے۔ پالی مذہبی ادب کے علاوہ مہایان بدھ مت کے معتقدین کے ذریعے سنسکرت زبان میں بودھ ادب تحریر کیا گیا۔ سنسکرت میں لکھی گئی کتاب وَیپلیا سوتر (Vaipulya Sutras) مہایان کتابوں میں بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ ان کے علاوہ تقریباً 550 جاتک کہانیاں بھی ہیں اور ہر کہانی ''بودھی ستو'' کی حیثیت سے گوتم بدھ کے گزشتہ جنم سے متعلق ہے۔ حالاں کہ اس وسیع بودھ ادب کی نوعیت بنیادی طور پر روحانی ہے۔ پھر بھی اس ادب کی ایک بڑی تاریخی اہمیت ہے، کیوں کہ یہ قدیم سماج کی زندگی اور رواجوں اور برسوں میں ہونے والی اقدار کی تبدیلیوں کو سمجھنے میں ہماری مدد کرتا ہے۔

12.2.9 بدھ مت کے اثرات (Impact of Buddhism)

گوتم بدھ کی سادہ عام فہم تعلیمات کو نہ صرف ہندوستان میں پذیرائی ملی بلکہ ہندوستان کے باہر دور دراز ممالک میں بھی حد درجہ قبولیت حاصل کی۔ ان متاثر کن شخصیت ہندوستان کے ہر طبقہ میں مقبول ہوئی۔ چناچہ بدھ مذہب نے ہندوستان کی سیاسی، سماجی، معاشی، مذہبی اخلاقی، تہذیبی، ثقافتی اور ادبی زندگی کے تمام پہلوؤں کو متاثر کیا۔ مندرجہ ذیل سطور میں اس کا ایک مختصر خاکہ پیش کیا جارہا ہے۔

سیاسی اثرات: اشوک جیسے راجاؤں نے بدھ مذہب کی سرپرستی کی اور اس کے اصولوں پر عمل کرتے ہوئے رواداری اور فیض رسانی کی

پالیسی اپنائی۔ان کے زمانے میں ایسے اقدامات اٹھائے گئے جو بنیادی طور سے رعایا کے فلاحی کاموں کے لیے تھے۔اشوک نے باضابطہ اعلان کیا ''تمام لوگ میرے بچے ہیں''۔ جس طرح مجھے خود اپنے بچوں کے لیے یہ خواہش ہے کہ ان کو دوسری دنیا میں فلاح اور خوشیوں کی تمام قسم کی راحتیں حاصل ہوں،اسی طرح میری یہی خواہش تمام لوگوں کے لیے ہے۔راجہ اشوک اپنی رعایا کی فلاح کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لیے برابر دورہ کرتا رہتا تھا۔اس نے شام، مصر، مقدونیہ اور سری لنکا جیسے ممالک میں ثقافتی مشن روانہ کیے۔بتایا جاتا ہے کہ اشوک کے دورِ حکومت میں ہندوستان کی مختلف اقوام میں سیاسی وحدت کا احساس پروان چڑھا تھا۔مزید یہ کہ بودھ سنگھ نے بھی جس کی تنظیم جمہوری اصولوں پر کی گئی تھی،لوگوں کے خیالات پر اثرانداز ہوا۔

سماجی اثرات: بدھ مذہب نے ذات پات کی تقسیم اور بے معنی رسوم جیسی سماجی برائیوں کے خلاف عوام کے اندر بیداری کا جذبہ پیدا کیا۔ لیکن ورن نظام کے خلاف نہیں تھے۔اس کے دروازے سب کے لیے کھلے تھے جس میں عورتیں اور شودر بھی شامل تھے۔بدھ مذہب کے اندر مالداروں اور غریبوں دونوں کو ہی تقریباً برابر کا رتبہ حاصل تھا۔اس سے ستائے ہوئے لوگوں کے دل میں احساس کمتری کو اُتار پھینکنے کا جذبہ پیدا ہوا۔بدھ مذہب نے لوگوں کو سماجی زندگی کی اہمیت سے روشناس کرایا،اس نے ہر فرد کو سماج کے دوسرے ممبران کے ساتھ مل کر رہنے کی صلاح دی۔بودھ خانقاہیں سماجی خدمت کے مراکز بھی تھے۔

معاشی اثرات: عدم تشدد کے اصول پر زور دیتے ہوئے بدھ مذہب نے ملک کے مال مویشی میں کافی اضافہ کیا۔ابتدائی بودھ تصنیف میں ایسا ذکر آیا ہے کہ لوگوں کو مویشیوں کی حفاظت کرنا چاہیے، کیونکہ یہ ہمارے اسی طرح سے دوست ہیں جیسے کہ ہمارے والدین اور رشتہ دار اور یہ کہ کاشت کاری ان ہی پر منحصر ہے۔دوسری جگہ پر ان کو غذا، حسن اور خوشی دینے والا (آنند، وندنا اور سکھدا) بتایا گیا ہے۔بھاری لوہے کی ہل کی پھالیوں پر قائم نئی زراعتی معیشت کے مد نظر بیلوں کی ضرورت تھی،اس لیے مویشیوں کی حفاظت کے لیے یہ اپیل نہایت اہم تھی۔ان کے علاوہ بدھ مذہب میں سود کو بھی برا نہیں سمجھا جاتا تھا۔ جس کی وجہ سے تجارتی گروہ نے بدھ مذہب کی طرف رخ کیا اور اس طرح کے خیالات سے تجارت میں بھی بہت اضافہ ہوا۔

اخلاقی اثرات: اچھے کردار اور عمدہ اخلاق بودھ مذہبی فلسفہ کا بنیادی نصب العین تھا۔اس کی اہنسا اور ایمانداری، سچائی اور رحم دلی کو اپنانے کی کوشش کے نتیجہ میں اس کے پیروؤں کا اخلاقی معیار بلند ہوا۔ گوتم بدھ فکر، قول اور عمل کی پاکیزگی پر زور دیتے تھے۔اسے تقویت پہنچانے کے لیے انہوں نے دس احکامات دئے تھے۔ان دس احکام پر عمل مذہبی نمائندوں کے علاوہ دنیاداروں کو بھی عمل کرنے کی تلقین کی تھی۔ وہ احکامات یہ تھے کہ

1۔دوسروں کے مال پر لالچ نہ کرو۔2۔کسی کی جان نہ لو۔3۔جھوٹ نہ بولو۔4۔زنا نہ کرو۔5۔ناچ گانے میں شرکت مت کرو۔6۔خوشبو استعمال نہ کرو۔7۔بے وقت کھانا نہ کھاؤ۔8۔نشیلی اشیاء استعمال نہ کریں۔9۔آرام دہ بستر استعمال نہ کریں۔10۔دھن دولت جمع نہ کریں۔

ثقافتی اثرات: بودھ سنگھوں اور وہاروں نے ثقافتی مراکز قائم کیے جہاں مختلف مضامین کی تعلیم کو ترقی ملی۔ راہب (بھکشو) مکمل طور سے سنگھوں سے وابستہ رہتے تھے۔ ان کا نہ تو کوئی خاندان تھا اور نہ ہی کوئی جائیداد۔ ان کی زندگی سنگھ کے ضابطوں کے مطابق سخت اصولوں کے تحت بندھی ہوئی تھی۔ ہر راہب یہ عہد کرتا تھا۔

''مجھ کو بدھ، دھم اور سنگھ میں ہی پناہ لینی ہے'' یہ سنگھ نوعیت کے لحاظ سے جمہوری تھے۔ کسی بھی قسم کے اختلافات کو مختلف کمیٹیوں کے حوالے کر دیا تھا۔ آزادانہ مباحثوں کی ہمت افزائی کی جاتی تھی اور فیصلے اکثریت کے نقطۂ نظر کو مد نظر رکھ کر کیے جاتے تھے۔ چند وہاروں نے ایسی رہائشی یونیورسٹیوں کی شکل میں ترقی کرلی تھی جو بہار میں ''نالندہ'' اور ''وکرم شلا'' اور گجرات میں ''ولبھی'' کے نام سے مشہور ہیں۔

فنی اور تعمیری اثرات: شاید بدھ مذہب کا سب سے زیادہ اشتراک آرٹ اور فن تعمیر کا میدان ہے۔ بدھ مذہب نے علاقائی فنی روایات کی نشوونما کی۔ ہندوستان میں پوجی جانے والی ابتدائی مورتیاں مہاتمابدھ کی ہیں۔ بودھ گیا، سانچی اور بھرہت (مدھیہ پردیش) میں مہاتمابدھ کی زندگی کے مختلف واقعات کو پیش کرنے کے نتیجہ میں ایک باقاعدہ مکتب سنگ تراشی وجود میں آیا۔ مہاتمابدھ کے پیروؤں نے سیکڑوں استوپوں کی تعمیر کی۔ سانچی اور امراوتی (مہاراشٹر) کے استوپ فنی کارناموں کی عظیم یادگاروں کی حیثیت سے موجود ہے۔ سانچی کے تورانہ (داخلی دروازہ) پر کندہ کاری کی ہوئی منقش پتھر کی تختیاں مہاتمابدھ کی زندگی کے تفصیلی حالات پیش کرتی ہیں۔ ان تختیوں پر کندہ جاتک کہانیاں، منظر نامے، پھول پتیوں کے ڈیزائن، یکشنیوں اور یکشوں (کبیر کے دربان) کے حسین مجسّمے اور مرد اور عورتوں کی مورتیاں عظیم فنی صلاحیتوں کا مظاہرہ کرتی ہیں۔

ہندوستان کے فنون لطیفہ کی تاریخ میں غار کا فن تعمیر ایک نہایت اہم مرحلہ تسلیم کیا جاتا ہے۔ ایسے غاروں میں دوسری صدی قبل مسیح سے لے کر 10ویں صدی عیسوی کے درمیان تقریباً 1000 غاروں میں نادر فنی نمونے تلاش کر لیے گئے ہیں۔ ان میں سے زیادہ تر نوعیت کے لحاظ سے بدھ مزاج رکھتے ہیں۔ مہاراشٹر میں چٹانی پہاڑیوں کے نیچے حسین غار تعمیر کیے گئے ہیں اجنتا کے غار، اجنتا کے غار جاتک کتھاؤں پر مبنی موضوعات سے حاصل کردہ دیواری مصوری (Fresco Paintings) کے لیے مشہور ہیں۔ بدھ مذہب نے گندھار (ہند-یونانی) اور متھرا طرز اسکول دونوں ہی کی ہمت افزائی کی۔ گندھار آرٹ یونانی اثرات کا نتیجہ تھا جس نے کشان راجاؤں کے زیر سرپرستی ترقی کی۔ یہ یونانی اور ہندوستانی طرز کے امتزاج کی بہترین ترجمانی کرتا ہے۔ ان فنی شہ پاروں میں بدھ کی مورتیاں یونانی دیوتا اپولو سے بے حد ملتی جلتی ہیں۔ اس کے برعکس متھرا طرز میں خالص ہندوستانی رنگ جھلکتا ہے۔

12.3 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

اس اکائی میں آپ نے پڑھا کہ کس طرح قابل کاشت زمین میں اضافہ، ترقی یافتہ اوزاروں اور طریقوں سے زرعی پیداوار میں بڑھاوے کے باعث دولت میں اضافہ ہوا۔ سماج میں برہمنوں کی بالادستی کے خلاف ایک رد عمل کا آغاز ہوا۔ خاص طور پر چھتریوں کی جانب

سے احتجاج کی شروعات ہوئی۔ سماج میں معاشی اور سماجی تبدیلیاں بھی رونما ہو رہی تھیں۔ جس نے بدھ مت کے لیے راستہ ہموار کیا۔ کفایت شعاری اور عدم تشدد کے اصولوں کی وجہ سے تجارتی کمیونٹی نے خاص طور پر جین مت کی سرپرستی کی۔ جین مت کے اہم اصولوں نے انہیں متاثر کیا۔ زراعت پیشہ لوگوں نے جین مت کو قبول نہیں کیا۔ اس مذہب نے بے ضرری پر حد سے زیادہ زور دیا۔ بدھ مت کے عام فہم خیالات نے عام لوگوں کو متاثر کیا۔ عام لوگوں کو اپیل کرنے میں گوتم کی شخصیت نے بھی اہم رول ادا کیا۔ خواتین اور نچلے طبقے کے اراکین کو بدھ مت کی خانقاہوں میں شرکت کرنے کی اجازت دی گئی۔ اس سے عام لوگ بدھ مت کی جانب مائل ہونے لگے۔ بدھ مت کے بھکشوؤں نے عوام کی زبان پالی کو استعمال کیا۔ اس سے بھی عام لوگ بدھ مت کی جانب مائل ہونے لگے۔ غالباً ہندوستان میں پہلی مرتبہ گوتم کے مجسموں کی انسانی عبادت کی جانے لگی۔ بدھ مت کی یادگاریں ،استوپا اور تصویروں نے ہندوستانی ثقافت کو مالا مال کیا۔ بدھ مت کے کارناموں کی وجہ سے ہندوستانی ادب کو فروغ حاصل ہوا۔ بدھ مذہب نے پالی اور سنسکرت زبانوں کو مالا مال کیا۔ بودھ ادب میں ترپتاکائیں شامل ہیں جس میں راہبانہ زندگی کے مخصوص حوالے کے ساتھ روزمرہ کی زندگی کے اصولوں اور ضابطوں کا ذکر ہے۔ بدھ مذہب کے اندر مالداروں اور غریبوں دونوں کو ہی تقریباً برابر کا رتبہ حاصل تھا۔ بدھ مذہب نے لوگوں کو سماجی زندگی کی اہمیت سے روشناس کرایا، اس نے ہر فرد کو سماج کے دوسرے ممبران کے ساتھ مل کر رہنے کی صلاح دی۔ بودھ خانقاہیں سماجی خدمت کے مراکز بھی تھے۔ اچھے کردار اور اخلاق کا نصب العین بودھ مذہبی فلسفہ کی بنیاد تھی۔ اس کی اہنسا اور ایمانداری، سچائی اور رحم دلی کو اپنانے کی کوشش کے نتیجہ میں اس کے پیروؤں کا اخلاقی معیار بلند ہوا۔ بودھ سنگھوں اور وہاروں نے ثقافتی مراکز قائم کیے جہاں مختلف مضامین کی تعلیم کو ترقی ملی۔ راہب (بھکشو) مکمل طور سے سنگھوں سے وابستہ رہتے تھے۔ ان کا نہ تو کوئی خاندان تھا اور نہ ہی کوئی جائیداد۔ ان کی زندگی سنگھ کے ضابطوں کے مطابق سخت اصولوں کے تحت بندھی ہوئی تھی۔ ہر راہب یہ عہد کرتا تھا۔ بدھ مذہب نے علاقائی فنی روایات کی نشوونما کی۔ ہندوستان میں پوجی جانے والی ابتدائی مورتیاں مہاتما بدھ کی ہیں۔ بودھ گیا، سانچی اور بھرہت (مدھیہ پردیش) میں مہاتما بدھ کی زندگی کے مختلف واقعات کو پیش کرنے کے نتیجہ میں ایک باقاعدہ مکتب سنگ تراشی وجود میں آیا۔

12.4 کلیدی الفاظ (Keywords)

نروان	:	لفظی معنی نکال پھینکنا، انسان کا اپنی انا کو نکال دینا۔ اپنی خواہشات کو مٹا دینا۔
اشٹانگک مارگ	:	بدھ مذہب کے وہ آٹھ اصول جن پر چل کر نروان حاصل کیا جا سکتا ہے۔
ترشنا	:	نفسانی خواہشات سے آزادی، جس کی بنا پر نروان کا راستہ آسان ہو جاتا ہے۔
تتھاگت	:	سچائی کا ساتھ۔ گوتم بدھ کا لقب جس سے ان کے متبعین انہیں پکارتے تھے۔
مہایان	:	بڑی سواری، بڑا ذریعۂ اظہار، بدھ مذہب کا وہ فرقہ جس نے گوتم بدھ کی پرستش کا آغاز کیا تھا۔
ہینایان	:	چھوٹی سواری، چھوٹا ذریعۂ اظہار، بدھ مذہب کا وہ فرقہ جو قدیم روایات پر قائم تھا۔
وَیپلیا سوتر	:	سنسکرت زبان میں لکھی گئی مہایان فرقہ سے وابستہ ایک اہم مذہبی تصنیف۔

بودھی ستوا : بدھ عقیدے کے مطابق وہ فرد جسے روحانی روشن خیال حاصل ہو گئی ہو۔

وجریان : لفظی معنیٰ بجلی کی کڑک اور ہیرا۔ ہین یان اور مہایان کے علاوہ بدھ مت کا ایک تیسرا فرقہ، یوگ کے ذریعہ روحانی طاقت کی منتقلی کا اعتقاد رکھتا ہے۔

12.5 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

12.5.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1. گوتم بدھ کہاں پیدا ہوئے۔
2. گوتم بدھ کے والدہ کا کیا نام تھا۔
3. گوتم بدھ نے اپنا پہلا وعظ کہاں دیا تھا۔
4. یشودھرا کون تھی۔
5. گوتم بدھ سکون کی تلاش میں کہاں گئے تھے۔
6. گوتم بدھ کا انتقال کہاں پر ہوا تھا۔
7. بدھ مت کے آٹھ اصول کیا کہلاتے ہیں۔
8. بدھ مت کا سب سے بنیادی فلسفہ کیا ہے۔
9. گوتم بدھ کے کسی ایک استاد کا نام بتائیں۔
10. بدھ مذہب کا بانی کون تھا۔

12.5.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. ہندوستان میں بدھ مذہب کی مقبولیت کے دو اسباب بتائیں۔
2. بدھ مت نے عام لوگوں کو بہت متاثر کیا۔ اس کی وجوہات بیان کیجیے۔
3. گوتم بدھ کا ''درمیانی راستہ'' کیا ہے؟ بیان کیجیے۔
4. بدھ مت کے دو اہم مکاتبِ فکر کون تھے؟ وضاحت کیجیے۔
5. ہندوستان میں بدھ مذہب کی مقبولیت کی اہم وجوہات بیان کریں۔

12.5.3 طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. بدھ مذہب کے اہم ادبی کارناموں پر روشنی ڈالیں۔
2. بدھ مت نے ہندوستانی تہذیب و ثقافت کو کس طرح فروغ دیا۔ وضاحت کریں۔

3. گوتم کی تعلیمات کا جائزہ لیجیے اور ان اسباب کو بیان کیجیے جس کی وجہ سے عام لوگ متاثر ہوئے۔

12.6 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں (Suggested Books for Further Reading)

1. Basham, A.L., *The Wonder That Was India*, New Delhi, 1967.
2. Jha, D.N., *Ancient India*: *An Introductory Outline*, New Delhi, 1977.
3. Kosambi, D.D., *The Culture and Civilisation of Ancient India in Historical Outline*, New Delhi, 1970.
4. Sharma, R.S., *India's Ancient Past*, Oxford University Press, New Delhi, 2005.
5. Singh Upinder, *A Comprehensive History of Ancient and Early Medieval India*, Pearson, Delhi, 2009.
6. Thapar, Romila, *Early India from the Origins to AD 1300*, Penguin Group, 2002.
7. Armstrong, Karen, *Buddha*, Phoenix, London, 2002.
8. Dutt, Romesh C., *Civilisation in the Buddhist Age*: *B.C. 320 to A.D. 500*, Low Price Publications, Delhi, 2004 (first pub. 1908).
9. ترپاٹھی، آر۔ پی: قدیم ہندوستان کی تاریخ، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دلی۔
10. شرما، آر۔ ایس: قدیم ہندوستان، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دلی۔

اکائی 13۔آجیوک مت

(Ajivikism)

اکائی کے اجزا

13.0 تمہید
13.1 مقاصد
13.2 چھٹی صدی قبل مسیح کا تاریخی اور سماجی پس منظر
13.2.1 قربانیاں اور مباحث
13.2.2 قربانی کی روایت
13.2.3 نئے سوالات
13.2.4 مباحثے اور بات چیت
13.3 آجیوک مت
13.4 سماجی صورت حال
13.5 آجیوک تعلیمات
13.6 ہم عصر سماج پر آجیوک مت کے اثرات
13.7 مجھم نکائے کے مطابق آجیوکوں کا طرز عمل
13.8 اکتسابی نتائج
13.9 کلیدی الفاظ
13.10 نمونہ امتحانی سوالات
13.10.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات
13.10.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات
13.10.3 طویل جوابات کے حامل سوالات
13.11 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں

13.0 تمہید (Introduction)

چھٹی صدی قبل مسیح میں گنگا کے وسطی میدانی علاقوں میں بہت سے مذہبی فرقوں نے جنم لیا۔ایسے باسٹھ فرقوں کے بارے میں ہمیں معلومات ملتی ہیں۔ان میں سے اکثر فرقوں کی بنیادیں ان علاقائی رسم ورواج اور مذہبی عقائد و نظریات پر تھیں جو شمال مشرقی ہند میں رہنے والے لوگ اختیار کیے تھے۔ان میں جین مت، بدھ مت اور قابل ذکر اور سب سے زیادہ اہم تھے۔پہلے دو عقائد مذہبی اصلاح کی انتہائی موثر تحریکوں کی شکل میں نمودار ہوئے تھے اور اس وقت کے سماج اور سماج کے اپنے نظریات کے ان مٹ نقوش چھوڑے جہاں ایک طرف اپنشدوں کی تعلیمات نے برہمنی نظام میں اپنا مقام حاصل کیا وہیں دوسری جانب ایسے اصول وضوابط بھی اختیار کیے گئے تھے جو اس کے راسخ العقیدہ برہمنی اصولوں سے متفق نہیں ہو سکے ایسے خیالات کی پرورش وپرداخت ان فرقوں نے کی جو اس کٹرپن کے مخالف تھے ان ضوابط کے معلمین میں اس شخص کو خصوصیت حاصل تھی جس نے چھٹی صدی قبل مسیح کے اواخر اور پانچویں صدی قبل مسیح کے اوائل میں ایک نئے مذہبی فکر کی بنیاد ڈالی جس کا نام مکھلی گوشال تھا۔

اس اکائی میں ہم 600ق م سے 500 قبل مسیح کے درمیان فروغ پانے والے مذہبی افکار وخیالات کا جائزہ لیں گے۔کہ ان افکار و نظریات اور مختلف فرقوں کا آغاز، کب، کہاں اور کیسے ہوا اور ان کے بانی کون تھے ؟ سماج میں ان کی کیا حیثیت تھی ؟ نئے نئے افکار وخیالات جو اس زمانے میں ابھر رہے تھے وہ کیا تھے ؟ اور ان خیالات کا انسانی سرگرمیوں سے کیا رشتہ تھا؟ ان تمام نکات کو ہم اس اکائی کے ذریعہ جاننے کی کوشش کریں گے۔ساتھ ہی ہم اس عہد میں ہونے والی اہم سماجی تبدیلیوں کی نشان دہی کر سکیں گے۔اس نئے مذہب کی ترقی سے سماجی زندگی کس طرح متاثر ہوئی ؟ اور ملک وبیرون ملک میں ان کے کیا اثرات مرتب ہوئے ؟ اس کا بھی اندازہ لگانے کی کوشش کریں گے۔

13.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کے مطالعے کے بعد آپ

- چھٹی صدی قبل مسیح کے حالات کا جائزہ لے سکیں گے۔
- آجیوک مت کے آغاز وارتقاء کے پس منظر کو سمجھ پائیں گے۔
- آجیوک مت کی ترقی اور ظہور کی شناخت کر پائیں گے۔
- آجیوک مت کے اہم اصول بیان کر سکیں گے۔
- ہم عصر سماج پر آجیوک مت کے اثرات سے واقف ہو سکیں گے۔
- آجیوک مت کی اہمیت بیان کر سکیں گے۔
- مکھلی گوشال کے حالات زندگی کو بیان کر سکیں گے۔
- مکھلی گوشال کی تعلیمات کا اندازہ لگا پائیں گے۔

13.2 چھٹی صدی قبل مسیح کا تاریخی و سماجی پس منظر

(Historical and Social Background of 6th Century BC)

13.2.1 ویدک قربانیوں پر مباحث (Debates Over Vedic Sacrifices)

قبل مسیح دور میں پہلے ہزارے کے درمیانی حصے کو عام طور پر انسانی تاریخ کا ایک اہم موڑ مانا جاتا ہے۔اس دور میں ہمیں مفکرین ابھرتے نظر آتے ہیں جیسے ایران میں زرتشت، چین میں کونگ زی، سقراط، افلاطون، اور ارسطو یونان میں؛ اور مہاویر، گوتم بدھ اور گوشال ہندوستان میں۔انہوں نے وجود کے رازوں یا پہیلیوں اور بنی نوع انسان اور نظام کائنات کے درمیانی رشتوں کو سمجھنے کی کوشش کی۔یہی وہ وقت تھا جب وادی گنگا میں نئی نئی حکومتیں اور شہر ابھر رہے تھے اور مختلف طریقوں سے وہ لوگوں کی سماجی اور معاشی زندگی میں تبدیلیاں رونما ہو رہی تھیں۔ان مفکرین نے اس ارتقا اور ان تبدیلیوں کو بھی سمجھنے کی کوشش کی۔

13.2.2 قربانی کی روایت (The Tradition of Sacrifice)

قدیم ہندوستان کی تاریخ میں پہلے سے قائم فکری روایتیں، مذہبی عقائد اور عمل چلے آرہے تھے جن میں ابتدائی ویدی روایات بھی شامل تھیں، جو رگوید سے ماخوذ تھیں جسے تقریباً 1500 سے 1000 قبل مسیح کے دوران نظم کیا گیا تھا۔رگوید مختلف قسم کے دیوتاؤں کی تعریفی مناجاتوں (منتروں) پر مشتمل ہے جن میں اگنی، اندر اور سوم شامل ہیں۔ان میں سے بہت سی مناجاتوں کو قربانی ادا کرنے کے دوران دوہرایا جاتا تھا اور لوگ مویشیوں، بیٹوں، اچھی صحت، طویل عمر وغیرہ کے لیے دعائیں مانگتے تھے۔

شروع میں یہ قربانیاں اجتماعی ہوتی تھیں۔رفتہ رفتہ بعد میں (تقریباً 1000 سے 500 قبل مسیح اور آگے) کچھ قربانیاں خاندان کے سربراہ پوری گھریلو اکائی کی خوشحالی اور بہتری کے لیے ادا کرنے لگے۔اس سے زیادہ بڑی باضابطہ منظم قربانیاں جیسے 'راجہ سویا' اور 'اشومیدھ' سردار اور ریاستوں کے راجہ کروایا کرتے تھے جو ان رسوم کی ادائیگی کے لیے برہمن پجاریوں پر منحصر رہتے تھے۔

13.2.3 نئے سوالات (New Questions)

اپنشدوں میں پائے جانے والے بہت سے تصورات (تقریباً چھٹی صدی قبل مسیح دور اور آگے) سے ظاہر ہوتا ہے کہ لوگ زندگی کے معنوں یا مقصد، موت کے بعد زندگی کے امکان، دوسرے جنم جیسے مسائل کے لیے متجسس تھے۔کیا موجودہ زندگی پچھلے عملوں کی وجہ سے ہے؟ ایسے سوالات پر جوش و خروش سے بحث جاری تھی۔مفکرین آخری یا مجرد حقیقت کو سمجھ لینے اور بیان کرنے کے لیے کوشاں تھے۔مزید ویدی روایتوں پر یقین نہ رکھنے والے پوچھتے تھے کہ کیا کوئی واحد اور حتمی حقیقت ہے بھی یا نہیں۔لوگوں نے قربانی کی روایت پر بھی قیاس آرائیاں شروع کر دی تھیں۔

13.2.4 مباحثےاور بات چیت (Debates and Discussions)

ہمیں بودھ متنوں میں گرم مباحثوں اور پر جوش گفت وشنید کی جھلک ملتی ہے۔ان متنوں میں 64 مسلکوں یا مکتب فکر کا ذکر ملتا ہے۔ استاد یا گرو اپنے فلسفے کی صداقت، یا جس انداز میں وہ دنیا کو سمجھتے تھے، ایک دوسرے کو باور کرانے اور عام لوگوں کو سمجھانے کے لیے جگہ جگہ کا سفر کرتے تھے۔ 'کٹاگرہ شالا' لفظی معنوں کے اعتبار سے ایک نکیلی چھت والی جھونپڑی یا باغوں میں بحثیں منعقد ہوتی تھیں۔انہیں باغوں میں مسافر اور (بھکشو) راہب ٹھہرا کرتے تھے۔اگر کوئی فلسفی اپنے مد مقابل کو ہم رائے یا متفق کرنے میں کامیاب ہو جاتا تھا تو مؤخر الذکر کے ماننے والے بھی اس کے شاگرد ہو جاتے تھے۔اس طرح کسی مسلک کی حمایت کا دائرہ وقتاً فوقتاً پھیلتا اور سکڑتا رہتا تھا۔

ان میں سے بہت سے گروؤں نے جن میں مہاویر اور بدھ دونوں شامل تھے ویدوں کی سند یا کلی اختیار پر سوال اٹھائے تھے۔ وہ انسان کی اپنی ذاتی شخصیت پر بھی زور دیتے تھے۔ یعنی مرد یا عورت اپنے اس دنیاوی وجود کی کشمکشوں اور صعوبتوں سے مکتی حاصل کرنے کی کوشش کر سکتے تھے۔ ظاہر ہے یہ برہنی موقف سے بالکل متضاد صورت حال تھی، جس میں فرد کا وجود اس کی مخصوص ذات یا صنف پر منحصر مانا جاتا تھا۔آج بھی یہ عقیدہ بڑی حد تک برقرار ہے۔

13.3 آجیوک مت (Ajivikism)

ایک تیسرا آزاد فرقہ جو جین مذہب اور بدھ مذہب کے ساتھ ابھرا، آجیوکوں کا تھا یہ ایک ایسے درویشوں کا گروہ تھا جو تقریباً جینیوں ہی کی طرح شدید قسم کے ضبط نفس کے اصول پر عمل کرتے تھے، اس اصول میں مکمل برہنگی شامل تھی اس فرقے کے بانی گوشال من کھلی پتر (Goshala Mankhaliputta) تھے۔ان کے اصول و ضوابط بنیادی طور سے اپنے ہمعصر اور سابق دوست مہاویر کے ضابطوں سے مماثل ہیں۔ مہاویر ہی کی طرح انہوں نے بھی قدیم علما اور درویشوں کی پیروی کی جن کی تعلیمات کو انہوں نے اختیار کیا اور ترقی دی۔ بودھ اور جین دونوں ہی روایات کے مطابق ان کا تعلق ایک کمتر درجے کے خاندان سے تھا۔ان کا انتقال مہاتما بدھ کے انتقال سے تقریباً سال بھر یا کچھ پہلے 484 قبل مسیح میں ہوا ہوگا۔ جین روایات کے مطابق ان کا انتقال اس خوفناک جنگ کے بعد ہوا جو شراوستی میں ان کے اور مہاویر کے درمیان ہوئی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کے پیروکاروں نے دیگر علما کی تعلیمات کے ساتھ پورن کشیپ اور پکدھ کاتیاین کی تعلیمات کو شامل کرکے آجیوک فرقہ تشکیل دیا۔ موریہ عہد میں جب اشوک اور اس کے وارث دشرتھ نے آجیوکوں کو غاروں کی پیش کش کی، پھلنے پھولنے کے بعد اس کا زوال ہونے لگا اور صرف مشرقی میسور اور مدراس سے متصل علاقوں میں اس فرقہ کی کچھ اہمیت باقی رہی۔ان علاقوں میں یہ فرقہ چودہویں صدی عیسوی تک باقی رہا۔اس کے بعد کے دور میں اس فرقے کے متعلق کوئی معلومات نہیں حاصل ہوئیں۔

آجیوکوں کی کوئی مذہبی تحریر ہم تک نہیں پہونچی ہے اور ان کے متعلق ہماری جو معلومات ہیں، ان کی از سر نو تشکیل بدھ مذہب اور جین مذہب کے مباحث سے ہوتی ہے۔ یہ فرقہ یقینی طور پر ملحدانہ نظریات رکھتا تھا اور اس کی اہم خصوصیت شدید جبریت تھی۔ عام طور پر کرم کے ضابطہ کی تعلیم یہ تھی کہ ایک انسان کی موجودہ حالت کا تعین اس کے گزشتہ افعال سے کیا جائے لیکن وہ اپنی تقدیر پر اس زندگی میں اور

مستقبل میں اچھے اعمال کرکے اثرانداز ہوسکتا ہے۔آجیوک فرقے کے ماننے والے اس بات کے منکر تھے پوری کائنات اپنی جزئی تفصیلات کے ساتھ ایک غیر شخصی کائناتی اصول سے متعین اور مشروط ہوتی ہے اور یہی اصول یانیتی یا تقدیر ہے۔ چنانچہ تناسخ کے سلسلہ کو کسی طرح بھی متاثر کرنا ناممکنات میں تھا۔

تمام اشیاء جن میں سانس ہے تمام اشیاء جو جنم لیتی ہیں تمام اشیاء جن میں زندگی ہے طاقت قوت یا اچھائی سے محروم ہیں۔ بلکہ ان کی نشوونما تقدیر اتفاق اور فطرت سے ہوتی ہے اور وہ وجود کے چھ درجوں میں مسرت و غم کا تجربہ کرتی ہیں۔ چوراسی لاکھ ایسے بڑے یگ (مہاکاپ) ہیں جن میں سے نادان ودانا یکساں طور پر گزریں گے اور اس طرح کا اختتام ہوگا کوئی سوال نہیں پیدا ہوتا کہ خوش کرداری، اقرار صالح، ریاضت شاقہ یا پاکبازی کے ذریعہ کرم مکمل کرلیا جائے یا اس فعل کو ختم کردیا جائے جو پایہ تکمیل کو پہونچ چکا ہے یہ کبھی نہیں کیا جاسکتا ہے نہ بڑھایا جاسکتا ہے اور نہ ہی اس میں کوئی زیادتی یا کمی ہوتی ہے جس طرح تاروں کی ایک گیند ہوتی ہے کی جب اسے پھینکا جاتا ہے تو وہ پورے طور پر کھل جاتی ہے بالکل اسی طرح نادان ودانا یکساں طور پر اپنی راہوں پر چلتے ہیں اور اپنے دکھ درد اور غم کا مداوا کرتے ہیں۔ اگرچہ انسان کا کوئی بھی عمل اس کی تقدیر پر اثرانداز نہیں ہوسکتا لیکن آجیوک بھکشو (راہب) شدید قسم کی ریاضتیں کرتے تھے۔ کیونکہ جبر و تقدیر پر حد سے زیادہ اعتقاد نے انہیں ایسا کرنے پر مجبور کیا تھا۔ حالانکہ ان کے مذہبی حریف ان کی ریاضتوں کو دکھاوا اور ان پر جنسی واخلاقی بے راہ روی کا الزام لگاتے تھے۔

دراوڑی آجیوکوں نے اپنے ضوابط کو بدھ مذہب کی شاخ؛ مہایان (بڑا پہیہ) کے انداز پر مرتب کیا، گوشال کو مہایان شاخ کے بدھ کی طرح ایک نا قابل بیان دیوتا کا رتبہ حاصل ہوگیا جبکہ تقدیر کا نظریہ ایک طرح کے پرمینڈین نظریے (Parmenidian Philosophy) میں ارتقا پذیر ہوا جس کی رو سے تغیرات اور ساری حرکات فریب ہیں اور یہ کہ یہ دنیا فی الحقیقت ابدی طور پر اور بغیر کسی حرکت کے ساکن ہے یہ نظریہ ناگ ارجن کے نظریۂ خلا سے کچھ کچھ مماثلت رکھتا ہے۔

13.4 سماجی صورت حال (Social Conditions)

ویدک عہد کے بعد کے دور میں سماج واضح طور پر چار ورنوں میں بٹا ہوا تھا۔ یہ ورن تھے، برہمن، چھتری، ویشیہ اور شودر۔ ہر ورن کے فرائض بہ خوبی متعین کردئے گئے تھے۔اس پر اتنا زور دیا گیا تھا کی ورن کی بنیاد پیدائش پر تھی اور دو اعلا ورنوں کو کچھ خصوصی مراعات بھی دی گئی تھیں۔ برہمنوں کا جنہیں پروہت اور گرو کی خدمات سونپی گئی تھیں، یہ دعوی تھا کہ انہیں سماج میں اعلی ترین درجہ حاصل تھا۔ انہوں نے بہت سی خصوصی مراعات کا مطالبہ کیا جن میں نذریں وصول کرنا، ٹیکسوں اور سزاؤں سے مستثنی ہونا بھی شامل تھا۔ ویدی عہد کے بعد کے گرنتھوں میں ایسی بہت سی مثالیں ملتی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ برہمنوں کو اس طرح کی بہت سی مراعات حاصل تھیں۔ ورنوں کی درجہ بندی کے مطابق چھتری دوسرے مقام پر تھے۔ان کا کام تھا جنگ کرنا اور حکومت سنبھالنا اور کسانوں سے وصول کیے جانے والے ٹیکسوں پر زندگی گزارنا۔ ویشیہ کھیتی باڑی، مویشی پالن، غلہ بانی اور تجارت کرتے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ٹیکس ادا کرنے کا بوجھ خاص طور

سے ان ہی پر تھا۔ بہر کیف دونوں اعلی ورنوں کے ساتھ انہیں بھی دویجی (دوبارہ جنم لینے والے) کے زمرے میں رکھا گیا تھا۔ شودروں کا کام تینوں اعلی ورنوں کی خدمت گزاری کرنا تھااور عورتوں کی طرح انہیں بھی ویدوں کا مطالعہ کرنے کی اجازت نہیں تھی۔ ویدی عہد کے بعد کے دور میں ان کی حیثیت گھریلو نوکروں، زرعی غلاموں، کاریگروں، اور بھاڑے کے مزدوروں کی سی تھی۔ انہیں وحشی، لالچی اور کام چور کہا جاتا تھااور ان میں سے بعض کو تو اچھوت بھی خیال کیا جاتا تھا۔ جس کا جتنا اعلا ورن ہوتا تھا اسے اتنی ہی زیادہ مراعات حاصل ہوتی تھیں۔ مجرم کا ورن جتنا نیچا ہوتا تھا۔ اسے اتنی ہی سخت سزائیں دی جاتی تھیں۔

ورنوں میں بٹے ہوئے اس سماج میں تناؤ پیدا ہونا قدرتی بات تھی۔ ویشیوں اور شودروں کا جو ردعمل رہا ہو اسے معلوم کرنے کا ہمارے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ لیکن جہاں تک چھتریوں کا تعلق ہے، جو حکومت کا کام کرتے تھے، انہوں نے برہمنوں کے مذہبی رسوم پر تسلط کے خلاف شدید ردعمل کا اظہار کیا تھااور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ورن نظام میں پیدائش کے نظریئے کو جو اہمیت دی گئی تھی اس کے خلاف انہوں نے ایک قسم کی احتجاجی تحریک بھی چلائی تھی۔ نئے مذاہب کے ظہور کا ایک اہم سبب اسی پروہت طبقے کے تسلط کے خلاف جسے برہمن کہا جاتا تھااور جو خصوصی مراعات کا مطالبہ کرتا تھا، چھتریوں کا ردعمل تھا۔ وردھمان مہاویر جنہوں نے جین مت کی بنیاد ڈالی اور گوتم بدھ جو بدھ مت کے بانی تھے دونوں ہی چھتری خاندان کے تھے اور گوشال جو شودر تھے تینوں نے ہی برہمنوں کے اقتدار کو للکارا۔

پروفیسر آر ایس شرما اپنی کتاب قدیم ہندوستان میں لکھتے ہیں کہ ان مزاہب کے عروج کا اصل سبب وہ نئی زرعی معیشت تھی جو شمال مشرقی ہند میں روشناس ہورہی تھی۔ شمال مشرقی ہند میں جس میں مشرقی اترپردیش اور شمالی اور جنوبی بہار بھی شامل ہیں تقریبا 100 سینٹی میٹر بارش ہوتی ہے۔ وسیع پیمانے پر آباد ہونے سے قبل یہ علاقے گھنے جنگل تھے جنہیں لوہے کی کلہاڑیوں کی مدد کے بگیر صاف نہیں کیا جا سکتا تھا، اگرچہ اس علاقے میں 600ق م سے کچھ لوگ رہنے لگے تھے، لیکن وہ پتھر اور تانبے کے اوزار استعمال کرتے تھے اور دریاؤں کے کنارے یا ان کے سنگم پر غیر محفوظ زندگی گزارتے تھے جہاں دریا کے کٹاؤ یا سیلاب کی وجہ سے زمین قدرتی طور پر آبادی کے لیے صاف ہو جاتی تھی۔ گنگا کے وسطی میدانی علاقے میں وسیع پیمانے پر آبادی کا سلسلہ تقریبا 600 قبل مسیح میں اس وقت شروع ہوا جب وہاں لوہے کا استعمال ہونے لگا۔ لوہے کے اوزاروں کے استعمال سے جنگلوں کی صفائی، کھیتی باڑی اور بڑی بستیوں کا آباد ہونا ممکن ہو سکا۔ زرعی معیشت کی بنیاد جب لوہے کے پھل والے ہل پر رکھی گئی تو اس کے لیے بیلوں کی ضرورت پڑی جو مویشی بانی کے بغیر پوری نہیں ہو سکتی تھی۔ لیکن قربانی کے لیے جانوروں کو بلی چڑھانے کی ویدی رسم نئی زراعت کی ترقی کی راہ میں رکاوٹ تھی۔ ان گنت ویدی قربانیوں میں گائے اور بیلوں کے بلی چڑھانے جانے سے مویشیوں کی فراوانی میں رفتہ رفتہ کمی آرہی تھی۔ اس کے علاوہ مگدھ کے جنوبی اور مشرقی سروں پر رہنے والے قبائلی لوگ بھی کھانے کے لیے مویشی ذبح کرتے تھے۔ لیکن نئی زرعی معیشت کو مستحکم کرنے کے لیے مویشیوں کے مارے جانے کا سلسلہ ختم کرنا ضروری ہو گیا تھا۔

اس عہد میں شمال مشرقی ہند میں بہت سے شہر وجود میں آئے۔ مثال کے طور پر ہم کئی شہروں کے نام لے سکتے ہیں۔ جیسے الہ آباد کے قریب کوشامبی، اترپردیش کے ضلع کشی نگر، بنارس، ویشالی (جو شمالی بہار میں اسی نام پر بنے ایک نئے ضلع میں واقع ہے)، ضلع سرن میں واقع

چراند اور راج گیر جو جنوب مشرقی پٹنہ سے تقریباً 100 کلو میٹر کے فاصلے پر ہے۔اور لوگوں کے علاوہ ان شہروں میں صناع اور تاجر آباد تھے۔ جنھوں نے پہلی مرتبہ سکوں کا استعمال شروع کیا۔ قدیم ترین سکوں کا تعلق پانچویں صدی قبل مسیح سے ہے جنھیں مہری سکے کہا جاتا ہے۔ یہ پہلی بار مشرقی اترپردیش اور بہار میں جاری کیے گئے تھے۔ سکوں کے رواج نے قدرتی طور پر تجارت کو فروغ دیا اور اس سے ویشیوں کا تیسرا درجہ تھا جبکہ پہلے اور دوسرے درجے پر برہمن اور چھتری فائز تھے۔ قدرتی طور پر ویشیہ کسی ایسے مذہب کی تلاش میں تھے جو ان کے رتبہ میں اضافہ کر سکے،اسی لیے انہوں نے مہاویر اور بدھ دونوں کی کھل کر حمایت کی۔ تاجروں نے جنہیں سیٹھی کہا جاتا تھا گوتم بدھ اور ان کے پیروکاروں کو بڑے نذرانے دئے۔اس کی متعدد وجوہ تھیں۔ پہلی وجہ تو یہ تھی کہ جین اور بودھ اور آجیوک مذھبوں نے ابتدائی دور میں مروجہ ورن نظام کو کوئی اہمیت نہیں دی تھی۔ دوسرے یہ کہ تینوں مذاہب عدم تشدد کے علم بردار تھے جس سے مختلف ریاستوں کے درمیان جنگ وجدل کا خاتمہ کیا جا سکتا تھا، جس کے نتیجے میں تجارت اور بیوپار کو فروغ حاصل ہو سکتا تھا۔ تیسرے یہ کہ قانون کی برہمنی کتابیں جنہیں دہرم سوتر کہا جاتا تھا، سود پر قرض دینے کو ممنوع قرار دیتی تھیں۔ چنانچہ سود پر زندگی بسر کرنے والے پر ملامت کی جاتی تھی۔ ویشیہ جو بڑھتی ہوئی تجارت اور بیوپار کی وجہ سے قرض دیتے تھے انہیں عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا تھا لہذا وہ اپنے سماجی رتبہ کو اٹھانا چاہتے تھے۔

دوسری طرف ہمیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مختلف اقسام کی نجی املاک کے خلاف بھی شدید رد عمل تھا۔پرانی وضع کے لوگوں کو سکوں کا چلن اور ان کا جمع کرنا جو یقیناً چاندی اور تانبے کے تھے اور شاید سونے کے بھی پسند نہیں تھا۔ نئی وضع کے مکان نئے لباس اور جدید طرز کی سواریوں کو بھی وہ عیاشی سے تعبیر کرتے تھے اور سخت ناپسند تھے،انہیں جنگ اور تشدد سے بھی نفرت تھی۔املاک رکھنے کے جدید طریقوں نے سماجی نابرابری پیدا کی اور ان سے عام لوگوں کے مصائب اور تکالیف میں اضافہ ہوا۔ لہذا عام لوگ ابتدائی زندگی کی طرف لوٹ جانے کے لیے بے قرار تھے۔ وہ اس زاہدانہ آدرش کی طرف واپس جانا چاہتے تھے جس میں املاک کی نئی شکلوں اور نئے طرز زندگی کی گنجائش نہیں تھی۔ جین، بدھ اور آجیوک تینوں متوں میں سادہ اور محتاط زاہدانہ زندگی کو ترجیح دی گئی۔ بدھ، جین اور آجیوک بھکشوؤں کو زندگی کی لذتوں سے پرہیز کرنے کی ہدایت کی گئی تھی۔ انہیں سونے اور چاندی کو ہاتھ لگانے کے اجازت نہیں تھی۔ اپنے سرپرستوں سے وہ بس اسی قدر قبول کر سکتے تھے جس سے جسم وجان کا رشتہ برقرار رہ سکے۔ یہی وجہ تھی کہ انہوں نے ان مراعات کے خلاف بغاوت کر دی جو گنگا کی گھاٹی میں فروغ پانے والی طرز زندگی کی دین تھے۔ دوسرے لفظوں میں چھٹی صدی قبل مسیح میں شمال مشرقی ہند کی مادی زندگی میں تبدیلی کے خلاف یہ اسی طرح کی بغاوت تھی، جو جدید دور میں صنعتی انقلاب کے خلاف ہمیں نظر آتی ہے۔ صنعتی انقلاب کے رونما ہونے کے بعد جس طرح بہت سے لوگ مشینوں کے ظہور سے پہلے کے دور کی طرف واپس جانے کو پسند کرنے لگے، بالکل اسی طرح ماضی بعید میں بھی لوگ لوہے کے عہد سے پہلے کے دور کی طرف لوٹنا چاہتے تھے۔

13.5 آجیوک مت کی تعلیمات (Teachings of Ajiviksm)

بودھ گرنتھوں میں بھی پورن کشیپ اور پکودھ کچایین کی بھی چرچا گوشال کے ساتھ ہی کی گئی ہے۔اے ایل باشم نے آجیوک فرقہ کے متعلق بکھری ہوئی معلومات کو اکٹھا کر کے انہیں سمجھنے کی کوشش کی ہے۔ جین اور بودھ گرنتھوں میں گوشال کے جنم اور خاندان کے

بارے میں اہم معلومات ملتی ہیں۔ جینوں کے بھگوتی سوتر کے مطابق،ان کے والد ایک منکھا تھے(مذہبی گیت گانے والے)اور اس لیے ان کا نام منکھلی پڑا۔ان کی والدہ کا نام بھدرا بتایا گیا ہے۔ان کے والدین نے ان کا نام گوشال اس لیے رکھ دیا کیونکہ ان کا جنم شراون نام کے گاؤں کے ایک (گؤشالا) میں ہوا تھا۔ان کو جنم دینے کے لیے گاؤں میں انہیں کوئی جگہ نہیں ملی تھی۔ ساما پھل ستیہ پر بدھ گھوش کے ذریعہ لکھی گئی تفسیر میں بھی مکھلی کے ایک گوشالا میں ہوئے جنم کی کہانی ہے۔ لیکن اس میں یہ بھی جوڑ دیا گیا ہے کہ وہ ایک غلام تھے۔ بھگوتی سوتر کے مطابق گوشال، ابتداء میں اپنے والد کے پیشہ ہی کو قبول کیا اور ہاتھوں میں تصاویر کو لے کر وہ گھومتے تھے۔ جین گرنتھوں میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ مہاویر کے شاگرد تھے اور ان کے ساتھ برسوں تک تپسیہ بھی کیا۔

آجیوک فلسفہ کے مرکز تھی، جس میں تمام چیزیں پہلے سے متعین ہوتی ہیں آجیوک کرم اور آواگون کو قبول تو کرتے تھے لیکن ان میں انسانی مداخلت کی کوئی اہمیت نہیں مانتے تھے کیونکہ روح کا مارگ ہزاروں برس پہلے متعین ہوتا ہے۔آجیوک فرقہ سے متعلق سبھائیں ہوتی تھیں جہاں ان کے اپدیش اور رسوم وغیرہ اجتماعی طور سے ادا کیے جاتے تھے۔آجیوکوں کا اپنا دھرم سوتر بھی رہا ہوگا۔آجیوک سخت ریاضت میں عقیدہ رکھتے ہیں ان کے یہاں نہایت ہی کم مقدار میں تحائف لینے کی منظوری تھی حالانکہ بودھ ذرائع ان پر یہ الزام لگاتے تھے ک وہ چھپا کر کھانا کھالیا کرتے تھے۔انہوں نے بھی اہنسا پر کافی زور دیا لیکن متعینہ طور پر جینیون کے مقابلے میں کم، کیونکہ بھگوتی سوتر کے مطابق انہیں گوشت خوری کی بھی اجازت تھی وہ برہنہ رہتے تھے لیکن جین گرنتھوں میں ان پر یہ الزام لگایا گیا ہے کہ آجیوکوں کی پاکبازی میں مشکوک تھی۔

آجیوک فرقہ میں جاتی (ذات) کی بنیاد پر کوئی تقسیم نہیں کیا جاتا تھا کیونکہ اس فرقہ کے رشی منی سماج کے تمام تبقوں سے آتے تھے۔مثال کے طور پر، راجہ بمبسار کے کچھ رشتے دار چھتریہ تھے۔پانڈو پتہ نام کے رشی منی ایک رتھ چلانے والے کے لڑکے تھے۔گوشال کے ذریعہ شراوستی میں آجیوک مت کے اہم مرکز کی شکل میں ہالاہل نام کی ایک کمہارن کے گھر کا استعمال کیا جاتا تھا۔کوشل کے راجہ پرسناجیت بھی آجیوک فرقہ کے محافظ تھے۔سیاسی تحفظ کے علاوہ شہری پیشہ ور جماعتیں آجیوک فرقہ کے اہم رکن تھیں۔

سچ تو یہ ہے کہ یقینی طور سے بودھ اور جینی گرنتھوں میں آجیوکوں کی کڑی تنقید اس لیے کی گئی کیونکہ انہیں ان کا ایک مضبوط حریف کی شکل میں دیکھا جاتا تھا۔انگوتر نکائے میں بدھ، مکھلی گوشال کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ وہ ایک بیوقوف آدمی ہے اور کسی بھی دیگر انسان سے زیادہ ایشور اور انسان کے دکھ کا وہ سبب بنے ہیں۔وہ ایسے مچھواڑے کی طرح ہیں جو ندی کے دہانے پر اپنے جال بچھا کر زیادہ سے زیادہ مچھلیوں کو پکڑتا ہے اور انہیں تباہ کر دیتا ہے۔ جینی گرنتھوں میں بھی آجیوک مت کے لیے حریفانہ جدوجہد کی جھلک دیکھنے کو ملتی ہے۔ بھگوتی سوتر میں گوشال اور مہاویر کے درمیان ہوئی ہنسا کا ذکر ملتا ہے۔ گوشال نے تیرتھنکروں کو اپنی شکتیوں سے تباہ کرنے کا ناکامیاب کوششیں کی تھیں۔پھر بھی ہم دیکھتے ہیں کی آجیوک مت کا اثر آنے والی صدیوں میں بھی بنا رہا۔ مہاومس کے مطابق آجیوک فرقہ کا اثر ورسوخ جنوبی ہندوستان اور شری لنکا میں بھی دیکھا جا سکتا ہے۔دویادان میں آریاؤں کے راج دربار میں ایک آجیوک جیوتشی کی کہانی پیش کی گئی ہے۔ جس نے اشوک کے روشن مستقبل کی پیش گوئی کی تھی۔ بہار میں واقع برابر کی پہاڑیوں میں اشوک نے کچھ غاروں کو آجیوک فرقہ کو خیرات میں دی

تھی جس کا ذکر ملتا ہے۔

آجیوک مت کے عروج میں نند وچچھ اور کس سنکس نامی بھکشوؤں کا اہم کردار تھا۔آجیوک کا عقیدہ ہے کہ تمام جاندار مقدر کے ماتحت ہیں انسان کی زندگی پر کرموں کا کوئی اثر نہیں پڑتا وہ تناسخ کو منڈل موکش کہتے تھے۔ گوشال کے مطابق جنم مرن، سکھ دکھ، سنسار اور موکش سب گذرے ہوئے کرم پر مبنی ہیں۔

گوشال کی موت مگدھ کے حکمراں اجات شترو کے وجی سنگھ پر حملہ کے دوران جنگ کے وقت ہوئی تھی۔ گوشال کے موت کے بعد ان کے متبعین پورن کشیپ اور پکودھ کچاین کے ساتھ مل گئے تھے۔مہاویر سوامی اور گوشال کی پہلی ملاقات نالندہ میں ہوئی تھی۔ گوشال اور مہاویر سوامی چھ سال تک نالندہ میں ساتھ رہے تھے۔ایک مذہبی فرقہ کی شکل میں آجیوکوں کا ذکر پتنجلی کے مہابھاشیہ میں ملتا ہے۔ جنوب میں گوشال کو دیوتا مانا گیا ہے۔آجیوک اشوک درخت کی پوجا کرتے تھے۔ ہتھیلی پر کھانا کھانے کے سبب ان کو ہتھا پلیکھنا اور ڈنڈا اپنا لینے کے سبب ایکڈنڈن کہلائے۔وراہ مہر آجیوکوں کو ایکڈنڈن اور بانا بھٹ مسکرن کہتا ہے۔

موریہ سامراج کے راجہ بندوسار آجیوک مت کے پیروکار تھے۔ بہار کے گیا ضلع میں واقع برابر نامی پہاڑیوں کی تین غاروں کی تعمیر شہنشاہ اشوک نے کروایا جن کے نام کرن چوپار، سداما اور وشیہ کرما (جھونپڑی) ہیں۔ سداما گپھا اور وشیہ کرما گپھا اشوک نے اپنی تاج پوشی کے بارہویں سال اور کرن چوپار تاج پوشی کے انیسویں سال آجیوکوں کو خیرات (دان) میں دیا۔ برابر کی پہاڑیوں میں لومش رشی کی گپھا بھی موریہ دور کی ہے۔اس کی تعمیر دشرتھ نے کروایا جس میں دشرتھ کو دیونا نپریہ کہا گیا ہے۔اشوک کے پوتے دشرتھ نے بھی ناگار جن کی پہاڑیوں میں آجیوکوں کو تین گپھائیں دان میں دی تھیں۔ جن میں گوپی گپھا بہت مشہور ہے۔واپی گپھا اور پدتھک گپھا بھی ان میں شامل ہیں۔ راج گرہ کے قریب سیتامڑھی گپھا بھی ہے۔ یہ کسی پہاڑی پر نہیں ہے، بلکہ آزادانہ طور سے گرینائٹ پتھر کو اندر سے کاٹ کر بنایا گیا ہے۔اس کی تعمیر غالباً دشرتھ نے کرایا تھا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ آجیوک کو شودر سنیاسی فرقہ کہا جاتا ہے اس کو اصل میں نند وچچھ نے قائم کیا تھا جس کے بعد کس سنکچ اس دھرم کے پیروکار بنے تھے۔اس دھرم کے تیسرے عظیم مذہبی پیشوا گوشال تمل ناڈو کے تروچراپلی شہر کے تریپتور علاقے میں پیدا ہوئے جنہوں نے اس دھرم کو پھیلایا تھا۔انہوں نے کرم کی تھیوری کا انکار کیا اور کہا کہ آدمی فطرت کے قوانین کے ماتحت ہے۔آجیوک کا ماننا ہے کہ کسی بھی فرد کے افعال و کردار اس کی پیدائش کے پہلے سے طے شدہ ہیں وہ انسانی جدوجہد اور جفاکشی میں یقین نہیں رکھتے تھے ان کا عقیدہ ہے کہ تمام مخلوقات مجبور محض ہیں گوشال کا ماننا ہے کہ تمام مخلوقات کو غربت وافلاس کا سامنا کرنا ہے اور یہ بات متعینہ گردش (فکس سائیکل) کے پورا ہونے کے بعد ختم ہو جائے گی۔ کوئی انسانی جدوجہد اس وقت کو طویل یا مختصر نہیں کر سکتا ہے۔ گوشال کی موت مہاویر جین کے سولہ سال پہلے ہوئی تھی۔

شمالی ہندوستان میں موریہ سلطنت کے بعد آجیوک مت نے اپنے اثرات کھودئے اور جلد ہی غیر ضروری بن کر رہ گیا۔ یہ تینوں مذاہب جین، بودھ اور آجیوک اپنشدوں کے الوہی تصورات اور برہمنی مذاہب کی قربانی کے رسومات کے خلاف تھے۔ آجیوکوں نے کائناتی اصول وضوابط کو متعارف کرایا۔ ان تینوں مذاہب نے کائنات میں فطری قوانین کے اصول کو تسلیم کیا ہے۔ آجیوک نظریہ کے مطابق نیتی ہر چیز کو کنٹرول کرتی ہے۔ تمام عناصر ان کے یہاں غیر مؤثر انداز ہیں۔ انھوں نے ہندوستان کی قدیم ترین ایٹمک تھیوری کو فروغ دیا۔ آجیوک روح کے آواگون میں یقین رکھتے ہیں اور تمام اشیاء ان کے یہاں مقدر (نیتی) موقعہ (سنگتی) اور نیچر (بھاوا) کے ذریعے ہی وجود میں ہیں۔

13.6 ہم عصر سماج پر آجیوک مت کے اثرات

(Impact of Ajiviksm on Contemporary Society)

ہم عصر سماجی زندگی میں کچھ اہم تبدیلیاں آجیوک مت کی وجہ سے دیکھنے میں آئیں۔ جیسے سماجی برابر کا تصور اس دور میں بڑا معروف ہوا۔ آجیوک نے جاتی ذات پات پر مبنی نظام کو کوئی اہمیت نہیں دی انھوں نے مختلف ذاتوں اور طبقوں کو اپنے یہاں جگہ دی جس سے برہمنی دھرم کو کافی چوٹ پہنچی۔ عورتوں کو بھی آجیوک مت میں برابری کا درجہ دیا گیا جس کی وجہ سے عورتیں مردوں کے برابر آسکیں۔ برہمنی کتب نے تاجروں کو کمتر حیثیت دے رکھی تھی۔ سمندروں میں سفر کرنے والوں پر کڑی تنقید کی جاتی تھی لیکن بودھ مت، جین مت اور آجیوک نے سمندروں میں سفر کرکے تجارت کو چلانے والوں پر کوئی تنقید نہیں کی جس سے تجارت پیشہ لوگ ان نئے خیالات سے بہت متاثر ہوتے نظر آئے۔ اس نئے مذہبی خیالات نے لوکل زبانوں کو بڑی اہمیت دی جیسے پراکرت، پالی اور اردھ مگدھی۔ آجیوک مت کے پیشوا عوام ان زبانون میں گفتگو کرتے تھے اور بعد میں لوکل زبانوں میں قوانین کو مرتب کیا گیا جس کی وجہ سے علاقائی زبانوں کو بڑا فروغ ملا۔ اس دھرم کی وجہ سے لوگوں کے رہن سہن اور خیالات میں بڑی تبدیلیاں دیکھنے کو ملتی ہیں جس کا اندازہ اس وقت کے موجودہ ادب سے لگایا جاسکتا ہے۔

آجیوک مت ہندوستان میں 1002 عیسوی تک قائم رہا۔ آجیوک کا ادبی سرمایہ دس پروؤں، آٹھ مہانمت اور دو مگوؤں میں تقسیم ہے۔ اس کے اثرات جنوبی ہندوستان اور شری لنکا تک تھے۔ آجیوکوں کا ذکر پانینی نے بھی کیا ہے لیکن مذہبی اعتبار سے آجیوکوں کا ذکر پہلی دفعہ مہابھاشیہ میں دیکھنے کو ملتا ہے۔ آجیوک اپنے جسم کو گندہ رکھتے تھے اور مور کے پنکھ پہنا کرتے تھے۔ یہ زندگی کے آخری وقت میں ناچ اور گانے کے ساتھ جسم کو تیاگ دیتے تھے۔

13.7 مجھم نکائے کے مطابق آجیوکوں کا طرز عمل

(Practices of Ajivikas according to Majjhim Nikaya)

ایک ساتھ کھانا کھانے والے جوڑوں سے، حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت سے نذر نہیں لینا چاہئے۔ جہاں تحائف کم ہو اور گھر کے باہر کتا بھوکا کھڑا ہو، وہاں سے بھی نذر نہیں لینا چاہئے۔ ہمیشہ دو گھر تین گھر یا سات گھر چھوڑ کر بھیک لینا چاہئے۔

پرسناجیت، بندوسار، اشوک اور کھارویل نے آجیوک فرقہ کی سرپرستی کی تھی۔ کھارویل نے اودے گیری اور کھنڈ گیری پروت پر کئی گپھائیں بنوائی تھیں جو کہ اڑیسہ میں واقع ہیں جیسے ہاتھی گپھا، رانی گپھا، گنیش گپھا اور منچین گپھا آجیوک فرقہ کے لیے بنوائی تھیں۔ آجیوک ایک ایسا دھرم یا مت تھا جو دو فرقوں میں بٹا ہوا تھا۔ ایک برہمنی فرقہ تھا اور دوسرا غیر برہمنی فرقہ تھا۔ جینیوں کی طرح یہ فرقہ بھی اہنسا کا قائل تھا۔ مگر یہ فرقہ گوشت بھی کھاتا تھا۔ اور تقریباً ایسی ہی زندگی بسر کرتا تھا جیسی زندگی آج کل کے سادھو بسر کرتے ہیں۔ اشوک کے زمانے میں حصول علم کے مراکز بودھوں کی خانقاہیں تھیں یا آجیوکوں کے غار اور مٹھ تھے۔ امراء و شرفاء اور ان کے بچے انہیں مقامات پر جاکر تعلیم حاصل کرتے تھے۔ بودھوں اور جینیوں کی طرح اشوک کے زمانے میں آجیوک فلسفی بھی اپنے مت اور مذہب کی تبلیغ میں سرگرم تھے دیگر مذاہب کے دانشوروں سے ان کے مناظرے اور مباحثے بھی خوب ہوتے تھے۔ اصولی بحثیں ہوتی تھیں۔ اور ضمنی مسائل پر رد و قبول کی دلیلیں پیش کی جاتی تھیں۔

موریہ خاندان (تیسری صدی قبل مسیح) کے عہد حکومت میں مقبولیت کے بعد، آجیوک دھرم زوال پذیر ہوا، حالانکہ اس دھرم کے پیروکار 14 ویں صدی تک میسور میں زندہ رہے۔ بعد میں کچھ آجیوک نے گوشال کو الوہی درجہ عطا کیا اور اس کی پرستش شروع کردی، اور نیتی (تقدیر) کا نظریہ اس نظرئے کی شکل اختیار کرگیا کہ تمام تبدیلیاں فریب ہیں اور یہ کہ ہر چیز ہمیشہ کے لیے متحرک ہے۔

13.8 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

اس اکائی کے مطالعہ کے بعد معلوم ہوا کہ سماجی مساوات کا تصور اس دور میں رائج ہوا جو کہ کالعدم ہو چکا تھا۔ جین، بدھ اور آجیوک نے جاتی واد (ذات پات کے نظام) کو کوئی اہمیت نہیں دیا۔ انہوں نے اپنے مذہبی اداروں میں مختلف جاتیوں کے ممبران کو قبول کیا۔ یہ بات برہمنی نظام زندگی کے لیے قابل قبول نہیں تھی۔ ان مذاہب میں عورتوں کی قبولیت اور شمولیت سے سماج میں اہم اثرات مرتب ہوئے کیونکہ انہوں نے عورتوں کو برابری کا درجہ دے دیا تھا جو کہ مردوں کے ہم پلہ تھا۔

اس اکائی کے پڑھنے کے بعد معلوم ہوا کہ برہمنی کتب نے تاجروں کو کمتر حیثیت دے دیا تھا۔ سمندری سفر قابل تنقید سمجھا جاتا تھا لیکن بودھسٹ، جین مت اور آجیوک مت کے حامل افراد نے سمندری سفر کو قابل گناہ نہیں سمجھا جس سے تجارت کو پھلنے پھولنے میں کافی مدد ملی اور تاجروں نے اپنے منافع کو ان مذاہب کے فروغ میں صرف کیا۔ اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ ان مذاہب نے تاجروں کو بڑا فائدہ پہنچایا۔

آجیوک، بدھ اور جین مذاہب نے لوکل زبانوں جیسے پراکرت، پالی اور اردھ مگدھی کے عروج و ارتقاء میں اہم کردار نبھایا۔ ان مذاہب کے مفکرین علاقائی اور مقامی زبانوں میں گفتگو کرتے بعد کے ادوار میں ہم دیکھتے ہیں کہ ان مذاہب کے قوانین مقامی زبانوں میں لکھے گئے۔ اس صورت حال نے علاقائی زبانوں کے ادبی سرمایے میں اضافہ کیا اور اس عہد کے ادب کی ترقی کے لیے راستہ ہموار کیا۔ اس دور میں ان زبانوں کا مکس ثقافت بھی ہمیں دیکھنے میں بآسانی نظر آتا ہے۔

اس اکائی کو پڑھنے کے بعد پتہ مولام ہوا کہ چھٹی صدی قبل مسیح بنی نوع انسان کی تاریخ میں ایک عصر آفریں دور تھا۔ دنیا کے مختلف خطوں میں جو ایک دوسرے سے کافی دوری پر واقع تھے غیر معمولی فکری اور روحانی ہیجان پایا جاتا تھا۔ جو شیلی طبعتیں ہندوستان میں بھی تلاش حق میں سر گرم عمل تھیں اور اس تمام جوش و خروش کا مرکز مگدھ تھا جہاں برہمنی اثرات قوی اور گہرے نہیں ہوئے تھے۔ اپنشدوں نے بے تکی رسموں اور خونی قربانیوں کے خلاف پہلے ہی سے بغاوت شروع کردی تھی۔ برہمنوں کی ریاکاری اور تفریق پسندی نے جو عام لوگوں کے لیے عذاب جان بنی ہوئی تھی نئے نئے نظریات کے لیے پہلے ہی سے میدان تیار کر رکھا تھا۔ بڑی تعداد میں مذہبی معلمین ملک کے مختلف حصوں میں گھوم رہے تھے اور آتما اور پرآتما سے متعلق دقیق مسائل کا حل تلاش کرنے کی کوشش کر رہے تھے اور یہ سمجھا رہے تھے کہ علم وآگہی یا نفس کشی کے ذریعہ زندگی اور موت کی لامتناہی تکلیف سے کس طرح چھٹکارا پایا جاسکتا ہے، چنانچہ بے شمار اصلاحی مکاتب فکر ابھرے جن میں سے کچھ جلد ہی ختم ہوگئے کچھ امتداد زمانہ کے بعد اپنی افادیت کھو بیٹھے۔

اس اکائی کو پڑھنے کے یہ معلوم ہوا کہ آجیوک فرقہ کے متعلق ہماری جو بھی معلومات ہیں ان کی از سر نو تشکیل و ترتیب بدھ مذہب اور جین مذہب کے مباحثوں سے ہوتی ہے یہ فرقہ یقینی طور پر ملحدانہ نظریات رکھتا تھا اور ایک انسان کی موجودہ حالت کا تعین اس کے گزشتہ افعال سے ہوتا ہے۔ لیکن وہ اپنی تقدیر پر اس زندگی میں اور مستقبل میں خوش کرداری کو اختیار کرکے اثرانداز ہوسکتا ہے۔ آجیوک فرقے کے ماننے والے اس کے منکر تھے۔ پوری کائنات اپنی جزئی تفصیل کے ساتھ ایک غیر شخصی کائناتی اصول سے متعین اور مشروط ہوتی ہے اور یہ اصول یا نیتی یا تقدیر ہے، چنانچہ اس عقیدہ کے مطابق تناسخ کے سلسلہ کو کسی طرح بھی متاثر کرنا ناممکنات میں تھا۔

13.9 کلیدی الفاظ (Keywords)

موریہ سلطنت	:	322 قبل مسیح سے 185 عیسوی تک ہندوستان پر حکومت کرنے والی ایک عظیم ریاست۔
کٹا گرہ شالا	:	نکیلی چھت والی جھونپڑی
نیتی	:	قسمت، مقدر
رشی منی	:	مذہبی رہنما، مفکر
ہتھاپلیکھنا	:	ہتھیلی پر کھانا کھانے والا شخص
ایکڈنڈن	:	سزا اختیار کرنے والا شخص
گوتم بدھ	:	بدھ مت کو فروغ دینے والے عظیم رہنما۔ جو بودھ دھرم کے بانی کہلائے۔
مہایان فرقہ	:	بودھ دھرم کا ایک مسلک ہے جس کا قیام ناگارجن نے کیا۔ یہ بودھ دھرم کے سنت پال ہیں۔ مہایان کا عروج آندھرا پردیش میں مانا جاتا ہے۔
مہاویر جین	:	بہار کے ویشالی ضلع میں 599 قبل مسیح میں پیدا ہوئے۔ جین دھرم کے عظیم پیشوا تسلیم کیے گئے ان کو بندھنوں سے آزاد ہونے کے سبب نرگرنتھ بھی کہا گیا۔

بھگوتی سوتر : بھگوتی سوتر جین دھرم کی مذہبی کتاب ہے جس میں جین تیر تھنکروں کا ذکر، خاص طور سے مہاویر سوامی کی حیات اور جین طرز زندگی کے بارے میں ذکر ملتا ہے۔

راج سویا یگیہ : راجہ کے تاج پوشی کے لیے دی جانے والی قربانی جس میں سوم رس پیا جاتا تھا۔ اس یگیہ کے دوران راجہ رتننوں کے گھر بھی جاتا تھا۔ شکلیہ یجر وید میں راج سویا یگیہ سے متعلق رسومات کا ذکر ملتا ہے۔

اشومیدھ یگیہ : اس یگیہ میں راجہ ایک گھوڑا چھوڑتا تھا۔ یہ گھوڑا جن جگہوں سے بغیر کسی روکاوٹ کے گزرتا تھا وہ علاقہ راجہ کی ریاست میں مانے جاتے تھے دوسرے لفظوں میں یہ راجہ کی طاقت کا مظہر تھے۔ اشومیدھ یگیہ بہت اہمیت کا حامل رہا ہے۔ اشومیدھ یگیہ کا ذکر شت پتھ برہمن میں دیا گیا ہے۔

13.10 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

13.10.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1. نیلی چھت والی جھونپڑی کو۔۔۔۔۔کہتے تھے۔
2. بھگوتی سوتر کس دھرم کی کتاب ہے۔
3. ساما نفل ستیہ کس مسلک سے منسلک ہے۔
4. بودھ متنوں سے ہمیں کتنے مسالک کا پتہ چلتا ہے۔
5. مکھلی گوشال کہاں پیدا ہوئے تھے۔
6. آجیوک فرقے کے بانی کون تھے۔
7. مکھلی گوشال کے والد کا کیا نام تھا۔
8. مکھلی گوشال کا انتقال کب ہوا۔
9. مہاویر جین اور مکھلی گوشال کے درمیان جنگ کس شہر میں ہوئی تھی۔
10. کس برٹش مصنف نے آجیوک کے متعلق معلومات یکجا کی ہیں۔

13.10.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. آجیوک تناسخ کو کیا کہتے تھے۔
2. آجیوک کا کرم کے متعلق کیا عقیدہ تھا۔
3. پورن کشیپ اور پکودھ کچاین کون تھے۔
4. آجیوک کو ہتھا پلیکھنا کیوں کہا گیا تھا۔

5. آجیوک کے یہاں نیتی کو کیوں زیادہ اہم مانا گیا تھا۔

13.10.3 طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. آجیوک مت کے عروج کے اسباب و وجوہات کی وضاحت کیجیے۔
2. مکھلی گوشال کی سوانح حیات پر ایک تفصیلی مضمون لکھیے۔
3. آجیوک مت کی اہم تعلیمات پر روشنی ڈالی۔

13.11 مزید مطالعہ کے لیے تجویز کردہ کتابیں (Suggested Books for Further Reading)

1. باشم۔اے۔ایل ایس غلام سمنانی، ہندوستان کا شاندار ماضی، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، دہلی۔
2. کوشامبی، ڈی۔ڈی قدیم ہندوستان کی تہذیب و ثقافت تاریخی پس منظر میں، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، دہلی۔
3. محمد مجیب تاریخ تمدن ہند، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، دہلی۔
4. باشم، اے۔ایل آجیوک ازم، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، دہلی۔
5. شرما، آر۔ایس قدیم ہندوستان، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، دہلی۔
6. سنگھ۔اوپیندر قدیم اور ابتدائی عہد وسطی کا ہندوستان،۔
7. ترپاٹھی۔رماشنکر قدیم ہندوستان کی تاریخ، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، دہلی۔

اکائی 14۔ موریہ دور کا ہندوستان

(India at the Time of Mauryas)

اکائی کے اجزا

14.0 تمہید
14.1 مقاصد
14.2 موریہ تاریخ کے اہم ماٰخذ
14.3 موریہ دور سے پہلے کا ہندوستان
14.4 سکندر کے حملے کے موقع پر ہندوستان
14.5 موریہ سلطنت کا قیام
14.6 موریہ دور حکومت میں علاقائی توسیع
14.6.1 چندر گپت موریہ
14.6.2 بندوسار
14.6.3 اشوک
14.7 موریہ نظم ونسق
14.7.1 مرکزی انتظامیہ
14.7.2 صوبائی انتظامیہ
14.7.3 مال گذاری انتظامیہ
14.8 جنوبی ریاستیں
14.9 غیر ملکی تعلقات
14.10 اکتسابی نتائج
14.11 کلیدی الفاظ
14.12 نمونہ امتحانی سوالات

14.12.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات
14.12.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات
14.12.3 طویل جوابات کے حامل سوالات
14.13 مزید مطالعہ کے لیے تجویز کردہ کتابیں

14.0 تمہید (Introduction)

موریہ حکومت کی بنیاد چندر گپت موریہ نے رکھی تھی، جو بظاہر کسی شاہی خاندان سے وابستہ نہیں تھا۔ برہمنی روایت کے مطابق اسے نندوں کے دربار میں ایک شودر خاتون مورا نے جنم دیا تھا۔ تاہم، ایک بدھ مت روایت کے مطابق موریہ قبیلہ نیپال کے قریب گورکھپور کے علاقے میں پپھلی وان کی چھوٹی جمہوری ریاست پر حکومت کر رہا تھا۔ چندر گپت اس قبیلے کا ایک اہم رکن تھا۔ چانکیہ یا کوٹلیہ کی مدد سے انہوں نے نندوں کا تخت الٹ کر 321 قبل مسیح میں موریہ خاندان کی حکمرانی قائم کی۔ چندر گپت کے دشمنوں کے خلاف چانکیہ کی سازشوں کو مدرراکشسہ میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ چندر گپت موریہ نے اپنے اقتدار کے آخری دنوں میں نندوں کی بڑھتی ہوئی کمزوری اور غیر مقبولیت کا فائدہ اٹھایا۔ انہوں نے شمال مغربی ہندوستان کو سکندر اعظم کے جانشین یونانی جنرل سلیوکس نکیٹر سے آزاد کرایا۔ چندر گپت موریہ کے بعد بندوسار تخت نشین ہوگئے، جس کا دور یونانی حکمرانوں کے ساتھ مسلسل روابط کے لیے اہم ہے۔ ان کا بیٹا، اشوک، موریہ خاندان کا سب سے اہم حکمران تھا۔ انہوں نے اپنی حکومت کو کلنگ (261 قبل مسیح) تک بڑھایا اور اس کی فتح کے بعد جنگ اور تشدد ترک کر دیا۔ انہوں نے فرقوں کے درمیان توازن برقرار رکھنے کے لیے دھم اور دھم مہاماتوں کے ذریعے اپنی سلطنت کو استحکام بخشنے کی کوشش کی۔ تاہم، اشوک کی وفات (232 قبل مسیح) کے بعد موریوں کا سامراجی اقتدار کمزور ہونا شروع ہوا۔ موریہ حکومت 185 قبل مسیح تک قائم رہی، جب پشیامتر سنگ نے آخری موریہ راجا برہدرتھ کا تخت الٹ دیا۔ سنگ خاندان نے پاٹلی پتر اور مرکزی ہندوستان پر حکومت کی۔ انہوں نے برہمنی طرز زندگی کے احیاء کے لیے کئی ویدک قربانیاں انجام دیں، اور کہا جاتا ہے کہ انہوں نے بدھ مت کے پیروکاروں کو ستایا۔

14.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کے مطالعے کے بعد آپ

- ہندوستانی تاریخ میں موریاؤں کا مقام متعین کر سکیں گے۔
- موریہ تاریخ کے اہم ماخذ بتا سکیں گے۔
- موریہ سلطنت کے قیام پر روشنی ڈال سکیں گے۔
- مرکزی اور صوبائی سطح پر موریہ انتظامیہ کی جانکاری حاصل کر سکیں گے۔

- موریہ حکمرانوں کے تحت علاقائی توسیع کا جائزہ لے سکیں گے۔
- جنوب بعید میں آزاد ریاستوں کا وجود کا پتہ لگا سکیں گے۔
- موریہ حکمرانوں کے خارجہ تعلقات پر روشنی ڈال سکیں گے۔

14.2 موریہ تاریخ کے اہم مآخذ (Important Sources of Mauryan History)

ارتھ شاستر (*Arthashastra*):

ارتھ شاستر موریہ سیاسی نظام پر ایک تفصیلی مقالہ ہے۔ کوٹلیہ اس میں متعدد سابقہ مآخذ کا حوالہ دیتا ہے، جن میں سے آج کوئی بھی موجود نہیں ہے۔ یہ کتاب 15 حصّوں پر مشتمل ہے۔ پہلے پانچ میں اندرونی انتظامیہ (تنتر)، اگلے آٹھ ریاستوں کے مابین تعلقات (اوپا)، اور آخری دو متفرق موضوعات سے متعلق ہیں۔ بعد کی تصانیف جیسے کمندک کی نیتیسار، دندین کی دسکمارچرت، وشاکھادت کی مدرارکشسہ اور بانا بھٹ کی کادمبری اس روایتی نظریہ کی تائید کرتی ہیں کہ ارتھ شاستر کوٹلیہ نے لکھی ہے۔ کانگلے (1965) نے بھی اس روایتی نقطۂ نظر کی حمایت کی اور کہا کہ کوٹلیہ اور ارتھ شاستر موریہ دور سے تعلق رکھتے ہیں۔ کانگلے کے مطابق، وشنو گپتا مصنّف کا ذاتی نام، کوٹلیہ ان کا گوتر نام، اور چانکیا (چناکا کا بیٹا) ایک قسم کی سرپرستی معلوم ہوتی ہے۔ وہ تجویز کرتے ہیں کہ کوٹلیہ نے چندر گپت کے دربار میں داخل ہونے سے پہلے اور نند راجا کی توہین کے بعد یہ کتاب لکھی ہوگی۔

انڈیکا (*Indica*):

موریوں کی تاریخ کے حوالے سے ایک اور اہم ماخذ انڈیکا ہے جسے میگاستھنیز نے لکھا ہے۔ وہ دریاؤں، مٹی، آب و ہوا، پودوں، جانوروں، پیداوار، انتظامیہ، سماج اور ہندوستان کے افسانوں کے بارے میں تفصیلی معلومات فراہم کرتا ہے۔ وہ اراکوشیا (افغانستان کے قندھار کا علاقہ) کے گورنر سیبرٹیوس کے دربار میں سلیوکس نکیٹر کا نمائندہ تھا۔ چندر گپت اور سلیوکس کے درمیان معاہدہ ہونے کے بعد، اسے موریہ دربار میں سلیوکس کے سفیر کی حیثیت سے بھیجا گیا۔ ایک شاہی سفیر کے طور پر، میگاستھنیز کا ہندوستانی سماج سے رابطہ سماجی اور جغرافیائی طور پر محدود رہا ہوگا۔ ان کی کتاب موجود نہیں رہی، لیکن اس کے ٹکڑے بعد کے یونانی اور لاطینی مآخذ میں محفوظ ہیں، جن کے مصنفین میں سب سے قدیم اور سب سے اہم ڈیوڈورس، سٹرابو، ایرین اور پلینی ہیں۔ سٹرابو کی جغرافیہ 17 کتابوں پر مشتمل ہے، جن میں سے پندرہویں کتاب ہندوستان اور ایران سے متعلق ہے۔ ایرین کی انابیسز (Anabasis) سکندر کی ایشیائی مہمات کو تفصیل سے بیان کرتی ہے۔ پلینی (ایک ممتاز رومی اسکالر) کی کتاب نیچرلس ہسٹوریا (Naturalis Historia) 37 کتابوں پر مشتمل ہے جو متنوع مضامین جیسے کہ جغرافیہ، نسلیات، فزیالوجی اور حیوانیات سے متعلق ہے۔ میگاستھنیز کے مشاہدات کا حوالہ کلاڈیس ایلینس، ایک رومی اسکالر نے بھی اپنی کتاب *On the Peculiarities of Animals* میں دیا ہے۔ یونانی خاص طور پر ہندوستان کے جانوروں کا تجزیہ کرنے میں زیادہ دلچسپی رکھتے تھے اور ان کی کتابوں میں ہاتھیوں، بندروں، گھوڑوں کی تربیت اور ہاتھیوں کے شکار کی طویل تفصیل موجود ہے۔ تاہم، رومیلا تھاپر لکھتی ہیں کہ

ان کی تصنیف کا زیادہ تر حصّہ ذاتی معلومات کے بجائے گفتگو اور مسافروں کی کہانیوں سے اکٹھا کیا گیا ہے، اور ان کے کچھ ہم عصروں کے شبہات سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے پاٹلی پتر میں کوئی وقت نہیں گزارا تھا۔

اشوک کے کتبے (Ashokan Inscriptions):

اشوک کے کتبے عام طور پر مقامی رسم الخط میں لکھے گئے تھے۔ یونانی اور آرامی زبانوں کے علاوہ، وہ پراکرت زبان میں بھی لکھے گئے تھے۔ اس طرح، جو کتبے شمال مغرب میں پشاور کے قریب کے علاقے میں پائے جاتے ہیں، وہ خروشتی رسم الخط میں ہیں، جو ایران میں استعمال ہونے والی آرامی زبان سے ماخوذ ہے۔ سلطنت کے انتہائی شمال مغرب میں، جدید قندھار کے قریب کتبے یونانی اور آرامی زبان میں ہیں۔ ہندوستان کے سبھی باقی کتبے براہمی رسم الخط میں ہیں۔

موریہ تاریخ لکھنے میں اشوک کے کتبے بہت اہم ہیں۔ جب جیمز پرنسپ اشوک کے براہمی رسم الخط کو پڑھنے میں کامیاب ہو گئے تو ان کے لیے فوری طور پر یہ واضح نہیں ہو سکا کہ وہ کس راجا کا ذکر کر رہے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان میں سے زیادہ تر کتبے اشوک کو دو القاب سے موسوم کرتے تھے جیسے دیوانمپیا (دیوتاؤں کا محبوب) اور پیاداسی (وہ جو نیکی کی طرف دیکھتا ہے)۔ اس کے بعد دیپاومسہ اور مہاومسہ، جن میں اشوک کے لیے ان الفاظ کو استعمال کیا گیا ہے، نے اس راز کو کھولنے کے لیے اہم اشارے فراہم کیے تھے۔ بعد کی دہائیوں میں، کوچک چٹانی فرمان اول، جس میں راجا اشوک کو ذاتی نام سے یاد کیا گیا تھا، پائے گئے۔ یہ فرمان پہلے ماسکی میں، اور بعد میں اڈیگولم، نتور اور گجرہ میں پائے گئے۔ اشوک کے زیادہ تر کتبے پراکرت زبان اور براہمی رسم الخط میں ہیں، لیکن مانسہرہ اور شہباز گڑھی کتبے پراکرت زبان اور خروشتھی رسم الخط میں ہیں۔ اسکے علاوہ، یونانی اور آرامی زبانوں میں بھی کچھ کتبے موجود ہیں۔

اشوک کے کتبوں کو مختلف زمروں میں تقسیم کیا گیا ہے جس میں کلاں چٹانی فرمان، کوچک چٹانی فرمان، ستونوں پر کندہ فرمان اور علیحدہ ستونوں پر کندہ فرمان شامل ہیں۔ ان میں مختلف مقامات پر معمولی تغیرات کے ساتھ ہدایات کا ایک مجموعہ شامل ہے۔ کوچک چٹانی فرمان کو قدیم ترین کتبوں میں شمار کیا جاتا ہے، کلاں چٹانی فرمان ان کے بعد نصب کیے گئے ہیں، اور ستونوں پر کندہ فرمان ان کے بعد۔ کچھ کتبے اشوک کے ابھیشیک کے بعد ختم ہونے والے سالوں کی تعداد کے حوالے سے واقعات کا ذکر کرتے ہیں۔ پچھلے زمانے کے کتبے روایتی نمونے اور محاورات کی پیروی کرتے ہیں، لیکن اشوک کے کتبے راجا کی آواز اور خیالات کو ظاہر کرتے ہیں۔ ہم نہیں جان سکتے کہ اشوک نے اپنی سلطنت کے مختلف حصّوں میں کتنے کتبے نصب کیے تھے۔ البتہ، فاہیان اور ہیوین سانگ ان جگہوں پر ستونوں کا ذکر کرتے ہیں جہاں آج کوئی بھی کتبہ موجود نہیں ہے۔ کلاں چٹانی فرمان زیادہ تر سلطنت کی سرحدوں پر واقع ہیں۔ سب سے زیادہ کوچک چٹانی فرمان آندھرا اور کرناٹک کے علاقے میں نصب کیے گئے ہیں۔ یہ کتبے قدیم تجارت اور زیارت کے راستوں پر واقع تھے۔ ان میں سے کچھ، جیسے سانچی میں، اہم بدھ مت خانقاہی مقامات پر واقع تھے۔ اشوک کے کتبوں میں زیادہ تر دھم کی وضاحتوں اور دھم کے پرچار پر زور دیا گیا ہے۔ ان میں سے کچھ براہ راست مہاتما بدھ کی تعلیم سے متاثر اور کچھ سنگھ کے ساتھ اشوک کے قریبی تعلق کی نشاندہی کرتے ہیں۔ لیکن دوسرے پہلوؤں جیسے موریہ انتظامیہ،

سیاست اور معاشی نظام سے متعلق مخصوص حوالہ جات کم ہیں۔

آثاری اور مسکوکاتی ماٰخذ (Archaeological and Numismatic Sources):

آثار قدیمہ اور مسکوکاتی مآخذ بھی موریہ تاریخ کے اہم اور معتبر ماٰخذ ہیں۔ آثار قدیمہ مادی باقیات جیسے یادگار تعمیرات، اوزار، مٹی کے برتن، وغیرہ کا سائنسی مطالعہ ہے۔ قدیم ہندوستانیوں نے بے شمار مادی باقیات چھوڑے ہیں۔ موریہ دور میں کمرہار اور بلندی باغ میں آثار قدیمہ کے باقیات، جنوبی ہندوستان میں پتھر کے مندر اور مشرقی ہندوستان میں اینٹوں کی خانقاہیں ہمیں ماضی کی عظیم تعمیراتی سرگرمیوں کی یاد دلاتے ہیں۔ تاہم، قدیم باقیات کا بڑا حصہ پورے ہندوستان میں بکھرے ہوئے ٹیلوں (زمین کا ابھرا ہوا حصہ) میں دفن ہے۔ ٹیلے مختلف اقسام کے ہو سکتے ہیں جیسے یک تہذیبی ٹیلے، اہم تہذیبی ٹیلے اور رنگ رنگ کے تہذیبی ٹیلے۔ یک تہذیبی ٹیلہ صرف ایک ثقافت کی نمائندگی کرتا ہے۔ اہم تہذیبی ٹیلہ ایک غالب ثقافت اور ثانوی اہمیت کی چند دوسری ثقافتوں کی نمائندگی کرتا ہے۔ جب کہ متنوع تہذیبی ٹیلہ کئی اہم ثقافتوں کی نمائندگی کرتا ہے جو کبھی کبھار ایک دوسرے کے ساتھ مل جاتے ہیں۔ ٹیلے کی کھدائی عمودی یا افقی طور پر کی جا سکتی ہے۔

کمرہار اور بلندی باغ کے علاوہ موریہ دور کے دیگر اہم مقامات میں ٹکسیلا، متھرا اور بھیٹا شامل ہیں۔ یہاں پتھر کے کئی مجسمے، ستون اور ٹیرا کوٹا کی تصویریں بھی ہیں جو ایک مشہور شہری ماحول کا حصّہ معلوم ہوتی ہیں۔ موریہ دور میں نشانات والے ٹھپہ دارہ چاندی کے سکے بھی اجرا کیے گئے تھے۔ یہ نشانات جیسے ہلال، مور اور درخت موریہ راجاؤں سے وابستہ ہیں۔ ریاست کی طرف سے جاری کردہ سکوں پر ان علامات کا استعمال یقینی طور پر اس کی سیاسی اہمیت کی طرف اشارہ کرتا ہوگا۔ اس کے علاوہ، کوٹلیہ پانہ یعنی مختلف قیمتوں والے چاندی کے سکے (کچھ مقدار میں ملاوٹ کے ساتھ) اور ماشک یعنی تانبے کے سکوں کی بات کرتا ہے۔

سکوں کی ایک بڑی تعداد، زیادہ تر چاندی کے سکے، عام طور پر موریہ دور سے منسوب کیے جاتے ہیں۔ یہ سکے کرشپن سکوں کے نام سے جانے جاتے ہیں، لیکن ان میں جاری کرنے والے اقتدار کا کوئی حوالہ موجود نہیں ہے۔ ان سکوں پر باقاعدگی سے کندہ کی گئی چند علامتوں نے سکہ شناسوں (Numismatists) کو یہ ماننے پر مجبور کیا ہے کہ یہ موریہ دور میں ہی اجرا کیے گئے ہیں۔ اس معاملے میں منطقی مفروضہ یہ ہے کہ صرف ایک کل ہندوستانی سیاسی طاقت ہی مشترکہ علامتوں والے ٹھپہ دارہ سکے اجرا کر سکتی تھی۔ پی۔ ایل۔ گپتا ان ٹھپہ دارہ سکوں کو یکساں رو والے سکوں کی 'قومی سیریز' کے نام سے موسوم کرتے ہیں، جسے موریہ جیسی سامراجی طاقت قائم رکھ سکتی تھی۔

14.3 موریہ دور سے پہلے کا ہندوستان (Pre-Mauryan India)

چھٹی صدی قبل مسیح کے بعد مشرقی اتر پردیش اور مغربی بہار میں لوہے کے بڑھتے ہوئے استعمال نے بڑی علاقائی ریاستوں کی تشکیل کے لیے حالات پیدا کر دئے۔ زراعت میں لوہے کے اوزاروں اور جنگ میں لوہے کے ہتھیاروں کے استعمال نے ان ریاستوں میں بے پناہ تبدیلیاں لائی۔ ان ریاستوں نے اپنی فوجی اور انتظامی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے اضافی پیداوار سے استفادہ کیا۔ لوگوں نے اپنے

قبیلوں کے بجائے اپنے مخصوص جنپدوں سے قوی وفاداری کا اظہار کرنا شروع کیا۔ پانینی کے مطابق 450 قبل مسیح میں افغانستان اور جنوب مشرقی وسطی ایشیا میں چالیس سے زیادہ جنپد موجود تھے۔ پالی متنوں میں بیان کیا گیا ہے کہ ان جنپدوں نے مہاجنپدوں یا بڑی ریاستوں کی شکل اختیار کی۔ یہ ریاستیں زیادہ تر وندھیوں کے شمال میں شمال مغربی ہند کی سرحد سے لے کر بہار تک پھیلی ہوئی تھیں۔ ان میں سے مگدھ، کوشل، واٹسہ، اونتی، گندھارا اور کمبوج طاقتور معلوم ہوتے ہیں۔ بالآخر مگدھ ریاست ایک طاقتور مہاجنپد کے طور پر ابھری اور ایک عظیم سلطنت کی شکل اختیار کی۔

مگدھ، ہریانکہ خاندان کے بمبسار کے دور حکومت میں مقبول ہوا۔ وہ مہاتما بدھ کے ہم عصر تھے۔ انہوں نے فتح اور جارحیت کی پالیسی شروع کی جو اشوک کی کلنگ جنگ کے ساتھ ختم ہوئی۔ انہوں نے انگہ پر قبضہ کیا اور کوشل، ویشالی اور مدرا قبیلے کے ساتھ ازدواجی تعلقات قائم کیے۔ مختلف شاہی خاندانوں کے ساتھ ازدواجی تعلقات نے انہیں بہت زیادہ سفارتی وقار بخشا اور مگدھ کے مغرب اور شمال کی طرف پھیلنے کے لیے راہ ہموار کی۔ بدھ مت مآخذ کے مطابق، بمبسار (544 تا 492 ق م) نے باون سال تک حکومت کی۔ اس کے بعد ان کے بیٹے اجات شترو (492 تا 460 ق م) نے اپنے والد کو قتل کیا اور خود تخت نشین ہو گیا۔ اس نے کوشل اور ویشالی پر قبضہ کر لیا۔ اجات شترو کے بعد اُدین (460 تا 444 ق م) مگدھ کی گدّی پر تخت نشین ہو گیا۔ کہا جاتا ہے کہ اس نے پٹنہ میں گنگا اور سون کے سنگم پر ایک قلعہ تعمیر کیا تھا۔ ایسا اس لیے کیا گیا تھا کیونکہ پٹنہ، مگدھ سلطنت، جو شمال میں ہمالیہ سے لے کر جنوب میں چھوٹا ناگپور کی پہاڑیوں تک پھیلی ہوئی تھی، کے بیچ میں واقع تھا۔ اُدین کے جانشین شیشوناگ خاندان کی سب سے بڑی کامیابی اونتی کی طاقت کا خاتمہ تھا۔ اس کی وجہ سے مگدھ اور اونتی کے درمیان ایک سو سال پرانی دشمنی ختم ہو گئی۔ شیشوناگ خاندان کی جگہ نند خاندان نے حاصل کی، جو مگدھ کے سب سے طاقتور حکمران ثابت ہوئے۔ ان کی سیاسی طاقت اتنی مضبوط اور مستحکم تھی کہ اس وقت پنجاب پر حملہ کرنے والے سکندر کو مشرق کی طرف بڑھنے کی ہمت نہ ہوئی تھی۔ نند حکمراں مہاپدمانند نے کلنگ کی فتح کے بعد وہاں سے مہاویر کی مورتی کو بطور مال غنیمت حاصل کی۔ انہوں نے 'اکارت' کا بھی لقب اختیار کیا تھا۔ اکارت سے مراد وہ واحد خود مختار حکمراں جو تمام حکمرانوں پر غالب رہا۔ کہا جاتا ہے کہ نندوں کے پاس دو لاکھ پیدل فوج، ساٹھ ہزار گھڑ سوار اور تین سے چھ ہزار جنگی ہاتھی تھے۔ ظاہر ہے کہ اس فوجی ساخت نے سکندر کو نندوں کے خلاف آگے بڑھنے سے روکا ہوگا۔ تاہم بعد میں آنے والے نند حکمراں کمزور اور غیر مقبول ثابت ہوئے۔ یہی وجہ ہے کہ نند حکومت کو پہلے موریہ حکمراں چندر گپت نے ختم کر دیا۔

14.4 سکندر کے حملے کے موقع پر ہندوستان (India on the Eve of Alexander's Invasion)

چوتھی صدی قبل مسیح میں سکندر نے نہ صرف ایشیا کوچک (Asia Minor) اور عراق بلکہ ایران کو بھی فتح کیا تھا۔ ایران کے بعد انہوں نے ہندوستان کی طرف رخ کیا۔ چونکہ ہیروڈاٹس نے ہندوستان کو ایک شاندار سرزمین کے طور پر پیش کیا تھا، اس لیے سکندر اس پر حملہ کرنے پہ مجبور ہو گیا۔ مزید برآں، سکندر کو جغرافیائی تحقیقات اور تاریخ کا بھی شدید جنون تھا۔ علاوہ ازیں، شمال مغربی ہندوستان کی سیاسی حالت ان کے عزائم کے مطابق تھی۔ اس کے علاوہ، مذکورہ خطۂ اراضی بہت سی آزاد راجاتوں اور قبائلی ریاستوں میں تقسیم ہو چکا تھا۔ سکندر نے

ایک ایک کر کے ان ساری ریاستوں کو فتح کیا۔ان حکمرانوں میں سے شہزادہ امبھی اور راجا پورس مشہور تھے۔ کہا جاتا ہے کہ دونوں مقامی حکمرانوں کی متحدہ کوشش سے سکندر کی پیش قدمی کو درۂ خیبر پر روکا جا سکتا تھا، لیکن وہ ایک مشترکہ محاذ قائم نہیں کر سکے۔ ٹکسیلا کے حکمران راجہ امبھی نے آسانی سے سکندر کے سامنے ہتھیار ڈال دیے، جبکہ پورس نے سکندر کے خلاف سخت ترین مزاحمت کا مظاہرہ کیا۔ اگرچہ پورس کو جنگ میں شکست ہوئی، لیکن سکندر ان کی بہادری اور دلیری سے متاثر ہوا۔ اس لیے، انہوں نے پورس کی شاہی انہیں واپس سونپ دی، اور انہیں اپنا حلیف بنا لیا۔ وہ مزید مشرق کی طرف بڑھنا چاہتے تھے، لیکن ان کی فوج نے ان کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا۔ دراصل، یونانی سپاہی جنگ سے تھکے ہوئے تھے، اور وطن سے دوری پر افسردگی کا اظہار کر رہے تھے۔ مزید ہندوستان کے گرم آب و ہوا اور دس سال کی مسلسل جنگی مہم نے انہیں بے گھر کر دیا تھا۔ انہیں سندھ کے کنارے پر ہندوستانی جنگجوؤں کا سامنا کرنا پڑا، جس کی وجہ سے وہ مزید آگے بڑھنے سے باز رہے۔ جیسا کہ یونانی مؤرخ ایرین لکھتے ہیں کہ 'اس دور میں جنگ کے فن میں ہندوستانی اس خطے میں رہنے والے دوسری قوموں سے نہایت برتر تھے۔' لہٰذا، مشرق کی طرف مزید پیش قدمی کے لیے سکندر کی مسلسل اپیلوں کے باوجود، یونانی سپاہیوں نے آگے بڑھنے سے انکار کر دیا۔ اس بنا پر سکندر نے افسوس کا اظہار کیا، اور کہا کہ 'میں ان دلوں کو جگانے کی کوشش کر رہا ہوں جو بے وفا اور خوف سے کچلے ہوئے ہیں۔' اس طرح جس راجا کو اپنے دشمنوں کے ہاتھوں شکست کا کبھی علم نہیں تھا، اسے اپنی ہی فوج سے شکست تسلیم کرنی پڑی اور وہ پسپائی پر مجبور ہو گیا، اور ان کا مشرقی سلطنت قائم کرنے کا خواب ادھورا رہ گیا۔ انہوں نے ہندوستان میں انیس مہینے گذارے، اور واپسی پر بہت سی چھوٹی ریاستوں کو فتح کر لیا۔ ان کو اپنی فتوحات منظّم کرنے کا وقت نہیں ملا، اور زیادہ تر مغلوب ریاستیں ان کے حکمرانوں کو بحال کر دی گئیں۔ تاہم، ان کا اپنا مقبوضہ علاقہ تین یونانی گورنروں کے تحت تقسیم کیا گیا تھا۔

14.5 موریہ سلطنت کا قیام (Foundation of Mauryan Empire)

سولہ مہاجنپدوں میں سے، مگدھ چھٹی اور چوتھی صدی قبل مسیح کے درمیان سب سے طاقتور ریاست کی حیثیت سے ابھر کر سامنے آگئی۔ موریہ سلطنت کے قیام کو ہندوستانی تاریخ میں ایک اہم واقعہ سمجھا جاتا ہے۔ اس سلطنت کی بنیاد چندر گپت موریہ نے 321 قبل مسیح میں نند حکمراں دانا نند کو شکست دے کر رکھی تھی۔ کئی تاریخی مآخذ جیسے پران، ملند پنہو، مدرراکشسہ، مہاومشاتک اور پریشست پرون چندر گپت کے نندوں کے ساتھ تنازعہ کا حوالہ دیتے ہیں۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ چندر گپت نے ٹکسیلا کے ایک برہمن کوٹلیہ کی مدد سے نندوں کو معزول کیا تھا۔ چندر گپت کے بارے میں خیال کیا جاتا ہے کہ وہ کوٹلیہ کا سرپرست تھا، جو تخت حاصل کرنے اور اسے برقرار رکھنے میں چندر گپت کا رہنما ثابت ہوا۔ اگرچہ چندر گپت کی فوجی طاقت نندوں سے کم تر تھی، لیکن ان کی اعلیٰ حکمت عملی نے ان کی مدد کی۔ انہوں نے شمال مغربی ہندوستان کو سکندر اعظم کے جانشین اور یونانی جنرل سلیوکاس نکیٹر سے آزاد کرایا۔ اس کے نتیجے میں 303 قبل مسیح میں ایک معاہدہ ہوا، جس کے مطابق کئی سلجوق (Seleucid) علاقوں کو موریہ سلطنت کے حوالے کر دیا گیا۔ اس طرح، چندر گپت موریہ نے گنگا کے میدانی علاقوں اور وادی سندھ پر اپنا قبضہ جما لیا۔

14.6 موریہ سلطنت کی توسیع (Expansion of Mauryan Empire)

14.6.1 چندر گپت موریہ (Chandragupta Maurya):

بدھ مت ماٰخذ جیسے دگھا نکایا(*Digha Nikaya*)، مہاوسہ اور دیویاودان میں موریوں کو چھتریہ قبیلے سے بتایا گیا ہے۔ ہیم چندر اپنی کتاب پریشست پرون میں لکھتے ہیں کہ چندر گپت ایک مور پالنے والے سردار کے بیٹے تھے۔ مدرراکشسہ میں بیان کیا گیا ہے کہ چندر گپت نند خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ قرون وسطی کے مصنّفین شمیندر اور سومادیو انہیں 'پورو نند سوتا' (یعنی حقیقی نند وارث) کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ بدھ مذہب سے متعلق پالی زبان میں لکھی گئی مہاپری نبان ست(*Mahaparinibbana Sutta*) پپھلی وان میں آباد موریہ قبیلے کا تذکرہ ہے۔ یہ، درحقیقت، موریہ خاندان کا قدیم ترین ذکر ہے جو بظاہر شروع میں ایک غیر شاہی قبیلہ تھا۔ اگرچہ جسٹن اور پلوٹارک واضح طور پر بیان کرتے ہیں کہ سندر کوٹس کسی شاہی خاندان سے وابستہ نہیں تھے، لیکن پھر بھی وہ لکھتے ہیں کہ سوتے وقت چندر گپت کے پاؤں ایک شیر نے چاٹ لیے تھے؛ اور ایک جنگلی ہاتھی نے انہیں اپنی سونڈ پر اٹھایا تھا۔

نند خاندان کا تخت الٹنے سے پہلے، چندر گپت نے پہلے پنجاب میں اپنی حکومت قائم کی۔ اس کے بعد وہ مشرق کی طرف چلا گیا، اور مگدھ پر اپنا قبضہ جما لیا۔ یونانی ماٰخذ چندر گپت اور سکندر کے درمیان ملاقات کا ذکر بھی کرتے ہیں۔ وہ چندر گپت اور سلیوکس نکیٹر کے درمیان ہونے والے تصادم کا بھی حوالہ دیتے ہیں، جنہیں سکندر کی سلطنت کے مشرقی صوبے وراثت میں ملے تھے۔ چندر گپت نے شمال مغربی ہندوستان کو سلیوکس کے غلبے سے آزاد کرایا، جس کے بعد دونوں کے درمیان صلح نامہ طے ہو گیا۔ صلح نامے کے مطابق، پانچ سو ہاتھیوں کے بدلے سلیوکس نے نہ صرف اپنی بیٹی بلکہ اراکوشیہ (مشرقی افغانستان)، گیڈروشیہ (جنوبی بلوچستان) اور پاروپمیسدائی (افغانستان اور برصغیر ہند کے درمیان کا خطہ) چندر گپت کو سونپ دیا۔ 324-325 قبل مسیح میں آخری نند حکمراں کی شکست چندر گپت کی پہلی بڑی سیاسی کامیابی تھی۔ پنجاب کے یونانی گورنروں اور شمال مغربی سرحد پر متعدد فتوحات کی وجہ سے چندر گپت موریہ کی حکومت وادیٔ گنگا اور شمال مغربی حصوں میں پھیل گئی۔ یہ فتوحات اور علاقائی توسیع موریہ سلطنت کی عسکری صلاحیتوں کی نشاندہی کرتے ہیں۔ اس لیے، 1920 اور 1930 کی دہائیوں کے کئی قوم پرست مورخوں نے چندر گپت موریہ کو غیر ملکی حکمرانی کا خاتمہ کرنے والے، ملک کی سالمیت اور خود مختاری کے محافظ اور ایک ہوشیار سیاسی شخصیت کے طور پر پیش کیا ہے۔

بعض کتبے اور جین ماٰخذ چندر گپت، جین مت اور کرناٹک کے درمیان ایک گہرا تعلق تجویز کرتے ہیں۔ شروانا بیلگولا کی پہاڑیوں میں کئی جگہوں کے ساتھ لفظ 'چندر' کا اضافہ پایا جاتا ہے۔ جین روایت کے مطابق چندر گپت نے اپنی زندگی کے آخری ایّام میں اپنے بیٹے بندوسار کے حق میں راجہ کے عہدے سے دستبرداری کا اعلان کیا، اور ایک سنیاسی بن گیا۔ وہ ایک معروف جین بزرگ بھدرباہو اور دوسرے بھکشوؤں کے ساتھ جنوبی ہندوستان چلے گئے، جہاں انہوں نے سلے کھانہ (Sallekhana) یا روایتی جین انداز کے ذریعے اپنی زندگی کا خاتمہ کیا۔ دسویں صدی کے ہریشین کی برہت کتھا کوش اور انیسویں صدی کی راجولی کتھا بھی اس کہانی کو بیان کرتے ہیں۔ پانچویں اور

پندرہویں صدی عیسوی کے درمیان شرواناٗ بیلگولا کی پہاڑیوں میں لکھے گئے کتبوں میں چندر گپت اور بھدر باہو نامی شخص کا ذکر ملتا ہے۔ لہذا یہ ممکن ہے، لیکن یقینی نہیں کہ مذکورۂ بالا جین روایتوں کی ایک تاریخی بنیاد ہے، جو چندر گپت کو کرناٹک سے جوڑتی ہے۔
پلوٹارک لکھتے ہیں کہ سندر کوٹس نے چھ لاکھ فوج کے ساتھ پورے ہندوستان کو مغلوب کیا، جس کی تائید جسٹن نے بھی کی ہے۔ لیکن یہ یقینی نہیں ہے کہ 'انڈیا' سے ان مصنّفین کا کیا مطلب تھا۔ رودر دمن کا جونا گڑھ کتبہ اس بات کی دلالت کرتا ہے کہ چندر گپت کی فتوحات گجرات کے سوراشٹر تک پھیلی ہوئی تھیں۔ ایسے بالواسطہ حوالوں کو دیکھتے ہوئے ایسا لگتا ہے کہ چندر گپت نے ایک بہت بڑی سلطنت قائم کی تھی۔

14.6.2 بندوسار (Bindusara):

چندر گپت موریہ کے بعد ان کے بیٹے بندوسار نے 297 سے لے کے 273 قبل مسیح تک حکومت کی۔ بدھ مت کی روایت انہیں اجیویک فرقے سے منسوب کرتی ہے۔ جین روایت کے مطابق چندر گپت اپنے بیٹے سمہا سینا کے حق میں تخت سے دستبردار ہوئے تھے۔ مہابھاشیہ چندر گپت کے جانشین کو امتر گھاٹ یا دشمنوں کو برباد کرنے والے کا خطاب دیتے ہیں، جبکہ یونانی ماٰخذ انہیں امتروچیٹ یا الیٹروچیٹ کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ تاراناتھ لکھتے ہیں کہ چانکیہ نے سولہ قصبوں کے راجاؤں کو برباد کرکے بندوسار کو مشرقی اور مغربی سمندروں (غالباً بحیرہ عرب اور خلیج بنگال) کے درمیان کے خطے کا حاکم بنادیا۔ بعض مورخین اسے بندوسار کی دکن کی فتح کا اشارہ سمجھتے ہیں، جبکہ بعض اسے بغاوت کو دبانے کے حوالے سے تعبیر کرتے ہیں۔ کرناٹک کے سناتھی مقام پہ اشوک کے کتبوں کی حالیہ دریافت، جو اڑیسہ کے کلنگ میں پائی گئی اور کلنگ مہم کے بعد جاری کی گئی تھی، یہ سوال اٹھاتی ہے کہ کیا یہ خطّہ بعد میں اشوک نے فتح کیا تھا؛ یا ان کے والد بندوسار نے؟ بدھ مت کے ماٰخذ بندوسار سے متعلق نسبتاً خاموش ہیں۔ ایک اجویک راہب نے ان کے بیٹے اشوک کے مستقبل کی عظمت کی پیشین گوئی کی تھی۔ اس لیے اندازہ لگایا جاتا ہے کہ وہ اجویک مذہب کے پیروکار تھے۔ بندوسار کی وفات 273 قبل مسیح میں ہوئی، جس کے بعد چار سال تک سلطنت سیاسی انتشار اور الجھن کا شکار رہی۔ دیویاودان کے مطابق، بندوسار چاہتا تھا کہ ان کے بعد ان کا بیٹا سوشیم ان کا جانشین بنے، لیکن ان کے وزراء نے اشوک کو تخت نشین ہونے میں مدد کی۔ اس پہلو میں رادھا گپتا نامی وزیر نے ایک اہم کردار نبھایا تھا۔ دیپاومسہ اور مہاومسہ کے مطابق تیسا کے بغیر اشوک نے اپنے 99 بھائیوں کو مار ڈالا۔ اس طرح، بندوسار کی وفات کے وقت برصغیر کا ایک بڑا حصّہ موریوں کے زیرِ تسلط آچکا تھا۔

14.6.3 عظیم اشوک (Ashoka, the Great)

بندوسار کے بعد ان کے بیٹے اشوک 272 قبل مسیح میں تخت نشین ہوگئے۔ بدھ مت روایت کے مطابق، وہ بندوسار کے دور حکومت میں ٹکسیلا اور اجین کے گورنر مقرر کیے گئے تھے۔ اگرچہ بدھ مت ماٰخذ میں اشوک کے بارے میں بہت کچھ بیان کیا گیا ہے، لیکن ہمیں ان کے متنوں پر غور کرتے ہوئے محتاط رہنا چاہیے۔ چونکہ بدھ مت کے ساتھ ان کے قریبی تعلقات رہے ہیں، اس لیے، اشوک کو بدھ مت کی روایات میں ایک عظیم اور مثالی راجا کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ متعدد ماٰخذ میں اس بات پر بھی اختلاف ہے کہ کیا اشوک اپنے والد کی وفات کے فوراً بعد تخت نشین ہوا، یا برادر کشی اور تخت کے حصول کی وجہ سے چار سال کا وقفہ رہا۔

اشوک کی حکمرانی کا اہم واقعہ 261 قبل مسیح میں کلنگ کی فتح تھی۔ اس مہم کے پیچھے اصل مقصد کلنگ کے وسائل کا استعمال، جزیرہ نما ہند میں تجارتی راستوں کی حفاظت اور کلنگ پر مگدھ کا کنٹرول حاصل کرنا تھا۔ جنگ میں بڑے پیمانے پر ہونے والے اموات کی وجہ سے اشوک کو گہرا صدمہ ہوا، جس کے بعد انہوں نے بدھ مت قبول کر لیا۔ اس کے بعد اشوک نے دھم کا پرچار کرنا شروع کیا۔ دھم زندگی گزارنے کا طریقہ، ضابطۂ اخلاق اور اصولوں کا مجموعہ تھا (دھم سے متعلق مزید جانکاری کے لیے اکائی نمبر 16 ملاحظہ کیجیے)۔ بعض مورخین کا خیال ہے کہ اشوک کے دھم اور بدھ مت میں کوئی فرق نہیں تھا۔ لیکن ان کے کتبوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اشوک دھم کو سماجی تنازعات اور غیر ہم آہنگی کو کم کرنے کے لیے استعمال کرنا چاہتا تھا۔ انہوں نے خاص طور پر تمام لوگوں کے عقائد اور نظریات کے ساتھ رواداری پر زور دیا۔ تاہم، ان کا دھم بدھ مت کی تعلیمات، خاص طور پر عدم تشدّد سے کافی حد تک متاثر تھا۔ انہوں نے بہت سی روایتی تقاریب کی مخالفت کی اور کہا کہ اخلاقیات رسومات کی پابندی سے زیادہ اہم ہے۔ چٹانی فرمان گیارہ، اہم اخلاقی اصولوں پر عمل کی مشق پر زور دیتا ہے، جیسے بزرگوں کا احترام کرنا، دوستوں، غلاموں اور نوکروں کے لیے خیرات کرنا، وغیرہ۔ انہوں نے دھم کے پرچار کے لیے دھم مہامات مقرر کیے۔ دھم مہاماتوں کی سرگرمیاں کسی خاص برادری تک محدود نہیں تھیں۔ ان سے توقع کی جاتی تھی کہ وہ تمام فرقوں کے درمیان غیر جانبداری سے کام کریں گے۔ اس طرح، اشوک کے لیے دھم زندگی گذارنے کا ایک طریقہ تھا جس کی بنیاد سماجی اخلاقیات اور شہری ذمہ داری کے ہم آہنگ امتزاج پر تھی۔ تاہم، کمزور جانشینوں کی تخت نشینی، دھم مہاماتوں کی بددیانتی، وغیرہ کی وجہ سے دھم کی پالیسی ناکام ہوئی۔

یہ اشوک کا دھم ہی تھا جس نے انہیں ایک نامور حکمران بنادیا، اور جس نے ان کی رعایا کے دل جیت لیے۔ اشوک کے کتبے ان کے دور کا ایک اہم ماخذ ہے۔ یہ کتبے ہمیں ان کی زندگی اور مختلف سرگرمیوں کے بارے میں تفصیل بیان فراہم کرتے ہیں۔ اشوک کے دورِ حکومت کے ابتدائی نصف حصے کے احکام بڑی چٹانوں پر کندہ کیے گیے تھے اور اس لیے انہیں کلاں چٹانی فرمان کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ ان کے دور حکومت کے آخری حصّے میں، کتبوں کو پالش شدہ بلوا پتھر کے یک سنگی ستونوں پر کندہ کیا گیا تھا، جن میں سے ہر ایک پر کسی جانور (شیر، ہاتھی یا بیل) کا مجسمہ تراشا گیا ہے۔ یہ پتھر وارانسی کے قریب چنار کے مقامات سے کھدائی کر کے لایا جاتا تھا۔ اور چٹان زیادہ تر دریائے گنگا کے قریب پائی جاتی تھیں شاید اسی لیے وہ دریا کے ذریعے منتقل کیے جاتے تھے۔

کلنگ کی جنگ کے بعد اشوک کو گہرا صدمہ ہوا، جس کے بعد انہوں نے جنگ پر معقول تنقید کی۔ جنگ کی وجہ سے اشوک اپنے آپ کو بالواسطہ یا بلاواسطہ لوگوں کی تکلیف کا باعث سمجھنے لگے۔ اس لیے، انہوں نے بھیری گوش کے بجائے دھم وجے کو فتح کا بہترین طریقہ قرار دیا۔ وہ دعویٰ کرتے ہیں کہ انہوں نے دھم وجے کے ذریعے یاونوں، کمبوجوں، نابکوں، نابھاپنکتوں، بھوجوں، پتینیکوں، آندھرا، پلندوں، چولوں اور پانڈیوں کو حاصل کیا۔ مندرجہ بالا کے علاوہ، چٹانی فرمان نمبر 13 میں پانچ یاون حکمرانوں کا واضح طور پر ذکر کیا گیا ہے۔ یہ کتبہ واضح طور پر بیان کرتا ہے کہ یہ حکمران ان کے ہم عصر تھے جن کو انہوں نے دھم مشن بھیجا تھا۔ ان حکمرانوں میں شام کے انٹیوکس تھیوس (261-246 قبل مسیح)، مصر کے ٹالمی فلاڈیلفس (247-285)، مقدونیہ کے اینٹی گونس گونٹس، سیرین کے ماگھس اور اپیرس کے سکندر شامل ہیں۔ اس کتبے کا اختتام اشوک کی اس امید کے ساتھ ہوتا ہے کہ ان کے جانشین کسی نئی فتح کا آغاز نہیں کریں گے، اور اگر وہ کسی فتح کا آغاز کر بھی

لیں، تو انہیں مقبوضہ علاقوں میں رہنے والے لوگوں کے ساتھ سختی نہیں کرنی چاہیے۔ تاہم، اس امن پسند منشور میں قبائلی لوگوں کے لیے ایک سخت انتباہ ہے۔ اسی طرح کے جذبات کا اظہار علیحدہ چٹانی فرمان نمبر دو میں دھاولی اور جوگڑا میں بھی کیا گیا ہے۔ ستون فرمان چھ کے مطابق، پتھر پر دھم کے احکام لکھنے کا رواج اشوک کی تخت نشینی کے تیرہ سال بعد شروع ہوا۔ نسبتاً بہت کم لوگ اس وقت پڑھنا یا لکھنا جانتے ہوں گے، اس لیے اشوک نے اپنے پیغام کی زبانی تبلیغ کے لیے وسیع انتظامات کیے تھے۔ یہاں تک کہ کتبوں میں بھی راجا اپنی رعایا سے بات کرتا تھا۔ کتبوں میں بیان کیے گیے بہت سے احکام اس جملے سے شروع ہوتے ہیں۔۔۔۔'اس طرح دیوانمپیا پیاداسی بولتا ہے۔'

علیحدہ چٹانی فرمان کے مطابق یہ احکام لوگوں کو مخصوص اوقات جیسے کہ آشدھ، کارتیک اور پھالگون کے مہینوں کے ماہ کامل والے دن اور تشیہ نکشتر (constellation) کے دن سنائے جاتے تھے۔ اس کے علاوہ، کمار، یوکت، راجوک، دھم مہامات، انت مہامات، پلیسیانی اور پریشد کے ارکان جیسے عہدیدار بھی لوگوں کو دھم کا پیغام زبانی سناتے تھے۔ چٹانی فرمان ثالث بیان کرتا ہے کہ راجوک اور پردیشک دیگر فرائض کے ساتھ ساتھ دھم کی تبلیغ کے لیے ہر پانچ سال بعد معائنے پر جاتے تھے۔ اشوک نے اپنی تخت نشینی کے تیرہ سال بعد دھم مہاماتوں کا ایک خصوصی کیڈر بنایا؛ اور ان کو یون، کمبوج، گندھار، رشتیک اور پتنیک کے سرحدی لوگوں تک دھم کا پیغام پہنچانے کا حکم دیا۔ انہیں تمام فرقوں کے افراد تک پہنچنا تھا اور نوکروں، تاجروں، کسانوں، برہمنوں، قیدیوں، بوڑھوں، بے سہاروں اور راجا کے رشتہ داروں کی فلاح و بہبود اور خوشی کو فروغ دینا تھا۔ کلاں چٹانی فرمان آٹھ، بیان کرتا ہے کہ تخت نشینی کے دسویں سال میں بودھ گیا یاترا کے بعد اشوک نے تفریحی دوروں پر جانا چھوڑ کر دھم یاتروں پر جانا پسند کیا۔ ان دوروں میں انہوں نے برہمنوں اور شرمنوں کی عزت، بوڑھوں کا احترام اور دیہی لوگوں کے لیے دھم کی تعلیم پر زور دیا۔

اشوک کے یونانی کتبوں میں لفظ دھم کے بدلے یوسیبیا (تقویٰ)؛ اور آرامی کتبوں میں اسیت (سچائی) اور داتا (قانون) کا استعمال کیا گیا ہے۔ یونانی اور آرامی زبان میں بیان کیے گئے احکام اشوک کے کتبوں کا لفظی ترجمہ نہیں ہیں۔ بی۔ این۔ مکھرجی (1984) لکھتے ہیں کہ اگرچہ دھم کے عناصر میں بنیادی مطابقت ہے، لیکن پھر بھی یونانی اور آرامی کتبے دیگر کتبوں سے کچھ مختلف ہیں۔ مثال کے طور پر، قندھار کے یونانی کتبے راجا کی طرف لوگوں کے لگاؤ کو ظاہر کرتے ہیں۔ مزید برآں، یونانی یا آرامی کتبوں میں سے کوئی بھی اس بات پر زور نہیں دیتا ہے کہ دھم کی پیروی کا مقصد جنت کا حصول ہے، جب کہ پراکرت کتبوں میں اس کا ذکر کثرت سے ملتا ہے۔

جیسے جیسے اشوک کے دور حکومت میں ترقی ہوئی، ایسا لگتا ہے کہ ان کے دھم کی تبلیغ کا جنون بڑھتا گیا۔ کچھ یونانی اور آرامی کتبے اس تبدیلی کے بارے میں انتہائی مبالغہ آمیز خیال کو ظاہر کرتے ہیں جو اشوک نے اپنے لوگوں کی زندگی میں لائی تھی۔ مورخین اشوک کے دھم کی نوعیت کے بارے میں مختلف نظریات رکھتے ہیں۔ ایک طرف اسے 'عالمگیر مذہب' کے طور پر دیکھا گیا ہے، جس میں بہت سی مذہبی روایات میں کچھ مشترک عناصر شامل ہیں۔ دوسری طرف اسے راج دھرم (راجا کا دھرم) کی ایک شکل سے تعبیر کیا گیا ہے، جس میں برہمنی اور بدھ مت کی روایات میں سیاسی اور اخلاقی اصولوں پر زور دیا گیا ہے۔ رومیلا تھاپر نے دھم کی تبلیغ کے پیچھے سیاسی دلیل کو واضح کیا ہے۔ وہ اشوک کے

دھم میں بدھ مت کے عنصر کو کم کرتی ہے اور اس بات پر زور دیتی ہے کہ ایک سیاستدان کے ذاتی عقائد اور اس کے عوامی اعلانات کے درمیان کوئی تعلق نہیں ہے۔ دھم ایک نظریاتی آلہ تھا جسے اشوک نے اپنی وسیع سلطنت کو مضبوط کرنے کے لیے استعمال کیا تھا۔

یہ سچ ہے کہ اشوک کے کتبوں میں گوتم بدھ کی تعلیم سے وابستہ کچھ بنیادی نظریات جیسے دکھ کی وضاحت، اشتنگک مارگ، عدم استحکام کا نظریہ یا نروان کا ہدف شامل نہیں ہیں۔ اس کے باوجود بھی دھم بدھ مت سے متاثر تھا، کیونکہ یہ اہنسا پر زیادہ زور دیتا تھا۔ ارتھ شاستر میں بھی اہنسا کا تذکرہ کیا گیا ہے، اور اس کے علاوہ، سچائی، راستبازی، بغض سے آزادی، ہمدردی اور بردباری کو تمام ورنوں اور آشرموں کے لیے مشترکہ فرائض کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں، یہ ماخذ جانوروں کی بہبودی کے بارے میں بھی بات کرتا ہے۔

اشوک ایک موجد یا اختراع پسند حکمران تھا۔ مختلف فرقوں اور عقائد کے لوگوں کے درمیان باہمی احترام اور ہم آہنگی ان کی ایسی خصوصیات تھی جو موجودہ وقت کے کسی مذہب میں نہیں پائی جاتی تھی۔ ان کا دھم تعلیمات کا ایک مجموعہ تھا جس کی شناخت فرقہ وارانہ عقیدے سے نہیں کی جاسکتی ہے۔ برابر گپھاؤں کے کتبوں سے پتہ چلتا ہے کہ اشوک نے اجویک فرقے کے سنیاسیوں کی بھی سرپرستی کی۔ ان کے دھم وجے کے خیال نے ان کو بدھ مت کی کتابوں میں درج مثالی راجا کی حیثیت سے بھی آگے بڑھایا۔ یہ اختراعات ان میں ذاتی اعتقادات کے ساتھ ایک وسیع سلطنت کے حکمران کے طور پر پیدا ہوئی ہونگی۔

اشوک کے دور تک، موریہ سلطنت کرناٹک کے علاقے تک پھیل چکی تھی۔ اکانانورو (Akananuru) کی ایک نظم جو سنگم ادب کے ایک شاعر ممولینر نے لکھی ہے، بیان کرتی ہے کہ کوشار نے اپنے دشمنوں کے خلاف بہت سی کامیابیاں حاصل کی۔ تاہم، موکور نے ان کے سامنے سر تسلیم خم نہیں کیا، اس لیے موریا، جن کے پاس ایک بہت بڑی فوج تھی، نے ان کی مدد کے لیے ایک فوجی مہم بھیجی۔ ممولینر کی ایک اور نظم میں کہا گیا ہے کہ جنگی وادوگر نے موریہ فوج کے ہراول دستے کی شکل اختیار کی، جب وہ (فوج) جنوب کی طرف بڑھ رہی تھی۔ وادوگر سے مراد 'شمالی باشندے 'ہیں، جس میں آندھرا اور کرناٹک کے علاقوں میں رہنے والے لوگ شامل تھے۔ اگر ان حوالوں کی کوئی تاریخی بنیاد ہوتی تو اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ موریوں نے جنوب کی سیاست میں مداخلت کی تھی، کوشاروں کے ساتھ ان کے خارجی تعلقات تھے اور دکنی سپاہی موریہ فوج کا حصہ تھے۔

الغرض، اشوک کے کتبے موریہ سلطنت کی وسعت کا پتہ دیتے ہیں۔ موریہ سلطنت مشرق میں بنگال اور اڑیسہ سے لے کر مغرب میں افغانستان اور بلوچستان تک؛ اور شمال میں ہمالیہ کے دامن سے لے کر جنوب میں دکن تک تقریباً پورے برصغیر میں پھیلی ہوئی تھی۔ کیرلہ، تامل ناڈو اور شمال مشرقی ہندوستان کے چند علاقوں کو چھوڑ کر، موریوں نے پورے برصغیر پر حکومت کی۔ شمال مغرب میں، انہوں نے ایسے علاقوں پر بھی اپنا تسلّط جمایا جو برطانوی سلطنت کا حصہ بھی نہیں تھے۔ یہاں تک کہ موریوں نے سمگھوں (Samghas) پر بھی قبضہ کر لیا جسے کوٹلیہ موریہ سلطنت کی ترقی میں رکاوٹ سمجھتا تھا۔

بدھ مت کی روایت میں انہیں چکرورتن یا عالمگیر راجا کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا۔ لیکن یہ روایت بدھ مت کے زوال کے بعد ہندوستان میں معدوم ہو گئی۔ 1837 میں اشوک کے کتبوں کو سمجھنے کے بعد، مورخوں کو اس راجا کے بارے میں معلوم ہوا جو خود کو دیوانا پیا پیاداسی (دیوتاؤں کا محبوب، پیاداسی) کہتا تھا۔ یہ نام خاندانی فہرستوں میں مذکور کسی راجا کے ساتھ نہیں ملتا تھا، حالانکہ سری لنکا کے بدھ مت کی تاریخ میں اس کا ذکر کیا گیا تھا۔ وقت گذرنے کے ساتھ مختلف اشاروں کی مدد سے اس مسئلے کی حتمی تصدیق 1915 میں ہوئی، جب ایک کتبے کی دریافت ہوئی جس میں اشوک اپنے آپ کو دیوانا پیا سے موسوم کرتا ہے۔

14.7 موریہ انتظامیہ (Mauryan Administration)

14.7.1 مرکزی انتظامیہ (Central Administration):

موریہ سلطنت میں مرکزی اور صوبائی سطحوں پر کئی بڑی انتظامی اکائیاں قائم کی گئی تھی۔ ان تمام اکائیوں کی مخصوص انتظامی تشکیل ہوتی تھی، اور یہ مرکزی بالادستی کے ماتحت ہوتے تھے۔ مرکزی انتظامیہ کی مختلف اکائیوں کی درج ذیل سطور میں وضاحت کی جاتی ہے:

راجا (King):

راجا موریہ سلطنت کے انتظامی ڈھانچے کا محور تھا۔ موریہ حکمرانوں نے محض راجہ کا لقب اختیار کیا، اور مہاراج ادھیراج، بھوپتی، ادھی پتی اور چکرورتی جیسے عظیم القاب موریہ کتبوں میں واضح طور پر غیر حاضر ہیں۔ کوٹلیہ واضح طور پر اس بات کا تذکرہ کرتے ہیں کہ اگر کسی مسئلے پر روایتی قانون (شاستر) راجا کے احکام سے مختلف نقطۂ نظر رکھتا ہے تو اس صورت میں راجا کا حکم غالب رہے گا۔ در حقیقت، موریہ سلطنت ایک مرکزی نوعیت والی ریاست تھی، جس نے گانا سنگھوں پر فتح حاصل کی تھی۔ ارتھ شاستر راجا کو انتظامیہ کے تمام پہلوؤں میں حتمی اختیار دیتا ہے۔ موریہ حکمران کے پاس یہ اختیار تھا کہ وہ وزراء کو منتخب، یا برخاست کر سکتا تھا۔ راجہ سلطنت کے خزانے کا محافظ، برائیاں ختم کرنے والا اور لوگوں کی ترقی اور فلاح و بہبود کا علمبردار تصور کیا جاتا تھا۔ ارتھ شاستر راجا کو اعلی خاندان سے وابستہ، طاقتور، صلاحیت مند، تیز عقل کا حامل اور دھرم کا محافظ جیسے اوصاف سے منسوب کرتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ راجا کو ایک مشکل فوجی تربیت سے گزرنا چاہیے؛ معاشی زندگی کے مختلف شعبوں کی جانکاری اور تحریر پڑھنے اور لکھنے کا علم ہونا چاہیے۔ اشوک کے دور میں موریہ سلطنت متعدد اطراف میں اپنی رعایا کی طرف پدرانہ رویہ اختیار کر رہی تھی۔ دھاولی کے کتبے میں اشوک کہتا ہے کہ 'تمام لوگ میری اولاد ہیں اور جس طرح میں اپنے بچوں کے لیے یہ چاہتا ہوں کہ وہ دنیا اور آخرت دونوں میں فلاح و بہبودی حاصل کریں، اسی طرح میں ساری رعایا کے لیے بھی یہی چاہتا ہوں۔ لیکن اس پدرانہ رویے کے باوجود بھی راجا کو اپنے مطلق اختیار کا شعور تھا۔ مثال کے طور پر اسی کتبے میں اشوک توسالی کے عہدیداروں سے مخاطب ہو کر کہتا ہے کہ جو بھی مجھے منظور ہے، میں چاہتا ہوں کہ کارروائی کرکے، یا موثر ذرائع کا استعمال کرکے اسے حاصل کیا جائے۔۔۔۔۔۔۔ اور یہ میری آپ کو ہدایات ہیں۔' اس میں کوئی شک نہیں کہ اشوک نے لوگوں کی فلاح و بہبود کو انتظامیہ کا بنیادی مقصد بنایا تھا، لیکن سیاسی تجزیہ کے لحاظ سے وہ ایک مطلق العنان راجا تھے۔ رومیلا تھاپر لکھتی ہے کہ دیوانا پیا (دیوتاوں کے محبوب) کا لقب اپنانے سے اشوک نے پجاریوں کے اثر

کو زائل کر کے حکمران اور خدائی طاقت کے درمیان رشتہ قائم کرنے کی کوشش کی۔

وزراء کی کونسل (Council of Ministers):

ارتھ شاستر اور اشوک کے کتبوں میں وزراء کی کونسل یا منتری پریشد کا حوالہ دیا گیا ہے۔ کوٹلیہ لکھتے ہیں کہ 'چونکہ رتھ ایک ہی پہیے پر نہیں چل سکتا ہے، اس لیے راجا کو چاہیے کہ وہ منتری منتخب کریں اور ان سے مشورے حاصل کریں"۔ کونسل کی طاقت وقتاً فوقتاً مختلف ہوتی رہتی تھی، لیکن اس کے باوجود اس کی نوعیت مشاورتی تھی۔ کونسل میں اراکین کی تعداد طے نہیں کی گئی تھی۔ تاہم، کوٹلیہ نے رائے دی تھی کہ 'ایک بڑی کونسل راجا کے لیے فائدہ مند ہے"۔ کوٹلیہ لکھتے ہیں کہ کونسل میں فیصلے اکثریت کی رائے کے مطابق کیے جانے چاہیے، لیکن اگر راجہ کو لگتا ہے کہ کوئی فیصلہ حکومت کے لیے فائدہ مند ثابت نہیں ہو سکتا ہے، تو اسے اپنی سوچ کے مطابق چلنا چاہئے۔ یہاں تک کہ کوٹلیہ نے منتری کی تقرری کے معیار یا اہلیت کا بھی ذکر کیا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ منتری کو دولت کے لالچ میں نہیں آنا چاہئے، انہیں دباؤ کے سامنے نہیں جھکنا چاہئے اور انہیں سروو پدشودھ (سب سے پاکیزہ) ہونا چاہئے۔ موریہ دور میں وزراء کی ایک چھوٹی کونسل، جس میں فوری مسائل پر مشورہ کیا جاتا تھا، کے حوالے بھی مل رہے ہیں۔

شہری یا بلدی انتظامیہ (City Administration):

میگا ستھنیز نے بلدۂ پاٹلی پتر کے انتظامیہ کو واضح طور پر بیان کیا ہے۔ شہری انتظامیہ کے ذمہ دار افسران کو استی نوموئی کہا جاتا تھا۔ استی نوموئی تجارتی مراکز، بازاروں، منڈیوں، بندرگاہوں اور مزاروں کی نگرانی کرتا تھا۔ میگا ستھنیز لکھتے ہیں کہ سٹی کونسل کو چھ ذیلی کونسلوں یا کمیٹیوں میں تقسیم کیا گیا تھا اور ہر کمیٹی میں پانچ ارکان ہوتے تھے۔ پہلی کمیٹی صنعت اور دستکاری کی دیکھ بھال اور اجرت متعین کرنے والے مراکز کا معائنہ کرتی تھی۔ دوسری کمیٹی شہر میں غیر ملکیوں کے قیام و بعام، آرام، تحفظ، وغیرہ کا انتظام کرتی تھی۔ تیسری کمیٹی پیدائش اور اموات کے اندراج کے لیے کام کرتی تھی۔ چوتھی کمیٹی تجارت کی نگرانی، وزن اور پیمائش کا معائنہ اور مارکیٹ کی دیکھ بھال کرتی تھی۔ پانچویں کمیٹی تیار کردہ اشیاء کا معائنہ اور ان کی فروخت کے لیے انتظامات کرتی تھی، اور چھٹی کمیٹی فروخت کی گئی اشیاء پر عائد ٹیکس وصول کرتی تھی۔
دلچسپ بات یہ ہے کہ ایسی کمیٹیوں کا کوئی ذکر کسی اور ماخذ سے نہیں ملتا ہے، البتہ ان کمیٹیوں کے ذریعے کیے گیے کاموں کا ذکر ارتھ شاستر میں ضرور ملتا ہے۔ مثال کے طور پر، چوتھی کمیٹی کا کام پنیدھیاکشہ انجام دیتے تھے۔ چھٹی کمیٹی کا کام شولکدھیاکشہ کرتا تھا اور پیدائش اور اموات کا اندراج گوپا انجام دیتا تھا۔ شہری انتظامیہ کے سربراہ کو ناگاریک کہا جاتا تھا، اور گوپا اور استھانیک ان کے معاون تھے۔ ان کے علاوہ، راکشی یعنی پولیس لوگوں کی جان و مال کی حفاظت کرتے تھے۔ ارتھ شاستر شہر کے انتظامیہ کی مختلف سرگرمیوں، ان سے متعلق ضوابط اور ان کی خلاف ورزی پر تاوان، کا بھی ذکر کرتا ہے۔ ان سرگرمیوں میں صفائی ستھرائی، مختلف اشیاء میں آمیزش کی جانچ، مسافر خانوں کی دیکھ بھال اور آگ سے بچاؤ کے احتیاطی تدابیر شامل ہیں۔ قانون نافذ کرنے والے قانون سے بالاتر نہیں تھے۔ مثال کے طور پر، اگر کوئی رکشین (پولیس اہلکار) کسی خاتون سے بدسلوکی کرتا تھا، تو اسے سخت سزا دی جاتی تھی۔

فوجی انتظامیہ (Military Administration):

موریہ سلطنت نے ایک بہت بڑی فوج قائم کی تھی۔ پلینی نامی ایک رومی مصنّف کے مطابق، چندر گپت کی فوج میں چھ لاکھ پیدل سپاہی، تیس ہزار گھڑ سوار اور نو ہزار جنگی ہاتھی شامل تھے۔ پلوٹارک لکھتے ہیں کہ موریوں کے پاس چھ ہزار ہاتھی، اسی ہزار گھوڑے، بیس ہزار پیدل فوج اور آٹھ ہزار جنگی رتھ تھے۔ ان بیانات میں کافی مبالغہ آرائی محسوس ہوتی ہے، لیکن سلیوکس کی شکست اور کلنگ کی فتح سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ موریوں نے ایک بڑی فوج قائم کی تھی۔ میگا ستھنیز لکھتے ہیں کہ چھ ذیلی کمیٹیوں پر مشتمل ایک کمیٹی فوجی سر گرمیوں کو مربوط کرنے کی ذمہ دار تھی۔ ان میں سے ایک بحری افواج کی دیکھ بھال کرتی تھی، دوسری نقل و حمل کی نگرانی، تیسری پیدل فوج کی رہنمائی، چوتھی گھوڑوں کا انتظام، پانچویں رتھوں کا اہتمام اور چھٹی ہاتھیوں کی نگہبانی کرتی تھی۔ ہر ذیلی کمیٹی کی دیکھ بھال پانچ اراکین پر مشتمل کمیٹی کرتی تھی۔ کوٹلیہ نے چتورنگبالا (یعنی پیدل فوج، گھڑ سوار فوج، رتھ اور ہاتھی) کو فوج کے اہم اجزاء کے طور پر بیان کیا ہے۔ مختلف اقسام کے اسلحے کی تیاری اور دیکھ بھال کے لیے ایک الگ محکمہ تھا، جس کا سربراہ ایودھاگارادھیکشہ کے نام سے جانا جاتا تھا۔ میگا ستھنیز کے مطابق، فوجیوں کو ریاست سے باقاعدہ تنخواہ ملتی تھی۔ کوٹلیہ نے نوادھیاکشہ یا جہازوں کے نگران کا بھی ذکر کیا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ موریوں کے پاس بحری فوج بھی تھی۔

جاسوسی نظام (Espionage System):

موریہ انتظامیہ کے پاس ایک بہترین جاسوسی نظام تھا۔ جاسوسوں کی ایک بڑی تعداد مقرر کی گئی تھی، جو راجا کو خفیہ اطلاعات پہنچاتے تھے۔ جاسوس وزراء، سرکاری افسروں اور عام لوگوں پر نظر رکھتے تھے۔ وہ شہریوں کے جذبات اور تاثرات اکٹھے کرتے تھے، اور غیر ملکی حکمرانوں کے راز جاننے کی کوشش کرتے تھے۔ ان سر گرمیوں کے لیے وہ مختلف لوگوں جیسے باورچی، حجام، وغیرہ کی مدد حاصل کرتے تھے۔ کوٹلیہ نے جاسوسوں کے کثرت سے استعمال کرنے کی وکالت کی، اور تجویز کی کہ انہیں معلومات حاصل کرنے کے لیے یرغمالیوں، سنیاسیوں، طالب علموں، سوداگروں، طوائفوں، وغیرہ، کا بھیس اختیار کرنا چاہیے۔ بعض اوقات وہ اہم معاملات پر براہ راست راجا کو اطلاع دیتے تھے۔ درحقیقت، کوٹلیہ ایک مربوط جاسوسی نظام کا ذکر کرتے ہیں۔

نظام عدلیہ (Judicial System):

سماجی نظم و ضبط، ریاستی انتظامیہ اور مضبوط محصولاتی نظام کے لیے موریہ دور میں ایک منظّم قانونی نظام قائم کیا گیا تھا۔ ارتھ شاستر مختلف جرائم کے لیے سزاؤں کی فہرست بیان کرتی ہے، جن میں شادی کے قوانین کی خلاف ورزی، طلاق، قتل، ملاوٹ، غلط وزن، وغیرہ، شامل ہیں۔ قانون کی خلاف ورزی کرنے والوں کے خلاف مقدمہ چلانے یا مختلف سطحوں پر تنازعات کے حل کے لیے مختلف قسم کی عدالتیں قائم کی گئی تھیں۔ کوٹلیہ دو طرح کے عدالتوں کا ذکر کرتے ہیں:

1۔ دھرمستیہ یعنی عدالتیں جو ذاتی تنازعات کا فیصلہ کرتی ہیں۔

2۔ کنٹک شودن یعنی عدالتیں جو افراد اور ریاست سے متعلق معاملات پر فیصلہ سناتی تھی۔

مثال کے طور پر، پہلی قسم کی عدالتیں استریدان (بیوی کی ملکیت) یا شادیوں کے تنازعات سے متعلق معاملات کو حل کرتی تھیں؛ اور دوسری قسم کی عدالتیں مزدوروں کو اجرت، کارکنوں سے برتاؤ، قتل، وغیرہ سے متعلق معاملات حل کرتی تھیں۔ کوٹلیہ کے مطابق قانون کے ذرائع یہ تھے:

- دھرم۔
- ویاوہار یعنی موجودہ قانونی ضابطے۔
- چرتر یعنی رواج اور رسومات۔
- راج شاسن۔

میگاستھنیز کے مطابق موریہ ہندوستان میں جرائم کے واقعات زیادہ نہیں تھے۔ لیکن ارتھ شاستر میں جن سزاؤں کا ذکر کیا گیا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ موریائی سماج میں جرم اور قوانین کی خلاف ورزی عام تھی۔ اس لیے وہاں سخت تعزیرات کی ضرورت تھی۔ تاہم، ثبوت اور گواہ پر کافی زور دیا جاتا تھا۔ مقدمات کا فیصلہ راجا کی اپیل کے ساتھ ثالثوں کی مجلس میں کیا جاتا تھا۔ تاہم یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ ارتھ شاستر میں سزائیں ذات پات کی درجہ بندی پر مبنی تھیں یعنی ایک ہی قسم کے جرم پر شودر کے برعکس برہمن کو بہت کم سزا دی جاتی تھی۔

14.7.2 صوبائی انتظامیہ (Provincial Administration):

موریہ ریاست میں انتظامی سہولت پیدا کرنے کے لیے، سلطنت کو متعدد صوبوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ ہر صوبہ کسی شہزادے یا شاہی خاندان سے وابستہ فرد کے ماتحت رہتا تھا۔ صوبائی انتظامیہ کا سربراہ کمار (شہزادہ) ہوا کرتا تھا، جو راجا کے نمائندے کے طور پر صوبے پر حکومت کرتا تھا۔ مثال کے طور پر اشوک راجا بننے سے پہلے اجین اور ٹکسیلا کے کمار یا گورنر تھے۔ انتظامیہ کا کام انجام دینے کے لیے کمار کو مہاماتیوں، مہاماتروں اور وزراء کی کونسل سے مدد فراہم ہوتی تھی۔ اشوک کے کتبوں سے ہمیں چار صوبائی دارالحکومتوں جیسے توسالی (مشرق میں)، اجین (مغرب میں)، سوور نگیری (جنوب میں) اور ٹکسیلا (شمال میں) کے نام ملتے ہیں۔ صوبے کے اندر بعض علاقوں کی حکومت گورنروں کے زیر انتظام ہوتی تھی، جنہوں نے شاید ان علاقوں میں معمولی حکمرانوں کا کردار نبھایا ہوگا۔ مثال کے طور پر رودردمن کے جوناگڑھ کتبے میں اشوک کے زمانے میں جوناگڑھ کے علاقے میں یاون (Yavana) گورنر تشاسپ کا ذکر کیا گیا ہے۔ تاہم، اسی کتبے میں کہا گیا ہے کہ چندر گپت موریہ کے دور میں اسی علاقے میں ان کا نمائندہ پشی گپت تھا۔

موریہ انتظامیہ کے اعلیٰ عہدیداروں میں پردیشک، راجوک، مہاماتر اور اماتیہ شامل تھے۔ پردیشک انتظامیہ کا جائزہ لینے کے لیے ہر پانچ سال کے بعد صوبوں کا دورہ کرتے تھے، اور راجوکوں کو شہروں اور دیہاتوں میں عدالتی معاملات کی دیکھ بھال کے لیے مقرر کیا گیا تھا۔ ارتھ شاستر میں مہاماتروں کا تذکرہ وزراء کے طور پر کیا گیا ہے جبکہ اشوک کے کتبوں میں ان کا تذکرہ مختلف سرگرمیوں جیسے سرحدی علاقوں کی دیکھ بھال، عدالتی کام اور دھم کا پرچار کرنے کے طور پر کیا گیا ہے۔ کوٹلیہ لکھتے ہیں کہ صوبوں کو مزید وشایوں یا اضلاع میں؛ اور ضلع کو گاؤں میں

تقسیم کیا گیا تھا۔ ہر گاؤں میں ایک محاسب اور ایک محصول جمع کرنے والا ہوتا تھا۔ گرام یا گاؤں کا سربراہ ان کی طرف جواب دہ ہوتا تھا۔

14.7.3 مالگذاری انتظامیہ (Revenue Administration):

موریہ حکومت کے تحت ریاستی محصول مختلف ذرائع سے حاصل کیے جاتے تھے۔ زمین کے معیار اور صلاحیت کے مطابق ریاست کسانوں سے پیداوار کا چھٹا یا ایک چوتھائی حصّہ بطور ٹیکس لیتی تھی۔ کوٹلیہ نے محصول کے مختلف ذرائع بیان کیے ہیں، جس کی دیکھ بھال ایک سرکاری افسر سنیدھاتا کرتے تھے۔ محصول کے اہم ذرائع میں زراعت، جنگلات، چراگاہیں، شہر، کانیں، شجرکاری، سڑکیں اور ٹریفک شامل ہیں۔ آمدنی پیدا کرنے والی معیشت بنیادی طور پر زرعی تھی، جس کے بڑے رقبے کو زیر کاشت لایا جا رہا تھا۔ کوٹلیہ نے ٹیکس وصولی کے مختلف طریقوں، اس سے متعلقہ مسائل اور آمدنی کے ممکنہ ذرائع پر کنٹرول کا بھی ذکر کیا ہے۔ جنگلات میں پیڑوں کا کٹاؤ ریاست کی نگرانی میں کیا جاتا تھا۔ زرعی کاموں کے علاوہ، دیہاتی لوگ جانوروں کے ریوڑ چراگاہوں میں پالتے تھے، جس کے لیے ان کو ٹیکس ادا کرنا پڑتا تھا۔ بلدی انتظامیہ جرمانوں، محصول فروخت (شلک)، محصول شراب، محصول آمدنی، وغیرہ کی شکل میں محصول جمع کرتا تھا۔ ارتھ شاستر میں درگ یا شہر کے ذریعے جمع کیے گئے ایسے اکیس قسم کے محصولات کی فہرست دی گئی ہے۔ دیہی علاقوں کو ریاست کی طرف سیتا محصول (Sita Tax) اور بھاگ (Bhaga) ادا کرنا پڑتا تھا۔ زراعت میں ریاستی سرگرمیوں کے علاوہ، نجی مالکان زمین کی کاشت کرتے یا کرواتے تھے اور ریاست کو مختلف اقسام کے محصولات ادا کرتے تھے۔ یونانی مصنفین، میگاستھنیز کی کتاب کا حوالہ دیتے ہوئے کاشتکار اور ریاست کے درمیان تعلقات کے بارے میں متضاد بیانات پیش کرتے ہیں، حالانکہ وہ سب اس بات پر متفق ہیں کہ زمین کی ملکیت کا دعویٰ حکمران خاندان نے کیا تھا۔ تاہم، کوٹلیہ لکھتے ہیں کہ ریاست کو نئے علاقوں یا ویران زمینوں کو صاف کرنے کا انتظام کرنا چاہیے اور ایسی زمینوں پر بڑی تعداد میں پڑوسی ریاستوں سے یا غیر معیاری علاقوں سے جلاوطن کیے گئے شودر کاشتکاروں کو آباد کرنا چاہیے۔ بلاشبہ، کلنگ سے جلاوطن کیے گئے ڈیڑھ لاکھ لوگوں کو بنجر زمینوں کو صاف کرنے اور نئی بستیاں قائم کرنے کے لیے استعمال کیا گیا ہوگا۔ تمام کانیں ریاست کے قابو میں تھیں، اور معدنی دولت ریاست کی آمدنی کا باقاعدہ ذریعہ تھا۔ یہاں یہ بتانا ضروری ہے کہ راجستھان میں زاور مالا کی کانوں سے چوتھی صدی قبل مسیح میں جست (Zinc) کی پیداوار کے آثار ملے ہیں۔ اے۔ کے بسواس کے مطابق، اگر قدیم دنیا میں نہیں، لیکن برصغیر میں جست کی پیداوار کے بارے میں یہ قدیم ترین معلومات ہے۔

اس کے علاوہ، برآمدات اور درآمدات؛ اور سڑکوں یا پانی کے راستوں سے سفر کرنے والے تاجروں پر بھی ٹیکس عائد کیا جاتا تھا۔ سرکاری خزانے میں جمع کیے گئے زیادہ تر محصولات، انتظامیہ، تنخواہوں، راجا کے اخراجات، مذہبی عطیات، وغیرہ، پر خرچ کیے جاتے تھے۔

14.8 جنوبی ریاستیں (Southern States)

جزیرہ نما ہند (Peninsular India) میں موریہ طاقت کی وسعت اور اثر ورسوخ کا اندازہ اشوک کے کتبوں سے لگایا جا سکتا ہے، جو جنوبی کرناٹک سے باہر نہیں پائے جاتے ہیں۔ اشوک اپنے کتبوں میں اپنے دوستوں جیسے چولا راجگان، پانڈیہ، ستیہ پتر اور کیرلہ پتر کے

بارے میں ذکر کرتا ہے۔ ان کے کتبوں سے اس بات کا اشارہ نہیں ملتا ہے کہ انہوں نے ان ریاستوں پر قبضہ جمانے کی کوئی کوشش کی تھی۔ چٹانی فرمان نمبر 13 کے مطابق، چولا اور پانڈیہ انتہائی جنوبی ہندوستان میں آباد تھے؛ اور چٹانی فرمان نمبر 2، کے مطابق کیرلہ پتر اور ستیہ پتر بھی اسی خطے میں آباد تھے۔ اس سلسلے میں جنوبی ہند کے راجاؤں نے بدلے میں موریہ حکمرانوں کے ساتھ امن میں رہنا پسند کیا۔ مذکورہ بالا کے علاوہ، تمرپرنی یا سری لنکا کے لوگ موریہ سلطنت کی سرحدوں پر رہتے تھے، اور اس لیے موریہ ریاست سے واقف تھے۔ تمرپرنی کے ساتھ موریہ تعلقات کو سری لنکا کے تاریخی ماخذ دیپاومسہ اور مہاومسہ میں بیان کیا گیا ہے۔ نہ صرف اس جزیرے پر آنے والے بدھ مت کے پہلے مشنری اشوک کے بیٹے مہندرا تھے، بلکہ اس وقت کے راجا تیسا نے اشوک کے حکومتی ماڈل کو بھی اختیار کیا تھا۔ ان حکومتوں کے درمیان اکثر تحائف اور سفیروں کا تبادلہ ہوتا رہتا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ ہندوستانی شہنشاہ نے سری لنکا کے حکمران کو بودھی درخت (جس کے نیچے مہاتما بدھ نے نروان حاصل کیا تھا) کی ایک شاخ تحفے میں دی تھی، جس کے بارے میں دعویٰ کیا جاتا ہے کہ وہ سری لنکا میں آج بھی موجود ہے، حالانکہ ہندوستان میں اس درخت کو بعد میں کسی بدھ مت مخالف حکمران نے کاٹ دیا تھا۔

14.9 غیر ملکی تعلقات (Foreign Relations)

چندر گپت موریہ نے شمال مغربی ہندوستان کو سیلوکس کے تسلّط سے آزاد کرایا، جس نے دریائے سندھ کے مغرب میں اپنی حکومت قائم کی تھی۔ امن قائم کرنے کے بعد، پانچ سو ہاتھیوں کے عوض میں سیلوکس نے مشرقی افغانستان، بلوچستان، اور دریائے سندھ کے مغرب کا علاقہ چندر گپت کے حوالے کر دیا۔ انہوں نے میگاستھنیز کو سفیر کے طور پر چندر گپت کے دربار میں بھیجا تھا۔ اس طرح، چندر گپت نے ایک وسیع سلطنت قائم کی، جس میں نہ صرف بہار اور بنگال کے کافی حصے، بلکہ مغربی اور شمال مغربی ہندوستان اور دکن بھی شامل تھے۔

یونانی ماخذ مغربی راجاؤں کے ساتھ موریوں کے سفارتی تعلقات کا حوالہ پیش کرتے ہیں۔ سٹرابو کے مطابق شام کے راجا انٹیوکس نے ڈیمیکس نامی ایک سفیر کو بندوسار کے دربار میں بھیجا تھا۔ پلینی لکھتے ہیں کہ مصر کے حکمران ٹالمی ثانی فیلاڈیلفس نے موریہ دربار میں ڈیونیسس نامی سفیر بھیجا تھا۔ ایک کہانی کے مطابق بندوسار نے انٹیوکس سے درخواست کی تھی کہ وہ اسے کچھ میٹھی شراب، خشک انجیر اور ایک فلسفی، جو فلسفیانہ بحث و مباحثہ میں مہارت رکھتا ہو، خرید کر بھیجے۔ انٹیوکس نے جواب میں لکھا تھا کہ وہ شراب اور انجیر ضرور بھیج دے گا، لیکن یونانی قوانین کسی فلسفی کو خریدنے کی اجازت نہیں دیتے ہیں۔ جنوبی ہندوستان کے ابتدائی تامل شاعر موریہ رتھوں کے بارے میں بات کرتے ہیں جو زمین پر گرجتے تھے، اور ان کے سفید پرچم دھوپ میں چمکتے تھے۔ اس کے باوجود بھی موریوں نے جنوب کے سرداروں کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم کیے تھے۔

پالی تاریخ اس بات پر زور دیتی ہیں کہ اشوک نے پاٹلی پتر میں تیسری بدھ کونسل بلائی، جس کی صدارت موگلی پوتہ تیسا نے کی، تاکہ بدھ مت سنگھ کو بعض ناقابل قبول طریقوں سے پاک کیا جا سکے۔ تاہم، اشوک کے کتبوں میں ایسے کسی واقعہ کا ذکر نہیں ہے۔ اس معاملے میں، کئی ممکنہ وضاحتیں ہیں۔ ایک یہ کہ اشوک کے دور حکومت میں کوئی کونسل نہیں بلائی گئی اور پالی ماخذ میں جو معلومات دی گئی ہیں وہ غلط ہیں۔

دوسرا یہ کہ موگلی پتہ تیسا کی ہدایت پر چھوٹے پیانے پر مقامی جلسہ منعقد کیا گیا تھا، جس کے ساتھ اشوک کا بہت کم یا کوئی تعلق نہیں تھا۔ تیسرا امکان یہ ہے کہ اصل میں دو جلسے منعقد ہوئے تھے، جنہیں بدھ مت ماخذ نے الجھن میں آکر ایک ہی روایت میں ضم کر دیا ہے۔ اشوک کا 'فرقہ وارانہ فرمان' کسی نہ کسی قسم کے جلسوں کے انعقاد کا بالواسطہ ثبوت ہو سکتا ہے۔ ہینز بچارٹ نے استدلال کیا ہے کہ سنگھ کے معاملات میں اشوک کی مداخلت کا مقصد ان راہبوں اور راہباؤں کو نکالنا تھا جنہوں نے خانقاہی نظم وضبط کی خلاف ورزی کی تھی، نہ کہ وہ اس میں کسی قسم کے نظریاتی تفرق کو دور کرنا چاہتا تھا۔

متعدد روایات کے مطابق، اشوک نے بدھ مت کی تبلیغ کے لیے نہ صرف جنوبی ہندوستان بلکہ سری لنکا، میانمار (برما) اور دیگر ممالک میں مشنری بھیجے۔ سری لنکا میں دوسری اور پہلی صدی قبل مسیح کے براہمی رسم الخط کے کتبے ملے ہیں۔ اس سلسلے میں، مہاومسہ نے تیسری بدھ کونسل کے اختتام پر اشوک کی طرف سے بھیجے گئے متعدد بدھ مشنوں کا ذکر کیا ہے۔ مجھیمہ، کاساپگوتہ، دھوندیبسار، سہدیو اور ملاکادیو کو ہمالیہ کے علاقے میں بدھ مت مشنوں پر بھیجا گیا؛ اور یہ بات قابل ذکر ہے کہ ان میں سے دو نام سانچی ستوپ نمبر دوم میں پائے جانے والے صندوقچے پر نظر آتے ہیں۔ متعدد بدھ مشنریوں جیسے مہار کھیت کو یون (شمال مغرب میں)؛ مجھنتک کو کشمیر اور گندھار؛ مہادیو کو ماہشمندل؛ یون دھم رکھیتا کو اپرانتک (مغربی مالوہ میں)؛ رکھیتا کو ونواسی؛ مہادھرم رکھیتا کو مہاراتھا (مغربی دکن میں)؛ سون اور اتر کو سوورن بھومی (شاید میانمار یا جنوب مشرقی ایشیا)؛ اور مہندرا کو لنکا (سری لنکا) بھیجا گیا تھا۔

تبتی ماخذ کا کہنا ہے کہ وسطی ایشیا میں ختن کی شاہی کی بنیاد ہندوستانی اور چینی سیاسی جلاوطنوں نے مشترکہ طور پر رکھی تھی، اور اشوک نے ختن کا دورہ بھی کیا تھا۔ اس خطے کے کٹھن راستوں کی وجہ سے یہ سفر ناممکن محسوس ہوتا ہے۔ لہذا، ایسے وقت اور حالات میں چین کے ساتھ رابطوں کا تعین کرنا مشکل ہے۔ وسطی ایشیاء کے لیے راستہ معلوم تو تھا، لیکن باقاعدگی سے استعمال نہیں ہو رہا تھا۔ شمال مشرق میں پہاڑوں کی سرحد سے اکثر مواصلات میں ایک مؤثر رکاوٹ پیدا ہوئی ہوگی۔ اشوک کی بیٹیوں میں سے ایک کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ انہوں نے نیپال کے ایک رئیس سے شادی کرکے دو مملکتوں کے درمیان تعلق قائم کیا۔ مشرقی گنگا کے علاقے کو ونگا (بنگال) کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا۔ بنگال کے شہری مراکز اور بندرگاہیں جیسے کہ چندر کیتو گڑھ اور تمرالیپتی تملوک تجارت کے مراکز بن چکے تھے۔ مغربی ساحل پر بڑی بندرگاہوں میں برگوکاچھ (یونانی متن میں باری گزہ) اور سوپارہ شامل ہیں۔

14.10 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

درحقیقت، موریہ سلطنت برصغیر کی پہلی سلطنت تھی۔ چندر گپت موریہ نے اپنے وزیر اعظم کوٹلیہ کی مدد سے اس سلطنت کی بنیاد رکھی تھی۔ گنگا کے میدانی علاقوں پر اپنی حکومت قائم کرکے انہوں نے شمال مغربی ہند کو یونانی جنرل سلیوکس نکیٹر کے غلبے سے آزاد کرایا۔ انہوں نے یونانیوں کے ساتھ سیاسی اور ثقافتی رابطے قائم کیے۔ ان کے بیٹے بندوسار نے اس حکمت عملی کو قائم رکھا، اور یونانیوں کے ساتھ سفارت خانوں کا تبادلہ کیا۔ بندوسار کے بیٹے شہنشاہ اشوک کی زندگی کلنگ مہم کی وجہ سے بہت متاثر ہوئی۔ انہوں نے تمام فوجی عزائم کو ترک

کردیا،اور دھم کو فروغ دینے کے لیے ان تھک کوشش کی۔ انہوں نے سماجی تنازعات اور فرقہ وارانہ ماحول کی شدّت کو کم کرنے کے لیے دھم کو متعارف کرایا۔ اگرچہ ان کا ذاتی عقیدہ مہاتمابدھ کی تعلیمات سے جڑا ہوا تھا، لیکن دھم رعایا کے لیے زندگی گزارنے کا طریقہ، ضابطۂ اخلاق اور اصولوں کا مجموعہ تھا۔ موریوں کی سامراجی طاقت پتھر کے مجسموں اور ڈھانچوں میں نمایاں تھی۔ زرعی توسیع، شہر کاری، سماجی اور معاشی نظام میں مزید ترقی ہوئی۔ موریہ سماج نے ورن نظام کی سختی سے پیروی کی، حالانکہ اس مثالی ضابطے سے الگ ہونے کی مشہور مثالیں بھی موجود ہیں۔ کوٹلیہ بھی چار ورنوں اور چار آشرموں پر مبنی برہمنی سماجی نظام کو برقرار رکھنے کی سختی سے حمایت کرتا ہے۔ میگاستھنیز اور بعد کے یونانی مصنّفین عام طور پر ہندوستانی سماج کو سات گروہوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ لیکن اس سے یہ تاثر پیدا ہوتا ہے کہ یونانی مصنّفین نے غلطی سے ہندوستانی سماج کو سات ذاتوں میں تقسیم کر دیا۔ اس کے علاوہ، موریوں نے ایک مؤثر انتظامیہ اور مربوط فوجی نظام قائم کیا تھا۔ اس طرح موریہ سلطنت ہندوستانی تاریخ میں ایک اہم حیثیت کی حامل ہے، کیونکہ یہ پہلی سلطنت تھی جس نے پورے ہندوستان پر اپنی بالادستی قائم کی۔ اس سلطنت کو برصغیر ہند کی سماجی، اقتصادی اور ثقافتی صورت حال میں کثرت برقرار رکھنے کے لیے اور دھم کی پالیسی متعارف کرنے پر یاد کیا جائے گا۔ تاہم، کمزور جانشینوں کا ظہور، اقتصادی بحران اور شمال مغربی سرحد کو نظر انداز کرنے سے موریہ سلطنت زوال کا شکار ہوگئی۔ پرانوں کے مطابق، موریہ سلطنت کا خاتمہ تقریباً 187 قبل مسیح میں ہوا، جب اس خاندان کے آخری حکمران برہدرتھ کا تخت ان کے فوجی کمانڈر پشیامتر سنگ نے الٹ دیا۔ اس طرح، شمالی ہندوستان میں سنگ اور کنوا خاندان، اور جنوبی ہندوستان میں ستواہن موریوں کے جانشین ثابت ہوئے۔

14.11 کلیدی الفاظ (Keywords)

رتھادھیکشہ : وہ جو رتھوں کی تعمیر کی دیکھ بھال کرتا تھا۔

ہستیدھیکشہ : وہ جو ہاتھیوں کی دیکھ بھال کرتا تھا۔

داس کرماکار : داس کرماکار وہ لوگ تھے جن کے پاس زمین نہیں تھی، اور وہ دوسروں کے کھیتوں پر کام کرتے تھے۔

بالی اور بھاگ : بالی ایک قسم کا مذہبی ٹیکس تھا، اور بھاگ ایک ایسا ٹیکس تھا جو زرعی پیداوار اور مویشیوں پر عائد کیا جاتا تھا۔ گوتم بدھ کی جائے پیدائش کی یاد میں لمبنی میں اشوک کا کتبہ بالی اور بھاگ کی بات کرتا ہے۔ یہ بات دلچسپ ہے کہ اشوک نے لمبینی کے لوگوں کو بالی سے مستثنیٰ قرار دیا تھا، لیکن بھاگ یعنی زرعی پیداوار پر ٹیکس جاری رکھا۔

وشتی : بیگار (اجرت یا معاوضے کے بغیر مزدوری)۔

مہاجنپد : وہ ریاستیں یا ریاستیں، جو قدیم ہندوستان میں چھٹی سے چوتھی صدی قبل مسیح کے درمیان دوسری شہر کاری کے دور میں قائم ہوئی تھیں۔

علم مسکوکات : سکوں کا مطالعہ۔

بھیری گوش : اس کا مطلب ہے جنگ کے ذریعے کسی علاقے پر فتح حاصل کرنا۔

دھم گوش : اس کا مطلب ہے جنگ کے بجائے دھم کے ذریعے کسی علاقے پر فتح حاصل کرنا۔

14.12 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

14.12.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1. مدررا کشسہ کس کی تصنیف ہے؟
2. کوٹلیہ کی کتاب ارتھ شاستر کتنے حصوں پر مشتمل ہے؟
3. دسکمارچریت کس نے لکھی ہے؟
4. موریہ حکمرانوں میں سے کس حکمران نے 'دیوانا پیا' کا لقب استعمال کیا تھا؟
5. بمبسار کس خاندان سے تعلق رکھتے تھے؟
6. نند خاندان کے کس حکمران نے 'اکارت' کا لقب اختیار کیا تھا؟
7. یونانی مآخذ میں بندوسار کو کس نام سے موسوم کی جاتا تھا؟
8. استی نوموئی سے کیا مراد ہے؟
9. استری دان سے آپ کیا سمجھتے ہیں؟
10. سنی داتا کون تھے؟

14.12.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. اشوک کی کالنگ کی فتح پر ایک مختصر نوٹ قلمبند کیجیے؟
2. سکندر کے حملے کے موقع پر ہندوستان کی حالت بیان کریں؟
3. ہندوستان میں موریہ سلطنت کے قیام پر بحث کریں؟
4. موریہ دور میں صوبائی انتظامیہ کی وضاحت کیجیے؟
5. موریوں کے خارجہ تعلقات پر ایک مختصر نوٹ لکھیں؟

14.12.3 طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. موریہ دور کے مطالعے کے لیے اہم مآخذ جیسے ارتھ شاستر، انڈیکا اور آثار قدیمہ اور مسکو کاتی مآخذ کی وضاحت کیجیے؟
2. موریہ حکمرانوں کے تحت علاقائی توسیع پر بحث کیجیے؟
3. موریوں کے تحت مرکزی انتظامیہ کی وضاحت کیجیے؟

14.13 مزید مطالعہ کے لیے تجویز کردہ کتابیں (Suggested Books for Further Reading)

1. Basham, A. L., *The Wonder That Was India*, New Delhi, 1967.
2. Chakravarti, Ranabir, *Exploring Early India*, Macmillan, Delhi, 2010.
3. Jha, D. N., *Ancient India: An Introductory Outline*, New Delhi, 1977.
4. Kosambi, D.D., *The Culture and Civilisation of Ancient India in Historical Outline*, New Delhi, 1970.
5. Levin Bongard, G.M., *Mauryan India*, New Delhi, 1985.
6. Sastri, K. A. Nilakanta, (ed.), *Age of the Nandas and Mauryas*, Delhi, 1967.
7. Sharma, R. S., *India's Ancient Past*, Oxford University Press, New Delhi, 2005.
8. Singh, Upinder, *A Comprehensive History of Ancient and Early Medieval India*, Pearson, Delhi, 2009.
9. Thapar, Romila, *Early India from the Origins to AD 1300*, Penguin, New Delhi, 2002.
10. ____________, *Ashoka and the Decline of the Mauryas*, OUP, Delhi, 1960.

اکائی 15۔ موریہ سلطنت کی تفہیم: سماج، معیشت، دھم، فن اور فن تعمیر

(Understanding the Mauryan State: Society, Economy, Dhamma, Art and Architecture)

اکائی کے اجزا

15.0 تمہید

15.1 مقاصد

15.2 موریہ ریاست کو سمجھنا

15.3 سماجی و معاشی بنیادیں

15.4 دھم، فن اور طرز تعمیر

15.4.1 دھم اور اس کے ظہور کے اسباب

15.4.2 دھم کے مشمولات

15.4.3 دھم کی تشریحات

15.4.4 فن اور طرز تعمیر

15.4.4.1 استوپ

15.4.4.2 ستون

15.4.4.3 گپھائیں

15.4.4.4 مجسمے

15.4.4.5 طرز تعمیر

15.4.4.6 **موریہ طرز تعمیر پر غیر ملکی اثرات**

15.5 اکتسابی نتائج

15.6 کلیدی الفاظ

15.7 نمونہ امتحانی سوالات

15.7.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات

15.7.2 مختصر جواب طلب سوالات
15.7.3 طویل جوابات کے حامل سوالات
15.8 مزید مطالعہ کے لیے تجویز کردہ کتابیں

15.0 تمہید (Introduction)

موریہ ریاست (324ق م تا187ق م)چندر گپت موریہ نے قائم کی تھی جو غالباً کسی معمولی خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔اس نے سلیوکس کو شکست دی، جو دریائے سندھ کے مغرب میں حکمراں تھا۔اس نے آخری نند حکمراں، دھنانند کو بھی شکست دی، جو ممکنہ طور پر اس وقت پاٹلی پتر کا حکمران تھا جب سکندر نے پورس کے خلاف جنگ لڑی تھی۔ موریہ خاندان کے عظیم حکمرانوں میں چندر گپت موریہ، بندوسار اور اشوک شامل ہیں۔ موریہ حکومت 185 قبل مسیح تک قائم رہی، جب پشیامتر شنگ نے آخری موریہ حکمران برہدرتھ کا تخت الٹ دیا۔ یہ حکومت مشرق میں بنگال اور اڑیسہ سے لے کر مغرب میں افغانستان اور بلوچستان تک؛اور شمال میں ہمالیہ کے دامن سے لے کر جنوب میں دکن تک تقریباً پورے برصغیر میں پھیلی ہوئی تھی۔ کیرلا، تامل ناڈو اور شمال مشرقی ہندوستان کے چند علاقوں کو چھوڑ کر، موریہ حکومت پورے برصغیر پر قائم تھی۔

موریہ دور کا مطالعہ کرنے کے لیے متعدد ماخذات دستیاب ہیں۔ان تمام ماخذوں میں، کوٹلیہ کی ارتھ شاستر اور میگا ستھنیز کی انڈیکا خاص اہمیت کے حامل ہیں۔ بعض پران لکھتے ہیں کہ 13 موریہ حکمرانوں نے 137 سال کے طویل عرصے تک حکومت کی، جب کہ بعض پرانوں میں صرف 9 حکمرانوں کی بات کی گئی ہے۔ ہیم چندر اپنی کتاب پرشیستا پرون (Prashista Parvan) میں لکھتا ہے کہ چندر گپت موریہ بدھ مت سے تعلق رکھتا تھا۔ وشاکھادت اپنے ناٹک مدرراکشس (Mudra Rakshasa) میں چندر گپت موریہ کے دشمنوں کے خلاف چانکیہ کی چالوں کو تفصیل سے بیان کرتا ہے۔ تاہم، یہ بات یقین سے نہیں کہی جاسکتی ہے کہ ان کی کہانی کی کوئی تاریخی بنیاد ہے یا نہیں۔ ملند پنہو اور مہابشیہ بھی موریہ تاریخ کے اہم ماخذ ہیں۔ بدھ مت کے ماخذ جیسے دیپ ومس، مہاومس، اشوکاودان، دیویاودان اور ومستھاپکسینی میں اشوک کو ایک مثالی حکمراں کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ سترھویں صدی میں تبتی راہب تاراناتھ کی لکھی گئی تاریخ میں بھی موریاؤں کے بارے میں ایک اچھا بیان موجود ہے۔

15.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کے مطالعے کے بعد آپ

- ہندوستانی تاریخ میں موریاؤں کا مقام پہچان سکیں گے۔
- موریاؤں کے تحت ریاست کی نوعیت جان سکیں گے۔

- موریہ ریاست کی سماجی، مذہبی اور معاشی حیثیت سمجھ سکیں گے۔
- دھم کی تشکیل کا تاریخی پس منظر جان سکیں گے۔
- موریہ دور میں فن اور طرز تعمیر کے اہم رجحانات کیا تھے۔

15.2 موریہ ریاست کو سمجھنا (Understanding the Mauryan State)

دستیاب مآخذ کی روشنی میں موریہ ریاست کی نوعیت کو سمجھنے کے لیے مؤرخوں کو کچھ بڑی پیچیدگیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ پہلا یہ کہ ارتھ شاستر (*Arthashastra*) ابتدائی موریہ دور میں لکھی گئی ہے اور اس طرح یہ پورے موریہ دور کی نمائندگی کرنے سے قاصر ہے۔ چونکہ ارتھ شاستر ریاستی نظام العمل کا ایک دستور ہے، یہ کسی خاص دور کی انتظامی تاریخ کی نمائندگی نہیں کر سکتی۔ دوسرا یہ کہ میگاستھنیز کی انڈیکا کے متعدد ٹکڑوں کے مختلف ترجمے ہیں، جن میں کئی تضادات اور غلطیاں ہیں۔ تیسرا یہ کہ اشوک کے کتبے ریاست کی نوعیت کے بجائے دھم کی اہمیت کو سمجھنے میں زیادہ مددگار ہیں۔ ان کے علاوہ، مسکوکات اور آثار قدیمہ کے سیاسی مضمرات کو ابھی تک صحیح طریقے سے تلاش نہیں کیا گیا ہے۔

ارتھ شاستر کے مطابق موریہ ریاست ایک انتہائی مرکزی نوعیت کی ریاست تھی، جو رعایا، پیداوار اور وسائل پر مکمل کنٹرول رکھتی تھی۔ تاہم، ریاست کی وسعت اور ذرائع ابلاغ کو مدنظر رکھتے ہوئے جراڑ فسمین (88-1987) لکھتا ہے کہ ریاست میں ممکنہ طور پر مرکزیت کا فقدان رہا ہوگا۔ مثال کے طور پر، شمال مغربی ہندوستان میں یونانی اور آرامی تحریریں معیاری فرمانوں کا لفظی ترجمہ نہیں ہیں جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مقامی افسران کے اختیار میں کافی مراعات دی گئی تھیں۔ شروع شروع میں، رومیلا تھاپر (1963) نے موریہ ریاست کو مرکزی نوعیت کی ریاست کے طور پر پیش کیا تھا، لیکن بعد کی تحقیقات (1984) میں انہوں نے کہا کہ یہ ریاست یکساں (uniform) نہیں تھی کیونکہ اس میں مختلف اقسام کی معیشتیں، سیاست اور زندگی کے طریقے شامل تھے۔ رومیلا تھاپر کا خیال ہے کہ ریاست نے میٹروپولیٹن علاقوں کو تشکیل دیا۔ لہذا، اس ریاست کو اصل میں مرکزی یا غیر مرکزی نوعیت کی ریاست کا خطاب نہیں دیا جاسکتا۔ اس ریاست میں مرکزیت کے کچھ عناصر ضرور رہے ہونگے، لیکن اس کی وسعت سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ صوبائی، ضلعی اور مقامی سطحوں کو اچھے خاصے اختیارات سونپے گئے ہوں گے۔

موریہ ریاست کی سامراجیت کا اظہار پتھر کی (یادگار) مجسمہ سازی اور فن تعمیر سے ہوتا ہے۔ اشوک کے کتبے وہ شاہی یادگار تھے جو حکمراں کے منفرد پیغام کو رعایا تک پہنچاتے تھے۔ مزید برآں، موریہ حکمران نہ صرف ریاست کی بھاگ دوڑ میں مشغول رہے، بلکہ انہوں نے بیرونی طاقتوں کے ساتھ بھی اچھے روابط برقرار رکھے۔ انہوں نے یونان سے آئے سفیروں کا خیر مقدم کیا، اور بدلے میں اشوک نے بدھ مت کے مشنریوں کو سری لنکا اور مرکزی ایشیا بھیجا۔ اس طرح، موریہ دور میں خاص طور پر اشوک کے دور میں کئی انتظامی تبدیلیاں واقع ہوئیں۔ لہٰذا، موریہ ریاست کی نوعیت کو سمجھنے کے لیے مذکورۂ بالا تین بڑے مآخذ میں فراہم کردہ تفصیلات کا مطالعہ ضروری ہے۔

ارتھ شاستر کے سپتانگ راجیہ (Saptanga Rajya) کے نظریہ کے مطابق ریاست سات اجزاء یا عناصر (انگ یا پراکریتی) پر مشتمل ہوتی ہے۔ جن میں سوامی، اماتیا، جن پد/راشٹر، درگ/قلعہ، کوش، ڈنڈا/بل اور متر شامل ہیں۔ سپتنگ نظریہ کو بہت سے دھرم شاستر، پرانوں اور مہابھارت میں معمولی ترامیم کے ساتھ قبول کیا گیا تھا۔ سوامی کی اصطلاح کے استعمال سے حکمراں کی طاقت کی نشاندہی کی جاتی ہے۔ اقتدار اعلیٰ، ایک فرد کی حکمرانی، ارتھ شاستر کا بنیادی موضوع ہے۔ ارتھ شاستر حکمراں کی متعدد کمزوریوں کا ذکر کرتی ہے، اور اسے ان سے ہوشیار رہنے کی تنبیہ کرتی ہے۔ یہ راجہ کو سیاسی طاقت کے حصول کے لیے رہنمائی کرتی ہے۔ اس میں بھی کہا گیا ہے کہ حکمراں کو رعایا سے پدرانہ رویہ رکھنا چاہیے اور لوگوں کو دھوکے بازوں، تاجروں، قاتلوں، چوروں اور قدرتی آفات سے بچانا چاہیے۔ اس کے علاوہ، یہ کتاب حکمراں کو بے سہارا بچوں، بوڑھوں اور بے اولاد عورتوں کی مدد کی تلقین کرتی ہے۔ اشوک کے حکمرانی کے نظریات جزوی طور پر ارتھ شاستر سے ملتے ہیں، کیونکہ اس نے تمام مخلوقات اور اپنی رعایا کی فلاح کو یقینی بنایا تھا۔ اس کے پدرانہ رویے کی نمائندگی چٹان شاہی فرمان نمبر 1 اور 2 میں کی گئی ہے، جس میں اشوک کہتا ہے کہ 'تمام لوگ میری اولاد ہیں۔ جس طرح میں اپنے بچوں کے متعلق یہ چاہتا ہوں کہ انہیں دنیا و آخرت میں ہر طرح کی فلاح و بہبود اور خوشی فراہم ہو، اسی طرح میں تمام لوگوں کے لیے بھی یہی چاہتا ہوں'۔ دوسرا عنصر اماتیہ (Amatya) ہے جس کا مطلب انتظامی افسر ہے۔ ارتھ شاستر میں منترا پریشد (Mantri Parishad) یا وزراء کے ایک چھوٹے مشاورتی ادارے اور منتری پریشد (Mantri Parishad) یا بڑے سرکاری عاملوں کے ادارے کا ذکر آیا ہے۔ اسی طرح میگا ستھنیز نے بھی اپنی کتاب انڈیکا میں لفظ سنبولائی (sumbouloi) کا ذکر کیا ہے جو وزراء کی کونسل معلوم ہوتی ہے۔ اشوک کے چٹان شاہی فرمان نمبر تین (Rock Edict III) پریشد (Parishad) افسروں (Yuktas) کو اپنے فرائض ادا کرنے کی ہدایت کرتا ہے۔ لہذا، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اقتدار حاصل کرنے میں عہدیداروں کا سیاسی کردار بہت اہم تھا۔ مثال کے طور پر جب اشوک نے سیاسی اقتدار حاصل کیا، تب بندوسار کے وزیر رادھا گپت نے ان کی حمایت کی۔ مزید برآں، ارتھ شاستر میں بھی یہ بات ذکر کی گئی ہے کہ حکمراں کو افسر شاہی تک رسائی ہونی چاہیے، جس کی حمایت اشوک کے چٹان شاہی فرمان نمبر چھ (Rock Edict VI) اور میگا ستھنیز کی انڈیکا نے کی ہے۔

ارتھ شاستر پروہت یا درباری پجاری کو خصوصی اہمیت دیتی ہے۔ یہ کتاب حکمراں کو نصیحت کرتی ہے کہ وہ درباری پجاری کی اس طرح پیروی کرے جس طرح شاگرد اپنے استاد کی، بیٹا اپنے باپ کی یا نوکر اپنے مالک کی پیروی کرتا ہے۔ تاہم، یہ واضح ہے کہ موریہ دربار میں پجاری کی کوئی خاص اہمیت نہیں دکھائی دیتی ہے۔ اشوک کے کتبوں میں کئی قسم کے مہاماتوں کا بھی ذکر ملتا ہے جیسے انت مہامات (سرحدی علاقوں کے ذمہ دار مہامات) اور استھی جھاک مہامات (خواتین کی بہبودی کے لیے ذمہ دار مہامات)۔ ان کے کتبوں سے معلوم ہوتا ہے کہ پریدیشک (Pradeshikas)، راجوک (Rajjukas) اور یوکت (Yuktas) ضلعی سطح کے اہم عہدیدار تھے۔

جن پد ایک جغرافیائی علاقہ تھا جو کانوں (Mines)، قابل کاشت زمینوں، جنگلات، چراگاہوں، آبی ذخائر وغیرہ پر مشتمل تھا۔ قلعہ شاہی دارالحکومت کی نشاندہی کرتا ہے جو شہری زندگی، علوم و فنون اور تجارت کا مرکز ہوا کرتا تھا۔ کوش (Kosa) کا مطلب ریاستی خزانہ ہے، دنڈ (Danda) سے مراد مسلح افواج ہے جسے ریاست نے اپنی حفاظت کے لیے قائم کیا تھا اور متر (Mitra) کا مفہوم دوست ہے۔ یہ

عناصر ریاست کے سپتنگ یا سات اعضاء تھے۔ موریاؤں نے نے خدا کی بخشی ہوئی خصوصی حیثیت کا دعویٰ نہیں کیا تھا۔ موریہ حکمران ریاست کے اقتدار کی نشاندہی کرتا تھا۔ تاہم، دیوتاؤں کے ساتھ وابستگی نے حکمراں کی طاقت اور وقار میں اضافہ کیا۔ ریاست نے وسائل کے استعمال پر قابو برقرار رکھا، اور زمین کو مختلف اقسام جیسے بنجر، سرکاری اور نجی زمین میں تقسیم کیا۔ لوگوں کو بالی (Bali)، بھاگ (Bhaga)، شولک(Shulka)، کر(Kara)، وغیرہ جیسے محصولات کی ادائیگی کرنی پڑتی تھی۔ میگا ستھنیز لکھتا ہے کہ حکمراں زمین کا مالک ہوا کرتا تھااور جو لوگ اس کی کاشت کرتے تھے انہیں ریاست کا حصہ ادا کرنا پڑتا تھا۔ تاہم، ارتھ شاستر واضح طور پر کہتا ہے کہ موریہ دور میں نجی اور سرکاری دونوں طرح کی زمین تھی۔ تجارت ریاست کی اجارہ داری نہیں تھی بلکہ ریاست بھی اس سے وابستہ ہو چکی تھی۔ سکّوں کی تصدیق چاندی کے ٹھپہ دار سکّوں کی دریافت سے ہوتی ہے۔ ریاست نے محصولات کی تشخیص اور وصولی کا نظام قائم کیا، فوج کو منظم کیا اور امن برقرار رکھا۔

کوٹلیہ متعدد محکموں پر ریاست کے سخت کنٹرول کے بارے میں بات کرتا ہے۔ اس نے مختلف محکموں کے نگراں کا ذکرہ کیا ہے جیسے پنیادھیکشہ (تجارت کے انچارج)، سنستھادیکشہ (مارکیٹ کے نگران)، روپدرشک (سکوں کے معائنہ کار)، پوتاوادھیکشہ (وزن اور پیائش کے نگران)، سوترادھیکشہ (سرکاری ٹیکسٹائل کارخانوں کے نگران)، رتھادھیکشہ (رتھ کارخانوں کے معائنہ کار)، وغیرہ۔ کوٹلیہ لکھتا ہے کہ ریاست کاریگروں کے متعدد گروہوں کو قابو میں کرتی تھی۔ تاہم، کوئی بھی قدیم ریاست اپنے معاشی اور معاشرتی نظام کو مکمل طور پر قابو نہیں کر سکتی تھی۔

ریاستی دفاع کے بارے میں کوٹلیہ لکھتا ہے کہ حکمران کے پاس ایک مضبوط قلعہ ہونا چاہیے۔ وہ کہتا ہے کہ ریاست کی نگہبانی کے لیے سرحد پر انت پال کی نگرانی میں چوکیوں کا ایک سلسلہ قائم ہونا چاہیے۔ وہ لکھتا ہے کہ ریاست کے پاس ایک بڑی فوج ہونی چاہیے جس میں پیادہ فوج (پتیادھیکشہ کے ماتحت)، گھوڑ سوار فوج (اشوادھیکشہ)، رتھ (رتھادھیکشہ) اور ہاتھی (ہستیادھیکشہ) شامل ہیں۔ دنڈا، جسے اقتدار یا انصاف کے طور پر سمجھا جا سکتا ہے، ریاست کا چھٹا عضو تھا۔ ارتھ شاستر نظام عدل کے بارے میں تفصیل سے بات کرتا ہے۔ اس دور میں منصف کو دھرماستھ کہا جاتا تھا، اور مجرموں کو قابو کرنے کے لیے پریدیشتریوں (Predeshtris) کو منتخب کیا گیا تھا۔ اس کے برعکس، اشوک کے کتبوں میں دھرمستھوں کا ذکر نہیں ہے۔ تاہم، علیحدہ شاہی فرمان نمبر ایک(Separate Edict I) میں شہر میں تعینات مہاماتوں کے عدالتی کاموں کا حوالہ درج ہے۔ ارتھ شاستر کے مطابق متر (دوست) ریاست کا ساتواں عضو ہے۔ کوٹلیہ ریاست کو اس کے مختلف حالات میں رہنمائی کرتا ہے۔ وہ چھ پالیسیوں (شدگونیہ) کی فہرست پیش کرتا ہے جن پر حکمراں کو مختلف مواقع پر عمل کرنی چاہیے۔ وہ کہتا ہے کہ اگر حکمران کمزور ہو تو اسے دشمن کے ساتھ سندھی (Sandhi) یعنی امن کا معاہدہ کرنا چاہیے۔ اگر حکمران زیادہ طاقتور ہو تو اسے وگراہہ (Vigraha) یعنی دشمنی کی پالیسی اپنانی چاہیے۔ اگر حکمران کی طاقت دشمن کے بار ابر ہو تو اسے آسن (Asana) یعنی خاموشی کی پالیسی اختیار کرنی چاہیے۔ اگر حکمران دشمن سے کئی زیادہ طاقتور ہو تو اسے یانا(Yana) یعنی فوجی مہم پر جانا چاہیے۔ اگر حکمران بہت زیادہ کمزور ہو تو اسے شمشرایا(Shamshraya) کی پالیسی یعنی کسی دوسرے حکمراں کے قلعے میں پناہ لینی چاہیے اور اگر حکمران حلیف کی مدد سے دشمن کا

مقابلہ کر سکتا ہے تو اسے دویدی بھوا(Dvaidhibhavva) کی پالیسی یعنی ایک حکمراں کے ساتھ سندھی اور دوسرے کے ساتھ وگرہہ اختیار کرنا چاہیے۔ کوٹلیہ نے تین قسم کے فاتحین کا بھی ذکر کیا ہے جن میں اسوراوجین (جو زمین اور دولت پر قبضہ کرتا ہے؛اور دشمنوں کے بیٹوں اور بیویوں کو قتل کر دیتا ہے)، لوبھاوجین (جسے زمین اور دولت کی لالچ نے اکسایا ہو) اور دھرماوجین (جو لوگوں کی خواہشات پر فتح حاصل کرتا ہے) شامل ہیں۔

ارتھ شاستر ایک ناصحانہ (didactic) کتاب ہے جو لوگوں کے سامنے تجویز پیش کرتی ہے کہ انہیں حکمراں کی پیروی کرنی چاہیے۔ ہم یہ دعویٰ نہیں کر سکتے کہ موریہ حکمرانوں نے اس کی مستعدی سے پیروی کی۔ ایسا لگتا ہے کہ چندر گپت اپنی فوجی مہمات میں کافی حد تک کامیاب ہوا ہے، لیکن ہم یہ نہیں جان سکتے ہیں کہ شکست خوردہ لوگوں کے ساتھ کیا ہوا۔ کلنگ جنگ کے بعد اشوک نے فوجی فتوحات ترک کر دیں، جو کہ ارتھ شاستر کی تعلیمات کے خلاف تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ارتھ شاستر اور اشوک کے کتبے دونوں دھم اور دھم وجئے کی بات کرتے ہیں، لیکن انہوں نے اس اصطلاح کو مختلف طریقے سے سمجھا تھا۔ ارتھ شاستر کا کہنا ہے کہ فوجی فتح ایک اہم سرگرمی تھی اور راست باز فتح اس کی عمدہ شکل تھی۔ اس کے برعکس، اشوک کی دھم وجے (Dhamma Vijaya) کی تدبیر فوجی سرگرمی کو مسترد کرتی تھی۔

در حقیقت، ریاست کا وجود میں آنا ایک مشکل اور پیچیدہ عمل تھا۔ شمالی ہندوستان میں آخری ویدک عہد علاقائی ریاستوں کے قیام کے لیے ایک عبوری مرحلہ تھا۔ گانا سنگھا (Gana Sangha) کو ابتدائی ریاستی نظام کے طور پر سمجھا جاتا ہے جبکہ حکمرانی (monarchy) کو ایک مضبوط ریاستی نظام تصور کیا جا سکتا ہے۔ لہٰذا، موریہ ریاستی نظام کو سمجھنے کے لیے، شمالی ہندوستان میں علاقائی ریاستوں کے پس منظر اور عروج کو سمجھنا ضروری ہے۔ الغرض، موریہ ریاست کی اہم خصوصیات پر بحث کرنے کے بعد یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ریاست ایک مضبوط سامراجی ریاست تھی۔

15.3 سماجی و معاشی بنیادیں (Socio-Economic Foundations)

موریاؤں نے ایک وسیع ہندوستانی ریاست قائم کی تھی۔ ظاہر ہے کہ یہ وسیع ریاست متنوع نسلی اور ثقافتی اجزاء کی مرکب تھی، یا یوں کہیے کہ اس میں ثقافتی اجزا کی آمیزش تھی۔ موریہ ریاست تین حلقوں (zones) پر مشتمل تھی، مثال کے طور پر مگدھ (جو ایک میٹروپولیٹن حلقہ تھا)، بنیادی علاقے (جس میں گندھار، کلنگ، سوراشٹر اور مالوہ شامل ہیں) اور دیگر سرحدی (frontier) علاقے (جن میں شمال مغربی ہند اور دکن شامل ہیں)۔

میگاستھنیز اور دیگر کلاسیکی مصنفین کے مطابق موریہ ریاست میں سات طبقے تھے۔ ان سات طبقات میں فلسفی، کاشتکار، شکاری، کاریگر، سپاہی اور مشیر شامل تھے۔ ان کلاسیکی مصنفین نے ورن یا ذات پات کے نظام کو بیان نہیں کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ کسی بھی شخص کو پیشہ تبدیل کرنے کی اجازت نہیں تھی اور کوئی بھی شخص اپنے طبقے سے باہر شادی نہیں کر سکتا ہے۔ ان دو سماجی ممنوعات کا تذکرہ موروثی پیشے کی

اہمیت اور نسلی شادی یا دروں ازدواجی (endogamy) کے بارے میں ان کی پابندی کی نمائندگی کرتا ہے، جو ورن نظام کی اہم خصوصیات تھیں۔ اس کے علاوہ، متعدد ماخذ کے مطابق موریہ دور میں چار ورنوں کے علاوہ سماج کئی نچلے درجوں میں تقسیم ہو چکا تھا جو ایک مثالی برہمنی ترتیب کی نشاندہی کر رہا تھا۔ لہذا، یہ واضح ہے کہ کلاسیکی ماخذ ہندوستانی ورن نظام کو سمجھنے میں ناکام رہے اور اس طرح سماجی تقسیم کی تعداد کو سات تک پھیلا دیا ہے۔ مزید یہ کہ یونانی مصنفین نے ورن کی درجہ بندی کی حیثیت واضح طور پر بیان کیے بغیر ایک کے بعد ایک سات طبقے پیش کیے ہیں، جب کہ ورنوں کو ہمیشہ نمایاں عدم مساوات کے ساتھ ترتیب دیا جاتا ہے۔

کوٹلیہ اس بات کی وکالت کرتا ہے کہ موریہ دور میں ورن نظام قائم تھا، جس میں برہمنوں کو اعلیٰ مقام دیا گیا تھا اور چھتریوں، ویشیوں اور شودروں کو سماج میں درجہ بندی کے لحاظ سے کم حیثیت حاصل تھی۔ موریہ سماج نہایت غیر لچکدار ہو چکا تھا اور تجارتی طبقے کو اعلیٰ درجہ دینے سے قاصر تھا جس کی وجہ سے سماج میں مزید تناؤ پیدا ہوا۔ اس کے نتیجہ میں نچلے طبقے مختلف فرقوں میں تقسیم ہو گئے۔ یہ وہ صورت حال تھی جو اشوک کو وراثت میں ملی جب وہ تخت نشین ہوا تھا۔ اس وجہ سے سماج میں برہمنی تسلط، پجاری طبقے کے اختیارات، ورن نظام کی سخت گیری اور موجودہ رسم پرستی پر سوالیہ نشان لگ گیا تھا۔ چار مشہور ذاتوں میں سے نچلے تین طبقوں (چھتریہ، ویشیہ اور شودر) نے نئے مذہبی فرقوں کی حمایت کی۔ مزید برآں، نئے ابھرنے والے تجارتی طبقے کی برہمن مخالفت نے سماج کے دوسرے فرقوں کو تقویت دی۔ نچلے طبقے کی اکثریت نے بدھ مت کو اپنایا جس نے رسم پرستی کے خاتمے اور درمیانی راستے (Middle Path) کو اپنانے کی وکالت کی۔ اشوک کے کتبوں سے تفریق زدہ سماج کی تصویر جھلکتی ہے جو موریہ دور میں مختلف طبقوں یعنی برہمنوں ، رئیسوں (آریہ)، غلاموں یا نوکروں (Dasabhakta)، خوشحال افراد اور ادنیٰ لوگوں (Khudaka) کا حوالہ پیش کرتے ہیں۔ کوٹلیہ لکھتا ہے کہ موریہ سماج پدرانہ تھا اور خواتین کا مقام مردوں کے مقابلے میں کم تر تھا۔ شادی کی مثالی شکل ایک ہی ورن کے اندر اور گوتر سے باہر تھی۔ الہ آباد کوسم کتبے میں اشوک کی دوسری ملکہ کوروکی کا تذکرہ سماج میں کثیر ازدواجی رسم (polygamy) کی عکاسی کرتا ہے۔ اس کے علاوہ، شہزادہ تیوار کی ماں کے طور پر کوروکی کی نمائندگی سے پتہ چلتا ہے کہ وہ خاندان کے دو مرد (اشوک اور تیوار) کی نسبت سے پہچانی جاتی تھی۔ یہ پدرانہ سماج کی ایک اہم خصوصیت تھی۔ لیکن کوٹلیہ نے جاسوسی نظام اور ٹیکسٹائل کی پیداوار میں خواتین کو ملازمت دینے کی بھی سفارش کی ہے۔ کوٹلیہ نہ صرف درباریوں کا ذکر کرتا ہے، بلکہ گانیکادھیکشہ (Ganikadhyaksha) کو گانیکا (جسم فروش)(harlot) کی طرف سے پیش کی جانے والی تفریح کو منظم کرنے کا مشورہ بھی دیتا ہے۔ اسطرح یہ معروف نظریہ جسم فروشی کو ختم کرنے کی تجویز پیش نہیں کرتا ہے۔

میگاستھنیز لکھتا ہے کہ ہندوستان میں کسی قسم کی غلامی نہیں تھی، لیکن گھریلو غلام امیر خاندانوں کی ایک باقاعدہ خصوصیت تھی۔ داس کرماکار (dasa-karmakara) کی اصطلاح غلاموں اور کرایہ کے مزدوروں کی نشاندہی کرتی ہے۔ کوٹلیہ کا کہنا ہے کہ موریہ دور کی نمایاں سماجی ترقی زرعی کاموں میں غلاموں کی وجہ سے ہوئی تھی۔ ریاست کھیتوں کی دیکھ بھال کرتی تھی جس پر بے شمار غلام اور کرایہ کے مزدور کام کرتے تھے۔ اشوک نے کلنگ سے تقریباً ڈیڑھ لاکھ قیدیوں کو لایا اور انہیں زراعت کے کام میں مشغول رکھا تھا، تاہم یہ تعداد مبالغہ آمیز محسوس ہوتی ہے۔ قدیم ہندوستانی سماج میں غلامی نہیں تھی، مگر جو کام یونان اور روم میں غلام انجام دیتے تھے وہ ہندوستان میں شودروں

نے انجام دیے۔ شودروں کو تین اعلیٰ ذاتوں کی اجتماعی ملکیت سمجھا جاتا تھا۔ ان کو غلاموں، زرعی مزدوروں اور گھریلو ملازموں کے طور پر اعلیٰ ذاتوں کی خدمت کرنے پر مجبور کیا گیا تھا۔

موریہ دور میں ریاست کی معیشت میں متعدد تبدیلیاں واقع ہوئیں۔ لوہے کے استعمال سے زراعت میں اضافی پیداوار نے سادہ دیہی معیشت کو شہری معیشت میں تبدیل کر دیا۔ انڈیکا، اشوک کے کتبے، آثار قدیمہ اور ارتھ شاستر موریہ ریاست کی معیشت کو سمجھنے کے لیے اہم ماٰخذ ہیں۔ ارتھ شاستر کا موقف ہے کہ ریاست نے اپنی معاشی سرگرمیوں کو منظم کرنے کے لیے ستائیس 27 نگران (ادھیاکاش) مقرر کیے تھے۔ مثال کے طور پر ارتھ شاستر نے کپڑے کی پیداوار کے نگران ستر ادھیکشہ (Sutradhyaksha) کی نگرانی میں ٹیکسٹائل کارخانوں کے قیام کی سفارش کی۔ یہ ماخذ سمستھ ادھیکشہ (بازار کے افسر انچارج) اور شولکادھیکشہ (وصولی کے افسر انچارج) کی تقرری کی بھی سفارش کرتا ہے۔ متذکرۂ بالا افسران زراعت، تجارت، وزن اور پیمائش، کتائی اور بُنائی، وغیرہ جیسے شعبوں کی نگرانی کرتے تھے۔ موریوں نے اجناس کی پیداوار اور تقسیم میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ان کے پاس ایک منظم مالگذاری نظام تھا جو ریاست کا سب سے بڑا ذریعۂ آمدنی تھا۔

موریہ دور میں زراعت معیشت کا بنیادی ذریعہ تھا۔ موریہ دور کی زرعی معیشت کا مطالعہ بہت اہم ہے کیونکہ آبادی کا بڑا حصہ زراعت پر منحصر تھا۔ زرعی معیشت کی سرگرمیوں کا اثر اکثر دیگر شعبوں جیسے دستکاری پیداوار، تجارت، وغیرہ پر بھی دیکھا گیا۔ زرعی ترقی کی وجہ سے تکنیک میں بہتری، سکّوں کے چلن میں اضافہ اور شہری مراکز کی ترقی ہوئی۔ موریہ حکمران پہلے حکمران تھے جنہوں نے برصغیر ہند کے انتہائی طول و ارض پر تسلط حاصل کیا۔ شاہی زمین یا ریاست کی آمدنی کا ایک بڑا ذریعہ تھا۔ کوٹلیہ نے متعدد محصولات کا ذکر کیا ہے جو کسانوں، کاریگروں اور تاجروں سے وصول کیے جاتے تھے۔ ساہرتا (Samharta) تشخیص اور محصولات جمع کرنے والا اعلیٰ افسر تھا، اور سنیدھاتا (Sannidhata) ریاستی خزانے کا محافظ تھا۔ میگاستھنیز لکھتا ہے کہ کسان طبقہ آبادی کا سب سے بڑا طبقہ تھا۔ مالگذاری محصولات کی آمدنی سے موریہ حکمران سول اور فوجی انتظامیہ کو برقرار رکھتے تھے۔ زراعت میں ریاست کی سرگرمیوں کے علاوہ، کسان اپنی زمین کی کاشتکاری کرتے تھے اور ریاست کو مختلف اقسام کے محصولات ادا کرتے تھے۔ ارتھ شاستر میں محصولات کی فہرست متاثر کن ہے اور اگر یہ تمام محصولات ریاست واقعی جمع کیا کرتی، تو یقیناً کسانوں کے پاس بہت کم غلّہ بچتا ہوگا۔ مزید برآں، شکاریوں اور چرواہوں نے جنگل کے علاقوں کو صاف کیا اور زیر کاشت رقبہ بڑھانے میں ریاست کی مدد کی۔ اس سے نئی بستیوں کی نشوونما اور ریاست کی مالی بنیادوں میں مضبوطی پیدا ہوئی، جس کا تذکرہ ارتھ شاستر میں بھی کیا جا چکا ہے۔

ریاست کی ملکیتی زمین میں زراعت کی کامیابی کی اہم وجہ ریاست کی طرف سے فراہم کردہ آبپاشی کی سہولت تھی۔ میگاستھنیز لکھتا ہے کہ متعدد ایسے افسران مقرر کیے گیے تھے جو زمین کی پیمائش اور اس کی آبپاشی کا معائنہ کرتے تھے۔ موریہ دور میں آبپاشی کی سہولیات کا وجود ارتھ شاستر سے ظاہر ہوتا ہے جب وہ بیان کرتی ہے کہ پیداوار کا پانچواں، ایک چوتھائی یا ایک تہائی حصہ آبپاشی محصول کے طور پر لیا جاتا تھا۔ یہ محصول صرف ان زمینوں پر لگایا جاتا تھا جہاں ریاست آبپاشی کی سہولت فراہم کرتی تھی۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ریاست ان علاقوں میں آبپاشی کی سہولت فراہم کرتی تھی جہاں جہاں بارش کم ہوتی تھی۔ مثال کے طور پر چندر گپت موریہ کے دور میں پشیا گپت نے

سوراشٹر میں گرنار کے قریب سدرشن جھیل بنوائی تھی۔ شک حکمران رودردمن(Rudradaman)(130-150 AD) کے جوناگڑھ کتبے سے معلوم ہوتا ہے کہ چندرگپت موریہ اور اشوک کے دور میں ریاست نے آبپاشی کے لیے کئی اقدامات اٹھائے تھے۔ موریہ حکمرانوں نے مقامی سطحوں پر بھی آبپاشی کی سہولت فراہم کی جس کے عوض ریاست لوگوں سے ٹیکس وصول کرتی تھی۔ زمین سے حاصل ہونے والی آمدنی کے علاوہ، ریاست دور دراز کے حکمرانوں سے خراج وصول کر رہی تھی جنہوں نے موریوں کی حاکمیت قبول کر لی تھی۔

موریہ ریاست میں غیر زرعی شعبہ بھی معیشت کا ایک اہم ذریعہ تھا۔ ارتھ شاستر اور کلاسیکی مصنفین کے مشاہدات سے پتہ چلتا ہے کہ زرعی شعبے کے علاوہ تجارت، دھات اور معدنیات کی کانیں اور مختلف قسم کی صنعتیں بھی ریاست کے لیے ذریعۂ آمدنی ہوا کرتی تھیں۔ دکن، لوہے، سونا اور ہیرے کی دستیابی کی وجہ سے معاشی طور پر امیر تھا۔

کانوں (mines) کی براہ راست نگرانی اور دھاتوں کی پیداوار نے فطری طور پر موریہ انتظامیہ کو نئی کانوں کی تلاش اور کھدائی کرنے پر مجبور کیا۔ ارتھ شاستر میں کان کنی (mining) اور دھات کاری (Metallurgy) کی تکنیک کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ اس میں کچی دھاتوں کی مختلف خصوصیات، ان کو پگھلانے کے طریقوں اور ان کی صفائی کے بارے میں بھی بات کی گئی ہے۔ یہ بتانا بھی ضروری ہے کہ سورنا گیری، جو موریوں کا جنوبی ہیڈ کوارٹر تھا، کرناٹک کی کولار سونے کی کانوں کے بالکل قریب واقع تھا۔ اس کے علاوہ، ریمنڈ آلچن (Raymond Allchin) نے کرناٹک اور مغربی آندھرا پردیش میں سونے اور ہیروں کے کی معدنوں میں بہت پرانے کام کے نشانات دریافت کیے ہیں۔ ان کے مطابق، یہ نشانات ممکنہ طور پر موریہ دور میں دریافت کیے جا سکتے ہیں۔

اس کے علاوہ ریاست کو تجارت، شراب اور نمک سازی میں غیر محدود اجارہ داری حاصل تھی۔ بحری جہاز حکومت کی طرف سے بنائے جاتے تھے اور تجارت کرنے کے لیے ملاحوں اور سوداگروں کو دیے جاتے تھے۔ 300 قبل مسیح کے بعد ہندوستان کے زیادہ تر حصوں میں شمالی سیاہ پالش شدہ ظروف (300-600 ق م) اور ٹھپہ دار سکّوں کا استعمال موریہ دور میں تجارت کے ادبی ماٰخذ سے مطابقت رکھتا ہے۔ ظروف سازی کی یہ قسم خاکی رنگ کے برتن (PGW) کے مقابلے میں تکنیکی طور پر زیادہ ترقی یافتہ تھی۔ شمالی سیاہ پالش شدہ ظروف زیادہ تر لوہے کی اشیاء کے ساتھ متوسط وادیٔ گنگا کے علاقوں میں استعمال ہو رہے تھے۔ ہندوستان میں شمالی سیاہ پالش شدہ برتن کے استعمال سے ہی گنگا کے میدانی علاقوں میں شہر کاری کا آغاز ہوا۔ یہ نفیس قسم کی مٹی کے برتن تھے اور اسے سماج کا مالدار طبقہ استعمال کر رہا تھا۔ اس کی شاندار جلی ہوئی بناوٹ کالے رنگ سے لے کر گہرے سرمئی یا دھاتی سٹیل کے نیلے رنگ کی ہوتی تھی۔ موریہ دور میں زیر استعمال ٹھپہ دار سکے چاندی یا تانبے اور شکل میں گول یا مربع ہوا کرتے تھے۔ یہ سکے نہ تو حکمراں کے نام کی نمائندگی اور نہ ہی اس کے متعلقہ دور کی نشاندہی کرتے ہیں۔ ان سکّوں پر ہاتھی، درخت، مور یا ہلال نما پہاڑی کے نشانات موجود ہیں جو ان پر ٹھپہ مارنے کی تکنیک سے ڈاوزار جاتے تھے۔ اس دور سے متعلق چاندی (یا کچھ تانبے) کے ٹھپہ دار سکے، بڑی تعداد میں دریافت کیے گئے ہیں، جو خوشحال اور پھلتی پھولتی تجارت کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ بڑی تعداد میں سکّوں کے وجود سے ٹیکسوں کی وصولی، تنخواہ کی نقد ادائیگی اور تجارت کے لین دین میں آسانی پیدا ہوئی ہوگی۔ یہ سکے، شکل، حجم اور وزن میں مختلف تھے۔ سکّہ بنانے کی تکنیک یہ تھی کہ پہلے دھات کو کاٹا جاتا تھا اور پھر اس پر مختلف نشانات ڈاوزار جاتے تھے۔ کوٹلیہ لکھتا ہے

کہ سکّوں کی ٹکسال ریاست کے اختیار میں تھی۔ ہمارے پاس "روپادرشک" نامی ایک افسر کا حوالہ ہے، جسے سکّوں کی پیداوار اور چلن کی نگرانی کا اختیار دیا گیا تھا۔ اس طرح، سکّوں کو ایک کل ہندوستانی رجحان میں تبدیل کرنے میں موریہ انتظامیہ نے اہم کردار نبھایا۔ تاہم، کچھ سکّوں پر صرّاف (Money Changer) کے نشانات تھے جو اس بات کی نشاندہی کرتے تھے کہ پرانے سکے اکثر دوبارہ جاری کیے جاتے تھے۔

مندرجہ بالا کے علاوہ، موریہ ریاست نے بیرونی ممالک کے ساتھ چھوٹی چھوٹی اشیاء جیسے شیشہ، موتی، عقیق (Agate) کے موتی، عقیق احمر (Carnelian)، سنگ یشب (Jasper) اور لاجورد (Lapis-lazulli) کی تجارت کی۔ بھروچ میں ہاتھی کے دانت اور متھرا میں موتی کی مالا تیار کی جاتی تھی۔ کوٹلیہ لکھتا ہے کہ ریاست تجارت کو کنٹرول کرتی تھی، کیونکہ وہ اندرونی اور بیرونی تجارت کے امکانات سے پوری طرح واقف تھی۔ پنیدھیکشہ، تجارت کے نگران، نے تجارت کو برقرار رکھنے اور تجارتی پالیسی بنانے میں اہم کردار ادا کیا۔ تاہم، متعلقہ اعداد و شمار کی عدم موجودگی میں، یہ بتانا مشکل ہے کہ موریہ حکمران کس حد تک تجارت کنٹرول کر رہے تھے۔ میگاستھنیز کہتا ہے کہ موریہ حکمرانوں کو جہاز سازی پر اجارہ داری حاصل تھی، اور کوٹلیہ لکھتا ہے کہ جہاز سازی کی نگرانی ناوادھیکشہ (جہازوں کے نگران) نامی افسر کررہا تھا۔ اگرچہ یہ حوالہ جات موریائی سمندری تجارت کی حیثیت کا اندازہ لگانے کے لیے کافی نہیں ہیں، لیکن پھر بھی یہ سمندری تجارت میں موریہ حکمرانوں کی دلچسپی کو ظاہر کرتے ہیں۔ بحرین کے قریب فیلاکا میں آثار قدیمہ کے باقیات سلوقی ریاست (Seleucid Empire) کے ساتھ تجارتی تعلقات کی عکاسی کرتے ہیں جن کے ساتھ موریاؤں کے اچھے روابط تھے۔ فیلاکا سے آثار قدیمہ کی یہ دریافتیں میسوپوٹامیہ اور ہندوستان کے درمیان تعلقات کی تشریح کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ، سلوقی ریاست اور ہندوستان کے مابین تجارت کے حوالے یونانی مآخذ سے بھی ملتے ہیں۔ مثال کے طور پر سلیوکس اول 281-311 ق م (نے اپولو دیوتا کو لوبان، شیشہ، کیسیا، دار چینی اور پچوک کی پیشکش کی تھی۔ یہاں یہ بات واضح ہے کہ بعد کی تین اشیاء یقینی طور پر ہندوستان سے برآمد کی گئی ہوں گی۔

لہذا، زرعی اور غیر زرعی شعبوں کی بے پناہ پیداوار نے شہری مراکز کی بنیاد ڈالی۔ موریہ دور کے شہری مراکز میں کھدائی سے ظاہر ہوتا ہے کہ لوگ معیاری زندگی بسر کرتے تھے۔ اس دور کے مشہور و معروف قصبے جیسے پاٹلی پتر، راج گرہ اور کوسمبی وادی گنگا میں آباد تھے۔ اس کے علاوہ دیگر بڑے قصبوں میں ٹکشلا، اجین (مدھیہ پردیش)، مہاستھان (ضلع بوگرا بنگلہ دیش)، شیشوپال گڑھ (اڑیسہ) امراوتی (کرشنا ڈیلٹا)، سوپارہ (ممبئ) اور قندھار (افغانستان) شامل ہیں۔ تاہم، ان شہری مراکز کی پیمائش اور منصوبہ بندی میں کوئی یکسانیت نہیں تھی۔

15.4 دھم، فن اور طرز تعمیر (Dhamma, Art and Architecture)

دھم زندگی گزارنے کا طریقہ، ضابطۂ اخلاق اور اصولوں کا مجموعہ تھا، جسے لوگوں نے بڑے پیمانے پر اپنایا اور اس پر عمل کیا۔ دھم حکومت کرنے کا ایک غیر روایتی طریقہ اور انتظامیہ کے کام کاج کو سمجھنے کا بہت آسان ذریعہ تھا۔ اسکے علاوہ، موریاؤں نے فن اور طرز تعمیر میں خاصی ترقی حاصل کی تھی، جو اس دور کی متعدد عمارتوں اور مندروں (temples) میں نمایاں ہے۔ عام طور پر، موریہ فن اور طرز تعمیر میں پتھر کی چنائی کو وسیع پیمانے پر استعمال کیا گیا۔ آیندہ اوراق میں ہم مذکورہ بالا موضوعات جیسے دھم، فن اور طرز تعمیر پر تفصیل سے روشنی ڈالی

جائے گی۔

15.4.1 دھم اوراس کے ظہور کے اسباب (Dhamma and the Causes for Its Emergence)

لفظ دھم سنسکرت لفظ دھرم کی پراکرت شکل ہے۔ دھم سے مراد تقویٰ، ضابطۂ اخلاق اور راستبازی ہے۔ دھم ان مسائل کو حل کرنے کی کوشش تھی جن کا سامنا ایک پیچیدہ سماج کر رہا تھا۔ اشوک کے ذاتی عقائد اور ریاست کے مسائل کے بارے میں اس کے تصورات دھم کی پالیسی کی تشکیل کے لیے ذمہ دار ہیں۔ ہمارے لیے اس سماج کو سمجھنا بھی ضروری ہے جس میں اشوک کی نشوونما ہوئی۔ موریہ حکمرانوں کے بارے میں جانا جاتا ہے کہ وہ مذہبی طور پر غیر مستقل مزاج تھے۔ چندر گپت موریہ نے اپنی زندگی کے آخری سالوں میں جین مت قبول کیا، اور بندوسار نے اجیوکزم کی حمایت کی۔ اشوک، جو کلنگ جنگ میں خونریزی سے متاثر ہوئے، نے بدھ مت قبول کیا اور اسے اپنی رعایا پر کبھی مسلّط نہیں کیا۔

اشوک کی تخت نشینی کے وقت موریہ سامراجی نظام نے ایک پیچیدہ شکل اختیار کی تھی۔ مذکورہ سامراجی نظام مختلف ثقافتوں، عقائد، سماجی اور سیاسی نمونوں کا مجموعہ بن چکا تھا۔ اشوک کو طاقت کے ذریعے انتظامیہ کو قائم رکھنا تھا، یا ایک ایسا قابل قبول سماجی نظام وضع کرنا تھا جو تمام سماجی طریقوں اور مذہبی عقائد کے درمیان ہم آہنگی پیدا کرے۔ اشوک اس تناؤ سے واقف تھا جو بدھ مت، جین مت اور اجیوک ازم جیسے آزاد خیال فرقوں کی وجہ سے ابھر چکا تھا۔ ان آزاد خیال فرقوں نے برہمنوں کے تسلّط کی مخالفت کی، جس کی وجہ سے ان کے حامیوں کی تعداد بڑھتی گئی۔ لہٰذا، بڑھتے ہوئے تنوع میں اتحاد پیدا کرنے کے لیے ضروری تھا کہ سماج کے مسائل کے لیے مشترکہ طرز زندگی اور مشترکہ طریقہ کار وضع کیا جائے۔

15.4.2 دھم کے مشمولات (Contents of Dhamma)

دھم نے لوگوں اور ان کے مختلف عقائد اور نظریات کے درمیان رواداری اور مماثلت پیدا کرنے کی کوشش کی۔ اس میں بزرگوں کی فرمانبرداری، ضرورت مندوں کے تئیں سخاوت اور برہمنوں اور شرمنوں کے لیے احترام پر زور دیا گیا ہے۔ اشوک نے مختلف مذہبی فرقوں کے درمیان ہم آہنگی اور رواداری کی التجا کی اور عدم تشدّد پر خصوصی زور دیا۔ عدم تشدّد کی پیروی جنگوں کو ترک کرنے، دوسروں کو چوٹ پہنچانے اور جانوروں کو ذبح کرنے سے بازرہ کر کی جاسکتی تھی۔ پھر بھی اشوک نے محسوس کیا کہ سیاسی طاقت کا مظاہرہ ہی قبائلی لوگوں کو قابو میں رکھ سکتا ہے۔ دھم میں عام فلاحی اقدامات بھی شامل تھے جیسے درخت لگانا، کنویں کھودنا، وغیرہ۔ اس نے حد سے زیادہ رسومات، تقریبات اور قربانیوں کی مخالفت کی۔ دھم کے اصولوں کی تبلیغ کے لیے اشوک نے دور دراز کے علاقوں میں دھم مہاماتوں کو روانہ کیا تھا۔ تاہم، ایسا لگتا ہے کہ آنے والے وقت میں انہوں نے دھم کے پجاریوں کی ایک شکل اختیار کرلی اور دھیرے دھیرے سیاست میں بھی مداخلت کی۔ مزید یہ کہ قیدیوں کی اچھی دیکھ بھال کی گئی اور سزا ختم ہونے کے بعد قیدیوں کو رہا کیا جانے لگا۔ اسکے علاوہ، سزائے موت پانے والے مجرموں کو تین دن کی رعایت دی گئی۔ دھم کے مختلف پہلوؤں کی جھلک مندرجہ ذیل کتبوں میں ملتی ہے:

1. کلاں چٹانی فرمان نمبر ایک: جانوروں کی قربانی اور تہوار کے اجتماعات کی تعطیل پر پابندی لگاتا ہے۔
2. کلاں چٹانی فرمان نمبر دو: یہ سماجی بہبودی کے کچھ اقدامات سے متعلق ہے جو دھم کی پالیسی میں شامل ہیں۔ اس میں انسانوں اور جانوروں کے علاج و معالجے، سڑکوں اور کنوؤں کی تعمیر، درخت لگانے، وغیرہ کا ذکر ہے۔
3. کلاں چٹانی فرمان نمبر تین: اس میں برہمنوں اور شرمنوں کے ساتھ آزاد خیالی، ماں باپ کا احترام، وغیرہ جیسی اچھی خوبیوں کو بیان کیا گیا ہے۔
4. کلاں چٹانی فرمان نمبر چار: دھم کی پالیسی کی وجہ سے برہمنوں اور شرمنوں کے تئیں بے عزتی؛ تشدد؛ دوستوں، رشتہ داروں اور دوسروں کے ساتھ غیر مناسب رویہ اور دیگر برائیوں کی ممانعت کی گئی۔ مزید برآں، جانوروں کا قتل بھی کافی حد تک روک دیا گیا۔
5. کلاں چٹانی فرمان نمبر پانچ: اشوک نے اپنے دور حکومت کے بارہویں سال میں تمام فرقوں اور مذاہب تک دھم کے پیغام کو پھیلانے کے لیے دھم مہاماتوں کی تقرر کیا۔
6. کلاں چٹانی فرمان نمبر چھ: اس میں دھم مہاماتوں کو ہدایت دی گئی تھی کہ وہ کسی بھی وقت اپنی اطلاع حکمراں تک پہنچائیں، چاہے وہ کسی بھی سرگرمی میں مصروف ہوں۔
7. کلاں چٹانی فرمان نمبر سات: اس میں تمام فرقوں کے درمیان رواداری کی درخواست کی گئی ہے۔ یہاں یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس دور میں مختلف فرقوں کے درمیان تناؤ اور دشمنی ہوسکتی ہوگی۔ دراصل، یہ کوشش اتحاد کو برقرار رکھنے کی مجموعی حکمت عملی تھی۔
8. کلاں چٹانی فرمان نمبر آٹھ: اس میں لکھا گیا ہے کہ حکمراں دھم یاترا پر جائیں گے، اور شکار پر جانے والے رواج کو ترک کیا گیا۔ دھم یاترا کی وجہ سے حکمراں لوگوں کے مختلف طبقوں کی حالت سے آشنا ہو گیا۔
9. کلاں چٹانی فرمان نمبر نو: اس میں پیدائش، بیماری، شادی اور سفر سے متعلق متعدد رسومات کی مخالفت کی گئی ہے اور دھم کی پابندی پر زور دیا گیا ہے۔
10. کلاں چٹانی فرمان نمبر دس: یہ فرمان شہرت اور شان و شوکت کے حصول کی مذمت کرتا ہے اور دھم کی اہمیت کو دوبارہ بیان کرتا ہے۔
11. کلاں چٹانی فرمان نمبر گیارہ: یہ فرمان دھم کی تشریح بیان کرتا ہے۔ اس میں بزرگوں کے احترام، جانوروں کو مارنے سے پرہیز اور لوگوں کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم کرنے پر زور دیا گیا ہے۔
12. کلاں چٹانی فرمان نمبر بارہ: اس میں فرقوں کے درمیان رواداری برقرار رکھنے کی اپیل کی گئی ہے۔ یہ فرمان فرقوں کے درمیان تناؤ اور بے چینی کی عکاسی کرتا ہے، اور ہم آہنگی کی درخواست کرتا ہے۔
13. کلاں چٹانی فرمان تیرہ: یہ فرمان جنگ کے بجائے دھم کے ذریعے لوگوں کے دل جیتنے کی التجا کرتا ہے۔ کلاں چٹانی فرمان نمبر تیرہ کو اس طرح سے پڑھا جاسکتا ہے

"تخت نشینی کے آٹھ سال بعد دیوتاؤں کے محبوب راجہ پیاداسی (پریہ درشی) نے کلنگ کو فتح کر لیا۔ ایک لاکھ پچاس ہزار لوگوں کو

ملک بدر کر دیا گیا۔ ایک لاکھ لوگ مارے گئے اور اس سے کئی گنا لوگ تباہ و برباد ہو گئے۔ کلنگ کو ریاست میں شامل کرنے کے بعد دیوتاؤں کے محبوب نے صدق دلی کے ساتھ دھم کے اصولوں پر عمل کرنا شروع کیا، دھم کی آرزو کی اور دھم کی تبلیغ کی۔ کلنگ کو فتح کر لینے کے بعد دیوتاؤں کا محبوب بہت نادم ہوا کیونکہ جب ایک خود مختار ملک پر قبضہ ہوتا ہے تو لوگوں کے قتل، تباہی اور ان کے ملک بدر ہونے سے دیوتاؤں کے محبوب کو انتہائی تکلیف ہوتی ہے، اور ان کے دماغ پر بہت اثر ہوتا ہے۔ دیوتاؤں کے محبوب کے لیے اس سے بھی زیادہ تکلیف دہ بات یہ تھی کہ جو لوگ وہاں رہتے ہیں، چاہے برہمن ہوں یا شرمن، یا دوسرے فرقوں کے لوگ یا ایسے گھر گرہستی والے لوگ جو اساتذہ کے فرمانبردار، جان پہچان والوں، ساتھیوں، رشتہ داروں، غلاموں اور ملازموں کے ساتھ اچھی طرح پیش آتے ہیں۔ انہیں بھی تشدد اور قتل وغارت گری کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ کلنگ کی جنگ کے وقت جتنے لوگ قتل ہوئے یا مر گئے یا ملک بدر ہوئے، ان کے سوویں یا ہزارویں حصّہ پر پھر سے بیتا پڑے تو اس سے دیوتاؤں کے محبوب کو گہرا صدمہ پہنچے گا۔ دیوتاؤں کا محبوب دھم کے ذریعے حاصل کی گئی فتح کو سب سے بڑی فتح تصور کرتا ہے۔'

"دھم کا یہ کتبہ اس لیے کندہ کیا گیا تھا کہ میرے کسی بیٹے یا پوتے کو نئی فتوحات حاصل کرنے کے بارے میں نہیں سوچنا چاہیے، اور جو بھی فتوحات حاصل کریں وہ صبر اور ہلکی سزا سے مطمئن رہیں۔ انہیں صرف دھم کی فتح، جو ایک حقیقی فتح ہے، پر غور کرنا چاہیے۔ ان کی خوشی دھم میں ہونی چاہیے، کیونکہ یہ دنیا اور آخرت دونوں کے لیے بہتر ہے۔"

دھم جنگ کے خلاف اشوک کی ایک پالیسی تھی۔ یہ تدبیر جنگ کو المیہ کے طور پر بیان کرتی ہے۔ قدیم دنیا کی تاریخ میں یہ ایک غیر معمولی واقعہ تھا، کیونکہ تاریخ میں ہمیں ایسی کوئی مثال نہیں ملتی ہے۔

15.4.3 دھم کی تشریحات (Interpretations of Dhamma)

اشوک کا دھم محض مبالغہ آمیز فقروں کا مجموعہ نہیں تھا۔ اس نے شعوری طور پر اسے ریاستی پالیسی کے طور پر اپنایا تھا کیونکہ اس کا اعلان تھا کہ "تمام لوگ میری اولاد ہیں" اور "میں کوشش کرتا ہوں کہ میں اس ذمہ داری کو ادا کرنے کی کوشش کروں جو تمام جانداروں کے لیے مجھ پر واجب ہے۔" بہر حال، یہ نیا، منفرد اور مثالی قسم کی حکمرانی کا تصور تھا۔

دھم کے اصول ارتھ شاستر کے نظریے کے بالکل مخالف تھے۔ کوٹلیہ لکھتا ہے کہ حکمراں کسی کا مقروض نہیں ہونا چاہیے، بلکہ اسے ریاست پر مؤثر طریقے سے حکومت کرنی چاہیے۔ تاہم، اشوک نے جنگ پر پابندی عاید کی، جانوروں کو مارنے سے منع کیا اور شاہی گھرانے میں گوشت کا استعمال بند کر دیا۔ چونکہ وہ محبت اور ایمان کے ذریعے دنیا کو فتح کرنا چاہتے تھے، انہوں نے دھم کی تبلیغ کے لیے مصر، یونان، سری لنکا وغیرہ جیسے ممالک میں متعدد پیغامات بھیجے۔

اشوک کا دھم دانشوروں کے درمیان بحث ومباحثہ کا موضوع رہا ہے۔ بعض دانشوروں نے تجویز کیا کہ اشوک ایک متعصب بدھ تھا اور اس نے دھم کو بدھ مت کے مترادف مانا، جب کہ بعض دانشوروں نے خیال ہے کہ دھم چند مذہبی اضافے کے ساتھ بدھ مت کی سوچ تھی۔ دراصل، اشوک کو کلنگ کی جنگ میں ہونے والی ہلاکتوں پر گہرا پچھتاوا ہوا جس کی وجہ سے اس نے جنگ پر پابندی عائد کی۔ اس نے تشدد

چھوڑ کر بدھ مت قبول کیا۔ بدھ مت کے مآخذ کے مطابق اشوک نے ہندوستان اور بیرون ممالک میں بدھ مت کا پرچار کیا۔ تاہم، کوئی بھی اشوک کو ایک حکمراں کے طور پر تنقید کا نشانہ نہیں بنا سکتا، کیونکہ اس نے دوسرے مذاہب کی جگہ پر بدھ مت کی حمایت نہیں کی۔ اس نے کسی خاص مذہبی نظریے کی حمایت نہیں کی اور دھم کے پیغام کو پھیلانے کے لیے دھم مہاماتوں کی تقرری کی۔ چٹانی فرمانوں (Rock Edicts) کے مطالعے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اشوک کا بنیادی مقصد امن، رواداری، تمام مذاہب کی بقائے باہم اور برہمنوں اور شرمنوں کا احترام کرنا تھا۔ اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ دھم بدعتیوں کی پالیسی نہیں تھی بلکہ مختلف عقائد کا مجموعہ تھا۔ تاہم، کچھ اسکالر لکھتا ہے کہ قربانیوں پر پابندی اور بعد میں برہمنی رد عمل کی وجہ سے موریہ ریاست زوال کا شکار ہو گئی۔ بعض دانشوروں کا خیال ہے کہ جنگ بندی اور عدم تشدد کی پالیسی نے ریاست کی فوجی طاقت کو کمزور کر دیا۔ رومیلا تھاپر لکھتی ہے کہ دھم انسانیت کے اصولوں پر مبنی ایک شاندار دستاویز تھا، اور موجودہ دور کے سماجی و سیاسی ضروریات کا حل تھا۔ برہمنوں اور شرمنوں کے تئیں احترام اس بات کی عکاسی کرتا ہے کہ دھم برہمنوں کے خلاف نہیں تھا۔ اس کے علاوہ، عدم تشدد کی پالیسی اشوک کو ریاست کی ضروریات سے دور نہیں رکھ سکتا تھا۔ قبائلی لوگوں سے مخاطب ہو کر اشوک کہتا ہے کہ اگرچہ وہ تشدد کو ناپسند کرتا ہے لیکن پھر بھی سیاسی انتشار پیدا ہونے پر وہ زبردستی کا سہارا لے سکتا ہے۔ مزید برآں، جس وقت اشوک نے جنگ ترک کی، اس وقت وہ تقریباً پورے برصغیر ہند (چند خطوں کو چھوڑ کر) پر قابض ہو چکا تھا۔ اس طرح جب ریاست اپنی قدرتی سرحدوں پر پہنچ گئی، اشوک کی رواداری نسلی طور پر متنوع، مذہبی طور پر گوناگوں اور طبقاتی طور پر منقسم سماج میں ایک اچھی حکمت عملی ثابت ہوئی۔ دراصل، دھم مختلف مذہبی روایات سے اخذ کردہ اصولوں کا ایک مجموعہ تھا جو ریاست کو مستحکم رکھنے کے لیے نافذ کیا گیا تھا۔

15.4.4 فن اور طرز تعمیر (Art and Architecture)

موریہ ریاست وہ پہلی ریاست تھی جس نے 320 سے 184 قبل مسیح تک برصغیر ہند کے بیشتر علاقوں پر حکومت کی۔ موریاؤں نے لکڑی کے استعمال سے پتھر تک ہندوستانی فن میں ایک اہم تبدیلی کی نمائندگی کی۔ انہوں نے فن اور طرز تعمیر میں نمایاں کارکردگی کا اظہار کیا اور پتھر کی چنائی متعارف کروائی۔ دھولاویر (Dholavira) کے قدیم باقیات اس بات کی نمائندگی کرتے ہیں کہ پتھر کے یادگار فن اور طرز تعمیر کی ابتدا ہڑپہ دور میں ہوئی ہے۔ ہڑپہ تہذیب کے زوال کے بعد موریہ حکمرانوں نے سب سے پہلے مجسمہ سازی اور فن تعمیر میں پتھر کا استعمال کیا۔ موریائی فن کی شاندار مثال اشوک کے ستون اور ان کے اوپر نصب کیے گیے شیر کے مجسمے ہیں۔ ایک شاندار سیاسی طاقت کا ظہور اور اضافی سرمایہ کا ارتکاز متعلقہ ثقافت کے ذریعے ریاست کی عظمت کو قلمبند کرنے پر آمادہ کرتے ہیں۔ اس دور میں یادگار طرز تعمیر اور حکمرانوں کی مجسمہ سازی کو بھی ترقی ہوئی۔ موریہ فن کا تعلق سیاسی نظریے اور مذہبی رسومات سے جڑا ہوا تھا؛ اور یہ فنکارانہ سرگرمیوں کی شکل اور سرپرستی سے بالکل واضح تھا۔ موریہ حکمرانوں، خاص طور پر اشوک، نے فن کی سرپرستی کی جو ستونوں، ااستوپوں، غاروں اور دیگر اہم شاہی ڈھانچوں میں نظر آتا ہے۔

موریہ دور میں طرز تعمیر کے دو مراحل تھے۔ ایک ماقبل اشوک طرز تعمیر ہے اور دوسرا اشوک کے تحت طرز تعمیر ہے۔ ماقبل اشوک دور میں عمارتیں زیادہ تر لکڑی یا کسی ناپائیدار شئے سے بنائی جاتی تھیں۔ تاہم، اشوک کے دور میں عمارتوں اور مجسموں کی تعمیر میں پتھر کا

استعمال بڑے پیمانے پر کیا گیا تھا۔ موریہ دور میں جو فن پروان چڑھا وہ سیکولر تھا، لیکن اس کی جڑیں بنیادی طور پر مذہب سے جڑی ہوئی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ موریائی فن کی عکاسی دیوی اور دیوتاؤں کی تصویروں اور مجسموں، مندروں، ااستوپوں، چیتوں اور وہاروں کی تعمیر میں ہوتی ہے۔

موریہ دور میں فن اور طرز تعمیر اپنے عروج پر تھا، اور درباری فن کے زمرے میں آتا تھا۔ اشوک نے بدھ مت قبول کیا اور اس کے بعد ہونے والی بے پناہ بودھ مشنری سرگرمیوں نے مجسمہ سازی اور تعمیراتی طرز کی ترقی کی حوصلہ افزائی کی۔ موریہ دور میں مختلف فنون اور طرز تعمیر رائج تھے جو عام لوگوں کی زندگی، عام سرگرمیوں اور سیاسی سرپرستی سے جڑے ہوئے تھے۔ اس کی درجہ بندی میں استوپ، ستون، غار، محلات اور ظروف سازی شامل ہیں، جن پر اگلے صفحات میں بحث کی جائے گی:

15.4.4.1 استوپ(Stupas)

موریہ دور میں، خاص طور پر اشوک کے دور میں، ملک بھر میں متعدد استوپ تعمیر کیے گئے۔ استوپ گول بنیاد پر ٹکا ہوا اینٹوں یا پتھر کا ایک ٹھوس گنبد جیسا ڈھانچہ ہوتا ہے۔ اس کے اوپر ایک ڈنڈا اور چھتری ہوتی ہے، جو روحانی اقتدار کی نشاندہی کرتا ہے۔ استوپ کی تعمیر کا بنیادی مقصد بدھ یا بودھی ستو(Bodhisattva) کے آثار یا ان سے وابستہ فنی نمونے کو محفوظ رکھنا تھا۔ بدھ مت کی روایات کے مطابق اشوک نے ملک بھر میں چوراسی ہزار استوپ تعمیر کیے تھے۔ اوادان کے مطابق، اشوک نے گوتم بدھ کے آثار/نشانیاں ملک کے اہم شہروں میں دوبارہ تقسیم کیں، اور ان پر استوپ تعمیر کرنے کا حکم دیا۔ ساتویں صدی عیسوی میں چینی سیاح ہیون سانگ نے اشوک کے بنائے ہوئے متعدد استوپوں کا دورہ کیا۔ نگالی ساگر کتبہ میں بیان کیا گیا ہے کہ اشوک نے چودہ سال کی حکومت تک بدھ کوناکمنا(ایک سابق بدھا) کے استوپ پہ دو دورے کیے تھے، اور استوپ کو وسعت دینے کا بھی اعلان کیا تھا۔ امراوتی میں کتبے کا ایک ٹکڑا اس امکان کی نشاندہی کرتا ہے کہ یہاں واقع استوپ کمپلیکس اشوک نے تعمیر کیا ہے۔ شمال مغرب میں ٹکسیلا کے مقام پر دھرمراجیکا(Dharmarajika)استوپ بھی شاید موریہ دور میں ہی تعمیر کیا گیا ہے۔ سانچی استوپ (ودیشا، ایم پی)، جو اشوک کی بیوی دیوی کی جائے پیدائش پر بنایا گیا ہے، بھی اشوک کے دور میں تعمیر کیا گیا۔ اس استوپ کا مرکزی ڈھانچہ اینٹوں سے بنایا گیا ہے، اور اس کے بیرونی پتھروں پر نقش و نگاری اور دروازے کم از کم ایک صدی بعد بنائے گئے ہیں۔ گنبد کے اوپری حصے کو لکڑی یا پتھر کی چھتری سے سجایا گیا تھا جو دھم کی عالمگیر بالادستی کو ظاہر کرتا ہے۔

15.4.4.2 ستون (Pillars)

موریائی فن کی اور ایک حیران کرنے والی یادگار یک سنگ پتھر (ایک ہی چٹان سے تراشے گیے) کے ستون ہیں۔ ان ستونوں کو خاکی رنگ کے چنار بلوا پتھر سے تراش کر دھات کی طرح پالش کیا جاتا تھا۔ ہر ستون بلوا پتھر کے ایک بڑے ٹکڑے سے بنا ہے۔ ستون حجم اور وزن میں مختلف ہیں۔ سب سے اوپر شیر یا بیل کے مجسمے کا خوبصورت ٹکڑا ستون سے جڑا ہوا ہے۔ ان لمبے، گول اور کھڑے ستونوں کی شکل خوبصورت اور قدرے مخروطی ہے۔ تاریخ میں ستون بنانے کے حوالے سے پتھر کی اس مجسمہ سازی کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ ہخامنشی (Achaemenid) کو ستون بنانے کے فن سے جانا جاتا تھا، لیکن وہ ستون یک سنگی نہیں ہوتے تھے۔ ایسا لگتا ہے کہ موریائی ستون

ہخامنشی ستونوں سے متاثر ہوئے ہونگے۔ کچھ دانشوروں نے دلیل دی ہے کہ موریہ دربار میں کچھ فارسی فنکار ہوں گے جنہوں نے ان ستونوں کو بنانے میں موریہ فنکاروں کی مدد کی ہوگی۔ لیکن موریائی ستون اس قدر مخصوص ہیں کہ انہیں فارسی ستونوں کی محض نقل نہیں سمجھا جاسکتا۔

ان ستونوں کے زیر زمین حصے پر پتھروں کے مور ہیں، اوپری زمینی حصے پر کنول کا پھول الٹا بنا ہوا ہے اور اس کے اوپر ایک گول پٹی ہے جس پر چاروں طرف پہیے اور جانوروں کی تصویریں کندہ ہیں۔ پٹی کے اوپر ستون کے اوپری حصے میں ہاتھی، بیل، شیر یا گھوڑے کا نقش کندہ ہے۔ لوریہ نندن گڑھ ستون کے اوپر شیر، رام پوروا ستون پر بیل اور سنکیسا کے ستون پر کھڑے ہاتھی کا مجسمہ تراشا گیا ہے۔ تاہم، سارناتھ ستون پر شیر کا مجسمہ، جسے ہندوستان نے قومی نشان کے طور پر اپنایا ہے، مجسمہ سازی کا ایک شاندار نمونہ سمجھا جاتا ہے۔ دیگر ستونوں کی طرح، سارناتھ ستون کے اوپر کنول کا پھول الٹا بنا ہوا ہے، اس کے اوپر ایک گول پٹی ہے۔ پٹی پر پہیوں کے درمیان چار جانوروں کی شکلیں کندہ ہیں، جس میں شیر، ہاتھی، بیل اور گھوڑا شامل ہے۔ ہر ایک پہیے میں 24 ڈنڈے ہیں، جو گوتم بدھ کے 24 اصولوں کی نمائندگی کرتے ہیں۔ ان کے درمیان چار جانور بدھ کی زندگی کے چار اہم واقعات کی نشاندہی کرتے ہیں۔ ہاتھی ماں کے پیٹ میں ان کے حمل کی نمائندگی کرتا ہے، بیل ان کی جوانی کی نمائندگی کرتا ہے، گھوڑا ان کی دنیاوی زندگی سے دستبردار ہونے کی نمائندگی کرتا ہے اور شیر ان کی روحانیت (Buddhahood) کے حصول کی نمائندگی کرتا ہے۔ پٹی کے اوپر چار شیر ہیں جو چاروں طرف رخ کیے ہوئے ہیں اور ان کی پیٹھ پر درمیان میں ایک پہیہ ہے، جس میں 32 ڈنڈے ہیں۔ شیر دنیا کی جسمانی طاقت کی نمائندگی کرتا ہے، 32 ڈنڈے بدھ کی 32 طاقتوں کی نشاندہی کرتے ہیں اور ان کی پیٹھ پر پہیہ دنیا کی جسمانی طاقتوں پر روحانی طاقتوں کی بالادستی کو ظاہر کرتا ہے۔ اشوک نے گوتم بدھ کے پہلے خطبہ یا دھرم چکر پرورتن کی یاد میں اس جگہ پر سارناتھ ستون تعمیر کیا۔

اشوک نے ہندوستان بھر میں متعدد مذہبی ستون کھڑے کیے ہیں۔ اشوک کے ستون شکل اور حجم میں ایک دوسرے سے کافی ملتے جلتے ہیں۔ ان کی سطح چمکدار ہے، اور ان کا مخروطی سادہ، ہموار اور گول پھل تیر بارہ سے چودہ میٹر لمبا ہے۔ اس کے بعد استوانی پتھر پھل تیر کے اوپری حصے کو الٹی کنول کے ساتھ جوڑ دیتا تھا۔ اس کے اوپر ابیکس (وہ پتھر جو ستون کے اوپر رکھا جاتا ہے اور اس پر مجسمہ یا کوئی اور شہتیر ٹکائی جاتی ہے) ہوتا ہے جس پر جانور کے مجسمے کو کھڑا کیا جاتا تھا۔ اشوک کے ابتدائی دور میں ابیکس (Abacus) مربع اور سادہ شکل میں اور بعد کے دور میں گول بنایا جاتا تھا۔ دراصل، ستون کے تمام حصوں کو چاروں طرف سے دیکھنے کے لیے ابیکس گول شکل میں بنایا گیا۔

اشوک کے ستون دو قسم کے پتھروں سے بنائے گئے ہیں: ایک متھرا کے علاقے سے حاصل کیا گیا سرخ دھبے والا سفید بلوا پتھر اور دوسرا چنار (Chunar) سے حاصل کیا گیا خاکی رنگ کا چھوٹے سیاہ دھبوں والا سخت بلوا پتھر تھا۔ ستونوں کے اوپری سرے پر جانوروں کے مجسموں میں فن اور طرز کی یکسانیت اس بات کی نمائندگی کرتی ہے کہ ان سب کو ایک ہی علاقے کے کاریگروں نے بنایا ہے۔ اس لیے ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ پتھر متھرا اور چنار سے مختلف مقامات پر پہنچایا گیا جہاں کاریگروں نے اس پتھر کو کاٹ کر تراشا ہے۔ ان ستونوں کو باریک پالش سے چمکایا جاتا تھا، جو موریہ مجسموں کی ایک اہم خصوصیت تھی۔ ستونوں کو سنوارنا، چمکانا، کھڑا کرنا اور ان کی نقل و حمل موریاؤں کی انجینئرنگ کی

عظیم مہارت کی نمائندگی کرتا ہے۔ نیز، یہ بھی ممکن ہے کہ اشوک کے کچھ شاہی فرمان پہلے سے ہی موجود ستونوں پر تراشے گئے ہونگے۔اس کے علاوہ، ملک کے متعدد حصوں میں ستونوں کے بہت سے ٹکڑے ملے ہیں جو کبھی اشوک کے ستونوں کے حصے رہے ہوں گے۔

ستونوں کی چند اہم خصوصیات

- ہخامنشی ستونوں کے برعکس، موریائی ستون بنیادی طور پر یک سنگی ایک ہی چٹان سے تراشے ہوئے تھے۔
- ستونوں پر بدھ مت کی اخلاقیات یا دھم کے تصور کو پیش کیا گیا تھا۔
- ستون بنیادی طور پر ریاستی اقتدار کو ظاہر کر رہے تھے۔
- فتح کی نشاندہی کرنے کے لیے ستون نصب کیے جاتے تھے۔
- چمکانے کا عمل ایرانی اثر کی نمائندگی کرتا ہے۔
- Bell Shaped Capital ہخامنشی (Achaemenid) اثر کو ظاہر کرتا ہے۔

15.4.4.3 گپھائیں (Caves)

چٹانوں سے تراشی ہوئی گپھائیں بھی موریہ دور کا ایک اہم فنکارانہ کارنامہ تھا۔ان گپھاؤں کی اندرونی دیواریں اتنی اچھی طرح سے پالش کی ہوئی ہیں کہ وہ آئینے کی طرح چمکتی ہیں۔ یہ گپھائیں راہبوں کی رہائش اور عبادت کے لیے تعمیر کی گئی تھیں۔ گیا کے شمال میں بارابر (Barabar) پہاڑی کی گپھا، ناگرجونی پہاڑی کی گپھا، سداما گپھا، وغیرہ، یہ گپھائیں فن تعمیر کی عمدہ مثالیں ہیں۔ بارابر پہاڑیوں کی تین گپھاؤں میں اشوک کے کتبے اور تین ناگرجونی پہاڑیوں میں ان کے پوتے دشرتھ کے کتبے پائے جاتے ہیں۔اشوک اور دشرتھ نے گپھاؤں کو تعمیر کیا اور انہیں بدھ مت اور اجیویک (Ajivika) راہبوں کو بطور عطیہ پیش کیا۔لوماس ریشی گپھا کا اندرونی حصہ دو مربوط کمروں پر مشتمل ہے۔اس گپھا میں کوئی کتبہ نہیں ہے، لیکن اگلی گپھا میں ایک کتبہ ہے جس میں لکھا ہے کہ اسے اشوک نے اپنے تخت نشینی کے بارہ سال بعد اجیویک سنتوں کی خدمت میں وقف کیا تھا۔اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ لوماس ریشی گپھا غالباً اسی دور سے تعلق رکھتی ہے۔ لہٰذا مجموعی طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ بارابر گپھائیں موریہ دور کی چٹانوں سے تراشے فن تعمیر کی ابتدائی مثالیں ہیں۔

15.4.4.4 مجسمے (Sculpture)

موریہ مجسمہ سازی کے حوالے سے، دیدار گنج، پٹنہ میں پایا گیا یاکشی (Yakshi) خاتون کا مجسمہ بہت اہم ہے۔ یہ ایک آزاد خیال یا شاندار اداکارہ کے مجسمے کا نمونہ ہے جو جوانی کی تمام دلکشی، دلفریبی اور حسن وجمال کا مجموعہ ہے۔ اس نے اپنے دائیں ہاتھ میں ایک چنور (chowrie) پکڑی ہوئی ہے جو بظاہر دائیں کندھے پر ٹکی ہوئی ہے۔اس کے سر اور گردن کی وسیع وعریض آرائش اس کی جنسی کشش کو بڑھاتی ہے۔اس مجسمے کی خصوصیات میں گول چہرے کے ساتھ مسکراہٹ کے اشارے، کھلی اور پرکشش نگاہیں، پھیلے ہوئے کندھے، پتلی کمر، بھاری جوبن، چوڑے کولہے جن کے ارد گرد ایک خاص طرز ادا سے پہنا ہوا باریک شفاف لباس، شامل ہیں۔ اگرچہ کچھ دانشور لکھتا ہے کہ یہ

پہلی صدی قبل مسیح کا شہکار ہے، لیکن مخصوص موریہ پالش ظاہر کرتی ہے کہ اسے پہلے ہی تراشا گیا ہے۔ پتھر کا دوسرا اہم مجسمہ لوہانی پور پٹنہ میں پایا گیا ایک عریاں مرد کے دھڑ کا مجسمہ ہے۔ یہ چمکیلا مجسمہ چنار بلوا پتھر سے تراشا گیا ہے۔ متعدد موریہ فنی نمونے کے علاوہ، دو پالش شدہ بلوا پتھر کے ستونوں کے ٹکڑے اس جگہ کے قریب پائے گئے، جہاں سے یہ مجسمہ ملا تھا۔

15.4.4.5 طرز تعمیر (Architecture)

موریہ دور میں طرز تعمیر کو بہت فروغ ملا جو مختلف تاریخی یادگاروں سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس دور میں عمارتوں کی تعمیر کے لیے اینٹوں اور پتھروں کو بڑے پیمانے پر استعمال کیا جاتا تھا۔ ابتدائی دور میں، موریہ حکمرانوں نے عمارتوں کی تعمیر میں لکڑی کا استعمال کیا تھا۔ کوٹلیہ لکھتا ہے کہ عمارتوں کی پائیداری کے لیے اینٹوں اور پتھروں کا استعمال کرنا چاہیے۔ وہ لکڑی کی عمارتوں میں آتشزدگی سے بچاؤ کے لیے کیے جانے والے حفاظتی اقدامات پر بھی بحث کرتا ہے، جو اس کی مقبولیت کی نشاندہی کرتا ہے۔

یونانی سفیر میگا ستھنیز نے اپنی کتاب انڈیکا میں پالی بوتھر (پاٹلی پتر) کے شاہی محل کی نہایت دلکش تفصیل پیش کی ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ پاٹلی پتر کا محل ایران کے دارالخلافہ کے محل کی طرح شاندار تھا۔ اس نے اس بات کا بھی ذکر کیا ہے کہ پاٹلی پتر کے دارالخلافہ کو بڑے لکڑی کے باڑے سے گھیر لیا گیا تھا، جس میں سوراخوں کے ذریعے دشمنوں پر تیر اندازی کی جاتی تھی۔ اس کے 64 دروازے اور 570 مینار تھے۔ اسٹرابو (Strabo) لکھتا ہے کہ محل کے ستونوں کو سنہری بیلوں اور چاندی کے پرندوں سے سجایا گیا تھا۔ یہ شاہی محل ایک وسیع میدان میں تعمیر کیا گیا تھا، جس میں مچھلیوں کے تالاب تھے۔ یہ محل بڑے اور خوبصورت درختوں اور جھاڑیوں سے آراستہ تھا۔ کمرہار کی کھدائی سے ایک بڑے 80 ستونوں والے ہال کا فرش منکشف کیا گیا، جس میں ہر ایک قطار میں دس ستون تھے۔ ستونوں کو منظم طریقے سے ایک دوسرے سے 35 فٹ کی دوری پر رکھا گیا ہے۔ یہ ستون چنار بلوا پتھر سے بنائے گئے ہیں اور وہ لکڑی کے فرش پر بغیر کسی بنیاد کے آزاد کھڑے ہیں۔ یہ ستون بے حد چمکیلے تھے، جو موریائی فن کی نمایاں خصوصیت ہے۔ اس تاریخی یادگار کا لکڑی کا ڈھانچہ مکمل طور پر ختم ہو چکا ہے۔ اس کے جنوب میں یکساں حجم کے لکڑی کے لمبے چبوتروں کا ایک سلسلہ تھا۔ کھدائی کرنے والوں کے مطابق، اس عمارت کا اوپری ڈھانچہ سال درخت کے بھاری لٹھوں کا بنا ہوا تھا۔ موریہ عمارتوں میں لکڑی کے استعمال کا ذکر میگا ستھنیز نے بھی کیا ہے۔ فاہیان، ایک چینی سیاح، موریائی عمارتوں کو دیکھ کر حیران رہ گیا تھا۔ تقریباً موریہ دور کی تمام عمارتیں فنا ہو چکی ہیں، لیکن حالیہ کھدائی موریہ فن تعمیر کی عظمت کو ظاہر کرتی ہیں، جس کی بہترین مثال سو ستونوں والا ہال ہے۔

15.4.4.6 موریہ طرز تعمیر پر غیر ملکی اثرات (Foreign Impact on Mauryan Architecture)

کچھ مورخین نے موریائی فن پر غیر ملکی (خاص طور پر ایرانی) اثر پر زور دیا ہے۔ ان کا ماننا ہے کہ اشوک نے ستونوں پر فرمان کندہ کرنے کا خیال ہخامنشیوں سے لیا تھا۔ اس کے علاوہ، متعدد کتبوں سے معلوم ہوا ہے کہ دیپی (Dipi) اور لیپی (Lipi) جیسے الفاظ دارا (Darius) اور اشوک کے کتبوں میں پائے جاتے ہیں۔ دونوں حکمرانوں کے کتبوں میں تحریریں صیغہ غائب سے شروع ہوتی ہیں اور پھر صیغہ متکلم پر ختم ہو جاتی ہیں۔ اشوک کے ستونوں اور جانوروں کے مجسموں کی چمکیلی سطح سے یونانی اور فارسی اثر ورسوخ کی نشاندہی کی جا سکتی

ہے۔ شیروں کے سخت نقیب شاہی انداز کو مغربی اثر کے مزید ثبوت کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔ اس کے بارے میں، کمار سوامی کا کہنا ہے کہ بہت سال پہلے، ہندوستان 'قدیم مشرق' کا ایک حصہ تھا، جو بحیرۂ روم سے لے کر وادیٔ گنگا تک پھیلا ہوا تھا، جس میں ابتدائی زمانے سے ہی مشترکہ ثقافتی ورثے کے متعدد عناصر موجود تھے۔ قدیم دور میں ہندوستان اور ایران کے درمیان متعدد پہلوؤں جیسے تجارت، قندھار پر ایران کی فتح، شمال مغرب میں اشوک کے کتبوں میں آرامی زبان کا استعمال، خروشتی رسم الخط کا ظہور، وغیرہ میں گہرا تعلق تھا۔

اس کے برعکس، نہار نجن رے (Niharanjan Ray) نے موریہ اور ایرانی ستونوں کے درمیان درج ذیل اختلافات کی طرف توجہ مبذول کرائی ہے:

- کمرہار ہال کے ستونوں میں جانوروں کے مجسمے نہیں ہیں، جب کہ پرسپولس (Persepolis) کے ستونوں میں بڑے مجسمے موجود ہیں۔
- ایرانی ستون الٹے کنول، سادہ مستطیل، یا گول تختوں کی بنیادوں پر کھڑے ہیں، جب کہ موریہ ستونوں میں الٹا کنول پھل تیر کے اوپری حصے میں رکھا گیا ہے۔
- موریہ کنول کی شکل اور آرائش ایرانی کنول سے مختلف ہے کیونکہ موریہ کنول میں گومڑ ہے اور ایرانی ستون میں نہیں۔
- ایرانی ستون زیادہ تر جھریوں والے یا شکن دار ہیں، جب کہ موریائی ستون ہموار ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ موریائی اور ایرانی فن میں مماثلت کے ساتھ ساتھ تفاوت بھی تھا، لیکن ان تمام مشابہتوں اور اختلافات کے باوجود موریہ فن کی ایک الگ پہچان ہے۔ مزید ان ستونوں پر دھم کے پیغام کی توثیق اور تصدیق سے اشوک نے اسے ایک منفرد اور عملی حیثیت بخش دی۔ مندرجہ بالا بحث سے یہ واضح ہوتا ہے کہ موریہ فن ایرانی یا یونانی فن کی نقل نہیں تھا۔ بلکہ انہوں نے اپنا فن اور طرز تعمیر خود قائم کیا تھا اور غیر ملکی فنکاروں سے مدد نہیں لی تھی۔

15.5 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

موریہ ریاست ایک مطلق العنان ریاست تھی۔ متعدد ماخذ کے مطابق، موریہ حکمرانوں نے ریاست کے ذرائع اور وسائل پر مکمل قابو حاصل کیا تھا۔ زرعی اور غیر زرعی شعبوں کی ترقی اور بے پناہ پیداوار نے ریاست میں شہری مراکز کی بنیاد ڈالی۔ موریہ دور کے شہری مراکز میں کھدائی سے ظاہر ہوتا ہے کہ بہت سارے لوگ شہروں میں رہتے تھے اور معیاری زندگی بسر کر رہے تھے۔ پاٹلی پتر، راج گرہ اور کوشامبی اس دور کے مشہور و معروف قصبے تھے۔ تاہم، ان شہری مراکز کی پیمائش اور منصوبہ بندی میں کوئی یکسانیت نہیں تھی۔ دھم زندگی گزارنے کا طریقہ، ضابطۂ اخلاق اور اصولوں کا مجموعہ تھا، جسے لوگوں نے بڑے پیمانے پر اپنایا۔ دھم عدم تشدد، رواداری اور سماجی تعاون کی تبلیغ، اور مختلف مذہبی روایات سے اخذ کردہ اصولوں کا ایک مجموعہ تھا جو دراصل ریاست کو مستحکم رکھنے کے لیے نافذ کیا گیا تھا۔ اس کے علاوہ، موریہ دور حکومت میں فن اور طرز تعمیر نے غیر معمولی ترقی حاصل کی تھی۔ چنار کے مقام سے پتھروں کی کھدائی، مخصوص شکل اور انداز میں ان پر نقش سازی اور دور دراز علاقوں میں ان کی تقسیم ایک متاثر کن اقتدار کی موجودگی کی تصدیق کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نہار نجن رائے نے اسے

درباری فن کا نام دیا ہے۔تاہم، درباری فن کے طور پر اس نے آنے والے اوقات میں کوئی میراث نہیں چھوڑی ہے۔ مقاصد، بناوٹ اور یہاں تک کہ مواد کے نقطۂ نظر سے، مابعد موریہ دور کے فن اور طرز تعمیر میں واضح تبدیلی نظر آتی ہے۔

15.6 کلیدی الفاظ (Keywords)

انوسامیانا: اس کا مطلب "معائنے کے دورے" ہے۔اشوک نے کلاں چٹانی فرمان نمبر تیرہ میں بیان کیا ہے کہ کچھ عہدیداروں کو دھم کی وضاحت اور سرکاری کام کے لیے ہر پانچ سال بعد دھم یاترا پر جانا ہوگا۔

دھم یاترا: اشوک کے پیشرو حکمران شکار اور دیگر شاہی مسرتوں کے لیے وہار یاترا کرتے تھے۔ بودھ گیا کے دورے کے بعد، انہوں نے وہار یاترا ترک کر دی اور لوگوں کے مختلف طبقوں سے براہ راست رابطہ قائم کرنے کے لیے دھم یاترا کو متعارف کرایا۔

سنگھ : سنگھ سے مراد بھکشوؤں کی خانقاہی برادری ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے موکش کے کسی بھی مرحلہ کو حاصل کیا ہو۔

ابیشیکھ : حکمران کی تخت نشینی۔

نودھیاکشہ : سمندری جہازوں کے نگران۔

پنیادھیاکشہ : تجارت کے نگران۔

سنی دھاتا: ریاستی خزانے کا محافظ۔

سمھارتہ (Samharta): محصولات کی تشخیص اور وصولی کا اعلیٰ ترین افسر۔

روپدرشک: سکّوں کا معائنہ کار۔

15.7 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

15.7.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1. پرشیستاپروان کس نے لکھی ہے۔
2. ارتھ شاستر کس کی تصنیف ہے۔
3. ارتھ شاستر کے سپتنگا راجیہ کے نظریہ کے مطابق ریاست کے کتنے عناصر ہیں۔
4. بالی(Bali) اور بھاگ(Bhaga) سے آپ کیا سمجھتے ہیں۔
5. چندر گپت موریہ کے دور میں پشیا گپت نے سوراشٹر میں گرنار کے قریب کون سی جھیل بنوائی تھی۔
6. لاواندھیکشہ(Lavanadhyaksha) اصطلاح کا مفہوم بیان کیجیے۔
7. موریہ ریاست نے کن اشیاء میں بیرونی ممالک کے ساتھ تجارتی تعلقات قائم کیے تھے۔

8. بدھ مت روایات کے مطابق اشوک نے ملک بھر میں کتنے استوپ تعمیر کیے تھے۔
9. یونانی سفیر میگا ستھنیز اپنی انڈیکا میں پالی پاٹلی پتر کو کس نام سے موسوم کرتے ہیں۔
10. موریہ حکمرانوں نے کس قسم کے سکے جاری کیے تھے۔

15.7.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. مختصر طور پر اس تاریخی پس منظر پر روشنی ڈالیں جس کے خلاف دھم کی پالیسی بنائی گئی۔
2. موریہ دور کی سماجی اور معاشی حالت بیان کیجیے۔
3. دھم کے مشمولات پر مختصر نوٹ تحریر کیجیے۔
4. موریہ ستونوں کی اہم خصوصیات کو بیان کیجیے۔
5. ارتھ شاستر کے سپتنگا راجیہ کے نظریہ کی وضاحت کیجیے۔

15.7.3 طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. دھم کے بنیادی اصولوں کا تجزیہ کیجیے۔
2. موریہ ریاست کی نوعیت پر بحث کیجیے۔
3. موریہ فن اور طرز تعمیر کی اہم خصوصیات پر روشنی ڈالیں۔

15.8 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں (Suggested Books for Further Reading)

1. Basham, A.L., *The Wonder That Was India*, New Delhi, 1967.
2. G.M., Levin Bongard, *Mauryan India*, New Delhi, 1985.
3. Jha, D.N., *Ancient India*: *An Introductory Outline*, New Delhi, 1977.
4. Kosambi, D.D., *The Culture and Civilisation of Ancient India in Historical Outline*, New Delhi, 1970.
5. Sharma, R.S., *India's Ancient Past*, Oxford University Press, New Delhi, 2005.
6. Singh, Upinder, *A Comprehensive History of Ancient and Early Medieval India*, Pearson, Delhi, 2009.
7. Sastri, K.A. Nilakanta, *Age of the Nandas and Mauryas* (ed.), Delhi, 1967.
8. Thapar Romila, *Early India from the Origins to AD 1300*, Penguin Group, 2002.
9. ____________, Ashoka *and the Decline of the Mauryas*, Delhi, 1960.

اکائی 16۔ موریہ سلطنت کا زوال

(Decline of the Mauryan Empire)

اکائی کی ساخت

16.0 تمہید

16.1 مقاصد

16.2 موریہ سلطنت کے زوال کے اسباب

16.2.1 اشوک کے جانشین

16.2.2 موریہ سلطنت میں زوال کے دیگر سیاسی عوامل

16.2.3 اشوک اور اس کی پالسیاں

16.2.4 معاشی مسائل

16.2.5 جابرانہ حکومت

16.2.6 شمال مغربی سرحد سے بے اعتنائی

16.2.7 مقامی ریاستوں کا ظہور

16.2.7.1 بڑی ریاستیں

16.2.7.2 مقامی ریاستیں

16.3 اکتسابی نتائج

16.4 کلیدی الفاظ

16.5 اپنے معلومات کی جانچ کیجیے

16.5.1 مختصر جوابات کے حامل سوالات

16.5.2 مختصر جواب طلب سوالات

16.5.3 تفصیلی جواب طلب سوالات

16.6 مزید مطالعہ کے لیے تجویز کردہ کتابیں

16.0 تمہید (Introduction)

موریہ سلطنت برصغیر ہند کی پہلی بڑی شاہی حکومت تھی۔ چندر گپت موریہ، بندوساراا اور اشوک اس خانداں کے وہ اہم حکمران تھے جنہوں نے کئی چھوٹی جنپدوں یا ریاستوں پر موریوں کی شاہی حکومت قائم کرکے ایک بڑے علاقے کی حکمرانی کا نیا تصور پیش کیا۔ ان حکمرانوں نے موریہ سلطنت کو مختلف اطراف میں وسعت بخشی اور اس کے استحکام کے لیے جدوجہد کی۔ 261 قبل مسیح میں اشوک نے کلنگ کو فتح کر کے سلطنت میں مزید اضافہ کیا۔ تاہم، اشوک کی وفات (232 قبل مسیح) کے بعد موریہ شاہی حکومت کا اختیار کمزور ہونے لگا، اور بالآخر 184 قبل مسیح میں یہ ختم ہوگئی۔ موریہ سلطنت کا زوال ایک قابل بحث موضوع ہے اور اس کی وضاحت ایک ہی وجہ سے نہیں ہوسکتی ہے۔ اس لیے، اس موضوع کے تحت موریہ سلطنت کے زوال کو کثیر وجہ طرز رسائی کے ذریعے سمجھنے کی کوشش کی گئی ہے۔

اس اکائی میں، ہم سب سے پہلے سلطنت کے زوال کے لیے اشوک کے جانشینوں کے کردار پر روشنی ڈالیں گے۔ اس کے بعد ہم اشوک کی پالیسیوں، موریہ سلطنت کے معاشی مسائل اور موریہ انتظامیہ کی کمزوریوں پر بحث کریں گے۔ آخر میں موریہ سلطنت کے زوال میں مقامی ریاستوں کے ظہور پر بھی بحث کی جائے گا۔

16.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کے مطالعے کے بعد آپ

- اشوک کے جانشینوں کو کس حد تک سلطنت کے زوال کے لیے ذمہ دار ٹھہرایا جاسکتا ہے، اس بات کو جان سکیں گے۔
- کس طرح اشوک کی پالیسیوں کو، خاص طور پر دھم کو سلطنت کے زوال کا ذمہ دار سمجھا جاسکتا ہے۔
- موریہ سلطنت کو کن معاشی مسائل کا سامنا کرنا پڑا، یہ سمجھ سکیں گے۔
- موریہ حکومت کے زوال کے تناظر میں شمالی اور جنوبی ہندوستان میں مقامی ریاستوں کا ظہور کا تجزیہ کرسکیں گے۔

16.2 موریہ سلطنت کے زوال کے وجوہات (Causes for the Decline of Mauryan Empire)

16.2.1 اشوک کے جانشین (Successors of Ashoka)

عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اشوک کی وفات 232 قبل مسیح میں ہوئی۔ تاہم موریہ سلطنت کے حکمران 184 قبل مسیح تک حکومت کرتے رہے۔ متعدد ادبی متنوں جیسے پرانوں، اودانوں اور جین ماخذ میں اشوک کے جانشینوں کی مختلف تفصیلات ملتی ہیں۔ ان ذرائع میں الجھن اس حقیقت کی وجہ سے ہے کہ اشوک کی وفات کے بعد موریہ سلطنت ان کے بیٹوں میں تقسیم ہوگئی تھی۔ مختلف ذرائع کے مطابق اشوک کے جانشینوں میں کنال، دشرتھ، سمپرتی، سالی شوکا، دیوورمن، ساتواہن اور بریہادرتھ شامل ہیں۔ تاہم، ان حکمرانوں کے مخصوص ادوار کی نشاندہی کرنا بہت مشکل ہے۔ لیکن ایسا لگتا ہے کہ اشوک کی وفات کے بعد یہ سلطنت جانشینوں کی مختصر وقفوں سے تبدیلی کی وجہ سے

کمزور ہو کر زوال کا شکار ہو گئی۔

چندر گپت، بندوسارا اور اشوک جیسے طاقتور موریہ حکمراں وں نے انتظامیہ کو اس طرح منظّم کیا تھا کہ اسے سخت نگرانی کی ضرورت پڑتی تھی۔ حکمرانوں کی بار بار ہونے والی تبدیلی نے اسے مزید مشکل بنادیا کیونکہ حکمرانوں میں کسی کے پاس اتنا وقت نہیں تھا کہ وہ اداروں اور انتظامیہ کو مستحکم کر سکے۔ ان میں سے ہر حکمران نے ایک مختصر مدت کے لیے حکومت کی اور اس لیے نہ تو حکومت ہی نئی پالیسیاں بنا سکی اور نہ ہی پرانی پالیسیوں کو برقرار رکھا جا سکا۔ اشوک کے بعد موریہ حکمراں وں نے سلطنت کو سیاسی طور پر کمزور بنا ڈالا، جس کی وجہ سے موریہ انتظامیہ، معاشی اور فوجی نظام متاثر ہو گیا۔

16.2.2 موریہ سلطنت میں زوال کے دیگر سیاسی عوامل

(Other Political Factors Responsible for the Decline of Mauryan Empire)

اشوک کی وفات کے بعد انتظامی مشینری میں جو انتشار پیدا ہوا، اسے موریہ سلطنت کے ٹوٹنے کا ایک اہم عنصر سمجھا جاتا ہے۔ اشوک کے جانشینوں کے لیے فوری مسئلہ یہ تھا کہ وہ دھم (Dhamma) کی پالیسی اور حکومت میں اس کی بالادستی کو جاری رکھیں یا نہیں۔ یہ واقعی حکومت کرنے کا ایک غیر روایتی طریقہ، اور انتظامیہ کے کام کاج کو سمجھنے کا بہت آسان ذریعہ تھا۔ اشوک ایک قابل حکمراں کے طور پر اس لیے کامیاب ہوئے تھے کیونکہ انہوں نے سماج کے پیچیدہ سماجی مسائل کو سمجھا تھا، اور ان کا حل ڈھونڈنے کے لیے دھم کو اس کی تمام جہتوں میں قبول کر لیا تھا۔ حالانکہ یہ بات واضح نہیں ہے کہ اشوک کی ذاتی نصیحتوں کے باوجود اس کے جانشینوں نے دھم کو وہ خاص اہمیت دی یا نہیں۔

دھم کی سیاسی اہمیت کا ایک اور مسئلہ ریاست کے عہدیداروں کی ایک بڑی تنظیم کا وجود تھا جنہیں دھم مہاماتر کہتے تھے۔ بعض مورخین نے تجویز کیا ہے کہ وہ اشوک کے عہد کے آخری برسوں میں بہت طاقتور اور جابر بن چکے تھے۔ دھولی اور جوگڑ میں تعینات پہلے الگ کتبے (First Separate Edict) میں اشوک نے مہاماتوں کو لوگوں کے ساتھ منصفانہ طریقے سے رہنے کی تاکید کی۔ اگرچہ اس میں کوئی شک نہیں کہ اشوک نے انتظامیہ کو مضبوطی سے سنبھالا تھا، لیکن یہ بات بعد کے موریہ حکمرانوں کے بارے میں نہیں کہی جا سکتی ہے۔ یہ صرف دھم مہاماتوں کے ساتھ براہ راست رابطے کا سوال نہیں تھا تاکہ اس بات کو یقینی بنایا جا سکے کہ وہ اپنے اختیارات کا غلط استعمال نہ کریں، بلکہ پوری موریہ افسر شاہی کو قابو کرنا تھا۔ موریہ انتظامیہ کی موجودہ نوعیت کے مطابق ریاست کو ایک مضبوط اور قابل حکمراں کی ضرورت تھی۔ یہ ایک ایسا نظام تھا جس کے تحت حکمراں کو ریاست کے تمام پہلوؤں کے ساتھ براہ راست رابطے میں رہنے کی ضرورت ہوتی تھی۔ چونکہ ریاست کے کارکنان بالآخر طاقت کے ایک ڈھانچے کے ذریعے راجہ کے ساتھ جڑے ہوتے تھے جو اس ڈھانچے کے مرکز میں ہوتا تھا۔ ایک بار اگر حکمراں کمزور ہو جاتا تھا تو قدرتی طور پر پوری انتظامیہ کمزور ہو جاتی تھی اور جب مرکز کمزور ہو جاتا تھا تو صوبوں میں بھی خود بخود انتشار ہوتا تھا۔

ریاست کے عہدیداروں کا انتخاب حکمراں اکثر ذاتی طور پر کرتا تھا، جو بعد میں اس کے وفادار بن جاتے تھے۔ ایک بار اگر کمزور حکمران تخت نشین ہو جاتا اور مختصر مدت کے لیے حکومت کرتا، تو اس کے نتیجے میں نئے عہدیداروں کی ایک بڑی تعداد ابھرتی تھی جو صرف حکمراں سے ذاتی وفاداری نبھاتے تھے، نہ کہ ریاست سے۔ ذاتی وفاداری کے اس معمول سے ریاست کو کافی خطرہ رہتا تھا، کیوں کہ یہ نئے عہدیدار یا تو مجبورا حکمراں کی حمایت کرتے تھے یا اپنے مفادات کے حصول کے لیے اس کی مخالفت کرتے تھے۔ بعد کے موریہ حکمرانوں کو شاید اس صورتحال کا مسلسل سامنا کرنا پڑا۔ درحقیقت، یہ مقامی حکمران اور شہزادے تھے جنہوں نے روایتی تعلقات کے ساتھ چھوٹی چھوٹی طاقتوں کی شکل اختیار کی۔ اگرچہ کوئی اس تصور کو قبول نہیں کر سکتا ہے کہ عوامی بغاوتوں نے موریہ ریاست کو کمزور کر دیا تھا، لیکن یہ بات عیاں ہے کہ موریائی افسر شاہی بنیادی طور پر سماجی تناؤ کا شکار ہو چکی تھی، جس کے نتیجے میں ایک ایسا انتظامیہ وجود میں آ چکا تھا، جو سماجی نظم کو برقرار نہیں رکھ پایا۔

پہلے تین موریہ حکمرانوں کے دور میں جاسوسوں کے انتہائی پیچیدہ نظام نے مؤثر طریقے سے کام کیا تھا، جو بعد کے موریہ حکمرانوں کے دور میں منہدم ہو گیا۔ اس طرح سلطنت میں کوئی ایسا نظام رائج نہیں تھا جس کے ذریعے اس بدنظمی کو ختم کیا جا سکتا تھا جو مرکز میں کمزور حکمرانوں کے برسر اقتدار ہونے کے بعد ابھرتی تھی۔

موریہ حکمرانوں کی جانب سے فوجی کنٹرول میں ڈھیل کو بھی بعض دانشوروں نے موریہ سلطنت کے زوال کی ایک بڑی سیاسی وجہ قرار دے دی ہے۔ تاہم، موریہ سلطنت کے زوال کے ذمہ دار اسباب کو محدود کرنا صحیح نہیں ہو سکتا ہے۔ اس لیے، اس مرحلے میں موریہ سلطنت کے زوال سے متعلق یہ بتانے کی ضرورت ہے کہ اس سلطنت کا زوال چند اسباب جیسے کمزور جانشین، فوجی عدم فعالیت اور عوامی بغاوتوں تک محدود نہیں کیا جا سکتا ہے۔ درحقیقت، یہ سب وجوہات بنیادی طور پر موریہ سامراجی افسر شاہی نظام سے جڑے ہوئے تھے اور ایک بار جب اس نظام میں شگاف پڑنا شروع ہوا تو پورا سیاسی ڈھانچہ داؤ پر لگ گیا۔

16.2.3 اشوک اور اس کی پالیسیاں (Ashoka and His Policies)

متعدد دانشوروں کا خیال ہے کہ اشوک کی سیاسی پالیسیاں موریہ سلطنت کے زوال کی ذمہ دار تھیں۔ ان کے دلائل عام طور پر اشوک کی مذہبی پالیسی کی خرابیوں پر مرکوز ہیں۔ ان دلائل کے دو سلسلے ہیں:

بعض دانشوروں جیسے ہری پرساد شاستری کا ماننا تھا کہ پشیامتر سنگا کی بغاوت اشوک کی بدھ مت نواز پالیسی اور اس کے کچھ جانشینوں کی جین نواز پالیسی کے خلاف سخت برہمنی رد عمل کی نمائندگی کرتی ہے۔ مزید برآں، کہا جاتا ہے کہ موریوں کے بعد دکن میں اقتدار میں آنے والے ستواہن بھی برہمن تھے۔ اسکے علاوہ، پرندوں اور جانوروں کو مارنے کی ممانعت، ضرورت سے زیادہ رسومات کا مذاق اڑانا، وغیرہ جیسے اعمال نے برہمنوں کی مخالفت کے راستے ہموار ہوئے ہونگے۔ علاوہ ازیں، اشوک کے ذریعے بدھ مت کے قربانی مخالف رویہ نے برہمنوں کی آمدنی کو بری طرح متاثر کیا ہوگا۔ وہ تجویز کرتے ہیں کہ دھم مہاماتوں نے برہمنوں کے وقار کو تباہ کیا ہوگا۔ ان افسروں نے برہمنوں کو سزا کے

روایتی قوانین اور دیگر اسمرتی احکام جاری رکھنے کی اجازت نہیں دی۔

تاہم، مندرجہ بالا دلائل کی حمایت کرنے کے لیے ہمارے پاس کوئی براہ راست ثبوت نہیں ہے۔ یہ چند وسیع ترقیاسات ہیں جن پر سوال کیا جا سکتا ہے۔ مثال کے طور پر، اشوک کے کتبوں سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ دھم مہاماتوں کو تاکید کی گئی تھی کہ وہ برہمنوں (Brahmanas) اور شرمنوں (Shramanas) کا احترام کیجیے۔ البتہ، یہ ممکن ہے کہ بعد کے سالوں میں یہ افسران عوام میں غیر مقبول ہو گیے ہوں۔ اس بات کا اندازہ بدھ مت کے تاریخی ماٰخذ کی بنیاد پر لگایا جا سکتا ہے۔ چونکہ ان عہدیداروں کے پاس حکمراں کے خصوصی اختیارات تھے اور اس لیے لوگ مجموعی طور پر ان افسران سے خوفزدہ رہتے ہونگے۔ جب وہ لوگوں پر قابو پانے لگے، تو اس سبب لوگوں سے اشوک کا یا اسکے جانشین کا براہ راست رابطہ رک گیا۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ عہدیدار خاص طور پر برہمنوں کے مخالف تھے۔ اس طرح یہ استدلال کرنا کہ برہمنوں کے مفادات اشوک کی پالیسی سے متاثر ہوئے اور یہ کہ پشیامتر کی تخت نشینی ایک برہمن بغاوت تھی، جیسے وجوہات قابل قبول نہیں ہیں، کیونکہ اگر اشوک کی پالیسیاں اتنی نقصان دہ ہوتی، تو یہ بغاوت ان کی وفات کے فوراً بعد ہو جانی چاہیے تھی۔ درحقیقت، پشیامتر سنگا کی تخت نشینی کو بعد کے موریہ حکمرانوں کی کمزوری کا اندازہ لگاتے ہوئے مناسب وقت پر کی گئی ایک بغاوت کے طور پر سمجھنا چاہیے۔

بعض دانشوروں نے موریہ سلطنت کے زوال کا ذمہ دار اشوک کی امن پسند پالیسی کو ٹھہرایا ہے۔ یہ دلیل اشوک کی اہنسا یا عدم تشدد کی پالیسی پر مرکوز ہے۔ اس پالیسی کی وجہ سے متعدد صوبوں کے گورنر جابر بن چکے تھے جنہیں کنٹرول کیا جانا لازم تھا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ متعدد صوبوں میں لوگوں نے موریہ حکومت کے خلاف بغاوت کی۔ ان دانشوروں نے بدھ مذہبی ماخذ دیویاودان سے مثالیں پیش کیں اور کہا کہ موریہ سلطنت یونانی حملوں کا مقابلہ نہیں کر سکی۔

اسطرح، اشوک کی برہمن مخالف سرگرمی اور امن پسندی دونوں موریہ سلطنت کے ٹوٹنے کے عوامل کے طور پر رد کیے گیے ہیں۔ یہ درست ہے کہ اشوک عدم تشدد پر یقین رکھتے تھے، لیکن وہ اس معاملے میں سختی سے عمل پیرا نہیں تھے۔ اگرچہ وہ جانوروں کے قتل کے خلاف تھے لیکن انہوں نے اس عمل کو اپنے محل میں کم پیمانے پر جاری رکھا۔ مزید برآں، حکومت اور فوجداری انصاف میں بھی سزائے موت کو ختم کر دینا چاہیے تھا لیکن ایسا نہیں ہوا۔ اس کے علاوہ، اگر اشوک اتنا امن پسند تھا تو اسے کلنگ کو ایک آزاد ریاست کے طور پر بحال کرنا چاہیے تھا۔ لیکن، ایک عملی حکمران کے طور پر، اس نے اس پر مگدھ کی بالادستی کو برقرار رکھا۔ اسطرح، اشوک نے اپنی سلطنت کے مختلف علاقوں مثال کے طور پر قبائلی علاقوں پر حکومت کرنے کا دعوی کیا۔ انہوں نے واضح کیا تھا کہ سلطنت میں قبائلی علاقوں میں موجود بدنظمی ایک حد تک برداشت کی جائے گی۔ اس کے علاوہ نہ انہوں نے اپنی فوج کو دستبردار کیا، اور نہ ہی سزائے موت کو ختم کیا۔ یہ تمام اقدامات اشوک نے سلطنت کو محفوظ رکھنے کے لیے اٹھائے تھے۔

اس لیے، اہنسا یا عدم تشدد کی پالیسی نے کسی بھی طرح سلطنت کی فوجی طاقت اور انتظامی مشینری کو کمزور نہیں کیا۔ کہا جاتا ہے کہ

موریہ فوج کے کمانڈر انچیف پشیامتر سنگا نے یونانیوں کو مدھیہ دیس میں داخل ہونے سے روکا تھا۔ رومیلا تھاپر کا کہنا ہے کہ امن پسندی کی ایک پوری نسل بھی کسی سلطنت کو کمزور نہیں کر سکتی اور اس کے زوال کا باعث نہیں بن سکتی ہے۔ وہ کہتی ہیں کہ "صرف جنگیں اور علاقائی حصول ہی ریاستوں کی تعمیر اور تباہی کے لیے ذمہ دار نہیں ہوتی ہیں۔ اس کے ممکنہ اسباب کو ہمیں دوسری سمتوں میں بھی تلاش کرنا چاہیے۔"

اس کے علاوہ، جب تک موریہ سلطنت کا مرکزی سیاسی نظام مضبوط رہا، تب تک کوئی بھی کمزور حکمران سلطنت کے زوال کا ذمہ دار سمجھا جا سکتا ہے۔ تاہم، اگر مذکورہ نظام مختلف اطراف سے کمزور ہو چکا ہو، تو یہ دلیل غیر متعلق ہو جاتی ہے۔ یہ تجویز بھی پیش کی گئی ہے کہ موریہ سلطنت کو کسی قسم کے مالی بحران کا سامنا کرنا پڑا تھا، جس کی وجہ سے سلطنت زوال کا شکار ہو گئی۔ رومیلا تھاپر جیسے مؤرخین کی طرف سے پیش کیے گئے کچھ دلائل متضاد ہیں، کیونکہ وہ ایسی چیزوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں جن کی ہمیں عام طور پر قدیم ریاستوں میں پائے جانے کی توقع نہیں کرنی چاہیے۔ ان دلائل میں قوم پرستی کی عدم موجودگی، کسی خاص حکمراں کے بجائے ریاست سے وفاداری کا خیال اور مشہور نمائندہ اداروں کی کمی شامل ہیں۔ اسی طرح، اگرچہ یہ درست ہے کہ عہدیداروں کی تقرری میں ذاتی انتخاب ضروری تھا اور یہ کہ چینی طرز کا امتحانی نظام موریوں کے دور میں موجود نہیں تھا، لیکن پھر بھی یہ موریہ سلطنت کے زوال کی وضاحت میں مددگار ثابت نہیں ہو سکتا۔ البتہ یہ دلیل کہ موریہ سلطنت اتنی وسیع اور متنوع تھی کہ اس پر حکومت قائم رکھنا بہت مشکل تھا موریہ سلطنت کے زوال کا اہم نکتہ ہے۔ لیکن اس کے زوال کو جدید ریاستی نظام کی نئی حکمت عملیوں اور مداخلتوں کی عدم موجودگی سے منسوب کرنا کہ موریہ حکمران مرکزی یا پردیی علاقوں کی معیشتوں کی تشکیل نو سے قاصر رہے، غلط ہے۔

16.2.4 معاشی مسائل (Economic Challenges)

ڈی ڈی کوسامبی لکھتے ہیں کہ معاشی مسائل کی وجہ سے موریہ سلطنت زوال کا شکار ہو گئی۔ ان کی دلیل دو خاص موضوعات کے ارد گرد گھومتی ہے جو اس بات کی نشاندہی کرتی ہے کہ موریائی معیشت میں مالی رکاوٹیں تھیں، جو یہ ہیں:

- ریاست نے مختلف چیزوں پر ٹیکس بڑھانے کے لیے زیادہ اقدامات اٹھائے۔
- موریہ کے آخر دور میں چاندی کے ٹھپہ دار (Punch-marked) سکوں کی کمی، اور انکی عمدگی (quality) میں ملاوٹ درج کی گئی جو انکے معاشی زوال کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

کوسامبی کے کچھ نظریات جنہیں موریہ سلطنت کے زوال کے ذمہ دار عوامل کے طور پر تسلیم کیا گیا ہے۔ وہ مندرجہ ذیل ہیں

- انہوں نے تجویز کیا ہے کہ ریاست آہستہ آہستہ دھاتوں کی اجارہ داری کھو چکی تھی۔ چونکہ زرعی کاموں کو انجام دینے کے لیے لوہا اہم تھا، جس کی طلب بعد میں صرف مگدھ سے پوری نہیں ہو سکتی تھی۔ اس لیے، لوہے کی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے اس کے نئے ذرائع دکن میں تلاش کیے گئے۔ اگرچہ لوہے کے ایسے ذرائع آندھرا اور کرناٹک میں پائے گئے، لیکن پھر بھی ریاست مگدھ ان ذرائع کو استعمال نہیں کر پائی۔ اس سلسلے میں موریہ حکمرانوں کو مقامی سرداروں کی خود مختاری میں مداخلت کرنے سے تضاد کا خدشہ تھا۔

- دوسرا نکتہ یہ ہے کہ کاشت کاری میں توسیع اور جنگل کی لکڑی کا بے دریغ استعمال قحط کا باعث بن چکا تھا۔ اس دلیل کو ثابت کرنے کے لیے موریہ دور کے شمالی بنگال میں ایک بڑے قحط کے آثار نمایاں ہیں۔ اس طرح متعدد عوامل کی وجہ سے ریاستی محصولات میں زبردست کمی آگئی۔

ایک مرکزی انتظامی نظام میں، محصولات کی کمی کی وجہ سے دوسرے مسائل وجود میں آگیے۔ بعد کے موریہ حکمرانوں سے منسوب نشان والے سکوں کے لیے چاندی کی گھٹتی ہوئی مقدار اس بات کی نشاندہی کرتی ہے کہ حکومت کے خزانے خالی ہورہے تھے۔ اس کے علاوہ، اشوک کے دورحکومت میں عوامی کاموں کے لیے خرچ ہونے والی رقم کی وجہ سے سلطنت پر اخراجات کا بوجھ بڑھ گیا تھا۔ سلطنت کے اطراف واکناف میں اشوک اور دھم مہاماتوں کے دوروں نے سلطنت میں دستیاب اضافی سرمایہ کو نچوڑ دیا ہوگا۔ اس طرح اشوک کے دور حکومت میں ہی سلطنت کے مالیات پر کافی دباؤ آچکا تھا۔

رومیلا تھاپر کہتی ہیں کہ 'ضروری نہیں کہ سکوں کی تنزلی کا مطلب عام معیشت پر دباؤ ہوا ہو۔ مزید یہ کہنا مشکل ہوگا کہ سکوں کی تنزلی کب اور کہاں ہوئی۔ وہ استدلال کرتی ہے کہ مادی باقیات کے مطابق برصغیر ہند کے بہت سے حصوں کی معیشت بہتری کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ یہ خاص طور پر مختلف اقسام کے اشیاء میں استعمال شدہ مواد میں دیکھا جاسکتا ہے جو اس وقت کی تکنیکی پیشرفت کی نشاندہی کرتا ہے۔ وہ کہتی ہیں کہ ممکن ہے کہ سکوں کی تنزلی (خاص طور پر وادی گنگا میں) واقع ہوئی ہو لیکن ان کی رائے کے مطابق یہ مادی معیارات میں گراوٹ کی وجہ سے نہیں، بلکہ انتہائی سیاسی الجھنوں کی وجہ سے ہوئی ہو۔ اس کے پیش نظر تاجروں نے پیسوں کی ذخیرہ اندوزی کی ہوگی، جسکی وجہ سے سکوں کی تنزلی واقع ہوئی ہو۔ بہر حال، وہ یہ نتیجہ اخذ کرتی ہے کہ "اس میں میں کوئی شک نہیں کہ سیاسی زوال کے وقت موریہ سلطنت معاشی خوشحالی سے لطف اندوز ہورہی تھی۔'

16.2.5 جابرانہ حکومت (Oppressive Rule)

مختلف صوبوں میں جابرانہ حکمرانی موریوں کے زوال کی ایک اور اہم وجہ تھی۔ بندوسار کے دور حکومت میں ٹکشلا کے شہریوں نے ظالم افسر شاہوں (dushtamatyas) کی غلط حکمرانی کے خلاف تلخی سے شکایت کی تھی۔ البتہ بحیثیت گورنر اشوک کی تقرری سے ٹکشلا کے شہریوں کی شکایت کا ازالہ ہوا، لیکن جب اشوک شہنشاہ بن گیا تو اس شہر سے ایسی ہی شکایت دوبارہ موصول ہوئی۔ اس کے علاوہ، کلنگ کے کتبوں یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ اشوک صوبوں میں رعایا پر ہونے والے ظلم کے بارے میں بہت زیادہ فکر مند تھے، اور اس طرح دھم مہاماتوں سے تاکید کرتے تھے کہ وہ بلا وجہ شہریوں کو پریشان نہ کیجیے۔ اس پہلو میں، وہ توسالی (کلنگ)، اجین اور ٹکشلا میں افسران کے تبادلے کیا کرتے تھے۔ انہوں نے خود بھی یاترا میں تقریباً 256 راتیں گزاریں، جس سے سلطنت کی انتظامی نگرانی میں کافی مدد مل گئی ہوگی۔ تاہم یہ سب کچھ دور دراز صوبوں میں ظلم کو روکنے میں ناکام رہا۔ بالآخر ان کمزوریوں کی بنا پر اشوک کی وفات کے بعد ٹکشلا موریہ سامراجیت سے آزاد ہوا۔

16.2.6 شمال مغربی سرحد سے بے اعتنائی (Neglecting the North-West Frontier)

چونکہ اشوک بنیادی طور پر اندرون وبیرون ملک کی مشنری سرگرمیوں میں مصروف تھا، اس لیے وہ شمال مغربی سرحد کی حفاظت پر توجہ دینے سے قاصر رہا۔ دراصل تیسری صدی قبل مسیح میں مرکزی ایشیا میں قبائل کی نقل وحرکت کے پیش نظر شمال مغربی سرحد کی حفاظت ضروری تھی۔ سیتھی قبیلہ (Scythian Tribe) مسلسل نقل مقام کی حالت میں تھا۔ انہوں نے گھوڑے کا استعمال کرکے چین اور ہندوستان میں آباد مختلف ریاستوں کو الجھن میں ڈال دیا تھا۔ اس پہلو میں چینی حکمران شی ہوانگ تی (Shih Huwang Ti) نے اپنی سلطنت کو سیتھی حملوں سے بچانے کے لیے تقریباً 220 قبل مسیح میں چین کی عظیم دیوار تعمیر کی، لیکن موریہ حکمرانوں نے ایسا کوئی قدم نہیں اٹھایا۔ قدرتی طور پر، سیتھیوں کو ہندوستان کی طرف بڑھنا پڑا، جس نے پارتھیوں، شاکوں اور یونانیوں کو برصغیر کی طرف بڑھنے پر مجبور کیا۔ یونانی حکمرانوں، جنہیں بکتری (Bactrians) بھی کہا جاتا تھا، نے شمالی افغانستان میں ایک مضبوط سلطنت قائم کی تھی۔ شمالی مغرب کے سرحدی علاقوں میں بکتریوں کی آمد کے بعد حملوں کا سلسلہ جاری رہا جو کشانوں کی آمد تک جاری رہا۔

16.2.7 مقامی ریاستوں کی ظہور (Emergence of Local Powers)

چونکہ موریوں کے سیاسی زوال کی وجہ سے ملک کی مادی اور تکنیکی ترقی میں کوئی رکاوٹ نہیں آئی تھی، اس لیے مابعد موریہ دور میں متعدد ریاستیں از سرنو ابھر کر سامنے آگئیں۔ درحقیقت، موریہ حکمرانوں نے صرف بڑے اور اہم علاقوں پر براہ راست حکومت کی تھی۔ امکان ہے کہ ریاست کے باقی حصوں کے عہدیدار اور دیگر افسران مقامی لوگوں میں سے منتخب کیے گیے ہوں۔ یہ افسران اکثر بہت طاقتور ہوا کرتے تھے اور گورنر پر چیک کے طور پر کام کرتے تھے۔ ان عہدیداروں کی سیاسی وفاداری موریہ سامراجی حکمرانی کے لیے بہت اہم تھی۔ حکمراں کی تبدیلی کا مطلب ان وفاداریوں کی دوبارہ صف بندی کرنا تھا۔ اشوک کے جانشینوں نے موریہ حکمرانوں کی پالیسی میں کوئی بنیادی تبدیلی نہیں لائی تھی۔ یہ خیال بھی پیش کیا گیا ہے کہ ان میں سے کچھ حکمراں وں نے غالباً سلطنت کے کئی حصوں پر کم وبیش ایک ساتھ حکومت کی جو کہ موریوں کے تحت سلطنت کی تقسیم کاری کی نشاندہی کرتی ہے۔

16.2.7.1 بڑی ریاستیں (Major Kingdoms)

موریہ سلطنت کے زوال کے بعد ہندوستان کے مختلف حصوں میں کئی ریاستیں وجود میں آگئیں۔ 184 قبل مسیح میں پشیامتر نے سنگا خاندان کی بنیاد ڈالی، جس نے سابقہ موریہ سلطنت کے چند حصوں یعنی مرکزی اور مشرقی ہندوستان پر حکومت کی۔ انہوں نے ویدک طریقوں اور قربانیوں کو زندہ رکھنے کی کوشش کی، جو نئے حملہ آوروں یعنی یونانیوں (Greeks) کا سامنا کرنے کے لیے ضروری تھیں۔ سنگا (Sungas) خاندان کے بعد کنوا (Kanvas) خاندان نے ایک قلیل مدت تک حکومت کی۔ اسکے بعد یونانی حکمران شمال مغربی ہندوستان کے بیشتر حصوں پر قابض ہوگیے۔ ان کی حکمرانی ساکا خاندان نے ختم کردی تھی جو دریائے سندھ کے کنارے پر آباد تھے۔ اسکے علاوہ، پارتھیوں (Parthians) نے بھی شمال مغربی ہندوستان میں قدم جمائے۔ لیکن، سب سے بڑی غیر ملکی مداخلت پہلی صدی عیسوی کے پہلے نصف میں کشان (Kushanas) سلطنت کے قیام کے ساتھ ہوگئی۔

وادیٔ گنگا، راجستھان، مشرقی ہندوستان اور دکن میں کئی شاہی خاندان اقتدار میں آچکے تھے۔ واضح رہے کہ موریہ دور میں سب سے زیادہ دیہات وادیٔ گنگا میں آباد تھے۔ موریہ حکومت کے زوال کے بعد بہت سے مقامی حکمرانوں نے وِدربھ، مشرقی دکن، کرناٹک اور مغربی مہاراشٹر جیسے علاقوں سے حکومت کرنا شروع کی۔ آہستہ آہستہ ستواہن خاندان نے بہت سے مقامی علاقوں کو اکٹھا کرکے دکن میں ایک بڑی سلطنت قائم کی۔ جب ابتدائی ستواہن حکمران اپنی حکومت مہاراشٹر میں قائم کر رہے تھے، اس وقت کلنگ کا معروف حکمران، کھرویلا، مہاندی علاقے میں ایک معروف اور طاقتور حکمراں کے طور پر ابھر رہا تھا۔ بھونیشور میں اُدیگیری پہاڑی کے ہاتھی گُمفا غار میں پائے گیے کتبے میں کھرویلا دعویٰ کرتا ہے کہ وہ کلنگ کے مہامیگھاون، جو قدیم چیدی خاندان کی ایک شاخ تھی، کے تیسرے حکمران تھے۔ وہ جین مت کے پرجوش پیروکار تھے۔ اسکے علاوہ، موریہ دور میں انتہائی جنوبی ہند میں تین اہم ریاستیں جیسے چیرا (مالابار کے علاقے میں)، چولا (جنوب مشرقی ساحل میں) اور پانڈیا (وادیٔ کاویری میں) آباد تھیں۔ سنگم تحریرات ہمیں ان ریاستوں کے سماج، ماحولیات، سیاست اور معیشت کے بارے میں کافی معلومات فراہم کرتی ہیں۔ مندرجہ بالا خاکہ مختصراً جغرافیائی علاقوں اور بڑی غیر ملکی اور دیسی ریاستوں کے سیاسی حالات سے بحث کرتا ہے جو مابعد موریہ دور میں مشہور ہوئیں۔

16.2.7.2 مقامی ریاستیں (Native States)

اس عرصے میں متعدد مقامی یا علاقائی طاقتوں میں بھی اضافہ ہوا جس کی وجہ زرعی معیشت یا تجارت کی ترقی تھی۔ پرانوں میں متعلقہ دور میں ناگا، گردابھیل اور ابھیرا جیسے قبیلوں کی حکومت کا بھی ذکر ہے۔ اس طرح پرانوں میں مابعد موریہ دور کے چار ناگا، سات گردابھیل، تیرہ پوشیامترا اور دس ابھیرا حکمراں وں کے نام درج ہیں۔ گردابھیل شاید مرکزی اور مغربی ہندوستان کے بھیل قبیلے (Bhil tribe) سے تعلق رکھتے تھے۔ بعض ابھیروں کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ بعد میں اہیر ذات کے نام سے موسوم کیے جاتے تھے، اور بعض دیہاتیوں کی زندگی بسر کرنے لگے۔ بعض قبیلے ایسے بھی ہیں جو اپنے سکوں یا اپنے جنپدوں کے نام سے جانے جاتے ہیں ۔ یودھیا قبیلہ (Yaudheyas)، جو پانینی (Panini) کے زمانے میں پیشہ ور جنگجوؤں کے طور پر مشہور تھے شک حکمران رودردمن نے شکست دے دی۔ ان کی ریاست ستلج اور جمنا کے درمیان آباد تھی۔ اسی طرح، سنگا حکومت کے اختتام میں ارجناوانے متھرا کے جنوبی مشرق میں اپنی خود مختاری قائم کرلی تھی۔ پنجاب میں راوی اور بیاس کے درمیان کی زمین آڈمبروں کے قبضے میں تھی۔ کہا جاتا ہے کہ کنند خاندان بیاس اور جمنا کے درمیان شیوالک پہاڑیوں کے دامن میں مقبول ہو گیے تھے۔ دیگر قبائلی ریاستوں میں سبی (Sibis)، مالاوا (Malavas)، تریگارتا (Trigartas) وغیرہ شامل تھے۔ ان ریاستوں نے شمالی اور شمال مغربی ہندوستان کے خطوں کو آپس میں جوڑ دیا اور ساتھ ہی ایودھیا، کوشامبی، متھرا اور اہی چھاتر جیسی آزاد ریاستوں نے بھی اپنی طاقت کا دوبارہ دعویٰ کیا جو اس سے قبل موریوں کے مطیع تھے۔

دکن کے بارے میں کافی معلومات مقامی حکمرانوں اور چند شاہی خاندانوں کے سکوں سے اخذ کی گئی ہیں جن پر ستواہن اپنی بالادستی قائم کرنے میں کامیاب ہوئے تھے۔ مثال کے طور پر مہاراتھی (Maharathis)، کورا (Kuras) اور انردا (Anardas) خاندان جو بالترتیب مہاراشٹر، کرناٹک اور آندھرا میں حکومت کر رہے تھے۔ انتہائی جنوبی ہند میں تین اہم ریاستوں (چیرا، چولا، پانڈیا) کے حکمراں متصل

علاقوں کے سرداروں کے ساتھ مسلسل جنگ میں مشغول رہتے تھے۔ مثال کے طور پر ویلیر خاندان کے سردار بہت مشہور تھے کیونکہ وہ جنوب مشرقی ساحل پر ملک روم سے تجارت کرنے والے اہم مراکز پر قابض تھے۔

16.3 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

اس اکائی میں ہم نے موریہ سلطنت کے زوال اور مقامی سیاست کے عروج کے ذمہ دار مختلف عوامل پر بحث کی ہے۔ اشوک کے کمزور جانشین سلطنت کی سالمیت کو برقرار رکھنے میں ناکام رہے۔ اشوک کے بعد سلطنت کی تقسیم کاری اور تخت پر حکمرانوں کی مختصر وقفہ سے بار بار کی تبدیلی نے سلطنت کو مزید کمزور کردیا۔ دراصل، موریہ سامراجی نظام میں موجود تضادات نے سلطنت کے بحران کو بڑھاوادیا۔ انتہائی مرکزی افسر شاہی کی وفاداری نے حکمراں کو مضبوط اور ریاستی انتظامیہ کو کمزور بناڈالااور حکمرانوں کی مسلسل تخت نشینی اور اس کے بعد عہدیداروں کی تبدیلی نے اشوک کے بعد انتظامیہ پر منفی اثر ڈالا۔ اس کے علاوہ، متعدد دانشوروں کی طرف سے پیش کیے گیے نظریات، جو اشوک کو موریوں کے زوال کا ذمہ دار ٹھہراتے ہیں، عصری شواہد کی روشنی میں قابل قبول نہیں ہیں۔ مزید برآں، اس اکائی میں معاشی مسائل کے حوالے سے سلطنت کے زوال کی وضاحت بھی پیش کی گئی۔ بالآخر، اس میں شمالی اور جنوبی دونوں جگہوں پر مقامی سیاست کی ترقی کو اجاگر کیا گیا ہے جس سے موریہ سلطنت کی سالمیت کافی حد تک متاثر ہوگئی۔

16.4 کلیدی الفاظ (Keywords)

بغاوت (Rebellion) : حکومت میں پر تشدد یا غیر آئینی تبدیلی۔

افسر شاہی (Bureaucracy) : کسی اقتدار کے ذمہ دار اہلکاروں کے ذریعے حکومت کا نظام۔

دھم (Dhamma) : دھم سنسکرت لفظ دھرم کی پراکرت شکل ہے۔ دھم زندگی گزارنے کا طریقہ، ضابطۂ اخلاق اور اصولوں کا مجموعہ تھا، جسے لوگوں نے بڑے پیمانے پر اپنایا اور اس پر عمل کیا۔

دھم مہامات (Dhamma-mahamattas) : دھم مہامات وہ خاص افسر تھے جنہیں شہنشاہ اشوک نے دھم کے اصولوں کو پھیلانے اور نافذ کرنے کے لیے مقرر کیا تھا۔

دشٹ امتیہ (Dushtamatya) : ظالم عہدیدار یا افسران۔

سلطنت : سلطنت کا مطلب چھوٹی یا بڑی ریاست جو ایک حاکم کے زیر انتظام ہو۔

16.5 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

16.5.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1. موریہ سلطنت کا بانی کون تھا۔
2. موریہ سلطنت کے اہم حکمرانوں نام بتائے۔
3. ارتھ شاستر کس کی تصنیف ہے۔
4. موریہ سلطنت کس سال قائم ہوئی۔
5. کلنگ کی جنگ کب لڑی گئی۔
6. موریہ سلطنت کا آخری حکمران کون تھا۔
7. میگس تھین کی کتاب کا نام بتایئے۔
8. کس خاندان نے موریہ سلطنت کی جگہ لی۔
9. چند جگہوں کا نام تحریر کریں جہاں پہ اشوک کے کتبے پائے گیے۔
10. کس موریہ حکمران کے دور میں ٹکشلا کے شہریوں نے ظالم افسروں (dushtamatyas) کے خلاف شکایت کی تھی۔

16.5.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. اشوک کے جانشینوں کو کن فوری انتظامی مسائل کا سامنا کرنا پڑا۔
2. ان اسکالرں کے خیالات تحریر کریں، جو موریہ سلطنت کے زوال کے لیے اشوک کی پالیسیوں کو ذمہ دار ٹھہراتے ہیں۔
3. موریہ سلطنت کے زوال کے لیے کوسامبی کا نظریہ بیان کیجیے۔
4. موریہ سلطنت کے زوال کے لیے مقامی ریاستوں کا ظہور کس حد تک ذمہ دار تھا۔
5. اشوک کے دھم پر ایک مختصر نوٹ تحریر کیجیے۔

16.5.3 طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. موریہ سلطنت کے زوال کے اہم وجوہات پر تفصیل سے روشنی ڈالیے۔
2. موریہ حکمرانوں کو کن معاشی مسائل کا سامنا کرنا پڑا؟ وضاحت کیجیے۔
3. موریہ سلطنت کے زوال پر بحث کیجیے۔

16.6 مزید مطالعہ کے لیے تجویز کردہ کتابیں (Suggested Books for Further Reading)

1. Basham, A.L., *The Wonder That Was India*, New Delhi, 1967.
2. G.M. Levin Bongard, *Mauryan India*, New Delhi, 1985.
3. Jha, D.N., *Ancient India*: *An Introductory Outline*, New Delhi, 1977.
4. Kosambi, D.D., *The Culture and Civilisation of Ancient India in Historical Outline*, New Delhi, 1970.
5. Sharma, R.S., *India's Ancient Past*, Oxford University Press, New Delhi, 2005.
6. Singh Upinder, *A Comprehensive History of Ancient and Early Medieval India*, Pearson, Delhi, 2009.
7. Sastri, K.A. Nilakanta, *Age of the Nandas and Mauryas* (Ed.), Delhi, 1967.
8. Thapar, Romila, *Early India from the Origins to AD 1300*, Penguin Group, 2002.
9. ____________, *Ashoka and the Decline of the Mauryas*, Delhi, 1960.

نمونہ پرچہ امتحان

Directorate of Distance Education نظامت فاصلاتی تعلیم

Master of Arts ماسٹر آف آرٹس

Subject Code : MAHS101CCT

Paper I : History of India: From Pre-History to the Mauryas

پرچہ اول: تاریخ ہندوستان: ما قبل تاریخ سے موریہ دور تک

1st Semester Examination ، پہلا اسمسٹر امتحان

Time : 3 hours وقت : 3 گھنٹے   Marks : 70 نشانات : ۷۰

ہدایات

یہ پرچہ سوالات تین حصوں پر مشتمل ہے: حصہ اول، حصہ دوم، حصہ سوم۔ ہر جواب کے لیے لفظوں کی تعداد اشارۃً ہے۔ تمام حصوں سے سوالوں کا جواب دینا لازمی ہے۔

1۔ حصہ اول میں 10 لازمی سوالات ہیں جو کہ معروضی سوالات ہیں۔ ہر سوال کا جواب لازمی ہے۔ ہر سوال کے لیے 1 نمبر مختص ہے۔
(1 0 x 1 =10 Marks)

2۔ حصہ دوم میں 8 سوالات ہیں۔ اس میں سے طالب علم کو کوئی پانچ سوالوں کے جواب دینے ہیں۔ ہر سوال کا جواب تقریباً دو سو (200) لفظوں پر مشتمل ہے۔ ہر سوال کے لیے 6 نمبرات مختص ہیں۔ (5x6=30 Marks)

3۔ حصہ سوم میں پانچ سوالات ہیں۔ اس میں سے طالب علم کو کوئی 3 سوالوں کے جواب دینے ہیں۔ ہر سوال کا جواب تقریباً پانچ سو (500) لفظوں پر مشتمل ہے۔ ہر سوال کے لیے 10 نمبرات مختص ہیں۔ (3x10=30 Marks)

حصہ اول

سوال : 1

i. آثار قدیمہ کی تعریف کیجیے۔

ii. کھدائی اور دریافت کے مابین کیا فرق ہے؟

iii. چند اشیاء کے نام لکھیے جو اکثر و بیشتر کھدائی سے سامنے آتے ہیں۔

iv. نسلی آثار قدیمہ سے آپ کیا سمجھتے ہیں؟

v. مارکس وادی آثار قدیمہ کی تعریف کیجیے۔

vi. قدیم ہندوستان کے دو عظیم افسانوں اور ان کے مصنفین کا نام لکھیں۔

vii. بدھ مت کے تین پتا کا کیا ہیں۔

viii. دو چینی مسافروں اور ان کے کاموں کے نام بتائیں جنہوں نے قدیم دور میں ہندوستان کا دورہ کیا تھا۔

ix. سنسکرت پر لکھی گئی گرامر کی پہلی کتاب کا نام بتائیں۔

x. چاروں ویدوں کے نام لکھیں۔

حصہ دوم

2. آثار قدیمہ میں ثقافت کی اصطلاح کی تعریف کیجیے۔
3. درمیانی پیلیو لیتھک ثقافتوں کی ماحولیاتی حالات کی وضاحت کیجیے۔
4. برصغیر پاک وہند کے تناظر میں جدید پتھر کے انقلاب کی اصطلاح کی وضاحت کیجیے۔
5. ہندوستان میں وسطی پتھر کے دور پتھر کے فن پر ایک نوٹ لکھیں۔
6. تانبے پتھر دور کی ثقافت کی اہمیت کی خصوصیات کو اجاگر کریئے۔
7. تانبے پتھر دور کی تکنیکی ترقی پر نوٹ لکھیں۔
8. تانبے پتھر دور کے لوگوں کے مذہبی عقیدے پر بحث کیجیے۔
9. تانبے پتھر دور سے رپورٹ کیے گئے برتنوں پر ایک نوٹ لکھیں۔

حصہ سوم

10. مگدھ کے عروج اور اس کے حکمرانوں کے کارناموں پر ایک مضمون لکھیں۔
11. مہاتما بدھ کے دور میں تمام مہاجنپدوں کے جغرافیائی رقبے پر بحث کیجیے۔
12. 600ق م میں ابھرتی ہوئی حکومت میں شہری مراکز کے کردار کی وضاحت کیجیے۔
13. دھم کے بنیادی اصولوں کا تجزیہ کیجیے۔
14. موریہ ریاست کی نوعیت پر بحث کیجیے۔

اہم نکات